اعلان یہ کتاب باضابطہ رجسٹری ہو چکی ہے۔ کوئی صاحب اسکے چھاپنے کے مجاز نہونگے۔

اعجاز داؤدی

سنہ ۱۹۱۲ء

کتب مناظرہ میں ایک جدید۔ لطیف اور قابل دید اضافہ جسمیں جناب امیرؑ کی خلافت کو (جو شیعہ سنی کے درمیان ایک معرکۃ الآرا نزاعی مسئلہ ہے) الفضی ثابت کیا ہی یہ کتاب مستطاب جس کا نام **اعجاز داؤدی** ہے دراصل اس رسالہ کا جواب ہے جو **مطرقۃ الکرامۃ** کے نام سے موسوم ہے اور جو بقول اس کے مصنف مولوی خلیل احمد صاحب انبہٹوی کے۔ الہامی کتاب ہی۔ لیکن آفرین اور صد آفرین ہے **مولوی سید سجاد حسین صاحب** کو جنھوں نے مطرقہ کے چوٹی کے مقامات کا اس خوبی۔ علمیت اور انتہائے تہذیب سے رد کیا ہے کہ بیساختہ داد دینے کو جی چاہتا ہے جس شیعہ علی کے گھر میں یہ کتاب نہوگی سچ کہتے ہیں ہمیں تو یقیناً افسوس ہوگا یہ کتاب جناب منشی صاحب کی عمر بھر کی ریاضت کا نتیجہ ہے۔ ایک ایک بحث دیکھنے کے قابل ہے جو اس کی خریداری سے محروم رہے گا پچھتائے گا۔

سنہ ۱۳۳۰ھ

سید ضیغم حسن مالک مطبع یوسفی دلی نے چھپوا کر شایع کیا

مختصر فہرست کتب موجودہ کتبخانہ مطبع یوسفی کشمیری دروازہ دلّی

دلیل المتحیرین اعنی ردّ خلافت شیخین

یہ چودھویں صدی کی بیش بہا تصنیف جس کا ایک ایک لفظ جواہرات میں تولنے کے قابل ہے سرآمد متکلمین ہند جناب مولوی میر سجاد حسین صاحب ظلہ کی خداداد طبیعت اور زور قلم کا نتیجہ ہے سید صاحب موصوف کی "تالیفات معقول عام مثل تصویر غالب و مغلوب پاکیزہ خیال رسالہ سجادیہ وسکت المخالف آئینہ حق نما جن مومنین کی نظر اقدس سے گذر چکی ہیں انھوں نے اچھی طرح اندازہ کر لیا ہوگا کہ میر صاحب ممدوح کا دماغ فن مناظرہ میں خاص طرح کا وضع ہوا ہے کلام میں انتہا درجہ کی متانت اور شائستگی ہوتی ہے اور خاص خاص مقامات پر بیساختہ شوخی سونے میں سہاگہ کا کام دیتی ہے کتب مناظرہ میں اس قابل قدر اضافہ نے اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو قوم پر ایک قسم کا احسان کیا ہے میرزا حیرت دہلوی کو اپنی خلافت شیخین پر بڑا ناز تھا مگر اب اُن کے کانوں تک یہ آواز ضرور پہنچ جاتی ہے کہ اے ترک من مناز کہ ترکی تمام شد۔ ایک ایک فقرے کا جواب اس خوبی سے دیا ہے کہ ناظرین پھڑک پھڑک جائیں گے اور مزہ یہ کہ قدیم طرز قال اقول کو کہیں استعمال نہیں کیا زبانہ حال کی انشاپردازی میں ایک نئی روح پھونکی گئی ہے روزمرہ صاف کہیں فصاحت کا جلوہ کہیں بلاغت کا اور کسی جگہ شوخی ستم ڈھا رہی ہے اکثر مناظرے کی کتابیں خشک ہوتی ہیں جہاں ۱۰ + ۱۵ صفحے پڑھے اور کتاب اٹھا کر رکھدی بخلاف ہم نے اسی کتاب میں دیکھا ہے کہ ایک دفعہ پڑھنا شروع کر دیجئے پھر کتاب ہاتھ سے چھوڑ دیجئے تو ہمارا ذمہ اب صرف یہ امر قابل ذکر رہ گیا ہے کہ ہم نے اس کتاب کو نہایت اعلیٰ درجہ کے چکنے کاغذ پر جسکی ادنی صفت یہ ہے کہ ہاتھ لگاؤ تو میلا ہو جائے چھپوایا ہے اور اصلی ضخامت کے مقابلے میں اس قدر قیمت کمی ہے کہ ہر شیعہ خریدے (۲۳۲) صفحہ کی ضخامت قیمت **ایک روپیہ**

آفتاب خلافت

مسئلہ خلافت وامامت درمیان شیعہ وسنی ایسا مابہ النزاع مسئلہ ہے جس پر کہ طرفین کی طرف سے بیسیوں کتابیں تالیف وتصنیف ہو کر شایع ہوچکی ہیں منصف مزاجوں نے اُن تحاریر سے ضرور فائدہ اُٹھایا جو اس بارے میں بطور قطعی فیصلہ لکھی گئی ہیں لیکن ہٹ دھرم اور نا انصافوں کے لئے کوئی تحریر مفید ثابت نہوئی۔ اس ہیم اس رسالہ کے ذریعہ سے مولوی سید سجاد حسین صاحب مصنف رسالہ سجادیہ نے مسئلہ امامت کو نہایت مختصر مدلل اور عام فہم عبارت میں سمجھانے کی کوشش کی ہے قیمت فی جلد ۲۲

جاء الحق وزهق الباطل

الحمد للہ والمنة کہ درین ایام سعادت فرجام کتاب مستطاب

الموسوم بہ

اعجاز اودھی

مصنفہ

مولوی سید سجاد حسین صاحب مؤلف رسالہ سجادیہ و تصویر غالب و مغلوب وغیرہ

در مطبع یوسفی دہلی طبع شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً

اما بعد حقیر پر تقصیر سجاد حسین ابن جنت آرامگاہ سید محمد حسین مرحوم متوطن بھٹرہ سادات واقع سادات باہرہ ضلع مظفر نگر عرض پرداز ہے کہ سید کاظم علی صاحب واسطی بریلوی نے جو کہ آج کل سیتاپور میں سرشتہ مدارس کے ڈپٹی انسپکٹر ہیں (مذہب شیعہ اختیار کرکے علمائے اہل سنت سے مذہبی گفتگو شروع کی۔ ایک عرصہ تک مولوی امیر اللہ صاحب متوطن بریلی مدرس مدرسہ اکبر حسین خاں صاحب واقع مقام مذکور سے زبانی بحث و مباحثہ ہوتا رہا۔ بالآخر مدرس صاحب نے چار سوال جن میں سے تین کا تعلق ترتیب و جمع و نقصان قرآن سے تھا اور ایک کا حضرت امیر علیہ السلام کی خلافت بلافصل سے ڈپٹی صاحب موصوف کی خدمت میں پیش کئے۔ ہر چہار سوالات کا جواب مقدم الوصف نے تفصیلی دے کر اپنے رسالہ کا نام بایں وجہ کہ اسمیں اغلب بحث امامت تھی **مراۃ الامامۃ فی اثبات الخلافۃ** لکھکر ششم محرم ۱۳۱۱ھ ہجری مطابق ۹۔ اگست ۱۸۹۳ء کو مطبع اثنا عشری لکھنؤ میں چھپوا کر شائع کیا۔ مدرس صاحب ممدوح نے جنکے سوالات کا جواب دیا گیا تھا دلائل مندرجہ رسالہ موصوف کو عقدۂ مالاینحل سمجھ کر قلم نہ اٹھایا۔ کیونکہ ڈپٹی صاحب کے مؤلفہ رسالہ کا جواب لکھنا بازیچۂ اطفال نہ تھا۔ کتاب مستطاب عبقات الانوار سے جس کا نام سنکر علمائے اہل سنت پر ہیبت طاری ہوتی ہے استخراج مطالب کرکے رسالہ لکھا گیا تھا۔ مولوی صاحب بیچارے معمولی استعداد کے آدمی تھے عبقات کے مطالب کو وہ کیا رد کر سکتے

یہ وہ پُرصولت کتاب ہے جس کے خیال سے خواب میں علمائے اہلسنت چونک پڑتے ہیں فرجام کار مولویصاحب اپنے سوالات کا شافی و مسکت جواب دیکھ کر خاموش ہو رہے۔ مگر دس سال بعد جناب نواب یوسف علیخاں صاحب رئیس چھتاری ضلع بلند شہر کی نظر سے وہ رسالہ گذرا نواب ممدوح کے جوش سنت نے گوارا نہ کیا کہ حضرت امیرؑ کی امامت ثابت و برقرار رہے انھوں نے جناب مولوی خلیل احمد صاحب متوطن انبہٹہ ضلع سہارنپور سے درخواست جواب کی اور پوری امداد فرمائی مولوی صاحب ممدوح صرف بطور کمی جس کی حقیقت آگے ظاہر ہوگی جواب دینے پر آمادہ ہوئے ہنوز اُن کا مسودہ جو کہ بجواب **مراۃ الامامۃ** لکھا گیا تھا بتھر پر نہ چڑھا تھا کہ ایک شخص محمد اسحاق ساکن سہارنپور مفتی محلہ نے تجارتی پریس علی گڈھ میں یہ ایں سرخی (سوال از جمیع علمائے شیعہ) مضمون شائع کرایا جس کے الفاظ یہ ہیں کہ بجواب مراۃ الامامہ۔ مطرقۃ الکرامہ مولوی خلیل احمد صاحب نے بروئے الہام ایسا تحریر فرمایا ہے کہ جس سے اصول شیعہ قطعی باطل کیا گیا۔ آج تک جو رسائل قدیم و جدید لکھے گئے اُن میں شیعہ کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے کبھی کسی عالم نے کوئی مستقل کتاب اصول شیعہ کے ابطال میں ایسی نہ لکھی تھی جو اس خاص طریقہ سے اصول شیعہ کا ابطال کرے جیسا کہ اب **مطرقۃ الکرامہ علی مراۃ الامامۃ** میں مولوی خلیل احمد صاحب نے کیا ہے نہ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب نے اس طرف کما حقہ توجہ فرمائی اور نہ کبھی مولوی حیدر علی صاحب مصنف منتہی الکلام نے اس جانب التفات کیا نواب محسن الملک بھی اس باب میں دیگر مصنفین سے زیادہ حصہ لینے والے نہیں خود مولوی خلیل احمد صاحب مؤلف مطرقۃ الکرامہ کو اپنی پہلی تالیف ہدایات الرشید میں تردید اصول شیعہ کا وسوسہ بھی نہیں گذرا غرضکہ ہمارے کملا کی اصول شیعہ کی طرف بے توجہی نے امامیہ کو یہ دھوکہ دیا کہ وہ اپنے اصول کو نہایت مستحکم اور اٹل سمجھ بیٹھے اور بجائے خود مغرور گماں ہوئے کہ ہم میدان مناظرہ کے پہلوان ہیں۔ نہایت شکریہ کا موقع ہے کہ ایسے سنی کی شہادت سے جس نے قبل از اشاعت مطرقہ اس کی تقریظ لکھدی اتنی بات بالضرور ثابت ہوگئی کہ علمائے سابقین سنیہ سے اصول شیعہ کے بگاڑنے میں کوئی نمایاں کام نہیں ہوا جو کچھ بھی سنیوں نے لکھا وہ اُن اعتراضات کے جواب میں لکھا جو کہ اُنپر وارد کئے گئے ہیں۔ ناظرین خود انصاف فرماسکتے ہیں کہ اس چودہ سو برس کے عرصہ میں کیسے کیسے علامۂ دہر عالم گذر چکے ہیں مگر کسی سے ممکن نہوا کہ رد و ابطال اصول شیعہ میں گفتگو کرتا جس مذہب کا بایں کثرت اعدا اصول دین دست برد معاندین سے محفوظ رہا وہ تمام مذاہب دنیا میں اپنی نظیر خود ہی ہو سکتا ہے اہل سنت براہ توجہ مذہب شیعہ کی عزت پر نگاہ ڈالیں کہ کیسا پاک اور سچا مسلک ہے اور اُس کے اصول کیسے قوی اور مضبوط ہیں جنپر حملہ کرنے کی اہل سنت کو اسوقت تک

ہمت نہیں ہوئی۔ یاد رکھنا چاہیئے دو مخالفوں میں جب مذہبی گفتگو ہوتی ہے تو ہر واحد بجائے خود پہلے مخالف کے
اصول پر حملہ کرتا ہے۔ کیونکہ جب اصول کسی مذہب کا باطل ہوگیا تو وہ مذہب فرد مذاہب سے نظری ہوجاتا ہے
اہل سنت شیعہ سے بہ اعتبار تعداد انفار بچاس گونہ ہیں۔ افسوس ہے کہ اسلام کا سوادِ اعظم بہ مقابلہ شیعہ درباب
ابطال اصول دین ناکام رہا اور انشاء اللہ قیامت تک رہیگا۔ اول محمد اسحاق صاحب کے اشتہار سے سمجھا
گیا تھا کہ محض خریداروں کی بہم رسانی اور رغبت دہی کے واسطے گرم فقرات کا استعمال کیا گیا ہے مگر مطرقۃ الکرامۃ
کے معائنہ سے واضح ہوا کہ بے شبہہ جناب حافظ محمد خلیل احمد صاحب پر کوہِ الہام ٹوٹ پڑا کیونکہ وہ خود مطرقہ
کے صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں کہ علمائے متقدمین سے کسی کے وہم وخیال میں بھی ابطال اصول شیعہ کا داہمہ نہ گذرا تھا
کارخانۂ قدرت میں یہ حصہ ہمارے ہی لئے ودیعت ہوا تھا ہم نے بقوت الہام شیعہ کی اصل امامت کو جس پر وہ ناز
کرتے ہیں قطعی بنیاد سے اکھاڑ دیا مگر افسوس ہے کہ محمد اسحاق صاحب ومولف مطرقۃ الکرامۃ دونوں اپنے
دعوے میں عند المعائنہ مطرقہ خلاف گو ثابت ہوئے۔ مطرقۃ الکرامۃ کو مراۃ الامامۃ کا جواب مشہور کرنا سراسر
غلط و باطل ہے۔ حقیقت واقعی یہ ہے کہ مطرقہ میں رسالۂ مراۃ الامامۃ کے ایک جملہ بلکہ ایک لفظ کا بھی جواب
نہیں دیا گیا البتہ بہ کاسۂ لیسی علمائے سابقین چند وجوہات پارینہ وفرسودہ ومردودہ درباب ابطال
امامت زیب قلم فرمائی ہیں۔ چنانچہ صاحب مطرقہ صفحہ (۷) سطر (۹) پر لکھتے ہیں۔ رسالہ مراۃ الامامۃ کے جواب
سے پیشتر بطور تمہید ومقدمہ دلائل بطلان امامت لکھے گئے ہیں صفحہ (۹) سطر (۷) پر ڈپٹی صاحب سے مخاطبہ
کرکے لکھا ہے بعد اس کے مختصراً آپ کے اقوال کا بھی جواب دیا جائے گا دوسرے مقام پر تحریر ہے کہ
مطرقہ کا حصہ دوم مراۃ الامامۃ کے جواب میں ترتیب پذیر ہوگا۔ ان عبارات ونیز معائنہ مطرقہ سے واضح
ہوگیا کہ شیعہ کے مایہ ناز رسالۂ مراۃ الامامۃ کا جواب جوکہ عبقات کا ایک بچہ ہے جناب حافظ صاحب سے نہ ہوسکا
اور دوسرا حصہ لکھنے پر حیلہ حوالہ کرکے مریدوں کا دل خوش کردیا۔ مناظرہ سنی وشیعہ کی اکثر کتابیں جفر کی
نظر سے گذری ہیں سب کا قرینہ یہ دیکھا گیا ہے کہ اول اعتراض مخالف کا جواب دیا جاتا ہے زاں بعد اپنا
سوال قائم کرتے ہیں دو شخصوں کی تحریر میری نظر سے گذری جن میں اصل کتاب کا جواب ندارد پایا۔ اول مولوی
جہانگیر خاں صاحب شکوہ آبادی ہیں جنھوں نے محض غلط طور پر اپنے سولہ رسالہ اظہار الہدےٰ کو انوار الہدےٰ
مصنفہ شیخ احمد صاحب مرحوم کا جواب ظاہر کیا دوسرے میرے مخاطب حافظ خلیل احمد صاحب ہیں جوکہ مطرقہ
کو مراۃ الامامۃ کا محض جھوٹ جواب بیان کرتے ہیں۔ اس طرز خاص میں اگر دونوں صاحبوں کو مجدد کہا جائے

توبے جا ہوگا پس جناب حافظ صاحب کا اپنے رسالہ کو معرفۃ الکرامہ علی مراۃ الامامۃ لکھنا بالکل غلط اور محض
دھوکہ ثابت ہو گیا نہایت شکریہ کا موقع ہے کہ حافظ صاحب کی پہلی ہی بسم اللہ غلط ہو گئی۔ جبکہ کتاب کا نام
برعکس نہند نام زنگی کا فور کا مصداق ہے تو مطالب کیا نور بھرے ہونگے مطرقہ زبان مہندی میں اُس آلہ آہنگران
کو کہتے ہیں جس سے لوہا کوٹا جاتا ہے (ہتھوڑا) اردو میں تمام رسالہ کا یہ نام ہوا۔ کرامت کا ہتھوڑا آئینہ
امامت پر مارا حافظ صاحب نے لوہا رنشی اختیار کرکے بہت چاہا کہ بجوش مادہ تسنن ہتوڑے سے اولاد رسول
کے آئینہ امامت کو چور اکر دیں مگر بقول ہے چراغے راکہ ایزد بر فروزد کسے گر پف کند ریشش بسوزد
تیشہ بپائے خود کھا بیٹھے۔ ابن ملجم نے نفس امامت پر تلوار لگائی تھی اور حافظ صاحب نے اُس کے آئینہ پر
ہتوڑا مارا وہ مردود اپنے ارادہ میں کامیاب ہوا اور حافظ صاحب کتاب کا غلط اور غیر واقعہ نام رکھنے
سے ناکام ہوئے یہ حضرت بوجہ ناکامی ابن ملجم سے بھی گھٹے ہوئے رہے جناب داؤد علیہ السلام لوہے کو معجزہ سے
نرم کر دیتے تھے میں نے چونکہ حافظ صاحب کے ہتوڑے کو جو کہ کچے لوہے کا ہے حرارت کلام سے پگھلایا ہے۔ لہذا
بنظر مناسبت اپنے رسالہ کا نام **اعجاز داؤدی** رکھا ناظرین انشاء اللہ اُن تیز تیز ہونکوں کو جو کہ قلم صدق
رقم کی دھونکنی سے لگا کر یہ لوہا پگھلایا گیا ہے دیکھ کر خود انصاف فرما ہونگے کہ کیا معجز نمائی کی ہے۔ فضل خدا
سے قوی اُمید ہے کہ یہ رسالہ مذہب شیعہ کی وقعت کا سبب ہو کر حافظ صاحب اور جمیع اہل سنت کو ندامت کے
وسیع جنگل کی سیر کرائے گا اگر حافظ صاحب مناسب سمجھیں تو میرے اعتراض کو صحیح باور کرکے اپنے رسالہ کا جھوٹا
اور غیر صحیح نام بدل کر غایت انصاف سے مشتہر کرادیں کہ مجھ سے نام کے رکھنے میں غلطی ہوئی آیندہ کوئی
اسکو مراۃ الامامۃ کا جواب نہ کہے چونکہ یہ رسالہ اس بحث میں ترتیب پذیر ہوا ہے کہ امامت داخل اصول ہے
یا نہیں اور یہی مسئلہ سنی و شیعہ کی تفریق کا پورا سبب ہے دیگر معاملات فرعی ہیں اور یہ اصل اصول
کل نزاعات سنی و شیعہ کا انقطاع اسی کے تصفیہ پر موقوف ہے لہٰذا بر آں ناظرین سے التماس ہے کہ
از اول تا آخر اسکو ملاحظہ فرمائیں۔ انشاء اللہ یہ چند اوراق تمام قضایائے مذہبی کے لئے فیصلہ کن ثابت
ہونگے۔ آج تک جس قدر رسائل اردو میں لکھے گئے ہیں میں کہ سکتا ہوں کہ اس جامعیت سے ایک بھی نہیں
لکھا گیا۔ یہ رسالہ بمدد خداوند نور ایمان پھیلائے گا کہ مخالفوں کو سوائے قبول حق کوئی دوسرا چارہ نہ ہوگا
وما توفیقی الا باللہ نعم المولیٰ ونعم النصیر۔ نعم المولے ونعم الوکیل

التماس مؤلف حقیر

چونکہ حجم کتاب بڑھ گیا ہے اور حضرات شایقین کی یہ عادت ہے کہ بوجہ طوالت پوری کتاب ملاحظہ فرمانے سے قاصر رہتے ہیں لہذا بہ نظر تسہیل ناظرین چند باب پر کتاب کو تقسیم کر دیا ہے اور ہر باب کو جدا ترتیب دیا ہے تاکہ اہل نظر سب کو وقتاً فوقتاً بلا کراہت ملاحظہ فرمالیویں

نام ابواب مع مضامین

باب اول عموماً اہل سنت اور خصوصاً مخاطب دعوی تمسک اہلبیت میں غلط ادعا کرنے والے ہیں اور سنیوں کو احکام اہلبیت سے کوئی علاقہ نہیں بلکہ وہ خاندان رسالت کو بدراہ کنندۂ خلایق جانتے ہیں اور کتب سینہ مسائل بیہودہ وخلاف عقل سے مملو ہیں۔

باب دوم شیعہ نے ہر کتاب اہل سنت کا جواب دیا ہے اور سنیوں نے باوصف وعدہ انعام آج تک کسی حجت شیعہ کا جواب الجواب نہیں لکھا سوائے ازیں اور چند اعتراضات مخاطب کا جواب دیا ہے۔

باب سوم مخاطب اور بعض اہل سنت کا یہ عذر فرمانا کہ ذکر خلافت وامامت سے اوراق قرآن خالی ہیں بالکل ناقابل سماعت ہے کیونکہ اکثر آیات قرآن شہادت امامت کے لیے بقول اہل سنت موجود ہیں نیز مخاطب کا یہ عذر بھی باطل ہے کہ امامت اصولی نہیں بلکہ فرعی عملی ہے۔

باب چہارم احادیث نبوی حسب روایات سینہ مشتر بہ امامت دفتر اسلام میں بکثرت موجود ہیں۔

باب پنجم مخاطب نے انیس نمبر حل طلب قایم فرما کر انحصار یہ فیصلہ خلافت کیا ہے از انجملہ نمبر اول جواب باب سوم وچہارم میں ہے اور ۱۸ نمبر کا تفصیلی جواب باب ہذا میں دیا گیا ہے۔

باب ششم سوائے انیس نمبر لائے متذکرہ بالا کے مخاطب نے در باب الہیات وبعض اقوال جناب امیر علیہ السلام ومعاملہ جناب امام حسن با معاویہ پر کچھ گفتگو کی تھی اسکا مشرح جواب حوالہ قلم کیا گیا ہے

باب اول

عموماً اہل سنت اور خصوصاً مخاطب دعوئے تمسک اہلبیت میں غلط ادعا کرنیوالے ہیں اور سینونکو اہلبیت کے احکام سے کوئی علاقہ نہیں بلکہ وہ خاندان رسالت کو بدراہ کنندۂ خلایق جانتے ہیں اور کتب سینہ مسائل بیہودہ وخلاف عقل سے مملو ہیں۔

صورت تحریر جواب

اول مطرقہ کی عبارت لفظ بہ لفظ نقل کی ہے ازاں بعد اُسکا جواب لکھا ہے یہاں تک احتیاط کی ہے کہ جو عبارت مطرقہ کی لکھی ہے بقید صفحہ و سطر اُس کا پتہ دیدیا ہے تاکہ مطابق کرنے والے کو آسانی ہو اور بے تکلف بہ نظر مطابقت عبارت کی جانچ کر لیوے

شروع جواب

تحریر مخاطب مندرجہ صفحہ ۲ تا سطر ۱۹

امابعد فقیر خاکسار و حقیر نابکار راکب سفینۂ اہلبیت اطہار متمسک بہ ذیل عترت ابرار مہتدی بہدیٰ اصحاب کبار من وجوہ المہاجرین و اعیان انصار رضی اللہ عنہم حافظ ابوابراہیم خلیل احمد انبہٹوی ارباب علم کی خدمت میں عرض کرتا ہے الی آخرہ

جواب متمسک بالثقلین سجاد حسین

پہلوانوں کا قاعدہ ہے کہ شروع کشتی میں ایک دوسرے سے بطور سلامی کے ہاتھ ملاتے ہیں مگر دونوں میں جو ہنرور اور چابک دست ہوتا ہے پہلا ہی ہاتھ اس غضب کا لگاتا ہے جس سے خصم کے تمام ارکان بدنی متزلزل ہوکر جسم میں لرزہ پڑجاتا ہے۔ ہم بریں بنا میں اول ہی بعنایت الٰہی ایسی جھٹکی لگاتا ہوں جس سے ذی قدر مخاطب کے تمام اجزا رسالہ کا ایسا شیرازہ ٹوٹے کہ ایک ایک ورق کے ہزار ہزار پرزے ہوجائیں ذی علم مخاطب نے تمہید کلام میں حسب صراحت بالا چند فقرات زیب قلم فرمائے ہیں جنکا اعادہ مناسب سمجھتا ہوں وہ فقرے یہ ہیں اول نابکار۔ دوم راکب سفینۂ اہلبیت اطہار و متمسک بہ عترت ابرار سوم مہتدی بہ ہدایت اصحاب کبار مہاجر و انصار۔ لہذا فقرات ثلاثہ کی توضیح کرکے ناظرین کو دکھلائے دیتا ہوں کہ سوائے فقرۂ اول نابکار کے وہ باقی ہر دو مکے دعوے میں بالکل غلط ادعا کرنے والے ہیں انہیں دو فقروں کی توضیح میں انشاء اللہ صاحبان نظر تسلیم فرمالیں گے کہ اہل سنت کیا وقار بہ اعتبار مذہب رکھتے ہیں۔

توضیح فقرہ اول نابکار

چونکہ غایت تذلل و انکسار سے بقاعدۂ مفہم نفس مخاطب منکسر طبیعت نے اپنی ذات رفیع الدرجات کو نابکار

جوکہ ذلیل ترین الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے لہذا اُن کے نابکار ہونے پر ہمکو کوئی موقع جرح اور ناراضامندی ظاہر کرنیکا نہیں ہے ہر شخص کسر نفسی سے اپنے لئے وہ ہی صفت تجویز کیا کرتا ہے جو کہ ذلت وحقارت کا پہلو دبائے ہوئے ہو ہر گاہ تمام الفاظ بد و نالایق ہیں اُنھوں نے بحکم (المرء یقیس علی نفسہ) لفظ نابکار کو اپنی ذات حجستہ صفات سے چسپاں فرمایا لہذا بہ کراہت شدید اُن کی خوشدلی مدنظر رکھکے میں بھی اُن کا نابکار ہونا تسلیم کرتا ہوں ورنہ وہ عند السفینہ بڑے قابل کار ہیں نابکار نہیں۔

توضیح فقرۂ دوم راکب سفینۂ اہلبیت اطہار و متمسک عترت ابرار

البتہ اگر مخاطب باتمیز اپنے اس دعوے اطاعت اہلبیت میں صحیح القول قرار پاگئے اور مذہب اہل سنت ماخوذ از احکامات و افادات خاندان رسالت ثابت ہوگیا تو پھر ہمکو اُن سے کوئی پرخاش نہوگی اور ہم اُن کو مطیع احکام آئمہ سمجھکر ایسی ہی صاف دلی سے پیش آئیں گے کہ جیسے اپنے برادران ایمانی چھتیوں سے آتے اور برتاؤ رکھتے ہیں مگر افسوس ہے کہ اُن کے کھانے اور دکھانے کے دانتوں میں بڑا فرق ہی بہ نظر عوام فریبی ودھوکہ دہی حضرات اہل سنت صرف الفاظ سے دعوے اطاعت اہلبیت کرتے ہیں۔ مگر حقیقتاً وعملاً خاندان نبوت سے بحدے بُعد عظیم رکھتے ہیں کہ جسکا ادراک ڈاک گاڑی وتار برقی جیسے تیز رفتار آلات سے بھی ناممکن ہے یقولون بافواھھم مالیس فی قلوبھم زبان سے کہتے ہیں مگر دل میں کچھ نہیں کے پورے مصداق ہیں اگر اہل سنت کے قلب و زبان میں اتحاد ہوتا اور جیسے کہ وہ بعد چرب زبانی دعوے متابعت اہلبیت کرتے ہیں اسکا ایک شمّہ بھی اُن کے دفاتر احکام میں پایا جاتا تو پھر سنی اور شیعہ میں کوئی اختلاف بھی نہوتا سب مسلمان بہ اتباع رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تابع ثقلین یعنی قرآن واہلبیت ہوکر ایک روش اختیار کرتے اور اتفاق باہمی سے ترقی میں وہ درجۂ بلند حاصل کرتے کہ تمام عالم میں اپنی نظیر خود ہی ہوجاتے۔ جس تمسک کے جناب مخاطب بصد گرمی مدعی ہیں اسلام کا ابتدائی جھگڑا اسی پر ہوا دو نزاع مسلمان صاحبوں نے بوقت وفات رسول پاک سے کئے ایک شرکت لشکر اسامہ دوم طلب دوات وقرطاس و خامہ اول میں بروایت ملل و نحل لعن اللہ عن تخلف جیش اسامہ کا خار دار تازیانہ کھایا۔ دوم میں بحکم قوموا عنی اٹھ جاؤ میرے پاس سے ڈیوڑھی باتوں نے کھائی اگر تمنا زعین کو جرأت ظاہرہ سے باز رہ پر جرأتی نکالا کہ پھر نبی کو دیکھنا نصیب نہوا دیکھو بخاری میں باب وفات النبی بعد رسول اکرم سب سے اول وا قدم درحالیکہ حضور انور کا بدن بھی ٹھنڈا نہوا تھا مابین

مہاجر و انصار سقیفۂ بنی ساعدہ میں جھگڑا ہوا بالآخر بعد دھول جوتی دلپا ڈگی وگالی گلوج دخواہر داد با
حضرت فاروق اعظم وابوعبیدۂ جراح رضوان اللہ تعالیٰ کی اتفاق رائے سے حضرت صدیق کے سرانور پر
تاج خلافت رکھا گیا چونکہ مقام مذکور میں جناب صدیق صرف دو بزرگواران موصوف الصدر کی تجویز سے خلیفہ
برحق وامام جائزالاطاعت قایم ہوچکے تھے۔ لہذا دیگر اہل اسلام پر زمرۂ مبایعین میں داخل ہونے کے لئے
زور ڈالا گیا جو لوگ کہ اُن کے رفقائے جاں باز ودمساز تھے اُنھوں نے بہ طیب خاطر وخوشدلی اطاعت منظور
کی اور بعض نے اپنی کمزوری اور ناتوانی سے بصد بیدلی وکراہت اُن کی اطاعت کو قبول کیا۔ چنانچہ وجیزۂ
سبحان علی خاں صاحب وزیر اعظم ملک اودھ میں جو کہ مطبوع ہوکر اطراف عالم میں شائع ہورہا ہے۔ کتب معتبرہ
اہل سنت سے اُنکے نام دکھلائے گئے ہیں جو کہ خلیفہ اول کی بیعت سے کارہ ودل تنگ تھے جبکہ اس عنوان
جبر وتعدی سے استحکام حکومت ہوچکا اسوقت ممبران اجماع کی کمیٹی میں یہ رزولیوشن پاس ہوا کہ جب تک خاندان
نبوت مثل سائر الناس مطیع نہوگا سوفت تک بنیاد خلافت مستحکم نہوگی۔ پس حضرت امیر کو مجبور کیا گیا کہ آپ
بیعت کریں یہاں تک دباؤ ڈالا گیا کہ صرف بہ جرم انکار بیعت اُن کا گھر پھونکدینے کے لئے حضرت عمرؓ آگ
اور لکڑیوں کے دروازہ سیدہ پر جلوہ افروز ہوئے جسکا ثبوت ۱۶ کتب اہلسنت سے تشیید المطاعن میں دیا گیا ہے
پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ پس از وفات نبی جو پہلی مخالفت اسلام میں ہوئی وہ خلافت پر تھی مسلمانوں میں یہ ایسا
تخم اختلاف بویا گیا ہے کہ جس نے ہر عنوان سے اسلام کو ضعیف کرکے ایسا تتر بتر کیا کہ بہتر حصوں پر تقسیم کردیا
کیسے ہی لیکچر دو۔ کیسی ہی پر اثر نظم پڑھو۔ اسلام کی تباہی وفلاکت کے مرثیہ لکھو اتفاق اتفاق کے نعرے
بصدائے دردناک وجانسوز بلند کرو۔ مگر یہ گہرا زخم جو جسم اسلام پر لگ چکا ہے۔ کسی مرہم سے التیام پذیر نہ
ہوگا۔ جب خاندان سے حکومت اسلام نکل کر زید وبکر وعمر وخالد کے پنجہ میں گئی ہے جب تک کہ اس گھر
میں واپس نہوگی (مراد از زمانہ امام آخر) اُسی طرح مسلمان خانہ جنگیوں میں مبتلا ہوکر تباہ اور برباد رہیں گے
اسلام کی خرابی اور تباہی ونا اتفاقی کا تمام وبال ونکال اُس کی گردن پر ہے جو کہ اول اول خاندان نبوی
سے حکومت اسلام کا سلب کرنیوالا ہوا ہے۔

مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی نے بھی کتاب اُمہات الامہ میں خلافت ابوبکر ہی کو باعث فساد لکھا ہے۔ شہرستانی
ملل ونحل میں لکھتے ہیں "اعظم خلاف بین الامۃ خلاف الامامۃ اذ ما سل سیف فی الاسلام علی قاعدۃ دینیۃ مثل ما سل
علی الامامۃ فی کل زمان" یعنی بہت بڑا اختلاف اسلام میں امامت کا ہے جیسے کہ ہر زمانہ میں درباب امامت

تلوار چلی ہے ایسی چپک کسی نزاع میں نہیں ہوئی پس حسب تصریح بالا اسلام کا اصل سبب باعث اختلاف امامت ہے ایسے مہتم بالشان امر کو جسکو بقول مخاطب مندرجہ ہدایات الرشید صحابہ نے دفن نبی پر مقدم کیا اور جسپر مسلمانوں میں مدام تلوار کھنچی مخاطب صاحب ایک امر فرعی اور بحقیقت محض قرار دیتے ہیں جیساکہ اُن کی تحریر سے آیندہ ظاہر ہونیوالا ہے۔ اسجگہ یہ بحث شروع ہے کہ مخاطب حسب عوئے خود اہلبیت نبوی کے احکام سے متمسک ہوکر سفینہ نوح یعنی کشتی اہلبیت پر چڑہنے کے قابل ہیں یا نہیں۔ بنابرآں اُسکی حقیقت پر مخاطب و دیگر ناظرین کو مطلع کیا جاتا ہے پہلے یہ بات دکھلاتا ہوں کہ عموماً حضرات اہلسنت وخصوصاً مخاطب باعزت یہ دعوے خلاف واقعہ کیوں کرتے ہیں کہ ہم مطیع اہلبیت ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ نجات اُخروی موقوف باطاعت اہلبیت ہے۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ کے صفحہ (۱۳۹) پر تحریر فرماتے ہیں (بہ اتفاق شیعہ وسنی ثابت ست کہ پیغمبر فرمود انی تارک فیکم الثقلین الی آخرہ یعنی من درمیان شما دو چیز بزرگ میگزارم قرآن واہلبیت ازیں معلوم شد کہ پیغمبر ما را حوالہ بایں دو چیز عظیم القدر فرمودہ پس مذہبیکہ مخالف ایں ہر دو باشد شرعاً وعقلاً باطل ست نتیجہ میں ممدوح الوصف لکھتے ہیں کہ قرآن واہلبیت کا واجب اتباع ہم اہل سنت کرتے ہیں شیعہ جو اپنا دار ومدار احکام آئمہ پر بتلاتے ہیں یہ غلط ہے مخاطب نے دعوے کیا ہے کہ ہم نے مضامین مطرفہ بروے الہام لکھے ہیں علمائے قدیم سے کسی کو نہیں سوجھے۔ ناظرین انصاف فرمائیں کہ متابعت اہلبیت کے مدعی بہ مفاد حدیث ثقلین اول شاہ صاحب ہو چکے ہیں پس اسقدر دعوے تفرد باطل ہوا اور آیندہ انشاءاللہ تدریجاً سب ذکمس کردیا جائے گا۔ جبکہ بروے حدیث ثقلین شاہ صاحب مسلک صحیح مذہب اہلبیت کو قرار دے کر اور جملہ مذاہب کو جو کہ مخالف اہلبیت ہوں غلط وغیر صحیح لکھ چکے نیز مخاطب صحیح المزاج ہی تمسک اہلبیت پر مفتخر ہوچکے لہذا لازم آیا کہ قبل از جواب رسالہ اسباب کی جانچ کی جائے کہ خاندان رسالت سے واقعی طور پر تمسک واتباع حضرات اہل سنت کو ہے یا کہ شیعہ کو بروئے تحقیقات ضابطہ جو فرقہ مطیع اہلبیت قرار پائے گا وہی بذیل تمسکین آل اطہار معدود ہوکر دفتر خداوندی سے پروانہ برادت حاصل کرے گا۔ میں انشاءاللہ بہ دلائل واضحہ یہ بات دکھلاؤنگا کہ مخاطب توکس شمار میں ہیں جن لوگوں کو نبی صاحب نے حدیث ثقلین سنا کر حکم بہ متابعت اہلبیت فرمایا تھا اُن سننے والوں میں سے اکثر نے نبی کے ارشاد پر عمل نہیں کیا ایدریں صورت اُن پہلوں کا مذہب قطعاً مخالف ثقلین ایک تجویزی مسلک تھا جو کہ بقول شاہ صاحب شرعاً وعقلاً باطل ہے دو طبقہ کے آدمیوں کا رسولؐ مقبول کے حکم سے خلاف دکھلاؤں گا طبقہ اول میں حضرات

خلفائے ثلثہ و امثالہم ہیں اور طبقہ ثانی میں مخاطب وہ جمیع اہل سنت ناظرین باتمکین اس بحث کو معمولی نظر سے نہ دیکھیں کیونکہ یہ ہی مباحثہ بشرط انصاف اہل عقل کے نزدیک انشاء اللہ فیصلہ کن ثابت ہو جائے گا۔

اختلاف ثلاثہ از قرآن و اہلبیت

سب سے پہلے آنحضرت کی زبان مبارک سے حدیث ثقلین کے سننے والے وہ بزرگوار تھے جو کہ آپ کے صحابہ کہے جاتے ہیں۔ کیونکہ لفظ انی تارک فیکم الثقلین یہ ہی بتلاتا ہے کہ اشخاص موجود الوقت کو ہدایت بہ متابعت قرآن و اہلبیت کی گئی تھی حضرت کے صحابہ دو چار دس بیس۔ سو پچاس نہ تھے بلکہ ہزار در ہزار۔ مگر چونکہ بعد آنحضرت حکومت ظاہری حضرات ثلاثہ کرام سے متعلق ہوئی لہذا بنظر شیتہ خواص اصحاب میں یہ ہی بزرگوار گنے جاتے ہیں سنی اور شیعہ میں آج تک جسقدر گفتگو ہوئی ہے اُسکا اکثر اور بیشتر تعلق انہیں کی ذات گرامی سے ہے۔ نظر برآں اہل ایمان کو دیکھنا چاہیے کہ ان خواص اصحاب ثلاثہ نے حدیث ثقلین کی کیا تعمیل کی۔ اہلسنت کا یہ عین عقیدہ اور مذہب ہے کہ خلفائے ثلاثہ کو حضرت امیر علیہ السلام نے نبیؐ کا جائز جانشین مان کر اُن کی بیعت کرلی اور معاملات شرعیہ میں اُن کے احکام کو واجب الانقیاد سمجھ کر مثل دیگر متبعان حلقہ بگوش رہے جمعہ و جماعت میں شرکت کرکے اپنی متابعت کو بذریعہ فعل عوام الناس پر ثابت کرادیا۔ شاہ صاحب حدیث ثقلین کی توضیح میں حسب صراحت بالا رقمطراز ہیں ایں معلوم شد کہ پیغمبر مارا حوالہ بہ ایں دو چیز عظیم القدر فرمودہ پس مذہبیکہ مخالف ایں ہر دو باشد شرعاً و عقلاً باطل است اس جگہ یہ امر قابل غور ہے کہ اہل بیت مذہب خلفا پر تھے یا کہ خلفا مذہب اہلبیت پر ظاہر ہے کہ جو شخص کسی کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے وہ زمرہ تابعین میں ہوتا ہے اور بیعت لینے والا متبوع چونکہ حضرات شیخین نے خاندان نبوت سے بذریعہ بیعت اپنی اطاعت کرائی اور مثل عامۃ الناس اُن کو داخل رعایا کیا اور امور دینی میں خود سردار بنے اور اُنکو تابعدار بنایا۔ لہذا بآسانی سمجھا گیا کہ حضرات خلفا نے نبی کے حکم کی پوری تعمیل نہ کی اور جس طرح ثقلین کو حضور انور نے حاکم امر دین و دنیا کیا تھا اس انتظام پر خلفا نہ چلے۔ بلکہ آنحضرت سے مخالفانہ راہ اختیار کرکے اُنھوں نے وہ عمل کیا جو کہ ایک سچے عامل حکم نبوی کو کسی طرح زیبا نہ تھا۔ شیعوں کا اعتقاد ہے کہ حضرت امیر نے خلفائے ثلثہ کو حاکم جائز سمجھ کر کبھی اُن کی اطاعت نہ کی اول اپنے حقوق کا اُنیر پورا اظہار کرکے بتلا دیا کہ وہ کسی طرح مستحق خلافت نہیں رکھتے۔ مگر جبکہ اُنھوں نے تمام اور بہ تقویت جماعت زمام حکومت مضبوط پکڑ لی لہذا حضرت علیؑ نے بہ موانع چند در چند جنکا ذکر حقیر نے اپنے بعض رسائل

وخصوص مشغل ہدایت معروف بجواب رامپوری میں کردیا ہے اُن لوگوں سے کوئی جنگی کارروائی نکی خلفاء کے کسی کام میں دراندازنہوئے البتہ اُن علمی حملوں کو جو کہ علمائے غیر مذاہب حقیت اسلام کے ابطال پر وارد کرتے تھے اور جن کے دفعیہ وجوابدہی سے خلفاء عاجز و درمانده ہوکر ایک دوسرے کا مُنہ دیکھتے تھے دفع کرکے بہ نظر کفار و کفار اسلام بڑھانے رہے نظر بوجوہات صدر کرکے یہ نتیجہ باآسانی نکل سکتا ہے کہ حضرات شیخین اور اُن کے ہوا خواہوں نے مخالفت ثقلین کرکے ارشاد نبی کی وقعت نہ کی اور یہ وجہ اختلاف از اہلبیت متمسک بہ احکام خاندان نبوت نہوئے۔ مخاطب انصاف فرمایئں جبکہ اُن کے اسلاف ومرشدان طریقت تابع حکم اہلبیت نہوئے بلکہ برعکس انھیں کے مطیع بنانے کی تدابیر کیں تو وہ کیونکر دعوئے تمسک میں ڈگری پاکر سفینۂ نجات پر سوار ہوسکتے ہیں

اختلاف دیگر صحابہ ومعززین اہل اسلام از آئمہ اہل بیت

جناب عائشہ صدیقہ وحضرت طلحہ وزبیر واکثر صحابہ جنھوں نے جنگ جمل ودیگر مقامات پر اُمّ المومنین کے اونٹ کی نکیل پکڑکر طرفداران حضرت امیر کو قتل کیا امیر معاویہ رضی اللہ کے دست حق پرست پر بیعت کرکے تابعین علی کا خون بہایا دنیا کا کوئی عقلمند کہہ سکتا ہے کہ محاربین وصوفین کو اہلبیت سے تمسک تھا ہرگاہ وہ اصحاب ذی وقار دائرہ اطاعت اہلبیت سے باہر تھے تو جناب مخاطب جوکہ اُن جنگی لوگوں کے اخلاف سے ہیں دعوئے تمسک میں کیوں کر صحیح القول سمجھے جاسکتے ہیں اور دیکھیے زمانہ حال کے محقّق کامل مرزا حیرت دہلوی جن کی بصیرت پر نئی روشنی کی چمک کا بہت کچھ اثر پڑا ہے اپنے اخبار مورخہ ۸ دسمبر ۱۹۰۵ء میں صفحہ ۴ کالم ۲ پر رقمطراز ہیں جو لوگ یزید پر لعنت بھیجتے ہیں وہ درپردہ ہزارہا اصحاب رسول کو گالیاں دیتے ہیں جنھوں نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کرلی تھی اور آخر تک اسی بیعت پر قایم رہے۔ اہل انصاف غور فرمایئں کہ جن صحابہ نے خلافت یزید پر اجماع کرکے اُس کے ہاتھ پر بیعت کرلی تھی اور وہی طوق بیعت زیب گلو کئے عازم دار القرار ہوئے اُن کی نسبت موالات اہلبیت کا اشتباہ بھی نہیں ہوسکتا چہ جائکہ یقین۔ کیونکہ اُن صحابہ تابعین یزید نے خاندان نبوت پر ہر نوع کا جبر ہوتے ہوئے دیکھا اور مطلق لب نہ ہلایا اگر سچے سلیمان ہوتے تو اُسی وقت غوغا وفساد کرکے حکومت بنی اُمیہ کو درہم وبرہم کردیتے۔ ہائے افسوس خانوادۂ رسالت سربرہنہ گرفتار ہوکر مجرمانہ حیثیت سے دربار میں کھڑا ہو اور صحابہ رسول کرسیوں پر بیٹھے ہوئے نبی کے گھر کا یہ حال خراب ملاحظہ فرمایئں اور بیعت یزید پر ایسے قایم رہیں کہ جیسے میخ آہنی سخت زمین میں بلا حرکت وجنبش برقرار رہتی ہے کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ یہ صحابہ

دیندار اور خالص الایمان تھے اور نبی کی نبوت پر اُنکو یقین تھا اور اہلبیت رسول کی کوئی عظمت اُن کی نگاہ میں تھی
حاصل کلام حضرات اہل سنت جنکو اصحاب باوفا کہتے ہیں نہ وہ متمسک بہ اہلبیت تھے اور نہ اُن کے خیر طلب حضرت
مخاطب و دیگر اہل سنت زبانی دعوے سب کچھ مگر خالی ڈھول کی طرح اندر کچھ بھی نہیں۔ نحیف نے اجمالاً طبقہ
اول کے لوگوں کا اہلبیت رسول سے برتاؤ دکھلا دیا تاکہ ناواقف لوگ غلطی سے سبھونکو مطیع اہلبیت نہ سمجھ لیویں
مناسب موقع معلوم ہوتا ہے کہ تفصیلی حالات بھی دکھلا دوں تاکہ عوام الناس مطلع ہو جائیں کہ جس مسلک پر
اہل سنت چل رہے ہیں اور جس بنو میں اُن کے مذہب کا بنیادی پتھر رکھا گیا ہے وہ طریقہ اہل بیت سے بالکل
مخالف ہی چلا۔ اہل سنت جنکو بوجہ بے علمی اپنے مذہبی حالات پر اطلاع نہیں وہ بجائے خود یہ سمجھے ہوئے ہیں
کہ ہمارے مسائل دینیہ ماخوذ از احکام آئمہ اہلبیت ہیں مگر معززین فرقہ موصوف جو کہ علمائے اعلام اور سلاطین
مذہب سمجھے گئے ہیں وہ قطعی منکر ہیں کہ ہمکو خاندان نبوت سے درباب امور دین کوئی علاقہ نہیں ہمارے
مذہب میں کوئی روایت مستند اُن سے نقل نہیں ہوئی یہ ایک جو کسی مسئلہ کا ماخذ اُن کا کوئی بیان نہیں سمجھا
گیا اس سے بالاتر متقدمین علمائے اہل سنت نے ایسے کلمات نامہذب کا بحق آئمہ اہلبیت استعمال کیا ہے جن
کے دیکھنے اور سُننے سے بے تکلف یہ کہنا پڑتا ہے کہ حضرات سنیہ نے کوئی دقیقہ توہین اہلبیت میں اُٹھا نہیں رکھا
حقیر نے ایک رسالہ مسمیٰ بہ تقریر دلپذیر لکھا ہے جو کہ مطبع حافظ آبادی لاہور میں چھپکر شائع ہوا ہے اس میں نحیف نے
بہ دلائل عقلی و نقلی ثابت کر دیا ہے کہ دنیا میں کوئی سُنی نہیں بلکہ سنی ہونا ناممکن و محال ہے جو فرقہ کہ عرفاً سنی
کہا جاتا ہے وہ حقیقتاً خارجی ہے جو صاحب رسالہ مذکور ملاحظہ فرمائیں گے انشاء اللہ لطف بے اندازہ ملیگا
افسوس ہے کہ سنی صاحبان زبانی دعویٰ ولائے اہلبیت کر کے فریب وہ جُہال ہوتے ہیں مگر بقولے
می نزاد داچہ در آوند دل ست یعنی جو دل میں ہوتا ہے بے ساختہ زبان پر آجاتا ہے۔ جسوقت کہ قلم کے کر
بحث خلافت و دیگر حقوق متنازعہ میں متوجہ ہوتے ہیں خاندان نبوت کی جنکا اتباع بحکم حدیث ثقلین و دیگر
احادیث نبوی امت پر واجب کیا گیا ہے۔ تذلیل واہانت پر آمادہ ہو جاتے ہیں بطور اختصار چند باتیں اس
جگہ پیش کر کے حضرت مخاطب کو آگاہ کئے دیتا ہوں کہ وہ اور اُن کے اہل مذہب جادۂ اطاعت اہلبیت سے
فرسخوں ہٹے ہوئے ہیں جناب شاہ ولی اللہ صاحب پدر صاحب تحفہ علمائے اہل سنت میں ایسے گذرے ہیں
جن کے فضائل محتاج بیان نہیں مختصر یہ کہ صاحب تحفہ اُن کو آیتے من آیات اللہ و معجزہ من معجزات رسول اللہ
لکھتے ہیں زمانہ حال میں جناب مستطاب معلی القاب ڈپٹی نذیر احمد صاحب دہلوی نے جو بقول خود حسب محاورہ

قرآن کا ترجمہ لکھا ہے اُس کے دیباچہ میں یہ ایں الفاظ شاہ صاحب کی تعریف کی گئی ہے جنکا ما فوق ممکن نہیں
گویا سرزمین ہندوستان کا چراغ ہدایت اُنکو تجویز کیا گیا ہے ایسے معتمد و معزز عالم قرۃ العینین کے صفحہ (۲۰۹) پر
لکھتے ہیں۔ اکثر اہل اسلام مالکیان و حنفیان و شافعیان اند و اصل مذہب ایشاں معتمد ست بر مسائل اجماعیہ فاروق
بجز چند مسائل بر آثار مرتضیٰ اعتماد ندارند و بر دست مرتضیٰ فتح اسلام واقع نشد و در ہیچ فنے از فنون شرعی مدار
کلی بر آثار مرتضیٰ نیامدہ و بر دست ایشاں خلافت منتظم نہ گشت یہ ہی بزرگ کتاب مذکور کے صفحہ (۱۸۶) پر گوہر ریز
ہوئے ہیں و اما اصولیین پس کلام اول قواعد کلیہ آن علم نمودہ است شافعی ست در مقدمہ کتاب او و رسالہ کہ برائے
عبد الرحمان بن مہدی نوشتہ و آنچہ از اصول ترتیب کتاب و سنت و اجماع و قیاس آوردہ ہمہ از شیخین مستخرج
ست از کلام ایشاں صفحہ (۱۸۳) پر لکھتے ہیں غلط از حضرت مرتضیٰ واقع شد و آں غلط در مسئلہ فقہ بود۔ خلاصہ
ان تمام عبارات مصرحہ بالا کا یہ ہوا کہ حنفی و مالکی و شافعی جتنی شاخیں اہل سنت کی ہیں اُن سب کے مسائل کا
سرچشمہ حضرت فاروق اعظم ہیں اور جناب مرتضوی کے ہاتھ پر چونکہ فتوح بلاد نہیں ہوئی اور اُن کی خلافت
غیر منتظم رہی لہذا فنون شرعی سے کسی فن میں اُن کے اقوال پر مدار کلی نہیں کیا جاتا امام شافعی نے افادات
شیخین سے اصول قایم کئے اور علی مرتضیٰ سے مسائل فقہ میں غلطی واقع ہوئی۔ مطلب یہ کہ اُن کی غلط کاری پر
نظر کرکے علمائے اولین نے قطع تعلق کر لیا اور شیخین چونکہ کبھی رہرو مسالک خطا کاری نہ ہوئے تھے لہذا اُنکے احکام
سے استخراج و استنباط مسائل کیا گیا عالم موصوف غایت ایمانداری سے یہ بھی لکھتے ہیں از عجائب آنست کہ مثل
ابو ہریرہ کہ صحبت او بہ آنحضرت قلیل دفتہ یہ پا ہائے بسیار فرو تر ست و در مذہب ما پنج ہزار حدیث
روایت کردہ اند و ثقات آنرا اند یاد گرفتہ و حضرت مرتضیٰ با وجود مدت و ائمہ و کمال فقاہت و تمام حفظ بنضمام
استماع از صدیق و فاروق و بسیارے از حدیث نا مسموعات خویش و عدم مانع اند و ایت کہ عبارت از قلت
بقا رست بعد آنحضرت کہ در صدیق بودہ است باشتغال بامور ناس در تمام عمر چنانچہ در فاروق بودہ است
یا قلت اشتغال در مسائل فقہ چنانچہ در طلحہ و زبیر بود مدت دراز در مدینہ باشد و روایت نہ کنند مردمان از
وے حدیث و یاد نہ گیرند از وے ہیچ مسئلہ باز در کوفہ چوں روایت کند حدیث او تا پانصد نرسد و آں نیز
محتمل گردد بہ شرط صحت نرسد الا قلیلے۔ اردو میں اس تحریر کا خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ یہ عجیب بات ہے ابو ہریرہ
بہت تھوڑی مدت آنحضرت کی صحبت میں رہے اور علی مرتضیٰ سے علم میں نہایت گھٹے ہوئے تھے باایں ہمہ ارباب
فضل و کمال نے اُن سے پانچ ہزار حدیثیں نقل کیں اور علی اعلیٰ درجے کے فقیہ و صاحب علم تھے مگر برآں یہ کہ

حضرت ابوبکر و عمر کی صحبت میں مدت متمادی تک رہ چکے تھے نیز مثل شیخین مہمات ملکی و معاشرت رعایا و انتظام
مملکت کا بھی اُن سے کوئی علاقہ نہ تھا مدینہ میں محض بیکار بلا تعلقات رہتے تھے با ایں ہمہ آزادی و فارغ البالی
ایک حدیث کا پتہ نہیں چلتا جو کہ اہل مدینہ نے حضرت امیر علیہ السلام سے نقل کی ہو البتہ جب آپ کوفہ میں
پہنچے تو وہاں نقل احادیث میں مصروف ہوئے مگر نہایت کم حضرت پانچسو احادیث کا پتہ چلتا ہے وہ بھی مختل و
غیر منتظم و بے اعتبار محض جن سے کوئی مسئلہ اصول ماخوذ نہیں ہوا بہ مقام دیگر شاہ صاحب لکھتے ہیں۔
باید دانست کہ بعد از قرآن و حدیث مدار اسلام بر فقہ ست و امہات فقہ مسائل اجماعیہ فاروق ست اگر در اکثر
اسلام نظر کنی حنفیان و مالکیان و شافعیان اند اما مذہب مالک پس منتہائے او بر موطا ست و در موطا بجز
چند حدیث و چند اثر از مرتضیٰ منقول نیست و ہم چنیں در مسند ابو حنیفہ و آثار محمد کہ منتہائے فقہ حنفیہ ست از سید
مرتضیٰ بجز چند حدیث موضوع و چند اثر شمردہ زیادہ در انچہ موطا ست بقلیلے منقول نیست و ہمچنیں در مسند شافعی
کہ منتہائے مذہب شافعیہ ست از روایت مرتضیٰ بجز چند حدیث موضوع و چند اثر موقوف کہ بہ نسبت مرویہ از
دیگراں در نہایت قلت ست منقول نیست یہ ہی بزرگ اپنے دوسرے رسالہ میں جسکا نام رسالہ تفضیل الشیخین ہے
ارقام فرماتے ہیں اُمہات مذاہب اربعہ اہل سنت بر آثار مرتضیٰ نیست بلکہ بر اجماعیات عمر ابن خطاب و
فتاوائے ابن مسعود ست علم حدیث کے متعلق یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ پیش محدثین قوی حدیث و اکثر آن روایات
ابوہریرہ و ابن عمر و عایشہ و ابن مسعود و انس و غیرہم ست و علم ایشاں ہمہ مستمد ست از شیخین و در روایات
حضرت مرتضوی مستور الحال اند علاوہ بریں شارح منہاج لکھتے ہیں انا کما نعلم بعد مخالطۃ اصحاب النقل ان
مذہب ابی حنیفۃ والشافعی والمالک القول بالقیاس فکذا نعلم ان مذہب اہلبیت کالباقر والصادق
وغیرہما انکار القیاس اختلاط و صحبت راویان سے ہمکو معلوم ہوا ہے کہ ابو حنیفہ و شافعی و مالک کا مذہب
مسائل میں قیاس پر تھا اور امام باقر و صادق اُس سے انکار کرتے تھے۔ تمام عبارات مندرجہ صدر کا خلاصہ یہی
کہ آئمہ اربعہ کی کتب فقہ جنپر دار و مدار اسلام ہے مسائل اجماعیہ فاروق پر مشتمل ہیں مگر علی المرتضیٰ سے اُنکو
کوئی تعلق نہیں روایات میں قول عائشہ و ابن عمر و ابن مسعود و انس وغیرہ پر عمل کیا گیا ہے اور مذہب آئمہ
اربعہ بخلاف مذہب اہلبیت قیاس پر چلتا تھا با انصاف اہل سنت سے بصد ادب عرض کرتا ہوں جبکہ حسب تسلیم
شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت امیر جناب ابوہریرہ سے بھی نقل احادیث میں کئی نمبر گھٹے ہوئے
تھے اور ہر چہار آئمہ اہل سنت کی تمام کتب فقہ اُن کے بیان و احادیث سے خالی ہیں اور مسائل شرعیہ میں وہ

غلطیاں کرتے تھے اور خلاف قیاس باتوں پر اُن کا عمل تھا تو حضرت مخاطب کس دلیل سے تبلا سکتے ہیں کہ وہ اور اُن کے اہلبیت تابع احکام اہلبیت ہیں اور بصلۂ اطاعت وہ سفینۂ نجات پر سوار ہونے کی قابلیت رکھتے ہیں۔ ہائے افسوس معدن علم نبوت کو اہل سنت اس بے پروائی سے چھوڑیں کہ معاذ اللہ اُن کو غلط گو قرار دیں اگر منجملہ ثقلین کے ایک ثقل یعنی اہلبیت نبوی محققین اہل سنت کے نزدیک نامعتبر قرار پائی ہے تو پھر اُن سے زیادہ دنیا میں با اعتبار کون ہو سکتا ہے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ پس از وفات خود امت کو حکم بہ متابعت اہلبیت فرمائیں اور علمائے اہل سنت ابوہریرہ وغیرہ سے اُنکو کم مرتبہ پر تجویز کریں بخاطر داشت اہل سنت میں تسلیم کئے لیتا ہوں کہ معاذ اللہ پناہ بخدا آئمہ اہلبیت قابل وثوق نہ تھے بہ این وجہ کتب اہل سنت اُن کے اقوال سے خالی ہیں۔ لہذا دیکھنا چاہیئے کہ جن حضرات کی روایات سے کتب سنیہ زینت پائے ہوئے ہیں وہ بمقابلۂ آل رسول کیا شان و منزلت رکھتے تھے اہل سنت میں راوی حدیث دو شخص اعلیٰ درجہ کے گذرے ہیں ایک حضرت عائشہ صدیقہ دوم جناب ابوہریرہ ام المومنین کی حالت عیاں ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام کی خلافت پر آن واحد کے لئے رضامند نہ ہوئیں مدام لڑتی بھڑتی رہیں ہزارہا مسلمانوں کا خون اُن معظمہ کی وجہ سے عرب کے ریت میں مل گیا انتہائے شفقت وعطوفت سے اپنے شوہر کے پیارے نواسہ امام حسن کا تابوت تیروں سے چھلنی کرایا جس کا ثبوت کتب اہل سنت سے حقیر نے رسالہ اصل الحقیقت برد الحقیقت میں بہ نقل عبارات دے دیا ہے حضرت ابوہریرہ نے جناب امیر علیہ السلام کے دست حق پرست پر بیعت نہ کی امیر معاویہ کے پسینہ پر خون گراتے رہے سبحان اللہ خاندان نبوی کو چھوڑ کر سُنّی صاحبوں نے کیسے لوگوں کا دامن پکڑا کسی شخص کی سمجھ میں یہ بات آسکتی ہے کہ جس مذہب کے بانی دشمنان اہلبیت ہوں اس مذہب کے فدائی متمسک بہ اہلبیت ہو سکتے ہیں ناظرین براہ کرم صحاح اہلسنت پر نظر ڈالیں اکثر وعموماً راوی صحاح ستہ خارجی نظر آئیں گے۔ چنانچہ (۵۵) راوی موطا امام مالک بخاری ومسلم وترمذی ومشکوٰۃ وصحیح ابوداؤد وصحیح نسائی وغیرہ کے خارجی ثابت ہوں گے۔

پس اگر ہر خارجی کا نام لکھوں تو طوالت ہوگی۔ کتاب مستطاب تشفی خوارج وسُنّی مطبوعہ مطبع مطلع الانوار نخاس لکھنؤ کو از صفحہ چوہتر لغایت صفحہ ۲۸۰ دیکھو سب خارجیوں کی تصویر نظر آجائے گی اور چار خارجیوں کا نام بھی لکھے دیتا ہوں جو کہ باعتبار کیفر کردار مشہور عام ہیں (حبین ابن نمیر) اس کی روایت سے صحیح بخاری وصحیح ابوداؤد وصحیح نسائی وابن ماجہ نے زینت پائی یہ بڑا نامور شخص

گذرا ہے شاہزادہ علی اکبر ہمشبیہ پیغمبر کو اسی نے نیزہ مارا تھا چنانچہ ایک شاعر لکھتے ہیں ؎ اکبر کو نیزہ مارا
جو ابن نمیر نے + پوتے کو آپکے تھا احیاناً تیغ نے۔ سمرۃ بن جندب ان سے بخاری مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ
میں روایت لی گئی ہے۔ انھوں نے بصرہ میں آٹھ ہزار شیعہ کو قتل کرایا اور کیا۔ شیث ابن ربعی ان سے ابوداؤد
نسائی نے اخذ احادیث فرمایا یہ شخص معرکہ کربلا میں بجانب یزید اہل فرخنگ تھا حسب تفضیل مندرجہ مقاتل ابو
مخنف وحمید وغیرہ چند صدمہ از قسم نیزہ وشمشیر اسنے امام حسین علیہ السلام کو پہنچائے تھے۔ شمر ذی الجوشن
اس راوی اہل سنت کا حال محتاج بیان نہیں۔ ابو اسحٰق سبیعی نے ان سے روایت کی ہے۔ عمر ابن سعد سپاہ
لشکر یزید سے امام نسائی ناقل روایات ہیں۔ مروان بن حکم مطرود رسول بخاری وابوداؤد وترمذی نسائی
وموطا امام مالک وسنن ابن ماجہ کی رواتوں میں داخل ہیں تعجب ہے ارباب صحاح پر کہ خاندان نبوت کو بھی قابل
نہ سمجھیں اور خوارج ونواصب ومرجیہ کی روایات سے اپنی کتب کو زینت دیں دریں وقت ایک کتاب مسمی بہ ارشاد الملا
مطبع مجتبائی دہلی میں مصنفہ جناب مولوی حفیظ اللہ صاحب چھپی ہے اس کے صفحہ ۳۶ پر لکھا ہے کہ عکرمہ سے امام احمد
بن حنبل نے اپنی مسند میں بکثرت روایات نقل کی ہیں باوصفیکہ اسکو خارجی جانتے تھے صفحہ ۲۰ کے شروع پر
لکھتے ہیں امام الاولیا حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالےٰ عنہ عکرمہ کی اس قدر غلطت کرتے تھے اور ایسا ادب
ولحاظ فرماتے تھے کہ جب وہ بصرے آتے تھے تو جب تک وہ وہاں رہتے تھے خواجہ علیہ الرحمۃ تفسیر بیان کرنا اور
فتوے دینا بند کر دیتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ خواجہ علیہ الرحمۃ جانتے تھے کہ علم دین کی اشاعت اور احادیث
نبوی کی روایت ان سے ہوتی ہے پھر صفحہ مذکور کی سطر ۱۲ پر لکھتے ہیں عمران بن حطان خود بھی خارجی تھا
نیز لوگوں کو خارجی ہونیکا درس دیتا تھا اس سے امام بخاری نے روایت کی ہے داؤد ابن الحصین خارجی
سے کل ارباب صحاح نقل روایات کرتے ہیں قتادہ جو ایک مشہور رواۃ حدیث میں ہیں اور ائمہ حدیث
ان سے حدیث روایت کرتے ہیں قدریہ تھے صفحہ ۲۸ سطر ۲ پر لکھتے ہیں کہ علامہ سیوطی نے کتاب تدریب الراوی
میں (۹۸) آدمیوں کے نام لکھے ہیں جن سے روایات لیگئی ہیں اور سب گمراہ فرقہ۔ مرجیہ۔ ناصبیہ۔ خوارج
قدریہ وغیرہ سے تھے صفحہ ۹ سطر ۴ پر امام نووی کا یہ قول نقل ہوا ہے کہ صحیحین وغیرہ ائمہ حدیث کی کتابوں میں
اکثر مبتدعین (گمراہ) کی روایات سے احتجاج کیا گیا ہے۔ ناظرین مضمون بالا دیکھ کر متعجب ہونگے کہ ایک
عالم اہل سنت گھر کا کچا حال بیان کرکے مخالفوں کے ہاتھ میں کیوں شمشیر سر شگاف دے رہا ہے اس کی وجہ یہ ہے
کہ ۱۳۱۲ھ یا ۱۳۱۳ھ میں پہلا جلسہ ندوۃ العلماء کا بمقام کانپور منعقد ہوا تھا اس جلسہ میں تمام فرقہائے

اسلام کو مدعو کیا گیا تھا گروہ شیعہ سے صرف جناب مولوی غلام حسنین صاحب کنتوری شریک جلسہ ہوئے مقدم الوصف نے اس موقع پر فرمایا کہ آنحضرت نے حضرت امیر کے سر پر روز غدیر عمامہ جانشینی باندھا چونکہ اس مبارک مقام پر ایسے شخص کا نام لیا گیا تھا جس کے سننے کی بعض اہالیان و شرکاء ندوہ کو تاب نہ تھی لہذا چند علمائے فرقہ سنیہ نے فقہاء مکہ معظمہ سے استفتا کیا کہ جس جلسہ میں بحضور علماء علی کو یا الفاظ یا لا یاد کیا جائے اس میں شرکت کرنی امداد دینی کیا اثر رکھتی ہے فقہاء موصوفین نے لکھدیا کہ وہ جلسہ ناجائز اس کے بانی و مہتمم جو کہ روافض کو بلا کر ایسے مضامین سنیں سب کافر اس فتوے کے آنے سے عام طور پر مشتہر کر دیا گیا کہ ندوہ میں چونکہ شیعہ و نیچریہ دونا بیہ سب طرح کے لوگ داخل ہو کر آزادانہ طور پر ایسے مضامین بیان کرتے ہیں جن کے سننے سے ایمان طاق طبیعت سے گر کر کچے پیالے کی طرح ٹوٹ جاتا ہے اہل اسلام کو لازم ہے کہ ایسے مجمع میں شریک نہوں اور اس کے کارکنوں کو کافر سمجھیں دیکھو رسالہ مذکور کا صفحہ ۲ جمیں مولوی غلام حسنین صاحب کے متعلق مضمون لکھا ہے نیز وہ دو ورقہ بھی دیکھو جو کہ رمضان مبارک ۱۳۲۳ھ میں عبدالرحمان نامی کسی شخص بریلوی نے مطبع یونین گزٹ بریلی میں چھپوایا ہے جس کی سرخی یہ ہے اصلح خیر پرچہ مذکور کے صفحہ اول سطر ۹ پر یہ عبارت تحریر ہے تمام علماء ندوۃ العلماء جن کی تعداد سینکڑوں تک پہنچی ہوئی ہے اور جن کا تقدس اور تبحر محتاج بیان نہیں دائرہ اسلام سے خارج ٹھیرا دیے گئے۔ الحاصل یہ فردۂ کفر دیکھکر مولوی محمد حفیظ اللہ صاحب کو جوش آیا انھوں نے برد فتاوائے کفر رسالہ ارشاد الکملا ترتیب دے کر ثابت کر دیا کہ شیعہ کا شریک جلسہ کرنا کوئی بری اور منجر بہ فسق بات نہیں ہے۔ ہمارے ارباب صحاح نے تو خوارج سے بھی نفرت نہیں کی بلکہ ان کی روایات کو درج صحاح کیا ہے جس سے ہمارے مذہب کی بنیاد نہایت مضبوطی سے چل رہی ہے۔ مولوی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ اگر اغیار سے ایسی نفرت ہے تو ان روایات صحاح پر بھی عمل نکرو جو کہ خوارج و مرجیہ و قدریہ بدمذہبوں سے لی گئی ہیں بلا خیال ایراد مخالف مولوی صاحب صفحہ (۵) سطر ۳ پر یہ بھی لکھ گئے ہیں کہ حضرت غوث الاعظم نے غنیۃ الطالبین میں حنیفہ کو فرقۂ مرجیہ میں داخل کیا ہے پھر حنفی فرمائیں کہ یہ کیا تب ہے مخالف یہاں کیا کچھ کہہ سکتا ہے امام اعظم کو حضرت پیران پیر جن کا نام لیتے ہوئے اہل سنت گلاب سے کلی کرتے ہیں مرجی (گمراہ) اور ان کے مقلدین کو مرجیہ فرماتے تھے۔ مطلب مولوی صاحب کا یہ ہے کہ نہ غوث الاعظم سے انکار کر سکتے ہیں جو کہ ابوحنیفہ صاحب کو بدکیش جانتے تھے اور نہ ابوحنیفہ کا دامن چھوڑ سکتے ہیں بہرحال ان دو میں ایک ضرور سچا ہوگا۔

میں امید کرتا ہوں کہ تمام واقعات صدر پر غائر نظر کر کے جناب مخاطب ضرور یہ فیصلہ صادر فرمائیں گے کہ وہ اور ان کے

گروہ والے کسی طرح عامل بہ احکام اہلبیت ہوکر کشتی نجات پر سوار ہونے کی قابلیت نہیں رکھتے اور نہ متمسک بہ اہلبیت ہونے کی اُن پر صفت عاید ہوسکتی ہے چونکہ یہ مقام نہایت معرکۃ الآرا اور متنازعہ سنی و شیعہ کا فیصلہ کن ہے نظر براں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ناظرین رسالہ کو کچھ اور حالت دکھلائی جائے تاکہ مخاطب پر ظاہر ہو جائے کہ سوائے معدودے چند کے اکثر صحابہ و تابعین و تبع تابعین مخالف اہلبیت ہوکر استحقاق موالات خاندان نبوت نہ رکھتے تھے چہ جائیکہ مواسات و تمسک حضرت عبداللہ ابن عمر صحابہ میں شمار ہوتے اور حضرات اہلسنت نے اُنکو مجتہد و افضل العلماء و راوی حدیث تسلیم فرمایا ہے صحیح بخاری و صحیح مسلم و جامع الاصول و تذکرہ خواص الائمہ سبط ابن جوزی و مستدرک حاکم وغیرہ میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر نے ابتدائے زمانہ خلافت حضرت امیرؑ سے انتہائے حکومت تک اُن کی بیعت نہ کی۔ لیکن یزید کی خود بھی بیعت کی اور لوگوں کو بھی رغبت بہ بیعت دلائی بلکہ جن لوگوں نے انکار کیا انکو عذاب خدا سے ڈرایا دیکھو جلد دوم استقصاء الافحام جواب منتہی الکلام مطبوعہ اعجاز محمدی لکھنؤ کا صفحہ ۱۴۲ لغایت ۱۴۴ صفحات مذکورہ بالا پر علماء اہلسنت کے بیان نقل ہوئے ہیں جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خلیفہ دوم کے صاحبزادے نے حضرت امیر سے منہ پھرا کر گوشہ نشینی اختیار کی۔ احتیاطاً بخاری شریف کی ایک عبارت نقل کئے دیتا ہوں جس سے واضح ہو جائیگا کہ ممدوح الشان نے یزید پلید کی بیعت کی نافع سے روایت ہے لما خلع اہل المدینۃ یزید بن معویہ جمع ابن عمر حشمہ و ولدہ فقال انی سمعت النبی یقول ینصب لکل غادر لواء یوم القیامۃ وانا قد بایعنا ہذا الرجل علی بیعۃ اللہ و رسولہ وانی لا اعلم غدراً اعظم من ان یبایع رجل علی بیعۃ اللہ و رسولہ ثم ینصب لہ القتال وانی لا اعلم احداً منکم خلعہ ولا تابعہ فی ہذا الامر کان الفصل بینی و بینہ خلاصہ یہ ہے کہ جب اہل مدینہ نے بیعت یزید کو توڑنا چاہا تو عبداللہ ابن عمر نے اپنی اولاد و احفاد و خدم و حشم کو جمع کیا اور سمجھایا کہ سنو بھائیو میں نے رسولؐ پاک سے سنا ہے کہ بروز قیامت ہر غدار کا ایک جدا گانہ جھنڈا ہوگا۔ ہم نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور کوئی موقع میری دانست میں اس سے عذر و اختلاف کرنے کا نہیں ہے جو شخص کہ بیعت شکنی کریگا میری اور اسکی جدائی ہوگی یہ نظر آگاہی میں یہ بھی دکھلانا چاہتا ہوں کہ بیعت یزید کا کیا عنوان تھا اور بوقت بیعت کون کون شرائط پیش ہوئی تھیں ترجمہ جذب القلوب مولفہ شیخ عبدالحق صاحب دہلوی مطبوعہ مطبع نولکشور کے صفحہ ۳۲ سطر ۱۲ پر لکھا ہے۔ یزید چاہے بیچے چاہے آزاد کرے اور چاہے خدا کی اطاعت کی طرف بلائے اور چاہے معصیت کی طرف عبداللہ بن زمعہ صحابی نے یزید کے سامنے کہا کہ بیعت حکم قرآن و سنت پر لینا چاہیے اُسے قتل کرڈالا اسی کتاب کے صفحہ مذکور پر یہ بھی ہے کہ یزید نے مسجد نبوی میں گھوڑے بندھوائے

اور ہزار عورتوں سے اُسکے لشکر نے زنا کیا جن سے اولاد پیدا ہوئی۔ سبحان اللہ حضرت عمر کے فاضل جلیل بیٹے نے حضرت امیر سے انحراف کر کے کیسے اچھے شخص کو امام بنایا خود بھی مطیع ہوئے اور دوسروں کو بھی بجبر اطاعت میں بجبر بند کیا جو لوگ کہ امام حسین علیہ السلام پر بیعت یزید نہ کرنے کا الزام قایم کر کے اُنکو کوتہ اندیش قرار دے کر ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ کا مصداق ٹھہراتے ہیں وہ عنوان بیعت یزید پر نظر کر کے غور کریں کہ اگر سبط رسول حسب شرائط بالا بیعت کر لیتے تو اسلام کی کیا صورت ہوتی۔ الحاصل عقل کبھی اجازت نہیں دیتی کہ عبد اللہ ابن عمر جیسا صحابی جبکہ حضرت امیرؑ سے سرکشی کرتا تھا تو مخاطب جو کہ اُس متمرد کے غلاموں میں داخل ہونا اپنا فخر دارین جانتے ہیں۔ کیونکر متمسک بہ آل اطہار ہونیکا حق رکھتے ہیں۔ حضرت عمر کا خاندان بھی بقولے ؎ ایں خانہ تمام آفتاب ہست ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر طیب ہی نور بھرا ہوا تھا بڑے صاحبزادہ نے بیعت مرتضوی سے انحراف کیا چھوٹے صاحب جنکا نام عبد اللہ تھا منجانب معاویہ حضرت امیر کے سامنے تلوار لیکر میدان میں آئے اور بعد جوش رجز پڑھا کہ عمر فاروق کا بیٹا علی سے آمادۂ پیکار ہے۔ شیخ احمد حسن رسوا بجنوری نے الحقیقت میں بڑے فخر سے اس مضمون کو بیان کیا ہے اصل الحقیقت برد الحقیقت میں حقیر نے اس کے متعلق عجیب دلچسپ گفتگو کی ہے کیوں جناب مخاطب سچ فرمائیے آپ حضرت امیر علیہ السلام کے طرفدار ہیں یا صاحبزادگان بلند قدر کے۔ مخاطب اس خیال محال سے باز آئیں کشتی نجات پر سوار ہونیکا استحقاق بہ مشکل حاصل ہوتا ہے۔ سفینۂ اہلبیت پر وہی سوار ہو کر دریائے ضلالت سے پار ہو سکتا ہے جو کہ حضرت امیرؑ کے دامن رحمت سے وابستہ ہوا اور جن لوگوں کو اُن کے احکام بلکہ اُن کے نام اور امام ہونے سے انکار ہے وہ کب ضلالت کے بحر ناپیدا کنار سے عبور کر سکتے ہیں

ابو اللیث ہروی ریاض الصادقین میں تحریر فرماتے ہیں در حین حیواۃ رسو لخدا صلی اللہ علیہ و آلہ پنج بار در سنت شش ماہ و نہ ماہ اتفاق ایں مقال اشہد ان امیر المومنین اتفاق افتاد رفضہ را ازاینجا دست داد کہ ایں الفاظ در اذان و اقامت می بردارند اما نمیدانند کہ ایں حکم منسوخ شدہ کہ مشایخ صحابہ گاہے اثرا در زمان خلافت خود در اذان و اقامت نہ گفتہ اند بلکہ احدے اگر با ایں امر جرات میکرد حضرت فاروق اورا تادیب شدید می گرفت لہذا آئمہ بخاری شریف گویندہ یا علی را بدون اذان ہم فاسد المذہب دانستہ عبارت صدر کے معائنہ سے سخت حیرانی ہے ہر گاہ لفظ اشہدان امیر المومنین منسوخ ہو چکا تھا اور رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ اذان و اقامت میں اُس کے کہنے کی ممانعت فرما چکے تھے تو متروک و منسوخ شدہ جملہ کے کہنے پر اُس زمانہ کے لوگ جسکو خیر القرون کہا جاتا ہے کیوں مبادرت فرما کر حضرت عمر کی تادیب شدید

میں مبتلا ہوتے تھے صحابہ کے اصرار سے ثابت ہوتا ہے کہ زمانہ صدیق اکبر میں بھی یہ لفظ داخل اذان تھا۔ اگر منسوخ ہوکر بعض حصہ حیات آنحضرت و تمام زمانہ خلافت حضرت ابوبکر میں متروک تھا تو اس قدر مدت مدید کے بعد صحابہ کو کیا ضرورت داعی ہوئی تھی کہ ایک مٹی اور محو شدہ بات کے احیاء میں کوشش کی اور معمولی ممانعت سے خاموش نہ ہوئے تا اینکہ حضرت عمر کو بشدت تادیب کرنے کی ضرورت پڑی حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ذکر علیٌ عبادۃ افسوس ہے کہ حضرت عمر اصحاب کو ایسے ذکر سے جو کہ عبادت ہو روکتے بلکہ زجر و تنبیہ فرماتے تھے امام بخاری کا گوئندۂ یا علی کو فاسد العقیدہ بتلانا صاف دلالت کرتا ہے کہ پیشوایان اہل سنت کو حضرت امیر سے ایسا عناد تھا کہ اُن کا نام لوگوں کی زبان پر جاری ہونا ناپسند فرماتے تھے اگر جناب مخاطب متمسک بالثقلین ہونے اور کشتی نجات پر سوار ہونیکا ارادہ رکھتے ہیں تو وعظ میں فرمادیں کہ سُنو بھائی مسلمانو شیعہ جو اشہد ان امیرالمومنین اذان میں کہتے ہیں یہ مقدس لفظ کوئی ایجاد تازہ نہیں بلکہ عہد سرور کائنات میں بھی کہا گیا ہے اور ابوبکر صدیق کے تمام زمانہ خلافت اور بعض حصہ حکومت عمریہ میں بھی کہتے رہے ہیں مگر فاروق نے بعض مصالح سے اُسکو بجبر و تعدی موقوف کرادیا تھا چونکہ دنیا میں اب دُرّہ فاروقی کی جھک نہیں رہی اور دولت انگلشیہ کے سایہ عاطفت میں جملہ مذاہب بلا روک ٹوک مراسم مذہبی ادا کرتے ہیں تم لوگ بیدھڑک ہو کر اس جملہ کو اذان میں کہا کرو اگر مخاطب دو چار جگہ ایسا بیان کردیں اور خود بھی عمل فرمائیں تو واللہ ہم اُن کا اسباب بسر پر کہ کشتی نجات پر پہنچادیں۔ جناب مخاطب سفینۂ نوح پر سوار ہونیکا ہر شخص کو استحقاق نہیں ہوسکتا۔ اس جہاز میں وہ ہی بیٹھ سکتا ہے جو کہ احکام اہلبیت پر چلنا اور اُسکو عین حکم خدا و رسول جانتا ہو حضرت مخاطب ہمارے کہنے سے اپنی کتبخانہ کی سیر کریں انشاء اللہ اُنپر واضح ہو جائیگا کہ جس مسلک پر وہ چل رہے ہیں بالکل مخالف اہلبیت ہے۔ شاہ صاحب کے تحفہ کو ہاتھ میں لیکر باب یازدہم میں یہ عبارت دیکھو اگر شیطانے شیعہ را دغدغہ کند و گوید کہ اگر ابوحنیفہ و امثال او از مجتہدین اہل سنت شاگردان حضرت آئمہ بودند پس چرا مخالف ایشاں در مسائل بسیار فتوے دادند الی آخرہ۔ ناظرین غور فرمائیں جبکہ مسائل کثیر میں ابوحنیفہ اور دیگر پیشوایان اہل سنت نے آئمہ اہلبیت سے راہ اختلاف اختیار کرکے فتاوے دئے اور انھیں افادات مخالفانہ پر مدار مذہب قرار پایا تو اب دعوئے تمسک اگر فریب و خلف دروغی نہیں تو اور کیا ہے۔ ابوحنیفہ صاحب کیا اچھے شاگرد تھے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے راہ جدا کے بادیہ مخالفت تھے جناب ابوحنیفہ اور دیگر آئمہ سُنیہ نے اقوال آئمہ میں ضرور کوئی غلطی و دور از قیاس بات دیکھی ہوگی جب ہی تو مخالفت کی میں امید کرتا ہوں کہ حضرات اہل سنت اپنے

اس زمانہ بیجا ہے کہ اُن کے امام وفادار و رشید و سعید شاگرد ائمہ تھے دست کش ہو جائیں گے ہر فرقہ کے لئے ایک علامت اور نشان کی ضرورت ہوتی ہے پولس کا کانسٹبل دیوانی و نظامت کا چپراسی - فوج کا سپاہی عدالت کا وکیل ضرور ایک ایسا نشان رکھتا ہے جس سے بہ نظر مُمیّزین یہ امتیاز ہو جائے کہ یہ جوان فلاں بیڑے کا ہے - علی ہذا المخاطب اپنی ذات میں کوئی ایسی علامت دکھلائیں جس سے اتباع اہلبیتؑ کی صفت اُن پر عاید ہو سکے - بہترین علامات اطاعت یہ ہے کہ مسائل اجماعیہ فارقیہ جنکا تذکرہ اول کرچکا ہوں دست بردار ہوں اور خاندان نبوت کے احکام پر نہایت استقلال سے عامل ہوں - دشمنان آل رسول و علیؑ و بتولؑ سے دوستانہ تعلق چھوڑ کر بیزاری اختیار کریں جیسا کہ حضرت امیرؑ اپنے مخالفین کو جانتے تھے ویسا ہی مخاطب بھی سمجھیں اس امر کی جانچ کے لئے کہ شیخین کو حضرت امیر سچا جانتے تھے یا جھوٹا حضرت عمر کی روح سے دریافت فرمائیں وہ ضرور کہدیں گے کہ مجکو اور بڑے بھائی صاحب کو حضرت علیؑ کاذب ہی نہیں بلکہ غادر و خائن و آثم بھی جانتے تھے - چنانچہ صحیح مسلم میں بہ مقام تذکرہ رفع) میرا بیان لکھا ہوا ہے اُسے دیکھ لو چونکہ مخاطب مدعی تمسک ہوکر کشتی میں بیٹھنا چاہتے ہیں انصاف سے جواب دیں کہ بہ متابعت علی وہ بھی شیخین کو صفات چہارگانہ متذکرہ بالا سے متصف سمجھتے ہیں اگر فی الواقع ایسا ہے تو ہاتھ بڑھائیے ہاتھ ڈالے ہم خود آپ کو سوار کئے دیتے ہیں مگر دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں نہ آپ شیخین کو اُن الفاظ سے یاد کریں گے نہ ارکان سفینۂ نوح آپ کو بیٹھنے دیں گے جناب بستر بغل میں دبائے ہوئے اس طرح مضطربانہ پھریں گے کہ جیسے پلیٹ فارم ریلوے پر بھرے ہوئے درجہ کو دیکھ کر مسافر پھرا کرتے ہیں قیامت میں جب منادی غیب ندا دے گا کہ مسلمانو تم میں کون ایسا گروہ تھا جو دشمنان علی کو کاذب سمجھتا تھا بجواب گروہ شیعہ نہایت کڑک کر کہے گا کہ ہم ہیں ہم اُسوقت اُن کی پیشانیوں پر قلم قدرت سے لکھدیا جائے گا ہذا متمسکین الثقلین مخاطب اور اُن کے ہم مذہب چونکہ بہ مخالفت حضرت مرتضوی اشخاص مذکورۂ بالا کو نیک و پاک جانتے ہیں لہذا اُن کی پیشانی پر یہ چمکدار نشان جس سے برات جہنم ہو نہ لگایا جائے گا وہ محض بے نشان رہیں گے سنی صاحبوں نے بہا نتک خاندان رسالت سے مخالفت کی ہے کہ اُن کے قاتلوں پر چھچھ بھر خون نثار کرنے کو اپنا فخر دارین جانتے ہیں سوائے مرزا حیرت اور اُن کے تابعین کے جو کہ بیحد و انتہا ہیں اور سب لوگ جانتے ہیں کہ یزید کے ظلم بے پایاں سے نبیؐ کا گھر ایسا اجڑا کہ پھر نہ آباد ہوا مگر سنی لوگوں کے پیر مغان اور عارف کامل امام غزالی نے اُسکو مومن مان کر جملہ مومنین کے ساتھ دعاء مغفرت میں شامل کر لیا ہے حیواۃ الحیوان

دمیری میں امام موصوف کا ارشاد بہ ایں الفاظ نقل ہوا ہے اما الترحم علیہ فجائز بل مستحب بل ھو داخل فی قولنا
اللھم اغفر للمومنین والمومنات فانہ کان مومناً یعنی خدا رحم کرے یزید پر یہ امر جائز بلکہ مستحب ہے کہ ہم بہ ذیل
دیگر مومنین اُس کے لئے دعا مغفرت کریں بہ ایں معنی کہ وہ مومن تھا - ابن حجر مکی نے شرح قصیدہ ہمزیہ میں
اپنے اکابر مذہب کا یہ قول نقل کیا ہے ما قتل الحسین الا بہ سیف جدہ یعنی امام حسین اپنے نانا کی تلوار سے
قتل ہوئے مُراد یہ کہ وہ بہ ایں جرم واجب القتل تھے کہ اُنھوں نے بجمع علیہ خلیفہ وقت کی اطاعت سے سرتابی
کی تھی عبارت مذکورۂ بالا کے آگے یہ جملہ لکھتے ہیں ای لانہ الخلیفتہ والحسین باغ علیہ نواب صدیق حسن بھوپالی
کتاب حج الکرامہ کے صفحہ (۱۶۲) پر رقم طراز ہیں ابن العزلی گفت نہ کشت حسین را یزید مگر بہ سیف جد وے یعنی
بیعت برائے یزید گردیدہ بود پس حسین بروے باغی شد زیرا کہ کسان بسیار اقدام بیعت وے نمودند و
استخلاف پدر او برائے وے اختیار کردند و با وجود استخلاف ایں چنیں بغاوت شرط نباشد و شک نیست
کہ پدرش معاویہ خلیفہ حق بود و اجماع مردم بروے بعد نزول امام حسن واقع شد شاید پورانے حوالے دیکھ
جناب مخاطب خیال فرمائیں کہ علمائے قدیم نے ایسا نہ لکھا ہوگا یہ شیعہ کا افترا معلوم ہوتا ہے لہذا زمانۂ حال
کے محقق کامل مرزا حیرت دہلوی کا بیان پیش کیا جاتا ہے صاحب موصوف اپنے اخبار میں لکھتے ہیں - بخاری
میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرت نے حکم دیا ہے جب ایک شخص کے ہاتھ پر بہت سے آدمی بیعت کر چکے ہوں اور
اور پھر دو ایک آدمی اُس بیعت سے انحراف کریں تو وہ فوراً قتل کر دیئے جائیں کیونکہ اُس سے فساد کا اندیشہ
ہے اس بنا پر ہمارے علماء نے حضرت امام حسینؑ کی شہادت سے دھوکہ کھا کر لکھدیا ہے دو قتل بسیف جدہ
یعنی حسین اپنے نانا کی تلوار سے شہید ہوئے جن کے معنی یہ ہوئے کہ خود حضور انور نے ایسے شخص کے قتل
کا حکم دیا تھا جو ہزاروں آدمیوں کی مخالفت کر کے کسی خلیفہ وقت کے ہاتھ پر بیعت نہ کرے - تحریر مرزا
صاحب سے ثابت ہوگیا کہ علمائے اہل سنت کے نزدیک قتل حسینؑ جائز طور پر حسب حکم شریعت واقع ہوا
اس جگہ مجکو یہ بحث طے کرنی منظور نہیں کہ واقعہ شہادت میں علماء اہل سنت نے دھوکا اُٹھایا یا اُس کو
صحیح سمجھ کر ایسا لکھا - بہر حال اگر شہادت واقع ہوئی ہے تب بھی یزید سے کوئی جرم صادر نہیں ہوا
بلکہ اُس نے حکم رسول کا اتباع کر کے حضرت کو شہید کیا غرضکہ سینوں کا شاہزادہ بہر دو صورت بری
ہے واہ کیا اچھی مسلمانی اور کیا خوب مسلمان ہیں اور کیا نور بھری بخاری شریف ہے اسی حدیث کے
اعتبار سے حضرت ابوبکر صدیق نے خالد ابن ولید سے جو کہ سیف اللہ تھے عین نماز میں حضرت امیرؑ کا قتل

کرانا چاہا تھا کیونکہ چھ مہینہ تک حضرت علیؓ کا انحراف از بیعت ابوبکر بخاری و مسلم شریف وغیرہ سے ثابت ہے کتاب الانساب حافظ عبدالکریم بن محمد السمعانی میں بہ روایت عباد بن یعقوب رواجنی مضمون بالا بہ صراحت درج ہے جو فرقہ کہ یزید کو خلیفہ رسول اور اس کے مخالف کو واجب القتل اعتقاد کرے اور جناب امیر کے قتل کرنے والے اور آمر بہ قتل کو اپنا پیشوا دین جانے وہ کیونکر سفینۂ نوح پر بیٹھنے کا مستحق ہو سکتا ہے۔

یہ ہوش ربا مضامین دیکھ کر عجب نہیں کہ کسی پاک طینت سنی کو حجاب بعلوم ہو اور حمیت اسلام سے یہ کہہ اٹھے کہ وہ پلید خلیفہ رسول کیونکر ہو سکتا ہے لہذا اُن کی اطمینان خاطر کے لیے عرض کرتا ہوں کہ آپ خلافت یزید کی صحت و واقعیت سے مجوب و دل تنگ نہ ہوں وہ ایسا چالیس ہبرا خلیفہ تھا کہ اگر اس کی خلافت میں جرح و چرا کیا جائے تو پھر مذہب اہلسنت فرد مذاہب سے لفظی ہو جائے گا سینیوں کو واجب ہے کہ اُسکو پیشوایان مذہب سمجھ کر دم بخود ہو جائیں اور قتل حسین جائز طور پر مان لیں کیونکہ بہ روایت بخاری و مسلم و دیگر کتب اہل سنت آنحضرت نے فرمایا ہے کہ بعد ہمارے قوم قریش سے بارہ شخص فرمانروائے اسلام ہوں گے جب تک کہ وہ حکومت نہ کر لیں گے اسلام زائل نہ ہوگا۔ مخاطب نے ہدایات الرشید میں اُن احادیث کی تصحیح کر کے تحریر فرمایا ہے کہ وہ بارہ اپنے دشمنوں پر غالب رہیں گے اور اپنے اپنے عہد خلافت میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر عامل ہوں گے اُن کے اوقات میں امن و امان رہے گا وقوع فتنہ نہ ہوگا رسالہ اصل الحقیقت بہ رد الحقیقت مؤلفہ خود میں حقیر نے عبارت ہدایات الرشید نقل کر دی ہے حضرات اہلسنت نے اُن بارہ خلفاء میں یزید و مروان و عبدالملک وغیرہ کو معدود فرمایا ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر مطبوعہ مطبع الحنفی ۱۲۶۹ھ کے صفحہ (۸۲) پر ارقام فرمایا ہے وکان الامر کما قال النبی فالاثنی عشر خلیفہ ہم الخلفاء الراشدون الاربعۃ ومعاویہ ویزید ابنہ وعبدالملک بن مروان واولادہ الاربعۃ ای یزید وسلیمان وہشام وولید وعمر ابن عبدالعزیز۔ شرح عقائد نسفی کے صفحہ (۱۰۲) پر ابوشکور سلمی کا قول بایں خلاصہ نقل ہوا ہے ہرگاہ خلافت یزید پر معاویہ نے استخلاف کیا اور اصحاب رسول نے اُس سے بیعت کر لی تو کل اہل اسلام اور حسین ابن علی پر اُس کی اطاعت واجب ہو گئی تھی شرح الکنوز ۱۹۰۴ء کو بہ مقام شاہجہانپور دو اہل سنت نے صرف اسوجہ سے مذہب شیعہ اختیار کر لیا کہ حسب نشان دہی حقیر شرح فقہ اکبر کے صفحہ ۸۲ پر انھوں نے بہ چشم خود دیکھ لیا کہ یزید منجملہ خلفاء دوازدہ گانہ کے چھٹے نمبر کی کرسی پر بیٹھا ہوا دامام

شراب کی پیالیاں اُڑا رہا تھا۔ ہر دو مومنین کے حالات مع متعلقات حدیث خلفاء اثنا عشر رسالہ عطر
ایمان مولفہ خود مطبوعہ ریاض فیض نگینہ ضلع بجنور میں شرح تمام لکھدئے گئے ہیں۔ مخاطب کے دعوے باطل
پر سخت افسوس ہے علمائے متقدمین و ساطین وغیرہ عینیہ آیہ معصومین کو مقصود حدیث خلفاء اثنا عشر سے
جدا کر کے معاویہ و یزید و مروان و عبدالملک وغیرہ کو سلسلۂ خلافت میں داخل کریں اور مخاطب اہلبیت
محض خلاف دعوے نیاز مندی ظاہر فرمائیں ہاں اگر خادم یزید و مروان ہوتے تو بالکل ٹھیک تھا۔ بغرض
آگاہی علامۃ الناس گذارش کیا جاتا ہے کہ بخاری و مسلم میں جو احادیث مشعر بہ خلافت دوازدہ خلفاء
وارد ہوئی ہیں اُن سب کا مطلب یہی ہے کہ اسلام قیامت تک زوال پذیر نہ ہوگا اور ہمیں بارہ
خلفاء ہونگے۔ چونکہ بقاء اسلام کی خبر میں بارہ خلفاء کا ذکر کیا گیا ہے لہذا سیاق کلام مقتضی ہے کہ سلسلۂ
خلافت بھی قیامت تک نہ ٹوٹے حضرات اہل سنت نے یزید و مروان وغیرہ کو جو خلیفہ تجویز کیا ہے
وہ بالتمام ۹۹ھ ہجری میں ختم ہو گئے۔ بہ ایں حالت اسلام بھی گیا اور مسلمانی بھی در گور ہو گئی اب دنیا
میں کوئی مسلمان ہے نہ اسلام۔ شیعہ نے بہ اتباع حدیث نبوی جن بارہ خلفاء کی خلافت کا اعتقاد
کیا ہے انمیں گیارہ خلیفہ گذر گئے اور بارھویں حضرت امام مہدی علیہ السلام باقی ہیں جب تک کہ
حضرت کا وجود ذی جود ہے مسلمانی برقرار و اسلام قایم حضرات اہل سنت نے ایسے لوگوں کو مسند
خلافت پر بٹھایا جن کے خاتمہ نے اسلام ہی کا خاتمہ کر دیا۔ پاکیزہ خیال مولفہ حقیر کا جواب مولوی
احمد حسن بجنوری متخلص بہ رسوا نے الحقیقت لکھ کر بجنور میں چھپوایا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ مولوی صاحب
جمیع مراتب مندرجہ پاکیزہ خیال اور بالخصوص تعریف بالا کا کچھ جواب نہیں لکھ سکے گویا انھوں نے تسلیم کر لیا
کہ اب مسلمانی و اسلام درجہ نابود پر ہے۔ اگر سنی صاحب بہ تعمیل حکم نبوی خاندان نبوت کے بارہ اماموں
میں حسب منشا مدسول خلافت کو محدود رکھتے تو یہ روز سیاہ نہ دیکھتے کہ اب مسلمان کہنے کا حق نہیں رکھتے
حضرات اہل سنت کو جو ناچاری تجویز اسمار خلفاء میں واقع ہوئی اور جس سبب سے دامن اہلبیت چھوڑ کر یزید
کے سایۂ عاطفت میں انھوں نے پناہ لی اُس سبب کو بیان کیا جاتا ہے اگر دوازدہ امام کو مقصود
حدیث قرار دیتے ہیں تو وہ تینوں ہاتھ سے چھوٹے جاتے ہیں اور اگر انکو بارہ میں ملاتے ہیں تو پندرہ
ہوئے جاتے ہیں۔ پس انھوں نے بہ رعایت ثلاثۂ کرام خاندان نبوت سے منہ موڑا اور یزید و مروان
وغیرہ سے رشتۂ خلافت توڑا۔ مولوی احمد حسن صاحب موصوف الصدر نے رسالہ الحقیقت میں تسلیم

کر لیا ہے کہ خاندان نبوت ہر طرح سے پاک و طیب تھا اور آئمہ دوازدہ گانہ سے ہر واحد اکمل الکاملین
تسلیم کیا جا سکتا ہے مگر چونکہ وہ ظاہری طور پر حکومت فرمائے ملک اسلام نہیں ہوئے لہذا اہل سنت نے اُن
سے علیحدگی اختیار کی اور خلیفہ رسول انکو سمجھا جنھوں نے وادی اسلام میں حکومت کے گھوڑے دوڑائے
از انجملہ یزید و مروان ہیں حضرت مخاطب وجوہات صدر پر نظر فرما کر دعوی تمسک میں باز دعوے دخل
فرمائیں ورنہ مرمت سوال پیش کریں کہ میں بخلاف جمہور اہل سنت انھیں آئمہ کو خلیفہ برحق جانتا ہوں
جنسے متمسک ہونیکا دعوے کیا ہے حقیقت الامر یہ ہے کہ حضرات اہلسنت کو خاندان رسالت سے کوئی بازمندانہ
علاقہ نہیں - بلکہ جن لوگوں نے آل نبی سے مخالفت صریح کی ہے اور ہر نوع سے اُن کے درپے توہین
ہوئے ہیں یہ لوگ اُن کو پیشوا جانتے ہیں حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی کو دیکھئے کہ سُنّی صاحب
اس بزرگ کی تعظیم و تکریم میں جو مبالغہ کرتے ہیں قابل بیان نہیں شیخصاحب نے غنیۃ الطالبین میں روز
عاشورا کے دس فضائل لکھے ہیں فرماتے ہیں کہ یہ دن فرح و سرور و انبساط کا ہے نہ کہ روز حزن و
ملال پیران پیر نے جس جگہ فضائل عاشور لکھے ہیں اسموقع کی سرخی یہ ہے - من فضائل یوم عاشورہ ان
الحسین ابن علی قتل فیہ چونکہ حضرت ممدوح نے روز عاشورا کو یوم فضیلت و خیر و برکت قرار دیا ہے یہ ہی
وجہ اس روز سُنّیوں کے چہروں پر آثار فرحا کی نمایاں ہوتے ہیں - کسی کے گھر میں صف ماتم نہیں بچھتی
بلکہ جہلاء سُنّہ کی عورات اُس روز مثل تہوار لباس رنگ سے تزئین بدن کرتے ہیں ہر شہر میں میلہ لگتا ہے
کھانے پینے کی چیزیں خریدی جاتی ہیں بچوں کے لئے کھلونے اور دل لگی کے سامان لاتے ہیں ملئے رسول
اہلبیت کے بچے پانی سے ترسیں جوان و پیر سب راہ خدا میں شہید ہو جائیں - اہلبیت اسیر ہوں - عابد
کے گلوئے نازک میں طوق گراں ڈالا جائے خیمہ ہائے اہلبیت میں آگ لگے حضرت کا سر مبارک نوک نیزہ
پر مرتبہ معراج حاصل کرے اور غوث صاحب اس دن کو روز مسرت قرار دیں - دافع میں سید صحیح النسب ایسے
ہی ہوتے ہیں امیر معاویہ امام حسن علیہ السلام کو زہر دیں اور غوث صاحب سید حسنی کہلا کر اپنے دادا کے
قاتل کو امام الصدق و واجب الاطاعت بتلائیں واللہ سادات کے غلام سے بھی نہ ہوگا کہ اپنے اجداد
پاک کے دشمنوں سے دوستانہ تعلقات پیدا کر کے اُن کا مداح ہو اور جس دن جہاز بنی ﷺ خشکی میں ڈوبا ہوا اُس کو
روز فرحت بتلائے - شیخصاحب کی سیادت کا حال حقیر نے رسالہ اصل الحقیقت میں بحوالہ کتب اہل سنت لکھدیا ہے
کہ وہ در اصل سید نہ تھے - بلکہ ایک شخص دنگی دوست رومی الاصل کے بیٹے تھے نہ اُنھوں نے خود دعوے

سیادت کیا تھا اُن کے بیٹے نے بلکہ شیخ نصر اللہ صلح نے جو کہ اُن کا پوتا تھا دعوے سیادت کیا جیسا
کہ چھوٹے لوگ فی مرتبہ ہو کر بڑی قوموں میں گھسا جایا کرتے ہیں چونکہ شیخ صاحب کے مرید بہ کثرت تھے لہذا
ہر شخص نے سید کہنا شروع کیا تا اینکہ ہو ہی گئے اس زبردستی اور خواہ مخواہ کے سید نے لفظ سیادت پر وہ
دھبہ لگایا کہ قیامت تک صاف نہ ہوگا۔ چونکہ اس بناوٹی سید نے یوم عاشورا کو ازجملہ اعیاد مقرر کر کے
مسند عیش و سرور پر بیٹھنے کی لوگوں کو ہدایت کی ہے لہذا کوئی عقل تجویز کر سکتی ہے کہ سید الساجدین و جناب
زینب اور دیگر اہلبیت نے واقعہ کربلا کے بعد دوسرے عشرۂ محرم کو اپنے گھر میں وہ سامان کیا ہوگا جو کہ عید
یا دیگر ایام سرور میں کیا جاتا ہے روایات صحیحہ میں وارد ہوا ہے کہ جناب رباب مادر سکینہ نے بعد حادثہ
کربلا سایہ میں بیٹھنا چھوڑ دیا تھا۔ حجاز کی وہ سخت دھوپ اُن کے سر پر پڑا کرتی تھی۔ علی اصغر کے ننھے
لاشہ کا جلتی ریت پر رہنا انکو مجبور کرتا تھا کہ خود بھی کبھی آرام نہ اٹھائیں۔ تین برس تک بنی ہاشم کے گھر
کسی نے دھوئیں کا نشان نہیں دیکھا اہل محلہ خدا ترسی کر کے کچھ دیتے تو کھاتے عورات نے سروں میں شانہ نکیا
جب تک ابن زیاد کا سر نجس نہ دیکھ لیا کالی کفنی پہنے ہوئے سب کی عمر گذر گئی امام زین العابدین علیہ السلام
چالیس برس برابر اپنے باپ کو رویا کئے ہمارے غضب ہم محرم کو در و دیوار سے صدائے نالہ بلند ہو اور
یہ صحیح النسب سید اس دن کو عید بتلائے مخاطب باتمیز شیخ صاحب کو اپنا بڑا پیر جانتے ہیں ضرور ہے کہ
بہ اتباع پیر صاحب وہ بھی عاشورا کو مبارک روز سمجھ کر اسباب فرح و سرور بہم پہنچاتے ہونگے جو شخص کہ اس
روز فرط مسرت سے جامہ میں نہ سمائے وہ متمسک بالثقلین نہیں کہا جا سکتا بلکہ تابع غوث الثقلین ہر چند کہ
میں واقعات بالا سے پورے طور پر ثابت کر چکا ہوں کہ حضرات سُنیہ کو خاندان نبوت سے کوئی تعلق نہیں
ان کا طریقہ ملت جعفریہ سے ایسا بعد عظیم رکھتا ہے کہ جیسا مکہ سے جاپان مگر چونکہ مخاطب نے غلط طور پر دعوے
متابعت اہلبیت کر کے کشتی نجات پر سوار ہونے کا ارادہ کیا ہے لہذا کچھ اور واقعات دکھلاتا ہوں جس
سے کسی احمق کو بھی یہ گمان نہ ہو کہ سنی مطیع خاندان نبوت ہیں ابن حجر عسقلانی بحوالہ شیخ الاسلام
ابن تیمیہ درر کامنہ کے صفحہ (۲۴) پر لکھتے ہیں کہ حضرت علی سے سترہ مسئلوں میں خطا واقع ہوئی اور وہ سب
خطائیں مخالف کتاب خدا تھیں عبارت یہ ہے وقال فی حق علی خطا فی سبعۃ عشر شیئا ثم خلف فیھا نص الکتاب
کیا خوب نبی برحق علی یہ ارشاد فرمائیں کہ القرآن مع علی وعلی مع القرآن اور علمائے اہل سنت اُن کو بقدر
محض سمجھ کر خاطی فی المسائل بتلائیں اگر فی الواقع حضرت امیر سے خطا واقع ہوئی اور مسائل میں غلطیاں اُٹھیں

تو آنحضرت نے ترک ثقلین کرنے اور القرآن مع علی کہنے میں کچھ زیادہ راستگوئی پر معاذ اللہ عمل نہیں فرمایا اگر غیر اسلام والے معترض ہوں تو نہ معلوم اہل سنت کیا جواب دیں گے کچھ حضرت امیر ہی پر موقوف نہیں علمائے فرقہ سنیہ نے آئمہ دوازدگانہ سے کسیکو بلا الزام لگائے نہیں چھوڑا ہر ایک کو جاہل شریعت اور ناواقف مسائل بیان فرمایا ہے حضرات ائمہ وسید الساجدین کی نسبت شاہ ولی اللہ قرۃ العینین میں لکھتے ہیں

از حضرت حسنین وامام زین العابدین روایات بسیار کم آمدہ اند مولوی محمد احسن بھوپالی نے کتاب اعلام الناس کے صفحہ (۶) پر نہایت خوشدلی سے لکھدیا کہ امام زین العابدین بناہ بخدا ایت پرستوں کی سی باتیں کیا کرتے تھے کتاب دراسات اللبیب میں بہ مقام ذکر تقسیم اموال خمس جناب امام محمد باقر علیہ السلام کو کاذب و مفتری تجویز کیا ہے۔ میزان الاعتدال کی جلد اول صفحہ (۱۶۸) پر امام ذہبی نے درباب امام جعفر صادق علیہ السلام لکھا ہے کہ بخاری نے اُن سے کوئی روایت نہیں لی یحیی ابن سعید قطان اُستاد بخاری کا قول تھا کہ میں اُن سے کھٹکتا ہوں امام مالک نے کوئی روایت امام موصوف الصدر سے نقل نہیں کی اور اگر کسیجگہ کوئی روایت اُن سے بیان کی ہے تو دوسرے راوی کو شریک کر لیا ہے تنہا اُن کی روایت پر اعتماد نہیں کیا

عبارت میزان الاعتدال متعلق بہ مضمون صدر یہ ہے قال مصعب بن عبد اللہ عن الدراوردی قال لم یرو مالک عن جعفر حتی ظہر امر بنی العباس کان لا یروی عن جعفر حتی یضمہ الی احد زمانہ حال کے محقق کامل مرزا حیرت دہلوی منکر شہادت امام حسین علیہ السلام اپنی کتاب خلافت شیخین میں رقمزن ہیں کہ بخاری پر یہ بڑا اعتراض ہے کہ اُس نے صادق آل محمد کی روایات سے اپنی کتاب کو سادہ رکھا ہے اُس کی وجہ مرزا حیرت یہ بیان کرتے ہیں کہ عام طور پر یہ بات مشہور تھی کہ امام جعفر صادق علیہ السلام شیخین کو اچھا نہ جانتے تھے ابن تیمیہ اپنی کتاب منہاج السنۃ میں لکھتے ہیں کہ آئمہ اربعہ یعنی شافعی و مالک و احمد بن حنبل و امام اعظم نے قواعد فقہیہ میں جعفر صادق ؑ سے کچھ نہیں لیا اور اگر کسی جگہ کوئی حدیث وارد کی ہے تو اسی طرح کہ جیسے عام روات سے نقل کی گئی ہیں اور دیگر اشخاص کی روایات بمقابلہ اُن کے دوگنے و چوگنے بلکہ کثیر التعداد ہیں اور اگر منقولات زہری و امام جعفر صادق کا مقابلہ کیا جائے تو روایات زہری منقولات جعفر سے قوی تر ثابت ہوں گے۔ چونکہ ابن تیمیہ عالم جلیل القدر اہل سنت نے زہری کو بہ مقابلہ صادق آل محمد غایت درجہ تفوق دیا ہے لہذا مناسب سمجھا جاتا ہے کہ زہری صاحب کی حالت بیان کردیجائے کہ وہ کس پایہ و اقتدار کے شخص تھے اور اُن کا علم و فضل و زہد و ورع و طرز معاشرت کیسا تھا۔ تاکہ ناظرین اندازہ فرمائیں کہ جس شخص کو صادق آل محمد سے اونچا مرتبہ

دیا گیا ہے وہ فی الواقع کیا وقعت رکھتے تھے۔ امام ذہبی نے میزان الاعتدال کے صفحہ ۵۴۴ پر حضرت زہری کو اہل تدلیس سے لکھا ہے عبارت یہ ہے کان یدلس یعنی وہ تدلیس کرتا تھا شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے جو شرح مشکوٰۃ میں اسماء الرجال لکھے ہیں اس میں زہری کی جو حالت تحریر کی ہے قابل ملاحظہ ہے۔

ویقال انہ ای الزہری ینبلی بصحبۃ الامراء لقلۃ الدیانۃ لضرورات اعرضت لہ عطاء والزہاد و یاخذون علیہ ویبکرون ذلک منہ و کان یقول انا شریک فی خیرہم دون شرہم فیقولون الاتری ماہم فیہ ویسکت حاصل عبارت یہ ہے کہ زہری بوجہ قلت دیانت امراء کی صحبت میں رہتا تھا۔ مراد از امرائے بنی امیہ اس کے ہم عصر علماء و زہاد نے ترک تعلق کر لیا اور معترض ہوئے کہ آپ سلاطین جبر تھا سے معاشرت رکھتے ہیں تو جواب دیا کہ میں ان کے امورات خیر کا شریک ہوں اور معاملات مکروہہ سے بچتا ہوں۔ اس پر علماء نے جواب دیا کہ ان کی صحبت میں رہ کر امورات مکروہہ دیکھنا اور اس پر سکوت کرنا یہ جرم کیا تھوڑا ہے ابن جوزی کتاب تلبیس ابلیس میں اس شخص کو شیطان قرار دیتے ہیں جو کہ بہ حیثیت علم امراء بدکردار کی صحبت میں بیٹھ کر ان کے افعال کو دیکھے اور معترض نہ ہو تعجب ہے علمائے اہلسنت پر کہ ایسے تلبیس صاحب تدلیس شخص کو جو کہ سلاطین بد اعمال کے دسترخوان کی ریزہ چینی کرے امام جعفر صادق علیہ السلام پر فضیلت دیتے ہیں۔

یادداشت

شریعت و طریقت و معرفت و حقیقت ہر چہار علوم آئمہ اہلبیت سے علاقہ رکھتے ہیں اسی بنا پر حضرات سنت فرمایا کرتے ہیں کہ شریعت کو امام جعفر صادق علیہ السلام سے حضرت ابو حنیفہ نے حاصل کیا اور طریقت وغیرہ علوم باطنی کو مشائخ صوفیہ نے مطلب ان کا اس تعلق کے ظاہر کرنے سے یہ ہوتا ہے کہ جب خلائق کو معلوم ہوگا کہ جامعے بزرگوں نے ہر قسم کا فیض اس گھرانے سے پایا ہے جو کہ مبدع و منبع جمیع فیضانات الٰہی کا تھا تو خلائق کی نظر میں علما و فقہا کو ایک خاص عزت مل جائے گی۔ مگر افسوس ہے کہ اہلسنت واقعاً اس شرف سے محروم ہیں سوائے زبانی دعوے کرنے کے اور کچھ بھی نہیں شاہ عبد العزیز صاحب و شاہ ولی اللہ وغیرہ کے اقوال پہلے دکھا چکا ہوں جن سے مخالفت اہلبیت بوجہ اتم ثابت ہو رہی ہے شریعت کی حقیقت تو ظاہر ہو گئی تصوف [illegible] شاہ ولی اللہ کا ارشاد موجود ہے کہ حضرت امیر سے حسن بصری کا جُبّہ فقر لینا بالکل غیر صحیح ہے [illegible] بخوبی ثابت ہو گئی اور انشاء اللہ ہو جائے گی کہ علماء و فقراء سنیہ کا اہلبیت رسالت سے کوئی تعلق نہیں [illegible] نہ ہے۔ بلکہ ہر دو گروہ نے خاندان رسالت سے مخالفت کر کے اپنا جتھہ جدا گانہ [illegible]

یقین ہے کہ اکثر حضرات اہل سنت جو کہ ابو حنیفہ و اکابر صوفیہ کو جا کر بارگاہ آئمہ جانتے ہیں اپنی مذہبی حقیقت دیکھ بہت گھبرائیں گے تعجب ہے کہ جناب مخاطب بہ این ہیئت کذائی دعوئے تمسک اہلبیت کرکے زبردستی کشتی نجات پر چڑھے آتے ہیں خود جناب مخاطب ہدایات الرشید میں لکھتے ہیں کہ بخاری شریف میں جو یہ حدیث وارد ہوئی ہے کہ آنحضرت نے اپنے صحابہ سے فرمایا ستحرصون علی الامارۃ وستکون ندامۃ یوم القیامۃ کہ تم لوگ عن قریب حرص امارت کروگے مگر قیامت میں وہ تمکو ندامت دینے والی ہوگی۔ اس مضمون کے مقصود حضرت امیر ہیں مگر صاحب ممدوح نے اسکا بار شیعہ پر ڈالا ہے چونکہ امامیہ حصول خلافت میں حضرت علیؑ کی تگ و دو بیان کرتے ہیں لہذا بروئے مذہب شیعہ علیؑ حریص حکومت ہو کر بذیل نادمین محشور ہوں گے میں حیران ہوں کہ جناب مخاطب نے یہ بار شیعہ کی گردن پر کیوں ڈالدیا اُن کے علماء برابر لکھ رہے ہیں کہ علی نے حصول خلافت میں کوئی دقیقہ کد و کوشش کا اُٹھا نہیں رکھا شاہ ولی اللہ کے ایک طولانی قول کو مختصر بیان کرتا ہوں۔
لکھتے ہیں کہ علی زاہد ترین امت تھے مگر شیخین کے زہد سے اُن کا زہد گھٹا ہوا تھا کیونکہ شیخین نے حصول خلافت میں کوئی تدبیر نہیں کی اور علی مدام ساعی اور کوشاں رہے کہ میں خلیفہ ہو جاؤں حقیر جناب مخاطب سے دریافت کرتا ہے کہ اگر آپ کے زعم میں شیعہ حضرت امیر کا حریص بہ حکومت ہونا غلط بیان کرتے ہیں اور انھوں نے اس بارہ میں کوشش کیا کبھی ہی نہیں کیا تو حدیث ستحرصون کا مصداق صحابہ سے کسکو ٹھیرائیگا یا نہیں جسکو آپ تجویز فرمائیں اُس کے نام سے ہمکو ضرور اطلاع دیں یقیناً یہ صاحبان حرص وہ ہوں جو کہ نعش نبی چھوڑ کر سقیفہ میں انتظام خلافت کے لئے چلے گئے تھے۔ قیامت میں مجرم بہ جرم حرص قایم ہو کر خلفاء اہل ندامت کی صف مین بیٹھیں اور مخاطب حضرت امیر کی طرف اشارہ کریں واقعاً اہل تمسک کی یہ ہی شان ہوتی ہے غرضکہ میرے قلم میں طاقت نہیں کہ علمائے اہلسنت کے وہ تمام اقوال لکھ سکے جو کہ توہین اہلبیت میں ان کے قلم سے نکلے ہیں۔ علاوہ بریں ملال ناظرین کا خیال قلم پکڑ پکڑ لیتا ہے اہل نظر دیکھ کر کہیں گے کہ کیا اُن تمسک شخص ہے برابر ثبوت مخالفت دئے جاتا ہے چونکہ یہ قصہ دنیاوی نہیں بلکہ مذہبی ہے اس کے لئے عقل یہی حکم دیتی ہے کہ دشمن کی ماخوذی میں جسقدر ثبوت دیا جائے اسی قدر شل کی تکمیل کا سبب ہے لہذا کچھ اور ہدیہ نظر کرتا ہوں امام ذہبی میزان الاعتدال کی جلد دوم میں صفحہ ۵ پر امام عقیلی سے جناب صادق علیہ السلام کی نسبت ناقل ہیں کہ حدیثہ غیر محفوظ یعنی اُن کی بیان کی ہوئی حدیث غیر محفوظ یعنی نامعتبر ہیں غالباً اس جہت سے بخاری و مسلم وابوداؤد و موطا میں امام موصوف سے کوئی روایت نہیں لی گئی یہ ہی بے اعتباری امام ہشتم جناب موسی رضا علیہ السلام کی حضرات اہلسنت کے نزدیک ہے۔ چنانچہ کتاب

مذکورہ بالا کے صفحہ (۲۱۵) پر درج ہے کہ امام ابن طاہر کا قول تھا کہ وہ اپنے باپ موسیٰ کاظم سے عجیب عجیب باتیں خلاف قیاس نقل کیا کرتے تھے۔ اسی صفحہ پر یہ بھی لکھا ہے کہ دارقطنی امام حبان سے ناقل ہیں یروی عن ابیہ عجائب دیخلی یعنی وہ اپنے باپ سے عجائبات نقل کرتے تھے اور وہ صرف وہم وخطا ہوتا تھا امام نہم حضرت محمد تقی علیہ السلام ایسے بے اعتبار سمجھے گئے ہیں کہ راویان صحاح کی فہرست سے بھی اُن کا نام ساقط کیا گیا امام دہم ویازدہم کے بارہ میں ابن تیمیہ سرد فتر مذہب سنیہ نے منہاج السنۃ جلد اوّل کے صفحہ (۲۳۸) پر لکھا ہے کہ زہری ابن ابی لیلیٰ طبری وابراہیم حربی دارمی عسکریین یعنی امام نقی وامام حسن عسکری سے زیادہ دین نبوی کے ماہر تھے ہردوامام پر واجب تھا کہ دونوں علماء میں سے کسی ایک کو اپنا اُستاد بناتے تاکہ قواعد اسلام اُن کو معلوم ہو جاتے عبارت مندرجہ کتاب صدر متعلق بہ مضمون بالا یہ ہے د لواجب علی مثل عسکریین وامثالہما ان یتعلموا من احد من ہٰولاء علامہ سیوطی لآلی مصنوعہ میں صفحہ ۱۴۲ پر لکھتے ہیں کہ الحسن العسکری لیس بشیٔ یعنی امام حسن عسکری کوئی چیز نہیں کتاب مختصر تنزیہ الشریعۃ کے صفحہ ۵۰ پر شیخ رحمۃ اللہ علیہ حنفی ایک روایت کی نسبت لکھتے ہیں فیہ عبداللہ والحسن ولعلہ من وضع احدہما یعنی اس حدیث کی سند میں عبداللہ اور حسن عسکری ہیں انہیں دونوں سے کسی ایک نے وضع کیا ہے اسی کتاب میں راویان کذاب ووضاع وسارقین حدیث کی ایک فہرست دیگئی ہے وہاں امام حسن عسکری علیہ السلام کا نام بھی لکھا ہے حضرت کے متعلق یہ جملہ ہے لہ خبر باطل یعنی معاذ اللہ اُن کی روایات جھوٹی ہیں امام ذہبی نے کتاب میزان الاعتدال میں درباب محمد بن جعفر بن علی لکھا ہے کہ محمد نے اپنے باپ جعفر سے جو احادیث نقل کی ہیں اُن میں کلام ہے صفحہ (۳۹۹) پر لکھتے ہیں کہ علی بن جعفر کی حدیثیں بالکل ناقابل اعتبار ہیں اسی واسطے امام ترمذی نے اسکو حسن مانا نہ صحیح جانا یہی بزرگ کتاب مذکور الصدر میں درباب حسن بن محمد بن یحییٰ بن حسن بن جعفر بن عبداللہ بن حسین بن زین العابدین فرماتے ہیں کہ انکی روایتیں کذب ورفض پر دلالت کرتی ہیں صاحب لسان المیزان محمد بن جعفر کی نسبت لکھتے ہیں کہ انھوں نے برسر منبر اعلان کردیا کہ جسقدر احادیث میں نے بیان کی ہیں وہ سب جھوٹی ہیں اُن میں صرف مکاری بھری ہوئی ہے اسی جہت سے علماء نے اُن کے کل اقوال کو کتب سے نکال ڈالا۔ یہ حالت تو گروہ سنیہ کے علمائے سابقین کی تھی متاخرین سے شاہ ولی اللہ نے وہ فیصلہ کیا کہ جس کا پایان نہیں تمام بدباتوں کا سرچشمہ سادات کو تجویز فرمایا ہے چنانچہ قرۃ العینین کے صفحہ (۸۲) پر تحریر فرماتے ہیں کہ در اُمت مرحومہ منسوب بذریت حضرت مرتضیٰ فرق ضالہ بسیار شدہ اند مانند امامیہ وزیدیہ واسماعیلیہ وتناسخیہ وباطنیہ وغیر ایشان وبہ حقیقت چندان تشعب

مذاہب واختلاف آرا وتفرق در اصول وفروع کہ از ذریت حضرت مرتضیٰ بر خواستہ است پیچ تشنیعے واختلافے بوجود نیامدہ است وہر یکے از ایشاں وضع احادیث برائے ترویج مذہب خود تجویز کردہ اند۔ شاہ صاحب نے کمال ایمان سے ساری برائیوں کا بھاری بوجھ سادات کی گردن پر رکھ دیا ناظرین کہاں تک آپکا وقت عزیز ضائع کروں ہزاروں معاملات ایسے کتب اہل سنت میں درج ہیں کہ جنکو دیکھ کر کوئی جاہل بھی یہ کہنے کی جرات نہیں کرسکتا کہ علمائے اہل سنت نے دینیات میں معدن علم وحکمت یعنی خاندان نبوت سے کوئی حصہ پایا

ہے علامہ جلال الدین دوانی شرح عقائد عضدی میں بہ ثبوت اس کے کہ فرقۂ (اشعریہ) یعنی اہل سنت ناجی ہے اور دیگر فرقہ گمراہ بہ ایں خلاصہ تحریر فرماتے ہیں اشاعرہ اُن احادیث سے متمسک ہوتے ہیں جو کہ رسول اور اُنکے صحابہ سے مروی اور بغیر ضرورت اُنکے ظواہر سے تجاوز نہیں کرتے اور اپنی عقلوں پر اعتماد کرتے ہیں مثل معتزلہ اور مثال معتزلہ کے اور نہ اس نقل پر اعتماد کرتے ہیں۔ جو غیر نبی اور اُن کے اصحاب سے ہو مثل شیعوں کے کہ وہ پیروی کرتے ہیں اُن احادیث کی جو کہ اُن کے ائمہ سے مروی ہیں اس لئے کہ اُنھیں ائمہ کی عصمت کا اعتقاد ہے دیکھو کتاب مذکور الصدر مطبوعہ لکھنؤ کا صفحہ

۱۹ امام بخاری نے آیۂ مثنیٰ وثلث وربٰع کی تفسیر میں امام زین العابدین علیہ السلام کا قول نقل کیا ہے ابن حجر عسقلانی اُس قول کی نسبت شرح بخاری میں لکھتے ہیں وہذا احسن الادلۃ فی الرد علی الرفضۃ لکونہ من تفسیر زین العابدین وہو من ائمتہم الذین یرجعون الی قولہم یعتقدون عصمتہم یعنی یہ قول امام زین العابدین کا رافضیوں کے رد میں بہترین ادلہ سے ہے اس لئے کہ یہ قول زین العابدین سے ہے جو کہ رافضیوں کے اماموں سے ہیں اور وہ اُن کے اقوال کی طرف رجوع کرتے ہیں بہ ایں وجہ کہ اُنکو معصوم جانتے ہیں دیکھو حاشیہ صحیح بخاری چھاپ دہلی کتاب النکاح صفحہ (۷۶۲) امام احمد ابن حنبل فقیہ صفین وجمل وقتال اہل فتنہ وفساد میں حضرت امیر کو برسر غلطی اور اُن کے مخالفین کو رہرو مسلک راستی بتلاتے ہیں استقصار الافحام جلد دوم کے صفحہ (۱۰۸۳) سطر ۱۶ پر کتب اہل سنت سے وہ قول نقل کیا گیا ہے فاضل آملی نے کتاب نفائس الفنون میں در باب علم فقہ مذاہب اربعہ اہل سنت کو نقل کرکے امام جعفر صادق علیہ السلام کی نسبت لکھا ہے کہ اُن کے مذہب پر شیعہ چلتے ہیں صاحب جامع الاصول نے تصریح کی ہے واہل البیت یزعمون ان ابیطالب مات مسلماً یعنی اہلبیت کے زعم میں ابوطالب نے ایمان صحیح پر وفات پائی واضح ہو کہ اصطلاح اہل زبان میں زعم گمان ناقص کو کہتے ہیں حضرات اہلسنت مخالفت اہلبیت میں اسبات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت ابو طالب کافر تھے اور اسی حالت کفر میں اُن کی وفات ہوئی۔ شیعہ کہتے ہیں کہ اُنھوں نے حفاظت آنحضرت میں دقیقہ

ازدقایق فرو گذاشت نہیں کیا۔ ہمیشہ اُن کی ذات اقدس کو کفار کے حملوں سے بچاتے رہے اپنے بیٹے علی کو اُن کے تحت تعلیم کر دیا چنانچہ حضرت امیرؑ نے صغر سنی میں حضور انور سے احکام اسلام سیکھ کر سات برس تک رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ ایسی حالت میں نماز پڑھی جبکہ سوائے خدیجۃ الکبریٰ کے کوئی پڑھنے والا نہ تھا اگر وہ اسلام کو بُرا سمجھتے تو اپنے نوخیز بچہ کو ایسے شخص کے حوالے کیوں کر دیتے جو کہ اُن کے بتوں کو علی الاعلان بُرا کہتا تھا اگر ظاہر ہو کر آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اطاعت کرتے تو کفار اُن کے بھی دشمن ہو جاتے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حفاظت میں جو کامیابی اُن کو حاصل ہوئی تھی وہ ہرگز نہ ہوتی لہذا اُنھوں نے اپنے ایمان کو کفار قریش سے اس طرح چھپایا کہ جیسا مومن آل فرعون نے اپنے ایمان کا کتمان کیا تھا۔ جس کی تعریف قرآن پاک میں آیہ مؤیل سے کی گئی ہے وقال رجل مومن من آل فرعون یکتم ایمانہ اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ یعنی ایک مومن آل فرعون سے اپنے ایمان کو چھپاتا تھا اس لئے کہ جو شخص خدا کو واحد جانتا تھا اُسکو فرعون قتل کر دیتا تھا پس بحالت خوف ایمان کا مخفی کرنا بحکم قرآن ممدوح ہے اور یہ امر مفید تقیہ ہے۔ مخاطب غور فرمائیں ہر گاہ اہلبیتؑ ابو طالب کو با ایمان جانتے تھے اور اہل سنت کافر اعتقاد کرتے ہیں تو کیونکر سمجھا جا سکتا ہے کہ سنی مطیع اہلبیتؑ ہیں اور بربنا اُسکے کشتی نجات پر سوار ہونے کا استحقاق رکھتے ہیں ابو طالب جیسے محافظ و معین آنحضرت کو یہ مخالفت اہلبیتؑ سنیوں کا کافر بتلانا صاف طور پر دلالت کرتا ہے کہ صرف علیؑ کے باپ ہونے سے اُن کو ابو طالب کے کافر کہنے کی ضرورت ہوئی۔ اگر خلافہ کے اب وجد سے کوئی صاحب آنحضرت کی اس عنوان سے خدمت و نگہبانی کرتے اور پھر کافر کہے جاتے تو ہم جانتے۔ کتاب عضدی میں لکھا ہے ان اجماع اہلبیتؑ لیس بحجۃ یعنی اجماع اہل بیت حجت نہیں۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں ابو عبیدہ جراح و حضرت دوم کا جناب اول سے بیعت کرنا مکمل صفت اجماع ہو جائے اور جس امر پر خاندان رسول مجتمع ہو وہ باطل سمجھا جائے۔ حدیث اہلبیتی سفینۃ نوح بالکل غلط ہو گئی جس گروہ کے عقائد ایسے ہوں وہ بالضرور کشتی نجات پر سوار ہو سکتا ہے فخر الدین رازی و اکثر علمائے اہلسنت نے لکھا ہے کہ علی المرتضیٰ نماز میں ہر سورۂ قرآن کے اول بسم اللہ بہ آواز بلند کہتے تھے مخاطب غور فرمائیں کہ بلا بسم اللہ سورہ قرآنی کے پڑھنے سے وہ کہاں تک مطیع و متمسک بہ احکام اہلبیتؑ سمجھے جا سکتے ہیں ہائے افسوس اہل سنت نے تو اولاد علی کو قابل خلافت بھی نہیں سمجھا حکیم ترمذی نوادر الاصول میں لکھتے ہیں عن عمران بن حصین قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یقول اللھم لا تجعل الخلافۃ فی اولاد علی یعنی نبی خدا سے دعا مانگتے تھے کہ علیؑ

کی اولاد میں کسیکو خلافت نصیب ہو۔ اسی واسطے بنا تسمی حکیم ترمذی شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ حکمت الہی میں اس طرح گذرا تھا کہ علی مرتضی اور اُن کی اولاد تا قیامت معذور رہیں اور جو شخص کہ انمیں مدعی خلافت ہو وہ مخذول ومنکوب ہوکر قتل و غارت ہو جائے۔ علمائے اہل سنت نے اہلبیت نبوی کی تنقیص و توہین مرتبت میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا صحیح ترمذی میں لکھا ہے کہ معاذ اللہ حضرت امیر شراب پیکر نماز پڑھانے کھڑے ہو گئے نشہ میں ایسے چور تھے کہ عالم بیخودی میں قل یا ایہا الکافرون لا اعبد ما تعبدون ونحن نعبد ما تعبدون پڑھ دیا صحیح موصوف میں جس عبارت سے مضمون بالا کو بیان فرمایا گیا ہے وہ یہ ہے۔

حدثنا عبد بن حمید نا عبد الرحمان بن سعد عن ابی جعفر الرازی عن عطا عن ابن السائب عن ابی عبد الرحمان السلمی عن علی ابن ابی طالب قال صنع لنا عبد الرحمان بن عوف طعاماً فدعانا وسقانا من الخمر فاخذت الخمر منا وحضرت الصلواۃ فقدمونی فقرءت قل یا ایہا الکافرون لا اعبد ما تعبدون ونحن نعبد ما تعبدون فانزل اللہ یا ایہا الذین آمنوا لا تقربوا الصلواۃ وانتم سکاری حتی تعلموا ما تقولون ہذا حدیث حسنٌ غریبٌ صحیحٌ۔ یہ بات مسلمات سے ہے کہ حضرت امیر نے نہ کبھی بتوں کو سجدہ کیا نہ مرتکب کبائر ہوئے مگر علمائے اہل سنت وخصوص ارباب صحاح ایسے صاحب ایمان ہیں کہ اُن کو شرابی بتلاتے ہیں بلکہ لا تقربوا الصلواۃ کا سبب نزول حضرت امیر کا شراب پینا ظاہر کرتے ہیں تعجب ہے کہ مخاطب شرابیوں کی کشتی پر سوار ہوکر عبور دریائے ضلالت کرنا چاہتے ہیں اگر ناخدانے نشہ میں غلط راہ پر کشتی کو چلا دیا تو نہ معلوم مخاطب کس جزیرہ میں پہنچ جائیں گے۔ اور سُنئے تمام مسلمان اسبات پر فخر کرتے ہیں کہ خاندان رسالت۔ سخاوت۔ عبادت۔ شجاعت اور دیگر مراتب عالیہ میں اپنا نظیر نہ رکھتا تھا۔ مگر حضرت بخاری تحریر فرماتے ہیں کہ وہ عبادت خدا میں نہایت سستی و کاہلی کرتے تھے اور اگر رسول اکرم اُنکو ہدایت بہ عبادت فرمانے تھے تو نبی سے لڑنے جھگڑنے پر اس طرح آمادہ ہو جاتے تھے کہ آنحضرت کو پیچھا چھوڑانا مشکل ہو جاتا تھا۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ ایک روز حضرت سیدہ کے گھر آئے اور نماز تہجد پڑھنے کا حکم دیا حضرت امیر وجناب سیدہ نے قطعی انکار کر دیا کہ ہم سوائے اُس نماز واجب کے جو کہ ہم پر فرض کی گئی ہے اور کوئی نماز نہ پڑھیں گے ناچار آنحضرت اپنے زانو کو پیٹتے ہوئے اُن کے گھر سے یہ کہتے ہوئے نکلے وکان الانسان اکثر شیئی جدلا مرزا حیرت دہلوی کے جواب میں جو محققین نے ایک رسالہ مسمی بدلیل المتحیرین لکھا ہے اُس میں حدیث بخاری پر پوری بحث کی ہے شاہ عبد العزیز صاحب نے بھی تحفہ میں بحوالہ بخاری شریف علی وفاطمہ کے باہم نماز تہجد پر تکرار وفساد کا ذکر کیا ہے۔ عقلا غور فرمائیں کہ جس مذہب کے ارکین

اعلیٰ نے اہلبیت رسول کی ذلت وحقارت بہ این عنوان کتب میں بیان کی ہو اُن کے اذناب اخلاف متمسک بالثقلین کیونکر سمجھے جا سکتے ہیں ان جملہ معاملات بالا کے سوا ناظرین کو ایک اور کوچہ کی سیر کراتا ہوں صحاح اہل سنت میں اکثر ایسی روایات نقل ہوئی ہیں جن سے شیعہ کی نماز اور دیگر عبادات کا پورا پتہ ملتا ہے مگر بہ عداوت اہلبیت علمائے اہل سنت نے اُنپر عمل کرنا ترک کردیا بطور مختصر چند باتیں نقل کرتا ہوں صحیح مسلم جلد اوّل میں صفحہ (۱۶۸) پر لکھا ہے ان رسول اللہ کان کبّر رفع یدیہ حتیٰ یحاذی بہا اذینہ واذا رکع رفع یدیہ حتی یحاذی بہا اذنیہ واذا رفع راسہ من الرکوع فقال سمع اللہ لمن حمدہ فعل مثل ذالک یعنی تحقیقکہ رسول پاک جب تکبیر کہتے تھے دونوں ہاتھ اُٹھاکر کانوں کی برابر لیجاتے تھے اور جب رکوع کرتے تھے اُسوقت بھی یہی عمل فرماتے تھے ایساہی سمع اللہ لمن کے بعد رفع یدین فرماتے تھے شیعہ نماز میں بالکل ایساہی کرتے ہیں۔ حنفی صاحب جن میں اعلیٰ درجہ کے ایک مخاطب بھی ہیں حدیث بالا کی مخالفت کرتے ہیں حالانکہ اُن کی معتبر کتاب میں یہ ترکیب درج ہے۔ بخاری شریف کی جلد اوّل میں صفحہ (۱۰۳) پر درج ہے عن ابن عباس ان النبی جمع بین الظہر والعصر بالمدینۃ والمغرب والعشاء من غیر خوف ولا سفر ولا مطر یعنی آنحضرت نے ظہر و عصر و مغرب وعشا کی نماز مدینہ میں بلا خوف بارش واذیت سفر وغیرہا ملاکر پڑھی۔ فرقہ شیعہ جو دو وقت کی نماز ایک جگہ پڑھکر عامل بہ جمع بین الصلواتین ہوتے ہیں حضرات سنیّہ اُسپر قہقہہ زن ہوکر بہ نظر حقارت دیکھتے ہیں ایک مصلے پر دو نمازیں پڑھنی ناجائز بتلاتے ہیں۔ مخاطب اتباع ثقلین کا دعوے کرکے کشتی نجات پر قدم رکھنا چاہتے ہیں حدیث بالا سے ظاہر ہوا کہ وہ رسولپاک سے بھی خلاف راہ چلتے ہیں ان لوگوں کو نہ خدا سے واسطہ نہ نبیؐ سے تعلق بلا نبیؐ کی امت اور بلا سردار کے سپاہی ہیں شاید اہلسنت مجھسے ناراض ہوکر ارشاد فرمائیں کہ ہمکو امت محمدی سے خارج بتلاتا ہے وہ براہ مہربانی تحریر صدر پر خود نظر کرکے فیصلہ کریں کہ جس گروہ کے یہ عقائد ہوں وہ کیونکر امت رسولؐ میں داخل ہو سکتے ہیں جس فرقہ کا یزید و مروان و عبد الملک و ولید امام ہو اور جو لوگ امورات مندرجہ صدر کے عامل و قایل ہوں وہ کیونکر امت کہے جانے کی قابلیت رکھتے ہیں۔ ترمذی شریف کی کتاب العلل اور موطا امام مالک کے صفحہ (۵۱) پہ بھی مثل بخاری شریف جمع صلواۃ کو باین عبارت بیان کیا گیا ہے عن عبد اللہ ابن عباسؓ قال صلی لنا رسول اللہ الظہر والعصر والمغرب والعشاء وجمعًا من غیر خوف ولا سفر امد ملاحظہ ہو سنن ابن داؤد جلد ۲ صفحہ ۹۴ پر یہ عبارت درج ہے عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلعم قال من غسل المیت فلیغسل ومن حملہ فلیتوضا ابو ہریرہ کہتے ہیں

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میت کو غسل دے لازم ہے کہ خود بھی غسل کرے اور جو اٹھائے وہ وضو کرے مشکوٰۃ شریف کی کتاب الطہارت باب غسل کی فصل ثانی میں درج ہے عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ من غسل میتاً فلیغتسل رواہ ابن ماجہ فرمایا رسولخدا نے جو شخص کہ میت کو غسل دے لازم ہے کہ وہ خود بھی نہائے اور مشکوٰۃ میں بہ مقام دیگر یہ لکھا ہے عن عائشۃ ان النبی کان یغتسل من اربع من الجنابۃ ویوم الجمعۃ ومن الحجامۃ ومن غسل المیت رواہ ابن داؤد۔ عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت چار حالتوں میں غسل کرتے تھے۔ جنابت۔ روز جمعہ سینگی لگوا کر میت کو غسل دے کر ازالۃ الخفا میں شاہ ولی اللہ بہ مقام ذکر ابوطالب لکھتے ہیں کہ حضرت امیرؑ نے انکو غسل دے کر خود بھی غسل کیا عبارت یہ ہے قال علی من غسل المیت اغتسل۔ اہل سنت اس جگہ سیاہ ایمان سے کام لیں چونکہ میت کو غسل دے کر خود غسل نہیں کرتے لہذا بے غسلے رہ کر تمام نماز و روزہ کو خراب کر دیا۔ جمعہ و جماعت و تراویح سب چیزوں کو بحالت ناپاکی عمل میں لا کر عبادت کے شرف سے ورق سادہ رہ گئے جن لوگوں کے اجداد و بزرگوار اور وہ خود بوجہ عدم غسل سلسلہ وار ناپاک چلے آتے ہیں وہ کیونکر کشتی نجات پر جس کے ملاح پاک و معصوم ہیں سوار ہو سکتے ہیں اہل سنت عام طور پر اپنے مُردوں کو گرم پانی سے نہلاتے ہیں اور شیعہ اس کو ناجائز بتلاتے ہیں حالانکہ موطا امام مالک کے صفحہ (۷۸) پر صاف لکھا ہے کہ آب گرم سے میت کا نہلانا منع ہے عبارت یہ ہے عن ابی سعید المقبری عن ابی ہریرۃ انہ نہی ان یتبع بعد موتہ بنار شرح تجرید کے صفحہ (۱۰۹) پر جو عربی عبارت ہے اسکا ماحصل یہ ہے کہ حضرت عمر نے تین چیزوں سے منع کیا۔ متعۃ النساء۔ حی علی خیر العمل۔ متعۃ الحج تفسیر در منثور میں لکھا ہے حضرت علیؑ فرماتے تھے کہ اگر متعہ سے عمر منع نہ کرتے تو کوئی شخص زنا نہ کرتا۔ مگر وہ کہ جس کی جبلت میں شقاوت ہوتی جو بزرگوار کہ بمتابعت عمر اذان سے حی علی خیر العمل کو ساقط کریں اور متعہ کو حرام سمجھیں۔ حج تمتع کعبۃ اللہ میں نہ کریں وہ کیونکر کشتی نجات پر چار زانو ہو کر بیٹھ سکتے ہیں صحیح مسلم کی جلد اول میں صفحہ (۲۳۷) پر تحریر ہے کہ ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نماز ظہر و عشا میں قنوت پڑھتے تھے اور بحق مومنین دعائے خیر اور کفار کے واسطے لعن کرتے تھے مخالف چونکہ دعا قنوت کبھی نماز میں نہیں پڑھتے اور شیطان پر بھی لعن کرنا ناجائز جانتے ہیں لہذا رسول کے مخالف ہو کر کیسے مدعی تمسک ہو سکتے ہیں شیعہ بلا اختلاف اہلبیت نبوی کو مقصود آیۂ تطہیر جانتے ہیں اور سنی صاحبان جن میں اعلیٰ درجہ پر مخاطب ہیں اس آیۂ مبارکہ کو بحق ازواج بتلاتے ہیں مگر صحیح ترمذی کی جلد دوم میں بہ صفحہ (۱۶۹) حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ جب آیۂ تطہیر نازل ہوئی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے حضرت امیرؑ و حسنین و فاطمہ علیہم السلام

کو بلایا اور اُنپر ایک چادر اُڑھائی اور آیۂ انما یُرید اللہ الی آخرہ کو تلاوت فرمایا میں نے عرض کیا کہ یا حضرت
اگر ارشاد ہو تو میں بھی زیر چادر داخل ہوں آپ نے فرمایا کہ تیرا انجام بخیر ہے مگر اس شرف کی قابلیت انھیں چاروں
تنونکو حاصل ہے کیونکہ یہ میرے اہلبیت ہیں شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفا میں ابن عباس سے اسی طرح ناقل ہیں
تفسیر بیضاوی و معالم التنزیل و تفسیر نیشاپوری جلد ۳ کے صفحہ (۲۰۸) پر یہ بھی مضمون درج ہے اسعاف الراغبین
کے صفحہ (۱۰۶) پر لکھا ہے کہ بعد نزول آیۂ تطہیر آنحضرت ہر صباح دروازۂ سیدہ پر جاکر فرمایا کرتے تھے
الصلوٰۃ اہل البیت یُرید اللہ الی آخرہ چونکہ جامع قرآن نے بذکر ازواج آیۂ موصوفہ بالا کو لکھدیا ہے
لہذا اہلسنت بہ خاطر داشت جناب عائشہ آیۂ تطہیر کو متعلق بہ ازواج سمجھ کر اہلبیت رسول کو اس حکم سے مستثنیٰ
تبلاتے ہیں مگر قدرت خدا دیکھئے امام نووی شارح مسلم اپنی شرح کی دوسری جلد میں بہ صفحہ (۲۸۰) لکھتے
ہیں نساءہ لیس من اہل بیتہ یعنی آنحضرت کی ازواج حکم اہلبیت میں داخل نہیں ہیں صاحب دراسات اللبیب نے
صفحہ (۲۰۶) پر تصریح کردی ہے کہ آیۂ تطہیر میں اہلبیت سے وہ لوگ مُراد ہیں جنپر صدقہ حرام ہے اور وہ سوائے
علیؑ و فاطمہ اور اُن کی اولاد کے اور کوئی نہیں۔ تفسیر کبیر کی جلد ششم میں صفحہ ۷۸۳ پر لکھا ہے کہ خدا نے اس آیۂ
میں بصیغہ مذکر خطاب فرمایا ہے اگر ازواج سے تعلق ہوتا تو تانیث کا لحاظ کیا جاتا پس یہ آیت علیؑ و فاطمہ
و حسنینؑ سے تعلق رکھتی ہے۔ صحیح مسلم میں بہ صفحہ (۲۸۳) مناقب حسنینؑ کا باب ہے اُس میں یہ عبارت ہی عن صفیہ
بنت شیبہ قال قالت عائشہ خرج النبی ذات غداۃ و علیہ مرطٌ مرحلٌ من شعر اسود فجاء الحسن بن علی
فادخلہ ثم جاء الحسین فدخل معہ ثم جاءت فاطمۃ فادخلہا ثم جاء علی فادخلہ ثم قال انما یرید اللہ لیذھب
عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ (۶۹۹) حسب مضمون متذکرہ ان تمام عبارتوں پر
نظر فرماکر مخاطب بالانصاف ارشاد فرمائیں کہ اہلبیت نبوی کو وہ جالیکہ وہ مقصود حدیث تطہیر نہیں سمجھتے
تو کشتی نجات پر سوار ہونیکا کیا استحقاق رکھتے ہیں مخاطب ایسے غرق دریائے محبت شیخین ہیں کہ اپنی معتبر
کتابوں سے نتائج اخذ کرنے میں قاصر ہیں اگر کتابوں پر ناظر ہوتے تو اہلبیت کے حقوق کا پورا لحاظ کرتے
ناظرین آیندہ چند معاملات ایسے دیکھنے والے ہیں جسکو مخاطب نے اُنیس۱۹ نمبر دے کر شیعہ سے دریافت کیا ہے
اُس فہرست کے معائنہ سے ظاہر ہوجائیگا کہ جس کشتی پر سوار ہونیکا مخاطب دعوے کرتے ہیں اُس کے
چلانیوالوں سے اُنکو کیا حسن عقیدت ہے۔ تاریخ ابو الفدا کے صفحہ ایک سو چھتیر - پر ایک طولانی
مضمون لکھا ہے جس کا خلاصہ اُردو میں یہ ہے کہ عبد الرحمان ابن عوف نے بروز شوریٰ حضرت امیر سے کہا کہ

حکم خدا و سنت نبوی و سیرت شیخین پر چلنے کا آپ اقرار کریں تو میں جبہ خلافت آپ کے حوالہ کرتا ہوں آپ نے فرمایا کہ حکم خدا و رسول پر سر مگر سیرت شیخین پر گام فرسا ہونیکا وعدہ نہیں کرتا سید امیر علیصاحب بیرسٹر ایٹلا و جج ہائیکورٹ کلکتہ نے کتاب روح الاسلام کے صفحہ (۱۴۷) اور کتاب نظام عثمانی مولفہ حکیم جلالی قریشی ساکنہ گلاوٹھی ضلع بلند شہر کے صفحہ ۲۰۴ سطر ۳ پر واقعہ بالا بہ اتحاد مضمون درج ہے حضرت علی کے انکار پر عبد الرحمان صاحب نے جن کے ازار بند میں خلافت نبوی کے گول کمرہ کی کنجی بندھی ہوئی تھی جناب عثمان سے یہ ہی سوال پیش کیا اُنھوں نے بے تکلف منظور فرما لیا حضرت امیر نے اسوقت فرمایا کہ میں نے محض بہ نظر دفع فساد و حکومت عثمان کو تسلیم کر لیا اگر مخاطب سفینہ نجات پر قدم رکھنا چاہتے ہیں اور تمسک ثقلین کے مضبوطی سے دعویدار ہیں تو مثل حضرت امیر سیرت شیخین کو پس پشت ڈالدیں ورنہ ہرگز اس طرف کا ارادہ و قصد نفرمائیں خواہ کشتیبانوں کے دھکے ٹکّے کھا کر اسباب سر پر اٹھانا پڑے گا تفسیر بیضاوی میں درباب آیۂ مودّت لکھا ہے وروے انہ نزلت قیل یا رسول اللہ من قرابتک هؤلاء الذین وجبت مودتہم علینا قال علی و فاطمہ و ابناہما یعنی جب آیہ قل لا اسئلکم علیہ اجرًا الا المودۃ فی القربیٰ نازل ہوئی تو صحابہ نے دریافت کیا یا حضرت وہ کون ہیں جن کی محبت ہمپر واجب کی گئی ہے آپ نے فرمایا کہ وہ علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ ہیں تفسیر محی الدین عربی و تفسیر معالم التنزیل و تفسیر کشاف و تفسیر نیشاپوری و اسعاف الراغبین صفحہ ۱۰۴ و تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی جلد ۷ صفحہ ۴۰۶ میں حسب بیضاوی شریف درج ہے جن بزرگوار ونکی محبت کو آنحضرت اپنی تبلیغ رسالت کا مزد و اجورہ قرار دیں اور امت پر اُس محبت کو واجب تبلائیں اُنکی امامت پر مخاطب ہتوڑا الگائیں اور پھر دعوئے تمسک کریں کوئی شخص کہ سکتا ہے کہ جس گروہ کو دینیات میں خاندان نبوت سے علاقہ نہو بلکہ اُن کے آئینہ امامت کے توڑنے پر ایک بڑا بھاری اوزار لیئے ہوئے ہو وہ کیونکر کشتی نجات پر سوار ہوسکتا ہے اہل سنت نے چونکہ خاندان نبوت سے اختلاف کر کے اپنے لئے ایک تجویزی مسلک قایم کیا ہے۔ لہذا اس قسم کے مسائل وضع کیے ہوئے ہیں جن کے دیکھنے سے اقتدار سنیت کبھی کسی عاقل شخص کی نظر میں قایم نہیں رہ سکتا علمائے اہل حدیث نے جنکو وہابی کہتے ہیں اُن مسائل کو دکھلایا ہے جو کہ مقلدین آئمہ اربعہ اور بالخصوص حضرات حنفیہ کے یہاں جاری ہیں بہ نظر تسکین ناظرین و نشاط خاطر مومنین ایک مسئلہ دکھلاتا ہوں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ حضرت امام ابو حنیفہ نے جامۂ اسلام کو کیسے خوش رنگ رنگوں سے رنگا ہے سلطان محمود غزنوی اول امام موصوف بصدد

کی تقلید کرتے تھے مگر بعد میں اُن کا میلان امام شافعی کی طرف ہو گیا ہر دو اماماں مقدم الوصف کے مقلدین نے اپنے مذہب کی خوبی اور دوسرے کی بُرائی ظاہر کی ہر فریق کا یہ مطلب تھا کہ سلطان ہمارے پنجے سے نہ نکلے بالآخر یہ تصفیہ ٹھیرا کہ ہر امام کے طریقہ اور فتوے پر دو دو رکعت نماز پڑھی جائے۔ قفال نامی ایک بزرگ جو کہ دونوں کے مسائل سے واقفیت رکھتے تھے اس عمل کرنے پر مامور ہوئے اُس نے اول معمولی طریقہ سے دو رکعت بہ قاعدہ شافعی پڑھیں بعد ازاں امام اعظم کی نماز کا قرینہ اس طرح دکھلایا کہ پہلے کھجور کے پانی سے بلا نیت وضو کی پہلے بایاں پیر دھویا۔ پھر سیدھا یہ ہی معکوس عمل ہاتھ دھونے میں کیا منہ اُلٹا ہی دھویا یعنی ٹھوڑی سے پیشانی تک بعد فراغ وضو بجائے عبا کُتّے کی دباغت دی ہوئی کھال زیب بدن فرمائی مزید براں اُس کے چوتھائی حصہ پر گوہ موت لپیٹ کر نجاست ظاہری و باطنی کا پورا ثبوت دیا اب لباس سے آراستہ ہوکر رو بقبلہ کھڑے ہوئے اور بجائے اللہ اکبر فارسی میں اُسکا ترجمہ اللہ بزرگ کیا اور الحمد اور قل ہو اللہ کی جگہ صرف ایک آیہ مدہامتان کا ترجمہ دو برگ سبز کہکر برائے نام رکوع میں جھکے اور سجدہ بلا جلسہ استراحت و اطمینان جلد جلد اس طرح کئے کہ جیسے کوّا ٹھونگیں مارا کرتا ہے سلام کی جگہ ایک گوز اڑا دیا محمود کو یہ حرکات دیکھ کر تعجب ہوا ناقل نماز سے ثبوت طلب کیا گیا اُسنے ہر حرکت کے متعلق کتابیں دکھا دیں زمانہ حال کے لوگوں کی اطمینان خاطر کے لئے حقیر اُن کتابوں کے نام بقید مطبع و صفحہ دکھلاتا ہے تاکہ حق طلب کو عند التلاش مضمون مل جائے۔

(۱) کتّے کی دباغت دی ہوئی کھال کا مسئلہ جس سے نماز جائز ہے ہدایہ ترجمہ فارسی۔ چھاپہ نولکشور جلد اوّل صفحہ (۲۲) اور شرح وقایہ عربی چھاپہ مذکور صفحہ (۴۱)، (۲) چوتھائی لباس نجاست آلودہ پہن کر نماز پڑھنا۔ ہدایہ ترجمہ فارسی نولکشور صفحہ (۴۸)، (۳) نبیذ تمر یعنی کھجور کے پانی سے وضو کرنا ہدایہ مذکور صفحہ (۲۸) (۴) وضو بلا نیت کر لینا فتح القدیر چھاپہ صدر جلد اول صفحہ (۱۳)، عینی شرح ہدایہ چھاپہ مذکور جلد اوّل صفحہ (۱۰۶)، (۵) نماز فارسی میں پڑھنے اور اللہ اکبر کی جگہ خدائے بزرگ کہنے کی ہدایت ہدایہ جلد اوّل صفحہ (۶۷)، (۶) نماز میں ایک چھوٹی سی آیت مثل مدہامتان پڑھ لینا فتاوائے عالمگیریہ چھاپہ دہلی جلد اول صفحہ ۲۵ (۷) رکوع و سجود میں طمانیت نہ کرنا یعنی اول میں برائے نام جھک جانا اور ثانی میں ٹھونگیں مارنا فتاوائے قاضی خان جلد اوّل صفحہ (۵۹) چھاپہ نولکشور (۸) سلام کی جگہ گوز مارنا ہدایہ مترجم چھاپہ نولکشور جلد اول صفحہ (۹۲)، شرح وقایہ عربی چھاپہ صدر صفحہ (۳۴)، کنز الدقائق

کلاں چھاپہ دہلی صفحہ (۳۰۰ و ۳۱)
علاوہ بریں بطور فہرست چند مسائل فقہ سنیہ دکھلاتا ہوں جن کے معائنہ سے عزت مذہب ظاہر ہوگی -

فہرست بعض مسائل مکروہہ مندرجہ کتب اہل سُنّت

(۱) سنی صاحب سُور کے بال پاک جانتے ہیں دیکھو ہدایہ مطبوعہ مصطفائی صفحہ ۳۹ (۲) عضو تناسل پر کپڑا لپیٹ کر مباشرت جائز بتلاتے ہیں دیکھو بحر الرائق اور فتاوائے برہنہ مطبوعہ لاہور جلد ثانی صفحہ ۱۸)
(۳) کُتّے کو بغل میں دبا کر نماز پڑھنا کوئی عیب نہیں دیکھو غایت الاوطار ترجمہ اردو دُرّ مختار مطبوعہ صدیقی صفحہ (۱۰۰) (۴) کتّے کی کھال سے ڈول بنا کر پانی پینا اور جائے نماز تیار کرنا درست ہے دیکھو غایت الاوطار کا صفحہ مذکورۂ بالا (۵) اگر ماں بہن سے نکاح کریں اور اُن سے ہم بستر ہوں تو وہ زنا نہیں نہ اس پر حد شرعی قایم ہوسکتی ہے دیکھو ہدایہ چھاپہ مصطفائی جلد اول صفحہ (۲۶۶) (۶) اگر ایسی لڑکی سے باپ نکاح کرے جو کہ اُس سے بوجہ حرام پیدا ہوئی ہو تو جائز ہے دیکھو تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ (۲۷۰)
(۷) رنڈیوں کی خرچی جائز ہے دیکھو فتاوائے قاضی خان جلد ۴ صفحہ (۴۰۶) وکنز الدقایق چھاپہ دہلی صفحہ ۱۴۹ خون اور پیشاب سے آیات قرآن لکھ سکتے ہیں دیکھو فتاوائے قاضی خان چھاپہ نولکشور جلد ۴ صفحہ ۶۲۲
(۹) اگر نوپیالے تک شراب پی جائے اور نشہ نہ ہو تو جائز ہے دیکھو فتاوائے عالمگیری چھاپہ دلی جلد ۵ صفحہ ۱۵ (۱۰) شراب سے وضو جائز ہے دیکھو ہدایہ مترجم فارسی چھاپہ نولکشور جلد اول صفحہ ۲۸
(۱۱) اگر روزہ میں مردہ یا جانور کے ساتھ جماع کرے اور انزال ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا دیکھو فتاوائے قاضی خان چھاپہ نول کشور جلد اول صفحہ (۱۰۰) (۱۲) سُور کی چربی - کھال - ہڈی - منی سب حلال صرف گوشت حرام دیکھو رحمۃ الامۃ صفحہ (۸ و ۱۰) (۱۳) کپڑے پر جو منی لگے اُس کے دھونے کی ضرورت نہیں ناخن سے نوچ ڈالے - دیکھو کتاب مذکورۂ بالا جس کی عبارت اصلاح جلد ۱۲ نمبر ۶ میں نقل ہے -
(۱۴) مینڈک دریائی کتا دریائی سور غرضکہ تمام جانوران آبی حلال ہیں دیکھو حیوٰۃ الحیوان جلد ۲ صفحہ ۲۶ (۱۵) چیل کوا گوہ - لومڑی سب حلال دیکھو رحمۃ الامۃ صفحہ ۱۴۸ و ۱۴۹) (۱۶) رشوت وشطرنج بازی حلال دیکھو رد المختار (۱۷) شرح وقایہ میں لکھا ہے کل اہاب دبغ فقد طہر وجاز الصلوٰۃ فیہ والوضوء فیہ الا جلد الخنزیر والآدمی یعنی ہر جلد دباغت سے پاک ہوسکتی ہے اور نماز وضو

اُس سے جائز ہے مگر آدمی اور سُور کی کھال پاک نہیں ہو سکتی اس استثنٰی سے کُتا و بلّی و شیر وغیرہ سب کی کھال پاک ہو گئی

(۱۸) اذا صلّی علیٰ جلد کلب او ذئب قد ذبح جازت الصلوٰۃ یعنی کُتّے اور بھیڑیے کی کھال پر نماز جائز ہے بشرطیکہ اُسکو ذبح کر لیا جاوے۔ لمؤلف اسجگہ زحمت دباغت بھی اُٹھ گئی دیکھو فتاوائے قاضی خان مطبوعہ نول کشور جلد اوّل صفحہ ۱۱ (۱۹) اما ذبح بالتسمیۃ وصلی مع لحمہ وجلدہ قبل الدباغۃ یجوز الا الخنزیر واذا ذبح بالتسمیۃ لا یطہر واما اذا ذبغ جلدہ ففی ظاہر الروایۃ عن اصحابنا لا یطہر وعلیہ عامۃ المشایخ وروی عن ابی یوسف یطہر ویجوز مبیعہ یعنی بسم اللہ کہکر جس جانور کو ذبح کریں اُسکا گوشت اور کھال بلا دباغت پاک ہے اور اُسمیں نماز پڑھ سکتے ہیں سوائے سوٗر کے کہ وہ بسم اللہ اور دباغت سے بھی پاک نہ ہوگا اور اسی پر علمار کا اتفاق ہے مگر امام ابی یوسف کے نزدیک وہ طاہر ہے اور اُسکا فروخت کرنا جائز ہے دیکھو منیۃ المصلی مطبوعہ لاہور کا صفحہ ۳۳

(۲۰) لو لفت الحشفۃ بثوب او غیرہ لم یجب الغسل کما فی الجلالی یعنی اگر حشفہ پر کپڑا لپیٹ کر مباشرت کیجائے تو غسل واجب نہیں ایسا ہی جلالی میں ہے دیکھو جامع الرموز مطبوعہ مطبع نولکشور کا صفحہ (۲۰)

(۲۱) لو جامعہا بخرقۃ علی ذکرہ لا یثبت الحرمۃ کما فی الخلاصۃ یعنی اگر عورت سے کپڑا لپیٹ کر مجامعت کرے تو اُس کی حرمت ثابت نہیں کتاب خلاصہ میں بھی اسیطرح پر ہے دیکھو کنز الدقایق باب النکاح۔

(۲۲) ان ادخل الحشفۃ فی القبل والدبر ملفوفۃ بخرقۃ فان وجد الحرارۃ اللذۃ وجب الغسل والا فلا۔ اگر کپڑا لپیٹ کر حشفہ کو قبل یا دُبر میں داخل کرے تو بصورت لذت غسل واجب ہے اور اگر کچھ نہ معلوم ہو تو نہانے کی کوئی ضرورت نہیں دیکھو حاشیہ چلپی شرح وقایہ (۲۳)، اگر خرقہ بر ذکر پیچیدہ در آورد اگر نرم باشد قضا و کفارہ واگر درشت باشد قضا و غسل واجب نہ کما فی المجموعہ۔

دیکھو فتاوائے برہنہ صفحہ ۴۲ سور الادمی طاہر سوار کان مسلماً او کافراً یعنی آدمی کا جھوٹا پاک ہے اور برابر ہے جھوٹا مسلمان اور کافر کی دیکھو کتاب منیۃ المصلی مطبوعہ یوسفی دہلی کے صفحہ ۱۴ سطر ۹ کو

(۲۵) جو کوّا دانہ کھاتا ہو اور مُردار بھی کھاتا ہو وہ حلال ہے تمیز الاحکام در بیان حلال و حرام مطبوعہ مطبع احمدی دہلی صفحہ ۱۸ امام ابو حنیفہ و امام مالک اُلّو کو بھی حلال بتلاتے ہیں

حضرات اہلسنت در باب متعہ خلاف بہت شور مچایا کرتے ہیں تحریر بالا سے ظاہر ہو گیا کہ کپڑا لپیٹ کر کار روائی کرنا مزید برآں زحمت غسل سے بچنا کُتا بلی کھانا۔ مُردار جانور کی کھال بچھا کر نماز پڑھنا اُلّو و کوّے وغیرہ کے کباب نوش کرنا سنیوں کے مذہب میں سب جائز ہے آئمہ اہل سنت نے رنڈیوں پر بھی احسان کیا ہے اُنکی خرچی کو

جائز بتلا دیا حقیر نے ایک رسالہ بالخصوص بحث لفت حریر میں لکھا ہے اُس میں یہ مسئلہ اس خوبی سے بیان کیا گیا ہے کہ انشاء اللہ ناظرین بہت محظوظ ہونگے مخاطب نے ہدایات آلرشید مؤلفہ خود میں حق الیقین کے ایک جگہ پر استدلال کرکے مسئلہ لف حریر کو مذہب شیعہ میں ثابت کرنا چاہا تھا اُسکا جواب مع دیگر امور لکھا گیا ہے حاصل کلام جس مذہب میں ایسے مسائل مکروہہ ہوں اُن کے عامل کشتی نجات پر کب سوار ہوسکتے ہیں جو لوگ کپڑا لپیٹ کر قبل و دُبر میں عضو تناسل داخل کریں اور پھر بلا غسل نماز پڑھنے یا پڑھانے کھڑا ہوجائیں وہ طیب و طاہر لوگوں کی کشتی پر سوار نہیں ہوسکتے وہ اُس ناؤ پر چڑھیں گے جس کی باگ حضرت افلح علام جناب عمر کے ہاتھ میں ہوگی لاؤل ثابت کردیا گیا ہے کہ بنا مذہب اہل سنت مسائل اجماعیہ فاروق پر ہے پس جس کشتی پر حضرت عمر سوار ہوکر افلح علام سے دھکا دلائیں گے اُسی پر جناب مخاطب اور اُن کے ہم مذہب بیٹھیں گے۔ پس باقرار ساطعین دین سنیہ ثابت ہوگیا کہ اہل سنت کو دربارۂ بینات اہلبیت نبوی سے کوئی تعلق نہیں اُن کا مذہب مخالف آئمہ ایک تجویزی اور قیاسی ہے جسکو فرد مذاہب میں کوئی نمبر نہیں مل سکتا۔ ایک اور مسئلہ کا ذکر کرتا ہوں جسپر تمام اہل سنت کا عمل ہے مشکوٰۃ شریف کے صفحہ ۵۶ پر لکھا ہے عن مالک بلغہ ان المؤذن جاء عمر یؤذنہ لصلوٰۃ الصبح فوجدہ نائما فقال الصلوٰۃ خیر من النوم فامرہ عمران یجعلھا فی نداء الصبح رواہ فی الموطا یعنی ایک روز بوقت صبح مؤذن حضرت عمر کے پاس آیا کہ خلیفہ صاحب کو نماز کے لئے جگائے اُسوقت اُن کو غلبہ خواب تھا مؤذن نے نا بلدا کہا کہ الصلوٰۃ خیر من النوم یعنی اے حضرت اُٹھئے خواب راحت سے نماز بہتر ہے یہ کلمہ خلیفہ صاحب کو پسند آیا حکم دیا کہ اسکو داخل اذان کردو کتاب موطا میں اسی طرح نقل ہوا ہے ترمذی شریف کی جلد اول میں بہ صفحہ ۲۸ لکھا ہے کہ عبداللہ ابن عمر اس جملہ کو بدعت بتلاتے تھے اور جس مسجد میں یہ بولا جاتا تھا وہاں نماز پڑھنا ناجائز جانتے تھے۔ سبحان اللہ حی علیٰ خیر العمل کو اذان سے نکالیں اور ایک فضلا نہ خوار مؤذن کی رائے سے فصول اذان میں وہ جملہ داخل کریں جسکو خلیفہ صاحب کے صاحبزادے ناپسند فرمائیں واقع میں عبداللہ ابن عمر کی رائے نہایت ہی صحیح تھی اس طبع زاد جملہ نے عزت نماز گھٹا دی کیونکہ نماز افضل العبادات ہے کسی چیز کا اُسکو مثال نہیں دی جاسکتی خواب نوشین سے ایک متبرا و بجا کردینا انھیں لوگوں کا کام ہے جو کہ عامل بہ قیاس ناقص ہوں حقیر نے مذہب اہلسنت کا اختلاف آئمہ معصومین سے بہ این وضاحت دکھلایا ہے کہ انشاء اللہ مجال دم زدن نہوگی اور آئندہ کسی سُنی کو یہ کہنے کا وہم بھی نہوگا کہ اُن کا مذہب خانۂ اہلبیت سے کوئی تعلق رکھتا ہے ہرچند کہ علماء

سابقین مبینہ کے بیان سے اختلاف کا پورا ثبوت دیا گیا ہے مگر شاید کسی صاحب کو کتب محولہ بالا جست ملاقات بیسر نہوں۔ لہذا ایک ایسے عالم کا بیان ثبوت میں پیش کرتا ہوں جن کی کتاب ہر جگہ مل سکتی ہے اور پایۂ اقتدار میں نہایت بلند مرتبہ ہے وہ شاہ عبد العزیز دہلوی کا تحفہ ہے۔ کید ہشتاد و پنجم صفحہ (۱۱۰) پر لکھا ہے حضرات آئمہ در زمان خود اہم مقدمات سلوک و طریقت را ساختہ اند و مقصد شریعت ابرز نہ یاران رشید و مصاحبان حمید خود حوالہ فرمودہ اند یہ عبارت صاف کہہ رہی ہے کہ حضرات اہسنت نے آئمہ اہلبیت سے درباب امور شرعیہ کچھ حاصل نہیں کیا بلکہ اُن کے یاران رشید ابو حنیفہ وغیرہ کا شریعت میں اتباع کیا ہے کیا خوب حدیث ثقلین کی توضیح میں لکھتے ہیں معلوم شد کہ پیغمبر ما را حوالہ بہ این دو چیز عظیم القدر فرمودہ پس مذہبیکہ مخالف این ہر دو باشد شرعاً باطل ہست معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کو اپنی تحریر پر خیال نرہا ورنہ مرتکب بہ تناقض کلام نہوتے۔ شکر خدا کہ یہ بات بوجوہ اتم ثابت ہوگئی کہ مذہب مخاطب قطعاً مخالف اہلبیت ہی اور بایں وجہ وہ تمسک اہلبیت کے دعوے میں صحیح القول نہیں۔ بجرم اختلاف اہلبیت جو حضرت مخاطب کا بروز قیامت حشر ہوگا اُسکو دکھلا کر یہ بحث ختم کرتا ہوں ترجمہ صواعق محرقہ کے صفحہ (۳۰۹) پر جو عبارت ہے اُس کا اردو میں مطلب یہ ہے امام احمد ابن حنبل فرماتے ہیں کہ جبتک تمام اُمت محمدی کا حساب ختم نہ ہوئے گا علی برابر موقف حساب پر کھڑے ہونگے بعد ختم کچہری وہاں سے علیحدہ ہونگے اُسوقت اُن کے ہاتھ میں لوائے حمد ہوگا تمام اُمت کو دامن علم میں لیے ہوئے آفتاب محشر سے بچائیں گے۔ اُس روز حوض کوثر آپکے اختیار میں ہوگا مومنین کو اس سرچشمہ قدرت کے خنک و شیریں چھلکتے ہوئے جام پلائیں گے اور دشمنوں کو ڈنڈے مار کے ہنکائیں گے علیؑ کے دشمن شدت عطش سے ہونٹ چباتے ہونگے اُن کی گردن میں طوق پڑا ہوگا اور ہاتھ بندھے ہونگے

مؤلف جبکہ حسب تسلیم علمائے معتبرین اہسنت عدالت العالیہ کے سامنے اعمال کی جانچ کے لیے اُمت محمدی کا پیش کرنا متعلق بہ جناب امیر ہے اور حضرت مخاطب بجوش دہ سنیت حضرت کے آئمہ امامت میں ہتوڑا لیے ہوئے ہیں تو کیونکر سمجھ میں آسکتا ہے کہ مخاطب ہتوڑے بازکو آپ سایہ علم میں لیکر آب کوثر پلائیں گے۔ فرشتے مخاطب کے ہاتھ میں ہتوڑا دیکھ کر کہیں گے کہ یہ شخص دشمنان حضرت امیرؑ میں ہے اسکو وہاں لیجانا چاہیے کہ جس جگہ دور مخالفین اہلبیت بندھے پڑے ہیں مخاطب سے نیازمندانہ عرض کیا جاتا ہے کہ مطر نہ کسی نوبار کے حوالے کر کے اپنے عقائد سے توبہ کیجئے اور یہ اثبات حقوق اہلبیت بمقابلہ خوارج کوئی دلچسپ مضمون لکھ کر اشتہار

کہ میں نے ہاتھ سے ہتوڑا پھینک کر اُن لوگوں کے سر پر کفش زنی شروع کردی جو کہ ایذادہ رسولؐ و علیؑ و بتولؑ ہوئے تھے اگر مخاطب نے ایسا کیا تو واللہ ہم اُن کا اسباب سر پر رکھ کر اپنے کاندھوں پر چڑھا کر کشتی میں سوار کرادیں گے بصورت دیگر اُس بجلہ پر سوار ہوں جس کے ملاح یزید و مروان ہیں اگر مخاطب زبردستی اس طرف آنا چاہیں گے تو مجبوراً ہم پولیس کو اطلاع دے کر اُن کے ساتھ دوسرا برتاؤ کریں گے ہزار شکر خدا کہ مخاطب کا دعوئے تمسک بہ مخالفت ارجاع آئندہ اس عنوان سے ڈسمس کیا گیا کہ انشاءاللہ تا قیامت گنجایش اپیل نہ رہے گی جو منصف مزاج سُنی اس تحریر کو دیکھے گا اگر سُنیت سے دست بردار ہوا تو بے اعتبار ضرور ہو جائے گا۔

فقرۂ سوم مہتدی بہدیٰ اصحاب کبار مہاجر و انصار

یہ فقرہ بھی صرف ایک دھوکہ اور فریب بازی ہے مخاطب ہرگز آنحضرت کے صحابہ سے حسن وثوق نہیں رکھتے ہیں بلکہ اُنکو بدتر از زنادقہ نابکار جانتے ہیں قرآن خوان آگاہ ہیں کہ مہاجر و انصار کی کلام مجید میں اکثر مواقع پر تعریف وارد ہوئی ہے مگر جناب مخاطب گروہ انصار کو جو کہ محسن مہاجرین تھا ہدایات الرشید میں ہمسلک کفار نابکار لکھا ہے۔ العجب خدا تو انصار کی تعریف فرمائے اور مخاطب اُنکو بدترین خلائق تحریر کریں یہ مضمون دیکھ کر ناظرین کہ اُٹھیں گے کہ ایسا عالم جو کہ اصحاب کا طرفدار ہو کر اہلبیت کے سامنے تھوڑا اسے کھڑا ہے صحابہ کا کیونکر بدخواہ ہوسکتا ہے۔ لہذا اُن کی تشویش دفع کرنے کی غرض سے عرض کرتا ہوں کہ مخاطب با تمیز ہدایات الرشید کے صفحہ (۱۵۱) پر تحریر فرماتے ہیں کہ یوم انتقال سے آنحضرت تیسرے دن دفن ہوئے اور پھر بفاصلہ قلیل صفحہ مذکور پر لکھتے ہیں مسئلہ خلافت بہ نسبت دفن سرور عالم اہم اور ضروری اور خطرناک تھا اگر حضرت کے دفن میں تعجیل نہ کی گئی تو کچھ باک نہیں آپ کا بدن مقدس بگڑنے اور تعفن سے پاک و منزہ تھا اگر دفن نبی کو انتظام خلافت پر مقدم کیا جاتا تو بڑا بھاری اندیشہ اسلام کی برہمی کا لگا ہوا تھا کیونکہ جس طرح انصار کی منشا رہتی اگر اُسی طرح خلافت متفرق ہوتی تو اسلام و اہل اسلام درہم برہم ہو جاتے اہل عقل غور فرمائیں کہ اس فقرہ میں انصار کی کس درجہ توہین ہے گویا در باب خلافت اون کی رائے اسلام کو بیخ و بنیاد سے اُکھاڑنے والی تھی اور جس کی ایسی نقصان رساں رائے ہو وہ بے شبہ بدتر از کافر ہے ہم لوگ اگر بجرم مخالفت اہلبیت کسی صحابی کی شان میں کم و بیش گفتگو کریں تو رافضی کہے جائیں بلکہ بحکم مذہب قابل گردن زدنی تجویز ہوں اور مخاطب

انصار کو برہم زن اسلام کہہ کر فاضل اجل و عالم اکمل کا خطاب پائیں خاندان نبوت پر تو مخاطب نے ہتھوڑا مارا ہی تھا۔ مگر انصار کے سر پر وہ تیز کلہاڑا لگا یا کہ ناف تک پارہ پارہ کر دیا القصہ حقیر نے مخاطب کے تمہیدی مضمون کو اس عنوان سے باطل کیا ہے کہ جس کے معائنہ سے عند العقلا مذہب سنیہ کا کوئی وقار نہ رہے گا پہلا ہی ہاتھ اس زور کا پڑا کہ جس نے تمام ارکان اہل سنت کو ایسا ہلایا کہ جیسے ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء کے زلزلہ نے بعض اقطاع پنجاب کو الٹ دیا تھا۔ اس صورت میں مجھکو کوئی ضرورت دیگر معاملات مندرجہ رسالہ مخاطب کے رد کرنے کی معلوم نہیں ہوتی ہے مگر چونکہ مخاطب نے بقول خود ایسے مضامین بروئے الہام حوالہ قلم فرمائے ہیں جو کہ اُن کے استادوں اور بزرگوں اور جید علماء کو بھی بقول اُن کے نہ سوجھے تھے۔ لہذا یہ میرا جواب پر لطف نگاہوں سے دیکھنے کے قابل ہے کیونکہ الہامی کتاب کا جواب ہے

باب دوم

شیعہ نے ہر کتاب اہل سنت کا جواب دیا ہے اور سنیوں نے با وصف وعدہ انعام آج تک کسی جواب شیعہ کا جواب الجواب نہیں لکھا۔

عبارت معرفۃ الکرامۃ از سطر ۱۲ صفحہ ۳ تا سطر ۳ صفحہ (۴)

ہدایات الرشید الی افحام العنید میر فرزند حسین کے رسالہ کے جواب میں (۸۰۰) صفحہ پر طبع ہو کر شائع ہوئی بحمد اللہ اس ناچیز کتاب کو علمائے حقانی نے قبول فرمایا اور پسند کی اور اکثر بزرگواروں نے مناظرات سنی و شیعہ میں مستند اور امام قرار دیا اور اس کی صرف علماء اہل حق نے ہی قدر نہیں فرمائی انصاف پسند اہل تشیع نے بھی اسکو وقعت کی نظر سے دیکھا بلکہ اگر میں یہ دعوے کروں کہ میرے مخاطب میر فرزند حسین صاحب نے بھی اسکو لاجواب سمجھا تو کچھ بے موقع نہیں سترہ برس اس کی اشاعت کو ہو گئے اور آج تک برائے نام بھی اُنھوں نے یا کسی نے جواب کا نام نہ لیا غالبًا اُن کی حیا اور انصاف نے اجازت نہ دی ہوگی کہ ایسے صریح حق کے جو آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہے اور ایسے مضبوط دلائل کے جو پہاڑ سے بھی زیادہ مستحکم ہیں باطل کرنے اور توڑنے پر کمر باندھی جائے تو اُن کے قاعدہ مسلمہ کی رو سے یہ کتاب لاجواب ٹھہری والحمد للہ علی ذالک

جواب متمسک بالثقلین سجاد حسین

اس عبارت میں مخاطب بانمبر نے اپنی مولفہ کتاب ہدایات الرشید کا سبب تالیف بیان فرما کر لکھا ہے کہ

حضرات شیعہ سے کسی نے اُس کے جواب کا نام نہ لیا وجہ یہ تحریر فرماتے ہیں کہ دلائل مندرجہ ہدایات الرشید
چونکہ پہاڑ سے زیادہ مستحکم ہیں لہذا شیعہ کو اس کے ابطال پر جرأت نہوئی لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ کتاب مذکور
سکوت شیعہ کے سبب سے لاجواب کہے جانے کے قابل ہے جناب مخاطب کا یہ فرمانا کہ دلائل مندرجہ ہدایات
الرشید چونکہ پہاڑ سے زیادہ مستحکم ہیں لہذا کسی شیعہ کو جرأت جواب نہیں ہوئی بالکل غیر صحیح و ناقابل التفات
ہے مخاطب نے کتاب موصوف میں کوئی ایسا اچھوتا اور نادر مضمون بیان نہیں فرمایا جو کہ تحفہ و منتہی الکلام
وآیات بینات و ہدایۃ الشیعہ وغیرہا کتب مناظرہ میں نہ آیا ہو اس امر کی شہادت کے لئے کہ جملہ معاملات
نزاعی طے شدہ ہیں خود مخاطب کے بیان سے جو کہ ہدایات الرشید کے صفحہ ۳ پر بہ ایں الفاظ درج ہے۔
کوئی مسئلہ مختلف فیہ ایسا باقی نہیں رہا کہ علمائے فریقین نے کماحقہ اُس کی بحث و تفتیش اور بخوبی چھان
بین نہ کی ہو اور جد و جہد کو اُس کی تحقیقات میں غایت قصوی کو نہ پہنچایا ہو استشہاد کیا جاتا ہے۔ ہرگاہ
حسب اقرار مخاطب کوئی مسئلہ علمائے فریقین کی بحث تفتیش سے خارج نہیں رہا۔ سب تحقیقات میں مرتبہ تکمیل
حاصل کر چکے تو ہدایات الرشید میں وہ کون امر لکھا گیا جو کہ قید بالا سے خارج ہے آنحضرت آپ کے علماء و
اعلام و فضلاء کرام نے جتنی باتیں پیش کی تھیں اُن سب کو علمائے شیعہ نے رد فرما دیا جناب کی کتاب میں
وہی مضامین مردودہ و مقدوحہ تحریر تھے۔ لہذا کوئی ضرورت جواب نہ تھی کہ خواہ مخواہ تحصیل حاصل کا الزام
اٹھایا جاتا۔ ہاں جن باتوں کو علمائے سابقین نے نہ لکھا تھا اور مخاطب خوش فہم نے اپنی جودت طبیعت
سے حوالہ قلم فرمایا تھا ان سب کو حقیر نے اپنے بعض رسائل میں عزت جواب سے سرفراز کر دیا ہے جن کا
مفصل ذکر آ چکا ہے۔ اتفاقات وقت سے مضامین ہدایات الرشید کا ابطال بھی حقیر ہی کے حصہ میں آیا
اور مطرقہ کا جواب بھی بہ تخفیف ہی لکھ رہا ہے گویا قدرت نے مخاطب کے لئے ہر فرعونے را موسئے شیعہ بات
سے ایسا شخص تجویز کیا جو کہ جہلا میں اعلیٰ درجہ رکھتا ہے بہنوں کے اپنے عالم سے جس پر ورود الہام ہوتا ہے
شیعہ کے جاہل بلکہ اجہل کا مقابلہ ناظرین دیکھیں۔ میں اپنے ایمان سے لکھتا ہوں کہ عربی بالکل نہیں جانتا اور
فارسی بہت تھوڑی اور وہ بھی بے قاعدہ پڑھی ہے اردو جو کہ زبان مادری ہے اُس کے قواعد سے نابلد
محض ہوں با ایں ہمہ اسوقت تک مختلف مضامین کے (۴۰) رسالہ لکھ چکا ہوں اور سب بعنایت الٰہی مقبول
طبائع خاص و عام ہوئے اہل نظر دیکھیں کہ موالیان آل محمد کا خادم فرزند عمر یہ کے عالم کو کیسا نیچا دکھاتا ہے
الحق یعلو ولا یعلیٰ کی کیسی تصدیق ہوتی ہے۔

تفصیل مضامین ہدایات الرشید جن کو حقیر نے باطل کیا ہے

مقام اول

ہدایات الرشید کے صفحہ ۳ پر مخاطب رقمزن ہوئے ہیں کہ سنی شیعہ پر غالب ہیں اور بوجہ مغلوب ہونے کے گروہ شیعہ مشرک ہے بہ ثبوت شرک شیعہ آیہ وافی ہدایہ ہو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ ولوکرہ المشرکون پیش فرمائی ہے یہ آیت غلبہ اسلام کی خبر دینے والی ہے حقیر نے رسالہ تصویر غالب ومغلوب مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی میں یہ بات ثابت کردی ہے کہ بروئے حجت شیعہ سنیوں پر غالب رہے ہیں نیز یہ بھی دکھلایا گیا ہے کہ جناب مخاطب علم تفسیر سے بے خبر ہیں اُن کو مطلق اطلاع نہیں کہ یہ آیت کس وقت اپنا اثر دکھلاکر مثبت غلبہ اسلام ہوگی مفسرین اہل سنت کے بیان سے رسالہ مذکور میں ثابت کردیا ہے کہ بوقت ظہور مہدی و نزول عیسیٰ علیہ السلام تمام ادیان باطلہ نیست ونابود ہوجائیں گے اور دین محمدی سب پر غلبہ پاجائے گا وہ وقت آیہ موصوفہ بالا کے اثر کا ہوگا۔ نہایت افسوس ہے کہ تنا بڑا عالم اہل سنت جس پر دمادم ورود الہام ہو اپنی تفاسیر سے بے خبر ہو کر اہل قبلہ کو مشرک بتلائے۔ عقلا جانتے ہیں کہ جو شخص آیات قرآن کی تفسیر بالرائے کرے وہ مسلمان نہیں سمجھا جاسکتا حقیر نے وجوہ غلبہ شیعہ با تمامہا حوالہ قلم کی ہیں کہ آج تک جناب مخاطب سے اُسکا کوئی جواب نہ ہوسکا۔ حالانکہ میر محمدی حسین صاحب رئیس لکڑولی ضلع مظفر نگر نے تصویر مذکور کے خاتمہ پر تحریر فرمایا ہے کہ جو شخص وجوہات غلبہ شیعہ کو باطل کردے گا اسکو مبلغ ۲۵ ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا مطبع یوسفی دہلی سے دو مرتبہ رسالہ مذکور چھپکر شائع ہوا مگر مخاطب یا اُن کے کسی ہم مشرب کو یہ جرأت نہوئی کہ حسب مفاد آیہ بالا برد مضامین مندرجہ تصویر سنیوں کا غالب ہونا ثابت کرکے زرکثیر سے جیب بھرتے اشاعت ابتدائی پر شیخ احمد صاحب مرحوم مصنف انوار الہدیٰ کے خسر پورنے بمقام دیوبند جناب مخاطب کو وہ رسالہ دکھلاکر گذارش کیا کہ جناب آپ کی ذی عزت کتاب کے دیباچہ کا یہ رد ہے اس کا جواب دے کر مبلغ خطیر داخل خزانہ کیجئے اور اپنی زندگی میں وقعہ کتاب کو برباد ہونے دیجئے مگر افسوس کہ مخاطب ممدوح کو تصویر کے لاینحل مطالب نے سوائے آہ سرد بھرنے اور لمبی سانس کھینچنے کی کوئی راہ نہ بتلائی عقلائے اہل سنت غور فرمائیں کہ جس شخص کو آیات قرآن کا شان نزول و مطلب معلوم نہو اور بیجا طور پر بمقابلہ شیعہ برسر مخاصمہ ہو وہ کیونکر فیض یافتہ علم غیبی کہا جاسکتا ہے۔

ناظرین مشتاق رہیں انشاء اللہ حضرت مخاطب کی وہ گلُریزیاں جوکہ ہدایات الرشید میں کی گئی ہیں اور جنکا جواب اپنے رسائل میں حسب موقع حقیر نے لکھا ہے دکھلاتا ہوں اُن کے معائنہ سے معلوم ہو جائے گا کہ حضرت کی تحریر کسی غوث یا قطب کی روحانی تائیدسے ترتیب پذیر ہوئی ہے ملک چین کا دستور ہے کہ اگر کوئی شخص ایسی تصنیف کرے جوکہ مصنف کے سامنے ردّ و باطل ہو جائے اور پھر وہ اُسکا دفعیہ نہ کرسکے تو پچاس بانس اُس کے چوتڑوں پر مار کر ملک سے نکال دیا جاتا ہے اگر وہ قانون اُس ملک میں جاری ہوگیا تو خوف کیا جاتا ہی کہ بجرم عدم جواب وہی تصویر غالب و مغلوب مخاطب سے کوئی سنگین زناد کیا جائے دیکھو اصل الحقیقت بر ردّ الحقیقت مولفہ حقیر مطبوعہ لاہور کو جس میں اُس اخبار کا مضمون درج کیا گیا ہے جس میں رواج چین تحریر ہی

مقام دوم مندرجہ ہدایات الرشید

حق الیقین میں لکھا ہے کہ بعد ضبطی فدک جناب سیدہ نے حضرت امیرؑ سے کہا کہ مجھ پر ابوبکر نے ظلم کیا اور آپ گھر میں بیٹھ رہے ۔ بڑے بڑے پہلوانان عرب و سرکشان کفار کا آپ نے سر نیچا کیا مگر ان گرگان تیز دندان کی مدافعت میں کوشش نہیں کرتے از روئے مصلحت بعض کلمات درشت بھی کہے مثلاً مانند جنین در رحم پردہ نشین شدہ و مثل خائبان در خانہ گریختہ مخاطب نے بجائے خائبان خائنین لکھ کر واد خیانت دی رسالہ تعزیر دلپذیر مولفہ خود مطبوعہ لاہور میں حقیر نے اس کے متعلق پوری بحث کرکے دکھلایا ہے کہ یہ شخص نقل عبارات میں باتباع کاذبین و غادرین و خائنین و ائمہ و پیشوایان خود بددیانتی کرتا ہے پس جو شخص کہ نقل عبارات بلکہ صرف الفاظ میں خیانت کرے وہ ارباب تصانیف میں کوئی کمیز نہیں پاسکتا بلکہ بہ ذیل ارباب خیانت معدود ہو کر اہل دانش کی نظر سے گر جاتا ہے تعجب ہے کہ ملہم غیبی نے ایسے شخص کو مدد دی جس کا مذہب حق پوشی و ناحق کوشی ہے ۔

مقام سوم ہدایات الرشید

مخاطب درباب بحث فدک لکھتے ہیں کہ ہمارے علمائے سابقین نے غلطی اُٹھائی کہ مقدمۂ فدک میں بعض سیدہ کو اہل نفسانیت میں شمار کرکے جواب دہ ہوئے کیونکہ ایسا کہنا فاطمہ کی طہارت و نظافت میں دھبہ لگاتا ہے ہمکو وہ راہ اختیار کرنی چاہیے کہ جس سے ابوبکر الزام سے بری ہوں اور دختر نبی کی عزت میں کوئی فرق نہ آئے

حقیقت الامر یہ ہے کہ جناب سیدہ نے بوجہ جہالت و لاعلمی خلاف شرع مقدمہ دائر کیا تھا جبکہ اُنکو صدیق اکبر کے ارشاد سے معلوم ہوا کہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا تو اُن کو اس بات پر ندامت ہوئی کہ مینع مخالف شرع دعوے کیوں پیش کیا کہ جس کا انجام سوائے خجالت و جہالت اور کچھ نہوا ہدایات الرشید کا صفحہ ۴۹ سطر ۱۹ دیکھو انشاء اللہ تحریر حقیر کو صحیح پاؤ گے۔ رسالہ تقریر دلپذیر میں حقیر نے توجیہات مخاطب پر پوری بحث کی ہے مسلمان صاحبان بلا جنبۂ مذہب توجہ فرمائیں کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم امت کو چلتے وقت قرآن و اہلبیت کے حوالہ کریں اور وہ بجائے خود ایسے جاہل ہوں کہ مدعی بنکر عدالت میں خلاف شرع دعوے دائر کرکے غایت حجاب سے ندامت کش ہوں ناظرین اگر ممکن ہو سکے تو رسالہ تقریر دلپذیر کو ضرور دیکھیں عجیب طرح لطف پائیں گے مخاطب کے مایۂ ناز رسالہ ہدایات الرشید کی خوب خوب قلعی کھولی گئی ہے واقع میں اسلام صحیح اسی کو کہتے ہیں جس سے اہل سنت لیئے ہوئے ہیں۔ خاندان نبوت کی خوب عزت بڑھاتے ہیں بروز حشر رسولپاک کی خدمت میں تین گروہ پیش ہونگے ایک کہے گا کہ یا حضرت ہم غلاموں نے بایماء حدیث ثقلین آپ کے اہلبیت اور خصوص سیدہ و حضرت امیرؑ کو معصوم سمجھا اور ہمیشہ اُن کے دشمنوں پر نفرین کرکے مخالفین کی ارواح خبیثہ کو سنان لعن وطعن سے مجروح کرتے رہے سنیان زمانۂ قدیم جنکو مخاطب نے غیر محققین لکھا ہے عرض کریں گے کہ ما بندگان نے معاملۂ فدک میں آپ کی صاحبزادی کو جسکو حضور بضعۃ منی فرمایا کرتے تھے اہل نفسانیت کا سرگروہ قرار دیا محققین جن میں مخاطب بھی داخل ہیں عرض پیرا ہونگے کہ غالباً الزام نفسانیت قائم کرنے میں آپ کی صاحبزادی کی طہارت و نظافت میں فرق آتا تھا۔ لہذا فدویان نے اُنکو جاہل مسئلہ شرعی قایم کرکے اہل ندامت کی فرد میں داخل کردیا۔ سنیوں کے محققین و غیر محققین سے اپنے خاندان کی یہ عزت سنکر رسول مقبول بہت ہی خوش ہونگے اور بشگفتہ خاطری فرمائیں گے کہ بے شبہ تم بڑے ادب شناس ہو اور حدیث ثقلین کے معنی خوب ہی سمجھے اب امیر معاویہ کے کمرہ میں چلے جاؤ صدیق و فاروق بھی تمکو وہیں ملیں گے تم سب ابد الآباد ایک جگہ رہو گے۔

مقام چہارم ہدایات الرشید

شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے تحفہ کے باب دہم میں بہ مقام بحث فدک لکھا ہے کہ جناب سیدہ و حضرت ابوبکر میں جو نزاع واقع ہو گیا تھا وہ بالآخر منجر بہ صلح و صفائی ہو کر رفت و گذشت ہو گیا تھا۔ چنانچہ شیعہ کی معتبر

کتاب میں جس کا نام مجاجُ السالکین ہے سیدہ کا ابوبکر سے رضامند ہونا لکھا ہے علمائے شیعہ نے جواب دیا کہ کوئی کتاب بنام کی نہیں شاہصاحب نے غلط ثبوت دکھلایا۔ مخاطب فرماتے ہیں کہ بے شبہہ شیعہ کا انکار مجاجُ السالکین سے صحیح ہے کوئی کتاب اس نام کی دفتر شیعہ میں موجود نہیں۔ کاتب تحفہ کی غلطی سے ایسا لکھا گیا دراصل وہ کتاب جس میں سیدہ کی رضامندی ہے مصباح السالکین ہے اسکا نہایت دلچسپ اور قابل قدر جواب حقیر نے رسالۂ مُسکت المخالف مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی میں دیا ہے۔

مقام پنجم ہدایاتُ الرشید

مخاطب نے عبارت حق الیقین سے یہ نتیجہ اخذ فرمایا ہے کہ محارم سے کپڑا لپیٹ کر وطی کرنا شیعہ کے یہاں یقینی حرام نہیں بلکہ احتمالی ہے اُسکا جواب حقیر نے ایک پورے رسالہ میں دیا ہے۔ جسکا نام دبحث لفِّ حریر ہے)

مقام ششم ہدایات الرشید

مخاطب نے لکھا ہے کہ ہم نے خدا و آئمہ و انبیا کی شان میں جو ناشائستہ کلمات لکھے ہیں وہ سب بربنائے مذہب شیعہ ہیں اس عُذر کا جواب رسالہ تقریر دلپذیر میں دیا گیا ہے۔

مقام ہفتم ہدایاتُ الرشید

مخاطب جلیل القدر نے تحریر فرمایا ہے کہ آنحضرت نے جو بموجب حدیث مندرجہ بخاری و مسلم بارہ خلفا کی خبر دی ہے وہ جملہ خلفا رصالح و ابرار اور اپنے دشمنوں پر غلبہ حاصل کرنے والے اور باغ اسلام کی رونق دینے والے تھے۔ حقیر نے رسالہ اصل الحقیقت بردّ الخفیفت میں اسُ کی مفصل تشریح کی ہے۔

مقام ہشتم ہدایاتُ الرشید

جناب نے حضرت ام کلثوم سلام اللہ علیہا کے عقد کی بھی ایک مختصر بحث کی ہے اسُ کا جواب حقیر نے نہایت تفصیل سے دیا ہے ایک رسالہ مسمیٰ بہ شرح کنز مکتوم بعزز خاص اس واقعۂ عقد کے متعلق ترتیب دیا ہے جو کہ مطبع یوسفی دہلی میں طبع ہوا ہے۔

مقام نہم ہدایات الرشید

مابین سنی و شیعہ اسباب ہیں کہ بعد ضبطی فدک حضرت ابوبکر سے سیدہ ہمکلام ہوئیں یا نہیں گفتگوئے عظیم پیش ہے ارباب صحاح بخاری و مسلم و دیگر علمائے متقدمین لکھتے چلے آئے ہیں کہ جناب فاطمہ خلیفہ اول سے بحد سے ناراض ہوئیں کہ قطعاً کلام کرنا چھوڑ دیا اہل سنت نے عدم مکالمت کی یہ وجہ ظاہر کی ہے کہ سیدہ نے درباب وراثت

پھر کلام نہیں کیا اور بانوں میں ہمکلام ہوتی رہیں مخاطب چونکہ سخن تراشی میں ازبس مشتاق ہیں اُنھوں نے علل شرائع کتاب شیعہ سے سیدہ و جناب ابوبکر کا باہم کلام کرنا ایک خاص عنوان سے ثابت فرمایا بحوالۂ کتاب موصوف لکھتے ہیں کہ قریب زمانہ وفات سیدہ شیخین نے دروازۂ فاطمہ پر حاضر ہوکر عذر مافات کرکے اپنی خطار کا معاف کرانا چاہا لیکن وہ رضامند نہوئیں۔ بجواب عذرات شیخین فرمایا کہ میں بروز حشر خدا سے تمھاری شکایت کروں گی اور اُن جرائم کی جلکو تم میرے مقابلہ میں کرچکے ہو کبھی معافی نہ دونگی مخاطب باکمال فرماتے ہیں کہ شیعہ کا وہ اعتراض اُٹھ گیا کہ سیدہ نے تا دم مرگ کلام نہ کیا تھا دیکھو اس تقریر کا واقع ہونا مثبت کلام ہے سبحان اللہ کتاب شیعہ سے کیا اچھا ثبوت دیا جو کہ صریحًا بحق شیخین شدید مضر ہے تقریر دلپذیر میں جتنی لے اس بحث کو نہایت بسط سے لکھا ہے۔ تعجب ہے کہ مخاطب نے کتاب شیعہ سے بہ ثبوت ہمکلامی کیوں امداد لی اس عنوان سے بایکدگر کلام کرنا تو سنیوں کے نزدیک بھی مسلم ہے۔ چنانچہ ابوبکر جوہری نے کتاب سقیفہ میں لکھا ہے۔

قالت فاطمۃ لا بی بکر لا کلمتک ابدًا قال ابوبکر لا ہجرتک ابدًا قالت واللہ لا دعون اللہ علیک قال واللہ لا دعون اللہ لک فلما حضرتہا الوفات اوصیت ان لا یصلی علیہا فدفنت لیلاً حاصل یہ ہے کہ جب ابوبکر سے جناب فاطمہ رنجیدہ ہوئیں تو وہ اُن کے پاس گئے اور عذرات کئے تب فاطمہؑ نے ابوبکر سے کہا کہ میں کبھی تجھ سے کلام نہ کرونگی ابوبکر نے عرض کیا کہ میں گاہے آپ سے مفارقت نہ کروں گا۔ فاطمہؑ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں تیرے حق میں دعائے بد کرونگی۔ ابوبکر نے جواب دیا کہ میں آپ کے لئے دُعائے نیک کروں گا پس جبکہ اُن کا وقت وفات نزدیک پہنچا تو آپ نے وصیت کی کہ ابوبکر میرے جنازے پر نہ آئے اور نہ نماز پڑھائے اور رات کو دفن کی گئیں صاحب ہدایات الرشید نے جو یہ ثبوت کلام مضمون پیش کیا ہے اُسپر مجکو ایک نقل یاد آگئی ایک امیر نے پانچ روپیہ ماہوار پر شترخانہ میں ملازم رکھا اضافہ تنخواہ میں یہ شرط قرار پائی کہ اگر اپنی حسن خدمات سے آقا کو خوش کیا تو ترقی دی جائے گی ملازم صاحب کو وہی روز نوکر ہوئے گذرے تھے کہ اونٹ گم کردیا ادھر اُدھر بہت سٹ پٹائے ہوئے پھرے کہیں پتا نہ لگا۔ عقیل ازبس تھے بہ فراست سمجھے کہ بالاخانہ پر تھانودں میں پودینہ لگا ہوا ہے عجب نہیں کہ اُس کی بو سونگھ کر وہاں پہنچا ہو۔ گھبرائے ہوئے کوٹھے پہ چڑھے۔ میاں سے پوچھا کہ حضور یہاں خاصے کا اونٹ تو پودینہ چرنے نہیں آیا۔ امیر صاحب اُس کی اس احمقانہ سُراغ رسانی پر قہقہہ مار کے ہنس پڑے آقا کا ہنسنا تھا کہ ان کا کام بنگیا دست ادب باندہ کر عرض کیا کہ حضور میری کارگذاری سے خوش ہوئے اب تنخواہ بڑھایئے عجب نہیں کہ اہل سنت اجماع کرکے یہ مسئلہ

ثبوت مکالمت سیدہ والوبکر صاحب مخاطب کی خدمت میں کچھ نذرانہ پیش کریں واہ جناب مخاطب صاحب کیا کہنا ہے کتنا خوبصورت ثبوت پیش کیا ہے۔ قصہ مختصر یہ چند باتیں ہدایات الرشید کی جس پر مخاطب کو کمال ناز ہے بطور نمونہ دکھلائی گئیں ورنہ اس کے اکثر مقامات کا رد میں نے اپنے رسائل میں لکھدیا ہے۔ اگر حضرات مخاطب امورات بالا مندرجہ کتاب خود کا رد لکھ کر ایک فہرست ہمارے پاس بھیجدیویں اور لکھیں کہ ان ان امور پر علمائے قدیم سینہ نے بحث نہیں کی اور ہمارا ہدایات الرشید کے صفحہ (۳) پر یہ لکھنا غلط ہے کہ کوئی مسئلہ ایسا نہیں جن پر علمائے قدیم نے بحث نہ کی ہوالی آخرہ بلکہ فلاں فلاں امر مندرجہ ہدایات الرشید خارج از بحث رہا ہے اس وقت ہم جواب دینے کے لئے تیار ہوجائیں گے تمام ہدایات الرشید انھیں مضامین بارینہ سے بھری ہوئی ہے جو کہ اہل سنت کی کتب قدیم میں درج ہوکر بہ کرات ومرات رد و باطل ہوچکی ہیں جن کی تفصیل آیندہ آنے والی ہے۔ پامال مضامین پر یہ ناز وتبختر سوائے مخاطب کے اور کسیکا کام نہیں ہے باحیا ہوتو امورات غیر طے شدہ کی فہرست فوراً بھیجو ورنہ چپ ہوکر سوجاؤ

عبارت مطرقۃ الکرامۃ از صفحہ ۴ سطر ۳ تا سطر ۲۰ صفحہ مذکور

ہدایات الرشید میں مذہب تشیع خصوصاً امامت کے بطلان کے متعلق بحمد اللہ تعالےٰ عجیب وغریب مضامین لکھے گئے ہیں مگر اس کی تالیف کے زمانے میں ایک مبسوط مضمون اصول مذہب تشیع کے بطلان کے بارہ میں اجمالی طور پر میرے کاخ دماغ میں گو بجا کرتا تھا جس کی تفصیل کو بندۂ عاجز اپنے دست اختیار سے باہر سمجھتا تھا۔ کیونکہ مجھ جیسے بے پایہ کے قلم سے ایسے عالی مضامین کا نکلنا جو علمائے متقدمین رحمۃ اللہ کے قلم سے بھی نہ نکلے ہوں اور میری ناقص طبیعت کی وہاں تک رسائی ہونا جس جگہ ان کی عالی توجہ اور بلند پرواز التفات نے رسائی نہ فرمائی ہو ناممکن اور قریب محال تھا کیونکہ **بیت** پشہ چہ باشد کہ پرد برفلک + مورچہ باشد کہ دود با ملک۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی خیال کرتا تھا کہ ہدایات الرشید الی افحام العنید میں جو عجیب وغریب لاجواب بحثیں اور نئے انداز کے دلایل اور بلند مضامین میرے قلم سے نکلے ہیں وہ بھی تو کچھ میری طبیعت زا نہیں ہیں اور اُن کا ظہور کچھ میرا کمال اور نتیجہ ذہن وذکا نہیں ہے بلکہ بموجب **ﺳﮧ** در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند + آنچہ استاد ازل گفت ہماں میگویم بہ برکت توجہات حضرت مخدوم العالم مجدد دین متین وارث علوم نبوت جامع بین الشریعۃ والطریقۃ

مصداق شعر ؎ بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق + ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن
جو مضمون مبدء فیاض سے قلب میں بلا اختیار انقاد ہوتا تھا اُس کا ظہور قلم سے ہو جاتا تھا ور نہ ؎
کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل + نسیم صبح تیری مہربانی + اسی طرح جب کبھی حضور کی نظر کیمیا اثر اسطرف
پھرے گی یہ اجمالی مضامین بھی تفصیلی لباس میں جلوہ آرائے عالم ہو جائیں گے چنانچہ ہدایات الرشیہ
کے اختتام و اشاعت کے بعد زمانۂ دراز گذر گیا ادر ضعف پیری طبیعت پر غالب ہو گیا اور شغلۂ تدریس زیادہ
بڑھ گیا فراغت معدوم ہو گئی اور وہ اجمالی مضمون ذہن میں سے ایسا نکل گیا گویا کبھی ذہن میں آیا ہی
نہ تھا بلکہ نسیاً منسیا ہو گیا اور یقین ہو گیا کہ اب وہ مضمون کی طرح میرے قلم سے ظہور پذیر نہ ہو سکیگا
ناگاہ رحمت عامہ حضرت او ند تعالے شانہ جو محتاجوں کی طرف کبھی کبھی متوجہ ہوا کرتی ہے متوجہ ہوئی
اور اس نے ایسے اسباب فراہم کر دئے جنھوں نے اس مسودہ مضمون ذہول شدہ کے ظہور پر
مجبور کیا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایک سنی بچہ بھولا بھولا نئی روشنی والا ساکن سیتھل منور رائے
بریلی جس نے اپنی عمر کا بڑا حصہ تحصیل انگریزی میں صرف کرکے ایف اے کی ڈگری حاصل کی اور اپنی سعی
اور کوشش کو اسمیں خرچ کیا تھا۔ مذہبی اصول و فروع سے بالکل ناواقف و ناآشنا تھا۔ نہیں نہیں
صرف آشنا ہی نہیں نہ تھا بلکہ مذہبی قید سے اُس کی طبع میں بمقتضائے رسم زمانہ کسیقدر آزادی بھی
پیدا ہو گئی تھی مناظرہ و مباحثہ کے کوچہ سے بالکل نابلد تھا نہ وہ یہ جانتا تھا کہ مدعا کیا ہے اور نہ اسکو
یہ خبر کہ دلیل کسکو کہتے ہیں نہ وہ اس سے واقف کہ دلیل سے مدعا کیونکر ثابت ہوتا ہے۔ کیس کسی
عیار شیعہ کے اڑنگے چڑھ گیا پھر کیا تھا اسکو ایک بے مثل علامۃ الدہر بنا کر اُس کے نام سے جھٹ ایک
کتاب تصنیف کر ڈالی۔

جواب سجاد حسین متمسک بالثقلین

اس تقریر کا نتیجہ صرف اتنا ہے کہ جناب مخاطب کے کاسۂ سر میں ایک مضمون متعلق بہ ابطال اصول شیعہ
مثل کرم دماغی سنسنایا کرتا تھا جو کہ متقدمین علمائے سنیہ کے قلم سے نکلنا تو در کنار کبھی اُن کے وہم و خیال میں
بھی بقول مخاطب نہ آیا تھا مگر جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے فیض باطنی و نظر رحمت سے اُن کو
ایسے مطالب لکھنے کی جرأت ہوئی اس کلام سے واضح ہوا کہ کارخانۂ قدرت میں یہ حصہ انھیں کے لئے

ودیعت ہوا تھا کاش یہ بزرگ ابتدائے اسلام میں پیدا ہوتے تو اسی وقت اصول شیعہ کا فیصلہ کر دیتے بقول محمد اسحاق سہارنپوری بوجہ عدم ابطال اصول جو شیعہ اپنے کو مرد میدان مناظرہ جان رہے ہیں اور اپنے مذہبی اصول کو اٹل سمجھتے ہیں یہ نہ ہوتا افسوس ہے کہ مخاطب نے بیوقت جنم لیا اگر اول ہی اول [illegible] عالم پر جلوہ افروز ہوتے تو شیعہ کا قلعہ اصول مضبوط دیکھ کر جو ہزارہا سنی اسمیں آباد ہو کر بحق ثلاثہ کم و بیش کہنے لگے یہ کیوں ہوتا نہ معلوم اسوقت تک مخاطب چھپا نہ قدرت میں کس لئے مقید رہے بڑا تعجب ہے کہ اتنی مدت تک علم نے الہام کو کیوں محبوس کیا چودہ سو برس تک عرب و ہند میں ایک شخص بھی اہل جماعت سے ایسا پیدا نہوا جو کہ اصول شیعہ کی دیوار کو جڑ سے گرا دیتا چونکہ اس خدمت کے لئے بارگاہ خداوندی سے مخاطب خاص تجویز کئے گئے اور انہیں کے سر پر یہ سہرا باندھا گیا۔ لہذا میری رائے میں وہ پیران پیر و اجمیر شریف و سنکرہ و چاچڑاں و کمن پور و بہرائچ ۔ و دیوا ۔ و سندیلہ وغیرہ مقامات کے اولیائے ذی کمال سے زیادہ رتبہ رکھتے ہیں میں سفارش کرتا ہوں کہ سنی صاحبان اس زندہ پیر کی حد سے زیادہ قدر کر کے بجائے چادر چڑھاوا کچھ نذرانہ نقد پیش کریں محمد اسحاق صاحب سہارنپوری کا مضمون اول الذکر دیکھ کر حقیر بجائے خود حیران تھا کہ رئیس المتکلمین شیعہ یعنی شاہ صاحب و حیدر علی صاحب و محسن الملک سے بھی بڑھ چڑھ کر اس تاریک وقت میں کوئی شخص صاحب فضل و کمال ہو سکتا ہے مگر مطرقہ کی [illegible] عبارت کیونکہ مجھ جیسے بے مایہ کے قلم سے ایسے مضامین عالی کا نکلنا جو علمائے متقدمین کے قلم سے بھی نہ نکلے ہوں اور میری رائے ناقص کی وہاں تک رسائی ہونا جس جگہ اون کی توجہ اور بلند پروازی [illegible] نے رسائی نہ فرمائی ہو نا ممکن بلکہ قریب محال تھا **بیت** پشہ چہ باشد کہ پرد بر فلک ✦ مورچہ با[illegible] کہ دود با ملک دیکھ کر مجھکو یقین ہو گیا کہ بے شبہہ محمد اسحاق سہارنپوری نے سچی تقریظ لکھی تھی [illegible] بوتل کا کاگ کھل کر تمام مواد الہام مخاطب کے پیٹ میں جا رہا ورنہ وہ خود اپنے اگلے علما سے آگے بڑھنے کا دعوے نہ کرتے چونکہ اہل سنت کے علمائے قدیم کی محنت برباد ہو کر اُن بیچاروں پر عدم ابطال اصول شیعہ کا الزام وارد ہوتا تھا۔ بوجہ ناموری علمائے موصوف الصدر مجھکو ایک نوع کا ملال تھا اور بجائے خود یہ خیال کرتا تھا کہ اب لوگوں کی نظر سے وہ بزرگوار گر کر خاک مذلت میں ملجائیں گے اور چونکہ الحمدللہ نزاعی اصول میں اُن کی طبیعت نے رسائی نہیں کی اور ایک پشہ پر پرواز بلند کر کے بام فلک پر فرشتوں کے ساتھ اڑنا چاہتا ہے بس اب انہیں کا اقتدار ہر کہ و مہ کی نظر میں جم جائے گا اور گذشتہ اہل کمال سے

تو فیر ہو کر سٹ جائیں گے۔ اعور د ابن تیمیہ و ابن روزبہان و بیہقی و ثنا راللہ پانی پتی و ولی اللہ و
شاہ عبدالعزیز و محسن الملک و مولوی محمد قاسم نانوتوی و قاضی احتشام الدین مراد آبادی وغیرہ وغیرہ
علمار کا کوئی نام بھی نہ لے گا۔ لہذا ہیں نے ایک تجربہ کار پنشنر انسپکٹر پولیس کو تعینات کیا کہ وہ کتب خانہ
موجودہ مدرسہ دیوبند میں جا کر کتب مناظرہ ملاحظہ کرکے رپورٹ پیش کرے کہ مضامین مندرجہ مطرقہ
متعلق بہ ابطال اصول شیعہ علمائے اہل سنت لکھ چکے ہیں یا کہ سوائے مطرقہ تا حال کسیکا طائر وہم بھی اس
طرف باز و کشا نہیں ہوا تفتیش کنندہ نے اکثر کتب کے اوراق گردانی کرکے پوری سراغ رسانی کے بعد
بایں خلاصہ رپورٹ پیش کی کہ صاحب مطرقہ نے پُرانی کتابوں سے مضامین چُرا کر غلط طور پر یہ دعوے پیش
کیا ہے کہ علمائے قدیم کی قوت متخیلہ اس طرف نہیں گئی سوائے دھوکہ و فریب و دغا کچھ بھی نہیں چنانچہ جس جس
دوکان میں کوبنیل و بکرپُرانے ہی کھاتے سے نقد رقمیں مخاطب چورمنش نے اُڑائیں یعنی اُن سب کی مفصل
ومشرح فہرست پیش کی پر بلبق اصول رپورٹ جس میں فہرست مذکور منتہی ہے حکم دیا گیا کہ اس ڈکیت کا نام
رجسٹر نمبر ۱۰ میں درج کر لیا جائے اور خفیہ پولیس ہمیشہ نگران رہے آیندہ اگر یہ کوئی ایسی کتاب تیار کرے جسمیں
غیروں کا مال چُرایا گیا ہو اُس کی فوراً اطلاع دے اور ہمیشہ تا طبع جواب مطرقہ اُس کی نگرانی رکھے ایسا نہو
کہ بہانہ زیارت بغداد شریف چلا جائے کیونکہ بعد تکمیل جواب اسپر چند دفعات مثل حلف دروغی و سرقہ و دھوکہ
وفریب قایم کرکے چالان کیا جائے گا میں اپنی تحریر میں فہرست مرسلہ افسر پولیس سے انتخاب کرکے ہر ہر مقام پر
انشاء اللہ ناظرین کو دکھاتا جاؤں گا کہ یہ مضمون فلاں عالم نے لکھا ہے اور ہمارے اُس عالم نے اسکا جواب
دیا ہے اسوقت حضرات اہل سنت پر واضح ہو جائیگا کہ مخاطب نے بہ نظر مروم فریبی ادعاء الہام کرکے اپنے
علمائے سابقین کا افتدار گھٹایا ہے اپنے کیسہ سے کوئی رقم خرچ نہیں کی دوسروں کا جمع کیا ہوا خزانہ اپنی
متاع قرار دے کر بیدردی سے لُٹایا ہے چونکہ میں مخاطب کی دست بُردی کا پتہ دے کر اُن علمار کی روح پر
احسان کروں گا جن کے ذہن کی نارسائی و کوتاہ فہمی کا مخاطب نے اظہار کیا ہے۔ نظر براں اہل سنت سے
ملتجی ہوں کہ حقیر کو محسن علمائے خود سمجھ کر بدیہ داد سے خوشدل فرمائیں اور ایسے شخص کو کبھی بہ نگاہ عزت
نہ دیکھیں جس نے دوسروں کی گٹھڑی اڑا کر مالکانہ حیثیت سے بازار میں دوکان جمائی ہو دریغا چونکہ
علم مفقود ہے۔ عوام کو معلوم نہیں کہ گذشتہ زمانہ میں حامیان مذہب کیا کچھ کر گئے ہیں۔ ہر شخص رسالہ لکھ کر
مدعی ہو جاتا ہے کہ اس امر کے لکھنے میں مجکو تفرد ہے۔ کبھی کسی کو یہ مضامین سوجھے ہی نہیں سنی صاحبوں کے

دروازہ پر زنبیل الہام لئے ہوئے ہر وقت فرشتے کھڑے رہتے ہیں چنانچہ بجوزیں ایک صاحب جن کا نام رحیم اللہ ہے وہ اُس ملایک کے گروہ میں آگئے ہیں جن کے سر پر الہام کی ٹوکری رکھی ہوئی تھی موصوف الصدر نے ایک شیشۂ الہام اتار کر غٹاغٹ پینا شروع کیا اب کیا تھا پورے ولی اللہ ہوگئے درجۂ ولایت پر پہنچکر پہلا حملہ شیعہ پر کیا ایک رسالہ مسمٰی بہ ابطال اصول شیعہ بالدلایل عقلیہ لکھ کر دعوے کیا کہ میں نے بمدد ملہم اصول شیعہ کو باطل کیا ہے۔ شیعہ نے ایک رسالہ احقاق الحق لکھ کر اُن کے سر مبارک سے دستار الہام اُتار لی صاحب احقاق نے جامۂ تفتیش پہنکر ساری قلعی کھولدی جس جس مقام سے مضمون چرا کر انھوں نے کتاب بنائی تھی سب کا پتہ سلسلہ وار لگا دیا اسی طرح حقیر انشاء اللہ مخاطب گرہ کٹ کی غارت گری سے اہل سنت کے علمائے قدیم کی محنت پر اُن کا غاصبانہ و سارقانہ قبضہ نہ ہونے دیگا۔ اسپر بھی اگر حضرات اہل سنت بندہ کے مشکور نہوں اور خالی خولی داد سے بھی مضایقہ فرمائیں تو انتہا کی ناسپاسی ہے۔

عبارت مطرقۃ الکرامۃ از صفحہ ۴ سطر ۱۲ تا سطر ۱۰ صفحہ ۵

حضرات شیعہ کی عام عادت ہے کہ اُن کو کوئی کیسا ہی جاہل سُنی ہاتھ لگ جائے اسکو بڑا عالم مشہور کرکے اس کے نام سے اشتہارات و سوالات شائع کرتے ہیں اُس کے نام سے کتابیں تالیف کرکے اُس کا دل بڑھاتے ہیں اور لذیذ سے لذیذ اور حسین سے حسین گرانبہا متاع کے ساتھ متمتع کرا کر حلقہ بگوش مذہب بنا لیتے ہیں۔ چنانچہ جب اس بچہ کو بہلا پھسلا کر اپنے ڈھنگ پر لے آئے تو اول حکیم امیر اللہ صاحب بریلوی کیخدمت میں بھیجا اور غرض یہ تھی کہ جب یہ بچہ اُن کی مجلس میں جائے گا تو بالضرور حکیمصاحب بوجہ شفقت اسلامی وحمیت دینی کلمات پند و نصیحت فرمائیں گے اور ہمکو موقع ملے گا کہ ہم مشتہر کریں کہ حکیم سے مولانا کاظم علی کی چناں وچنیں گفتگو ہوئی اور فاضل اجل مولانا کاظم علی غالب آئے اور حکیم امیر اللہ صاحب کو جواب نہ آیا اور محض ساکت ہوئے حالانکہ سب جانتے ہیں کہ شیعہ کتنا ہی فاضل ہو جائے اور اجتہاد کے درجہ پر پہنچا ہوا کیوں نہو واقف اہل سنت کا ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتا۔ دیکھو آج تک جس قدر تحریری و زبانی مناظرات فیما بین فریقین واقع ہوئے کیا کسی مناظرہ میں حضرات شیعہ نے کامیابی حاصل کی ہے ہرگز نہیں بلکہ جتنے مناظرات میں مصداق ریولون الدبر، کے رہے ہیں اور کیونکر پیٹھ نہ دیں اپنے آئمہ سے تعلیم ہی ایسی پائی ہے۔ اگر

خدانخواستہ حضرات شیعہ مذہبی مناظروں میں غالب ہو جائیں تو پھر بھی مذہب باطل اور جھوٹا ٹھیرتا ہے۔ کیونکہ آئمہ شیعہ کا جن کے لئے عصمت کا دعوے کیا جارہا ہے کذب لازم آتا ہے۔

جواب تمسک بالثقلین سجاد حسین

تحریر مخاطب میں صرف دو جملہ قابل نظر ہیں لہذا جواب عرض کرتا ہوں

جملہ اوّل لذیذ سے لذیذ اور حسین سے حسین گرانبہا متاع کے ساتھ متمتع کرا کے حلقہ بگوش مذہب بنا لیتے ہیں مخاطب نے بذریعہ آورد نہایت بچا بچا کر خوش اسلوب الفاظ سے یہ بات دکھلائی ہے کہ شیعہ لوگ خوبصورت عورتوں سے طمع متعہ دلا کر سنیوں کو حلقہ بگوش یعنی شیعہ بنا لیتے ہیں مطلب اُن کا یہ ہے کہ صاحب مرۃ الامامۃ جو شیعہ ہوئے ہیں وہ بوجہ لذت متعہ تارک سنت ہوئے ہیں سوائے ازیں مخاطب خوش مزاج و رنگین طبیعت نے یہ الفاظ متنوعہ متعہ پر تعریض کرکے اپنے مقلدوں کی طبیعت کو گدگدایا ہے چونکہ صدہا مرتبہ مسئلہ متعہ زیر بحث ہو کر خاموش کن اہل سنت ہو چکا ہے۔ لہذا کوئی ضرورت نہیں کہ میں اس جگہ خلاف مقصد جواز متعہ پر بحث کروں جناب مخاطب مباحث متعہ دیکھ کر اطمینان پا سکتے ہیں حقیر سے رسالہ بحث متعہ مطبوعہ مطبع ریاض فیض نگینہ ضلع بجنور منگا کر دیکھیں کہ اس نحیف نے کس عنوان شائستہ سے گفتگو کرکے کتب اہل سنت سے متعہ کو ثابت کیا ہے۔ مختصر اسجگہ لکھتا ہوں علامہ سیوطی تفسیر درمنثور میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امیر کا قول تھا کہ اگر جناب عمر متعہ سے لوگوں کو منع نہ کرتے تو کوئی مسلمان کبھی زنا نہ کرتا ہرگاہ حضرت عمر کے ارشاد سے امتناع متعہ باعث افتتاح باب زنا ہوا تو انصافاً تمام زانیوں کے گناہ اُسی کے فرد عمل میں لکھے جانے چاہئیں جس نے متعہ کو حرام کرکے اہل اسلام کو زنا کرنے پر جرات دلائی اگر حضرت عمر ایسا امتناعی حکم جاری نہ کرتے تو دنیا میں ایک رنڈی نظر نہ آتی یہ بات مسلمات سے ہے کہ اکثر شریفوں زمینداروں تعلقہ داروں کے گھر بازاری عورتوں نے خراب کئے ہیں ضرور ہے کہ برباد شدہ زمیندار جن کی جائدادیں بدکاری میں تلف ہوگئیں بروز حشر حضرت عمر کا دامن پکڑیں کہ ان حضرت نے متعہ کو حرام کرکے ہمکو رنڈی باز بنا دیا محشر میں تمام زنازادے حضرت عمر کے سایۂ دولت میں پناہ گزین ہو کر کہیں گے کہ حضور اپنی اُمت کو بچائیے افسوس ہے کہ جس بات میں حضرت عمر پر حلال خدا کے حرام کرنے کا الزام وارد ہوتا ہے اور مسلمانوں کے رنڈی باز ہونیکا مظلمہ اُن کی گردن پر پڑتا ہے اُسکو پر مذاق لفظوں میں ادا کرنے سے مخاطب کو حجاب نہیں آتا۔

جملہ دوم مندرجہ تحریر مخاطب

سب جانتے ہیں کہ شیعہ کتنا ہی فاضل ہو جائے اور اجتہاد کے درجہ پر پہنچا ہوا کیوں نہو واقف کار اہل سنت کا ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتا دیکھو آجتک جس قدر تحریری و زبانی مناظرات فیما بین فریقین واقع ہوئے کیا کبھی کسی مناظرہ میں حضرات شیعہ نے کامیابی حاصل کی ہے ہرگز نہیں بلکہ ہمیشہ مناظرات میں مصداق یولون الدبر کے رہے ہیں اور کیونکر پشت نہ دیں اپنے آئمہ سے تعلیم ہی ایسی پائی ہے۔ اگر خدانخواستہ حضرات شیعہ مذہبی مناظروں میں غالب ہو جائیں تو پھر بھی مذہب باطل اور جھوٹا ٹھیرتا ہے۔ کیونکہ آئمہ تشیع کا جن کے لئے عصمت کا دعوی کیا جاتا ہے کذب لازم آتا ہے فقرات مندرجہ تحریر مخاطب میں تین امر قابل جواب ہیں اول مناظرہ تحریری دوم مناظرہ زبانی۔ سوم یولون الدبر۔ لہذا تینوں باتوں کا جواب ہدیہ نظر ناظرین کیا جاتا ہے۔

جواب امر اول مناظرہ تحریری

اس موقع پر اہل انصاف کو غور کرنا چاہیے کہ مناظرہ تحریری کا مبتدی کون ہوا اور پھر اس ابتدا کی کیا انتہا ہوئی اور مناظرہ تحریری کا میدان کس کے ہاتھ میں رہا واضح ہو کہ سب سے پہلے ہندوستان میں جناب شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے شیعہ کی دن دونی ترقی دیکھ کر نہایت رنج و غصہ سے تحفہ لکھا چنانچہ عالم موصوف دیباچہ تحفہ میں بہ ایں الفاظ رقمطراز ہوئے ہیں۔ باعث تحریر ایں رسالہ و تقریر ایں مقالہ آن است کہ دریں زمان کہ ما در آن نیم دریں شہر کہ ما ساکنانیم رواج مذہب شیعہ بحدے رسیدہ کہ کم خانہ باشد کہ یک دو کس با ایں مذہب راغب نباشد الی آخرہ عبارت صدر سے ظاہر ہوا کہ افتتاح باب مناظرہ ہندوستان میں شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے فرمایا ہے چنانچہ جناب خواجہ الطاف حسین صاحب حالی نے بھی اسکو تسلیم کر لیا کہ شاہ صاحب نے ابتداء بہ مناظرہ کر کے مسلمانوں میں ہمیشہ کے لئے بنیاد فساد قایم کر دی اخبار اثنا عشری دہلی میں خواجہ صاحب کا مضمون ۱۹۰۶ء میں غالباً طبع ہوا ہے شیعہ نے بعد اشاعت تحفہ متعدد جواب دئے مگر اہل سنت نے آج تک اجوبہ تحفہ سے کسی ایک کا بھی جواب نہ لکھا جسکا مفصل ذکر آنے والا ہے بعد شاہ صاحب مولوی حیدر علی صاحب فیض آبادی نے منتہی الکلام لکھی پس ازاں اردو کا زمانہ آیا نونہال حدیقہ سنت مولوی مہدی علی خان صاحب بہادر محسن الملک ترتیب دہ آیات بینات ہوئے ہیں انکے بعد مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند کے سر پر

دستاربندھی اُنھوں نے بذریعہ ہدیۃ الشیعہ میدان مناظرہ میں قدم بڑھایا۔ پھر جہانگیر خانصاحب
شکوہ آبادی نے سر اُبھارا نہایت جوش وخروش سے اظہار الہدٰے کو تحریر فرمایا ابھی ان حضرات
کا جوش فرد ہوا تھا کہ قاضی احتشام الدین نے مراد آباد کی زمین آسمان پر پہنچائی رسالہ نصیحۃ الشیعہ
برنگ تازہ نکالا جب مواد سنیت کو زیادہ ہیجان ہوا الہ آباد میں علمائے کمیٹی کرکے ایک جدید طریقہ
نکالا وہ یہ کہ حضرت امیرؑ کے ایمان میں بحث شروع کردی سنیوں نے اپنے چچازاد خوارج کا سہارا لیکر
ایک مضمون بہ تسمیہ سوال از جمیع علمائے شیعہ چھاپا اُس کے بھی چند جواب دے گئے جب اس پر بھی
تسکین خاطر نہ ہوئی تو مولوی جہاں گیر خانصاحب نے ایک رسالہ مسمیٰ بہ تصدیق مذہب نکالا پھر مولوی
رحیم اللہ بجنوری پر دروازۂ الہام کھلا اُنھوں نے رسالہ ابطال اصول شیعہ لکھا مرزا حیرت دہلوی نے
رسالہ خلافت شیخین لکھ کر شیعہ کو دھمکایا۔ خود جناب مخاطب نے ہدایات الرشید لکھی سوائے ازیں
دیگر چھوٹے چھوٹے مُلّانوں نے بھی کچھ لکھا پڑھی کی۔ مگر در نیولا تحریری مناظرہ کرنیوالوں میں یہ ہی
چند بزرگوار ہیں جنکو ہندوستان میں شہرت حاصل ہے اگر شیعہ نے تمام کتب اہل سنت کا جواب نہ دیا ہو
یا یہ کہ اجوبۂ شیعہ کا سنی صاحبوں نے کوئی رد لکھا ہو تو بے شبہہ ہم لوگ تحریری مناظرہ میں سنیوں سے
گھٹے ہوئے ہیں اور اگر تحقیقات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ کتب اوّل الذکر کے جو شیعہ نے جواب دے
ہیں اُنمیں سے ایک فقرہ کا بھی جواب علمائے اہل سنت سے نہیں دیا گیا حالانکہ اپنی کتابوں کا رد جواب
اُن پر لکھنا ضروری اور لازمی تھا اسوقت بہ آسانی سمجھ لیا جائے گا کہ تمام علمائے اہل سنت بستہ زنجیر
کلام ہیں۔ پس علمائے شیعہ نے ہراک کی گردن میں طوق گران اس مضبوطی سے ڈالا ہے کہ تا قیامت کسی
سے نہ نکل سکیگا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بہ نظر آگاہی عامۃ الناس ایک فہرست میں دکھلایا جائے کہ
کتب اوّل الذکر کے شیعہ نے فلاں فلاں جواب دے کر سنیوں کو خستہ وعاجز بنادیا ہے۔

فہرست جوابات تحفہ باب وار مع دیگر اجوبہ کتب سنیہ

باب اوّل تحفہ کا جواب نزہۃ اثنیٰ عشری وسیف ناصری باب دوم کا جواب نزہہ وتقلیب
المکائد باب سوم کا جواب نزہہ باب چہارم کا جواب نزہہ باب پنجم کا جواب نزہہ وصوارم الہیات
باب ششم کا جواب نزہہ وحسام الاسلام۔ باب ہفتم کا جواب لوارق۔ جواہر عبقریہ نزہہ۔ برہان

سعادۃ۔ عبقات الانوار باب ہشتم کا جواب نزہہ واحیار السنتیہ وصمصام قاطع باب نہم کا جواب نزہہ باب دہم کا جواب طعن الرماح ۔تشئید المطاعن۔ نزہہ بارقہ ضیغمیہ۔ جواب شوکت عمریہ معروف بہ ضربت حیدریہ باب یازدہم کا جواب مصارع الافحام باب دوازدہم نزہہ وذو الفقار وطرد المعاندین۔

جواب منتہی الکلام

چند جلد از انجلہ دو جلد استقصار الافحام مطبوعہ

جواب آیات بینات محسن الملک صاحب بہادر۔ رمی الجمرات ۳ جلد آیات محکمات در دو ابالسہ یک یک جلد

جواب ہدیۃ الشیعہ مولفہ مولوی محمد قاسم نانوتوی۔ تحفۃ الاشعریہ مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی

جواب اظہار الہدیٰ مولوی جہاں گیر خاں صاحب شمس الضحیٰ

جواب رسالہ نصیحۃ الشیعہ قاضی احتشام الدین مرادآبادی۔ انتصار الشریعۃ۔ ورسائل روشنی جس کی زاید از پچاس جلدیں ہیں

جواب تصدیق مذہب مولوی جہاں گیر خاں صاحب۔ توثیق مذہب

جواب منظور الہدیٰ مولفہ منظور حسن رام پور ضلع بجنور

جواب ابطال اصول شیعہ بالدلائل عقلیہ مولفہ مولوی رحیم اللہ بجنوری۔ احقاق الحق لابطال الباطل

جواب الحقیقت مولانا مولوی احمد حسن رسوا بجنوری۔ اصل الحقیقت برد الحقیقت مولفہ حقیر

جواب رسالہ خلافت شیخین مولفہ مرزا حیرت دہلوی۔ دلیل المتحیرین مولفہ حقیر

جواب چند سطور محررہ مولوی محمد قاسم ساکن سنبلہیڑہ۔ رسالہ سجادیہ مولفہ حقیر۔

جواب اشتہار محمد صادق فیض آبادی۔ رسالہ دُرِّ بے بہا مولفہ حقیر

جواب دو سوال مولوی ناظر حسن صاحب وکیل سہارنپور۔ تقریر دلپذیر مولفہ حقیر

جواب مولوی ابو القاسم الہ آبادی۔ مسکت المخالف مولفہ حقیر

جواب اشتہار مولوی مشرف علی خاں صاحب الہ آبادی۔ سرمہ خاموشی مولفہ حقیر

جواب مجمع الاوصاف۔ قواضب الاسیاف

جواب ولایت حسین شاہ ضلع گیا۔ سوال از جمع علمائے شیعہ۔ کشف الحجاب وشفی خوارج وسلتی وعشرۂ کاملہ۔ مبصرہ۔ اخبار۔

تنبیہہ مخاطب باتمیز نے مطرقہ کے صفحہ ۷ الغایت صفحہ ۳۹ سطر ۱ تک تحریر فرمایا ہے کہ شیعہ سے رسوال از جمیع علمائے شیعہ) کا جواب باوصف گذرجانے چار سال کے نہیں دیا گیا افسوس کہ سینوں کا ایسا عالم جسپر الہام کا موسلا دھار مینہ برستا رہتا ہے اور جس کے دروازہ پر فرشتے الہام کی ہتیلی کا دڈرہ کھوے ہوئے بیٹھے رہتے ہیں اور جن کی کمک کے لئے بقول اُن کے حسب تصریح صفحہ ۶ تا سطر ۱۴ - رافع لوائے سنت ہادی قصر بدعت پیشوائے سلطان طریقت مقتدائے رہروان حقیقت سرخیل اہل تجرید وتفرد سالار قافلہ اصحاب توحید وتجرد شیخی وامامی مولوی ونبّدی وسیلہ یومی مخدوم العالم قطب الارشاد مولانا الحافظ الحاج مولوی رشید احمد صاحب موجود ہوں اُنکو باوصف مشغلۂ مناظرہ اتنی بھی خبر نہو کہ رسالہ سوال از جمیع علمائے شیعہ کے بفور اشاعت شیعہ نے دھجیاں اوڑا دی ہیں چونکہ یہ رسالہ مخاطب نے بمدد الہام تحریر فرمایا ہے الہام کنندہ کو اتنی بھی خبر نہوئی کہ سوال مذکور کے اسقدر جواب دئے گئے کہ چھاپہ خانوں کے پتھر گھس گئے اگر ملہم نے غلطی کی تھی تو جناب مولوی رشید احمد صاحب چونکہ کشف وکرامات وسیر افلاک فرماتے رہتے ہیں، وہ ہدایت کردیتے کہ صاحبزادے اس سوال کے شیعہ نے متعدد جواب دئے ہیں اور وہ سب چھپ کر دست فرسود خلایق ہو چکے ہیں آپ ایسا نہ لکھیں ورنہ فرد کا ذبین میں تمہارا نام لکھا جائے گا اور میری قطبیت وولایت کا بنیار جڑسے اُکھڑ جائے گا جو لوگ کہ مجکو ولی اللہ وارباب باطن سمجھ کر پابند سلسلۂ عقیدت ہیں وہ بدظن ہو جائیں گے - حقیر کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس سیار فلک قطب الاقطاب کی نظر سے یہ ہنوڈا نہیں گذرا ورنہ وہ ضرور کہدیتے کہ ہم نے جبرئیل سے سُنا ہے کہ شیعہ نے اس رسالہ کے تمام کو ایسا بگاڑا ہے کہ کوئی موقع جواب نہیں رہا بہر حال اس صورت میں تین آدمیوں پر الزام وارد ہوگا اول مولوی رشید احمد صاحب ولی اللہ پر کہ انھوں نے بزور ولایت طبع شدہ رسائل کا پتہ کیوں نہ بتایا - دوم اگر بلامعائنہ صاحب ممدوح مخاطب نے رسالہ لکھ کر بہ لنظرا قتدار وگرم بازاری موصوف الصدر کے فیض باطنی سے منسوب کردیا تو مخاطب پر غلط سنت دینے کا - سوم تحیف پر بے دجود جوابوں کے حسب صراحت بالا نام تجویز کرینگا - میں اور تمام شیعہ ہر وقت تیار ہیں جسکا دل چاہے ہر اک رسالہ کی دس دس - بیس بیس - پچاس پچاس کاپیاں منگا کر دیکھ لے دیدہ باید - مخاطب روشن دماغ اپنے کلام کی تصدیق میں کیا ثبوت پیش فرمائیں گے - میں منصفین اہل سنت سے پوچھتا ہوں کہ الہام جس کے محمد اسحاق ومخاطب مدعی ہوئے ہیں اسیکو کہتے ہیں کہ جھوٹی باتیں درج کتاب کی جائیں - ممکن ہے کہ شاید بعض بہانہ جو یہ کہدیں کہ وہ جواب

بعد اشاعت مطرقہ لکھے گئے ہوں اور اس وجہ سے عدم جواب دہی کا شیعہ پر الزام لگایا گیا ہو - لہذا ہیں اور تمام شیعہ تیار ہیں انشاء اللہ جمیع رسائل متذکرہ کا وجود مطرقہ کی پیدایش سے سالہا سال پہلا ثابت کر دیں گے - جس کتاب کے اسقدر جواب لکھے گئے ہوں اُس سے قطعی انکار کرنا شان اسلام پر بدنما دھبہ لگانا ہے - خدایا بحق جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ جھوٹے کو جو کوئی بھی امر بحث طلب میں ہو بذیل ملاعنہ بدکردار و داخل دار البوار کرنا جناب مخاطب اور دیگر با انصاف اہل سنت سے التماس ہے کہ جس مذہب کی کتابوں کو شیعہ نے حسب صراحت فہرست بالا بہ ایں عنوان عزت جواب عنایت فرمائی ہو کہ آج تک کسی کو جواب لجواب لکھنے کا حوصلہ ہوا ہے نے قلمدان میں قلم رکھ لئے وہ کیونکر یہ کہنے کا استحقاق رکھتا ہے کہ ہم میدان مناظرہ کی گھوڑ دوڑ میں بازی لیجانے والے ہیں اسوقت اہل سنت کی تمام کتب مناظرہ بیچ پڑی ہوئی ہیں اور شیعہ کے جواب اوپر چڑھے ہوئے ہر اک کو اس طرح مسل رہے ہیں کہ جیسا کشتی گیر پہلوان اپنے مغلوب ردیف کی چھاتی پر سوار ہو کر گھٹنے مار کر رہا ہے اہل سنت شیعہ سے بہ اعتبار جمعیت و دیگر وجوہ چند گونہ ہیں - گو کہ یہ مذہب سوائے شیخ صاحبان و افاغنہ ذی شان تمام اسلامی دنیا کے رذیلوں اور چھوٹی قوم کے مسلمانوں کا مامن و گہوارہ ہے مگر تاہم اکثر حافظ و عالم پائے جاتے ہیں بقدر تعداد شیعہ سے ہر کمال علمی میں بڑھے ہوئے ہیں - افسوس ہے کہ اتنے بڑے پُر دولت اور ذی علم گروہ سے اتنا بھی نہ ہو سکے کہ شاہ صاحب جیدر علی صاحب و محسن الملک وغیرہ کے ہاتھ پیر شیعہ کے شکنجہ کلام سے چھوڑا دیں تمام متکلمین سنیہ کو شیعہ نے زنجیر تقریر میں گرفتار کر کے عبقات الانوار و تشیید المطاعن و استقصاء الافحام وغیرہا کے اونچے اور محکم قلعہ میں بند کر رکھا ہے - ممکن نہیں کہ اُن مقیدان سلسلہ کلام کا کوئی خیر طلب قصد رہائی کر کے قلعہ کے نزدیک آسکے - الحق یعلو ولا یعلیٰ اسی کو کہتے ہیں تھوڑی جماعت کا اتنے ٹڈی دل کے سامنے بروئے حجت غلبہ پانا محض تائید غیبی کا اثر ہے - ہزاروں علمائے اہل سنت نے مقابلہ شیعہ کتابیں لکھیں اور رد باب اصول بقول مخاطب دمحمد اسحاق آج تک کسی کو گفتگو کرنے کا یارا نہوا - اسکو سوائے تفضل باری اور کیا کہا جاسکتا ہے اکثر لوگوں کو ہم نے یہ کہتے ہوئے سُنا ہے - بلکہ حقیقتاً ہندوستانی سنیوں کا اسپر اجماع ہے کہ تحفہ و منتہی الکلام وغیرہ کے شیعہ نے جسقدر جواب دئے ہیں وہ سب ناکافی و دور از بحث ہیں حرف کا غذ سیاہ کر دئے ہیں میں بحلف اشت اہل سنت تسلیم کئے لیتا ہوں کہ تمام اجوبہ شیعہ محض غلط اور خلاف حوالوں پر مشتمل ہیں اور جتنے مضامین اُنمیں لکھے گئے ہیں وہ سب یکسر غلط اور بے

بنیاد ہیں ایسی باتوں کا جو کہ خلاف محض ہوں جواب دیدینا نہایت ہی آسان ہے جسوقت علمائے
اہل سنت اجوبہ تحفہ ومنتہی الکلام وغیرہا کا جواب لکھکر متکلمین شیعہ کی غلطیاں دکھلائینگے۔ ہزارہا شیعہ
رہرو انصاف ہوکر ارواح خلفا سے بدرشتی پیش آنا چھوڑدینگے۔ حضرات شیخین کی ذات اقدس جراحات
دل شیعہ کے ناوک زبان سے تیر جگردوز کھارہی ہے ممنون منت ہوتی۔ کیا بزرگوں کا قید کلام سے چھڑادینا
کوئی جرم ہے جو شخص باوصف امکان اپنے مرشدان طریقت کے جرائم اُٹھادینے میں کوشش نہیں کرتا وہ ناخلف
کہلاتا ہے علمائے سنیہ وخصوص مخاطب یہ حق نہیں رکھتے کہ بروز قیامت شاہ صاحب وغیرہ سے آنکھ ملاسکیں
بفور ملاقات وہ بزرگان دین کہیں گے کہ تم ہمارے کیسے نام لیوا تھے کہ عبقات وغیرہ کے سنگین قلعہ سے ہمکو
نہ چھڑاسکے۔ ہم جسلیجانہ تشنیعات میں پڑے پڑے سڑگئے اور تینے جنرلی مخاطب پر چونکہ آسمان سے
بروئے الہام نزول مضامین ہوتا ہے اور سرتاج ادبا حضرت وحید العصر مولوی رشید احمد صاحب اُن
کی مدد کے لئے موجود ہیں۔ شاہ صاحب وغیرہ مقیدان سلسلۂ کلام کا زیادہ عتاب ہوگا کہ آپ نے باوصف
امداد غیبی اُن مضامین کے رد پر قلم نہ اُٹھایا جو کہ شیعہ نے محض غلط طور پر ہماری تصنیفات کے مقابلہ پر لکھے تھے
میں نیازمندانہ رائے دیتا ہوں۔ جناب مخاطب اپنے علمار کی روح پر احسان کرکے ندوۃ العلمار کے جلسہ میں یہ
درخواست پیش کریں کہ شیعہ کی ہر کتاب کے دس دس جزو جہاں سے وہ مناسب سمجھیں رد کردیویں چونکہ
ہزارہا عالم وہاں جمع ہوتے ہیں ضرور اُنکو غیرت آئیگی اور جواب دینے پر کمر ہمت باندھینگے۔ نتیجہ یہ ہوگا
کہ علمائے سابقین قید شیعہ سے رہائی پاجائیں گے اور ہزارہا باانصاف شیعہ اپنے علمار کی غلطی اور مذہب کی
بے ثباتی پر مطلع ہوکر الفاظ معلومہ کے تیروں سے خلفار کا جسم فگار کرنا چھوڑدینگے شیخین کو مطاعن کی
برچھیوں سے بچانا اور بدراہ لوگونکو نیک طریقہ دکھانا اگر عند اللہ کوئی اجر رکھتا ہے تو تمام ثواب کی
گٹھری مخاطب کے سر پر رکھی جائیگی میدان حشر میں اُن کے سراقدس پر اجر وثواب کا پہاڑ دیکھکر
فرشتے کہیں گے کہ یہ وہی بزرگ ہیں جنپر دنیا میں ابر الہام پر توفگن رہتا تھا اسی کی کوشش سے کئی قیدی
زنجیر کلام سے رہا ہوئے تھے۔ اگر حاضرین ندوہ اتنی جواب دہی کو بھی خلاف شان سمجھیں تو پھر کہئے کہ صرف
تشئید المطاعن کا جو کہ تحفہ کے باب دہم کا جواب ہے رد لکھ دیویں یہ بھی منظور نہ فرمائیں تو محض اتنا
تصدیعہ اُٹھائیں کہ حضرت عمر پر جو سولہ کتب اہلسنت سے سیدہ کے گھر پر آگ لیجانے کا الزام لگایا گیا ہے
اُسی کی صفائی میں دوچار معتبر شہادتیں پیش فرمادیں۔ اسکو بھی اگر جبر ثقیل سمجھیں تو رسالۂ سجادیہ

مؤلفہ حقیر مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی کو باطل فرمادیں جس میں شیخین کا نفاق بخاری ومسلم سے ثابت کیا گیا ہے یہ بھی نامنظور ہو تو رسالہ تحقیق جدید مطبوعہ مطبع ریاض نگینہ ضلع بجنور کی غلطی ثابت کردیں جسمیں حضرت عمر کی ولادت مثل ولید بن مغیرہ غیر طاہر بیان کی گئی ہے - اسکا جواب دینا بھی ناممکن سمجھیں تو تحفۃ الاثنا عشریہ ومعیار الہدیٰ مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی کا ورق آخر دکھا کر کہئے کہ قطب ربانی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ومولوی جہانگیر خاں صاحب شکوہ آبادی بہ جرم تبدیل معنی قرآن دونوں حضرات کافر ہو کر دنیا سے گئے ہیں اور ہر اک کے کفر پر علمائے اہلسنت نے بڑی چوڑی مہریں لگا لی ہیں انھیں کے ذریعے ان کا سے طوق کفر نکالدیجئے - اسپر بھی اگر اُن کی آمادگی نہ دیکھیں تو اپنا اسباب سنی پورہ سے ٹھیلو پر بار کرا کے فوراً بلدہ اثنا عشری میں چلے آئیے اور ایسی مذہب میں ہرگز نہ رہئے جس کی علما بجرم غلط بیانی وافترا پردازی قید شدید میں مبتلا ہوں - الحاصل اگر ہمارے علمار نے کتب اہل سنت کو صحیح طور پر باطل نہیں کیا اور محض لایعنی جواب دئے ہیں اندریں صورت اہل سنت کا جواب نہ دینا بالکل مثبت عجز ودرماندگی سمجھا جائے گا - چنانچہ مخاطب مطرقہ کے صفحہ ۴ سطر ۱ پر لکھتے ہیں گو فضول ہی سمجھ کر جواب نہ دیا جائے تاہم جواب کا نہ لکھنا عجز پر محمول ہو سکیگا - کیوں جناب مخاطب سچ فرمانا شیعہ نے جو جواب آپ کی کتب کے لکھے ہیں اور آپ حضرات اُن کا کچھ رد نہیں لکھ سکے - لہذا بہ قول خود آپ بمقابلہ شیعہ عاجز ہیں یا غالب - بدانست حقیر تحریر صدر پر عادلانہ نظر کر کے کوئی سنی یہ کہنے کا استحقاق نہیں رکھتا کہ اُن کے علما مناظرہ تحریری میں شیعہ کے سامنے کوئی عزت رکھتے ہیں بلکہ ادنی اعقل والا کہہ سکتا ہے کہ وہ میدان کلام سے منزلوں بلکہ فرسخوں ہٹے ہوئے عجز ودرماندگی کے گڑھے میں دم بخود پڑے ہوئے ہیں البتہ بہانہ بازی میں حضرات اہلسنت ازبس مشاق ہیں تحفہ کے جوابوں کی عدم جواب دہی کا جو مخاطب نے ہدایات الرشید میں عذر کیا ہے اُسکو دکھلایا جاتا ہے - تحفہ کے جوابوں کا کیا جواب دیا جائے وہ کتابیں یہ قابلیت ہی نہیں رکھتیں کہ کوئی عالم اہل سنت تصدیعہ جواب اٹھا کر اپنا گرانمایہ وقت صرف کرے - اگر ایسے مختصر حیلہ سے کاربراری ممکن ہوتی تو دنیا میں جواب کا نام بھی نہ لیا جاتا ایک فریق دوسرے کی کتابیں لکھ کر کہدیا کرتا کہ لاحول ولا قوۃ اس نامعقول کتاب کا کیا جواب دوں یہ تو ردیات میں پھینکدینے کے قابل ہے - مطرقہ کے جواب میں ہمکو بھی بہ تقلید مخالف ایسا کہدینے کا استحقاق تھا - مگر استغفر اللہ جو ہماری زبان سے یہ بے معنی لفظ نکلے مطرقہ میں اگر کوئی سچی بات

ہو گی اُسکو قبول کریں گے - جھوٹی باتوں کو رد کردیں گے جیسا کہ تحفہ وغیرہ کا کیا گیا یہ روباہ منشی ہماری ذات میں نہیں کہتے ہیں کہ ایک لومڑی کا گذر انگور کی ٹہنیوں میں ہوا پکے ہوئے خوشہ دیکھ کر دل للچایا منہ میں بے اں پانی بھر آیا بہت اُچھلی کودی - مگر نہ پہنچ سکی بالآخر تھک کر سر نیچا کر لیا اور یہ کہہ کر باغ سے نکل گئی کہ کون دانت کھٹے کرے موئے انگور کچے ہیں۔

جواب دوم مناظرۂ زبانی

تحریری اور زبانی مناظرہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے - تحریر اپنے مقام پر سوچ سمجھ کر کی جاتی ہے اور زبانی میں مثل بیت بازی فوری جواب دینے کی ضرورت ہوتی ہے ورنہ عدالت عنیفہ کی طرح ڈگری ٹھس - قرقی اور گرفتاری وغیرہ سب کا وقوع اسی وقت ہو جاتا ہے - تحریری مناظرہ کے حالات ناظرین ملاحظہ فرما چکے اب زبانی کی بہار دیکھئے - شیخ محمد قاسم ساکن سبھلہیڑہ ضلع مظفر نگر نے سنہ ۹۲ء میں سید بہادر علی شاہ متوطن جلالپور جٹان ضلع گجرات ملک پنجاب کے سامنے قصبہ سبھلہیڑہ میں تحفہ سے دو سوال نقل کر کے پیش کئے ایک خطبۂ جناب امیر مندرجہ نہج البلاغۃ معروف بہ للہ بلاد فلاں جسکو مخاطب نے بھی معرکہ کے صفحہ ۲ سطر ۱۳ پر تحریر فرمایا ہے دوم وہ مضمون جو کشف الغمہ میں متعلق بہ حلیہ سیف ہے اسکا اسی جلسہ میں یہ جواب دیا گیا کہ صاحب کشف الغمہ نے بحوالہ ابن جوزی عالم اہل سنت لکھا ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے حلیہ سیف کے مسئلہ میں حضرت ابو بکر کو صدیق فرمایا ہے - چونکہ تحریر شاہ صاحب کو معتبر سمجھ کر محمد قاسم صاحب نے قیاس فرمایا تھا کہ یہ روایت شیعہ حضرت ابو بکر صدیق تسلیم کئے گئے ہیں لہذا عند المباحثہ ابن جوزی کا نام دیکھ کر اُن کو ایسی ندامت ہوئی کہ فرط حیا سے اب تک آنکھیں زمین میں گڑی ہوئی ہیں خطبۂ للہ بلاد فلاں کا یہ جواب دیا گیا کہ اسمیں تعریف نہیں بلکہ سراسر مذمت ہے نتیجہ میں سنی عالم کو شکست فاش ہوئی ہر دو سوالات کی حقیقت حقیر نے رسالہ سجادیہ مؤلفہ خود میں بہ صراحت بیان کر دی ہے - اسیطرح سیوان ملک سندہ میں مناظرہ ہوا سنی ہارے - شیعہ جیتے کشن گنج ضلع پورنیہ ملک بنگال میں چار سو سُنی بہ جلسۂ واحد شیعہ ہوئے - گجرات صوبہ پنجاب میں ۲۵ گھر قوم اوان کے مع زن و مرد ایکدم شیعہ ہوئے خاص فقیر خانہ پر ۱۲ - جنوری سنہ ۹۴ء کو بہ اجازت حکام ضلع مناظرہ ہوا مخاطب جلیل الشان بھی بزمرۂ علمائے سنیہ اُس جلسے میں موجود تھے - حقیر نے بہ ثبوت کذب و نفاق شیخین ایک رسالہ مسمی بہ سجادیہ لکھ کر عالم اہل سنت سے درخواست کی تھی کہ آپ برد مضامین مندرجہ رسالۂ خلفاء کا با ایمان مرنا ثابت کریں مبلغ ایک ہزار روپیہ کا رقعہ بھی بایں مضمون لکھ دیا تھا کہ اگر آپ نے

ثلاثہ کا ایمان صحیح پر بلا شائبہ ونفاق وفات پانا ثابت کردیا تو میں مبلغ ایک ہزار روپیہ نذر کرکے مذہب اہل سنت قبول کردوں گا۔ عالم اہل سنت نے میرے ایک رسالہ کا مہمل وبے معنی دور از بحث جواب دیا ہر دو تحریری جانچ کے لئے تاریخ اول الذکر مقرر ہوئی اور عہدنامہ جوکہ متعلق بہ مناظرہ بتراضی باہمی مرتب ہوا تھا اس میں یہ قرار پائی تھی کہ جو فریق مغلوب ہو وہ سر جلسہ مذہب بدل کر فریق غالب کا دین اختیار کرے مولوی منفعت علی صاحب دیوبندی وعلامہ رسول پنجابی نے دست بستہ علمائے شیعہ سے جلسہ عام میں استدعا کی کہ عہدنامہ سے تبدیل مذہب کی شرط کو نکالدینا چاہیے بصورت مغلوبیت نہ شیعہ سنی ہوں اور نہ سنی شیعہ علمائے اہل حق نے فرمایا کہ یہ دفعہ ساقط نہیں ہوسکتی جو فریق مغلوب ہوگا اسکو جلسہ میں مذہب بدلنا ہوگا۔ اگر آپ نے دلائل مندرجہ رسالہ سجادیہ کو باطل کردیا تو ہم دم چاریار بھریں گے اور اگر آپ دلائل ووجوہ مندرجہ رسالہ سجادیہ کو نہ اٹھا سکے تو ایک نعرہ حیدری یا حسین کہہ کر ہمارے ساتھ نماز پڑھنا غرضکہ اہل سنت ایسے خوف زدہ ہوئے کہ تبدیل مذہب کی شرط کو پورا نہ کرسکے۔ انتصار الشریعۃ مطبوعہ لکھنؤ میں تمام روداد جلسہ چھپی ہوئی موجود ہے۔ بحمد للہ گروہ ناجیہ امامیہ زبانی وتحریری ہر دو صورت میں گروہ مخالف پر غالب ہے۔

جواب امر سوم یولون الدبر

افسوس ہے علمائے اہل سنت کی نالیاقتی اور بدتہذیبی پر آپ ایسے الفاظ مکروہہ ونا شائستہ کا استعمال کرتے ہیں جو کہ شان شرفاء سے بالکل بعید ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں جسقدر نیچی اور چھوٹی قومیں ہیں اور جن کو اجلاف وارازل اسلام کہا جاتا ہے وہ سب اکثر وعموماً سنی المذہب ہوتے ہیں انھیں نائی۔ قصائی لوگوں سے علماء اٹھتے ہیں گو کہ علم حاصل کرکے ایک نوع کا بہ نظر عوام اقتدار پیدا کر لیتے ہیں مگر بقول بیت
شست وشو سے گر ہوا اجلا رذیل + جامہ اصلی میں ہیئہ رہ گیا۔ شریفانہ بول چال کہاں سے لائیں ناچار انکو انھیں محاورات پر جانا پڑتا ہے جو کہ سفہا اور جہلا میں زیر مشق رہتے ہیں شرفاء اہل سنت مخاطب جلیل القوم سے پوچھیں کہ ایسا نامہذب لفظ بحق شیعہ لکھنے کی کیا ضرورت داعی ہوئی تھی۔ آیا شرافت قومی یا کوئی اور امر چونکہ البادی اظلم مشہور عالم ہے لہذا فرقۂ سنیہ کا ڈگری ہونا انشاء اللہ اس وضاحت سے دکھلاؤں گا کہ مخاطب کا مقام ماتحت بہ ایں بے زبانی اس کی شہادت کے لئے کشادہ دہن ہوجائے گا تحریری وتقریری مناظرات کے واقعات مندرجہ صدر نگاہ کرکے ہر شخص فیصلہ کرسکتا ہے کہ دونوں میں فقرۂ یولون الدبر کا مصداق کون ہے۔ چونکہ مخاطب کے اسلاف میدان جنگ میں رسالتمآب صلی اللہ علیہ

وآلہ کو تنہا چھوڑ کر رو بفرار ہو جانے تھے لہذا مخاطب نے اُن کا عیب چھپانے کے لیے اُس گروہ کو یولون الدبر بتلایا جو کہ بقول محمد اسحاق مداح مطرقہ مرد میدان مناظرہ ہے جنگ حنین سے بھاگنے والوں کو خدا نے سورہ توبہ میں (ثم ولیتم مدبرین) کی صفت سے یاد فرمایا ہے یعنی یہ کہ اے اصحاب محمدؐ ہو گئے تم دبر دکھانیوالے مخاطب کتب تواریخ کو دیکھیں اُن دبر دکھلانیوالوں کا نام فہرست مفرورین میں معلوم ہو جائے گا جو لوگ کہ لڑائیوں میں رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ کو دشمنوں میں تنہا چھوڑ کر اس طرح بھاگے تھے کہ دُبر بسوئے میدان درو بہ سمت نیستان اگر ہم اُن کے پیرو ہیں تو بے شبہ یولون الدبر کے مستحق ہیں ورنہ وہ گروہ اس خطاب کا استحقاق رکھتا ہے جس کے پیشوا ہمیشہ میدان جنگ میں مارتے کے آگے رہے ہیں احد و خیبر و بدر وغیرہ کے واقعات ذی علم مخاطب اپنی ہی کتب میں دیکھیں پورا پتہ چل جائے گا رسالہ مشعل ہدایت معروف بجواب رامپوری میں حقیر نے اُن دبر دکھلانے والوں کے نام لکھدیئے ہیں جو کہ میدان قتال میں نبیؐ کو چھوڑ کر صرف بھاگے ہی نہ تھے بلکہ حسب مفوائے آیہ مبارکہ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل اسلام چھوڑنے پر آمادہ ہو کر کفر اختیار کرنے کیلئے تیار ہو گئے تھے۔ پس جس فرقہ نے ایسے لوگوں کو اپنا ہادی اور پیشوا بنایا جن کی دُبر شل درکوہ مخاطب کی طرف رہتی تھی وہ یولون الدبر کا خطاب پانے کے لایق ہیں اور جن کا بزرگ شاہ مردان و شیر یزدان قالع باب خیبر قاتل عمرو انتر تھا وہ فی الواقع اور بقول محمد اسحاق مرد میدان مناظرہ ہیں ایک اور واقعہ پر مخاطب بے خبر کو مطلع کرتا ہوں۔ ایک جنگ میں حضرت امیرؑ چہرۂ انور پر نقاب ڈالے ہوئے مصروف حرب تھے عمرابن العاص وزیر معاویہ کو خبر نہ تھی کہ غالب من کل غالب معرکہ آرا ہیں غلطی سے سامنے چلے آئے حضرت نے نقاب الٹ دی۔ عمرابن العاص دیکھتے ہی حواس باختہ ہو گئے بھاگنا چاہتے تھے کہ حضور مثل شہباز اُس کے سر پر پہنچ گئے بہادر مذکور نے جان بچانے کا یہ حیلہ نکالا کہ ازار الگ کر کے سُرین برہنہ کر دیئے۔ حضرت نے حیا سے مُنہ پھیر لیا تہذیب المتین مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی کے صفحہ (۱۵۵ و ۱۹۲) پر بحوالہ کتب سنیہ اس واقعہ کے متعلق پوری عبارت نقل ہوئی ہے مخاطب جمیع اہل سنت عمرابن العاص کو یہ لفظ حضرت یاد کرکے بایں وجہ تعظیم کرتے ہیں کہ وہ بزرگ فنون جنگ میں شیخین کے اُستاد تھے چنانچہ تحفہ کے باب ہم میں شاہصاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے حضرت صدیق و فاروق کو عمرابن العاص کے ماتحت قواعد حرب سیکھنے کے لئے کر دیا تھا اُس کے زیر کمان کر دینے کی وجہ یہ تھی کہ وہ مرد واہی و حیلہ جو داو گھات خوب جانتا تھا چونکہ اُستاد کا اثر شاگرد میں لازمی ہے تمام حروب

ثلاثہ کا ایمان صحیح پر بلا شائبہ ونفاق وفات پانا ثابت کر دیا تو میں مبلغ ایک ہزار روپیہ نذر کرکے مذہب اہل سنت قبول کر دوں گا۔ عالم اہل سنّت نے میرے ایک رسالہ کا مہمل و بے معنی دور از بحث جواب دیا ہر دو تحریری جانچ کے لیے تاریخ اولٰی الذکر مقرر ہوئی اور عہد نامہ جو کہ متعلق بہ مناظرہ بتراضی باہمی مرتب ہوا تھا اس میں یہ قرار پائی تھی کہ جو فریق مغلوب ہو وہ سر جلسہ مذہب بدل کر فریق غالب کا دین اختیار کرے مولوی منفعت علی صاحب دیوبندی و غلام رسول پنجابی نے دست بستہ علمائے شیعہ سے جلسہ عام میں استدعا کی کہ عہد نامہ سے تبدیل مذہب کی شرط کو نکال دینا چاہیے بصورت مغلوبیت نہ شیعہ سنّی ہوں اور نہ سنی شیعہ علمائے اہل حق نے فرمایا کہ یہ دفعہ ساقط نہیں ہوسکتی جو فریق مغلوب ہوگا اسکو جلسہ میں مذہب بدلنا ہوگا۔ اگر آپ نے دلائل مندرجہ رسالہ سجادیہ کو باطل کر دیا تو ہم دم چار یار کہیں گے اور اگر آپ دلائل و وجوہ مندرجہ رسالہ سجادیہ کو نہ اٹھا سکے تو ایک نعرۂ حیدری یا حسین کہہ کر ہمارے ساتھ نماز پڑھنا غرضکہ اہل سنت ایسے خوف زدہ ہوئے کہ تبدیل مذہب کی شرط کو پورا نہ کر سکے۔ انتصار الشریعۃ مطبوعہ لکھنؤ میں تمام روداد جلسہ چھپی ہوئی موجود ہے۔ بحمد للہ گروہ ناجیہ امامیہ زبانی و تحریری ہر دو صورت میں گروہ مخالف پر غالب ہے۔

جواب امر سوم یولون الدبر

افسوس ہے علمائے اہل سنت کی نالیاقتی اور بد تہذیبی پر آپ ایسے الفاظ مکروہہ و ناپاکستہ کا استعمال کرتے ہیں جبکہ شان شرفا سے بالکل بعید ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں جسقدر نیچی اور چھوٹی قومیں ہیں اور جن کو اجلاف و اراذل اسلام کہا جاتا ہے وہ سب اکثر و عموماً سنی المذہب ہوتے ہیں انھیں نائی۔ قصائی لوگوں سے علما ہوتے ہیں گو کہ علم حاصل کرکے ایک نوع کا بہ نظر عوام اقتدار پیدا کر لیتے ہیں مگر بقولے ببیت

شست و شو سے گر ہوا اجلاف رذیل + جامۂ اصلی میں ہتہ رہ گیا۔ شریفانہ بول چال کہاں سے لائیں ناچار انکو انھیں محاورات پر جانا پڑتا ہے جو کہ سفہا اور جہلا میں زیر مشق رہتے ہیں شرفا اہل سنت مخاطب جلیل القوم سے پوچھیں کہ ایسا نامہذب لفظ بحق شیعہ لکھنے کی کیا ضرورت داعی ہوئی تھی۔ آیا شرافت قومی یا کوئی اور امر چونکہ البادی اظلم مشہور عالم ہے لہذا فرقۂ سنیہ کا دبری ہونا انشاء اللہ اس وضاحت سے دکھلاؤں گا کہ مخاطب کا مقام ماتحت یہ ابن بے زبانی اس کی شہادت کے لیے کشادہ دہن ہو جائے گا تحریری و تقریری مناظرات کے واقعات مندرجہ صدر نگاہ کرکے ہر شخص فیصلہ کر سکتا ہے کہ دونوں میں فقرۂ یولون الدبر کا مصداق کون ہے۔ چونکہ مخاطب کے اسلاف میدان جنگ میں رسالتمآب صلی اللہ علیہ

وآلہ کو تنہا چھوڑ کر رو بفرار ہو جاتے تھے لہذا مخاطب نے اُن کا عیب چھپانے کے لئے اُس گروہ کو یولون الدبر بتلایا جو کہ بقول محمد اسحاق مداح مطرقہ مرد میدان مناظرہ ہے جنگ حنین سے بھاگنے والوں کو خدا نے سورہ توبہ میں (ثم ولیتم مدبرین) کی صفت سے یاد فرمایا ہے یعنی یہ کہ اے اصحاب محمدؐ ہو گئے تم دبُر دکھانیوالے مخاطب کتب تواریخ کو دیکھیں اُن دبُر دکھلانیوالوں کا نام فہرست مفرورین میں معلوم ہو جائیگا جو لوگ کہ لڑائیوں میں رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ کو دشمنوں میں تنہا چھوڑ کر اس طرح بھاگے تھے کہ دبُر بسوئے میدان و رو بہ سمت نیستان اگر ہم اُن کے پیرو ہیں تو بے شبہ یولون الدبُر کے مستحق ہیں ورنہ وہ گروہ اس خطاب کا استحقاق رکھتا ہے جس کے پیشوا ہمیشہ میدان جنگ میں مارتے کے آگے رہے ہیں احد و خیبر و بدر وغیرہ کے واقعات وہی علم مخاطب اپنی ہی کتب میں دیکھیں پورا پتہ چل جائے گا رسالہ مشعل ہدایت معروف بجواب رامپوری میں حقیر نے اُن دبُر دکھانے والوں کے نام لکھدیئے ہیں جو کہ میدان قتال میں نبیؐ کو چھوڑ کر صرف بھاگے ہی نہ تھے بلکہ حسب مفوائے آیہ مبارکہ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل اسلام چھوڑنے پر آمادہ ہو کر کفر اختیار کرنے کیلئے تیار ہو گئے تھے۔ پس جس فرقہ نے ایسے لوگوں کو اپنا ہادی اور پیشوا بنایا جن کی دبُر مثل درکوہ مخاطب کی طرف رہتی تھی وہ یولون الدبر کا خطاب پانے کے لایق ہیں اور جن کا بزرگ شاہ مردان وشیر یزدان قالع باب خیبر قاتل عمرو انتر تھا وہ فی الواقع ادر بقول محمد اسحاق مرد میدان مناظرہ ہیں ایک اور واقعہ پر مخاطب بے خبر کو مطلع کرتا ہوں۔ ایک جنگ میں حضرت امیرؑ چہرۂ انور پر نقاب ڈالے ہوئے مصروف حرب تھے عمر ابن العاص وزیر معاویہ کو خبر نہ تھی کہ غالب من کل غالب معرکۃ الآرا میں غلطی سے سامنے چلے آئے حضرت نے نقاب الٹ دی۔ عمر ابن العاص دیکھتے ہی ہواس باختہ ہو گئے بھاگنا چاہتے تھے کہ حضور مثل شہباز اُس کے سر پر پہنچ گئے بہادر مذکور نے جان بچانے کا یہ حیلہ نکالا کہ ازار الگ کرکے سُرین برہنہ کر دیئے۔ حضرت نے حیا سے مُنہ پھرالیا تہذیب المتین مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی کے صفحہ (۱۵۵ و ۲۱۹) پر بحوالہ کتب سنیہ اس واقعہ کے متعلق پوری عبارت نقل ہوئی ہے مخاطب جمیع اہل سنت عمر ابن العاص کو بہ لفظ حضرت یاد کرکے باین وجہ تعظیم کرتے ہیں کہ وہ بزرگ فنون جنگ میں شیخین کے اُستاد تھے چنانچہ تحفہ کے باب ہم میں شاہصاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے حضرت صدیق و فاروق کو عمر ابن العاص کے ماتحت قواعد حرب سیکھنے کے لئے کر دیا تھا اُس کے زیر کمان کر دینے کی وجہ یہ تھی کہ وہ مرد داہی وحیلہ جُو داو گھات خوب جانتا تھا چونکہ اُستاد کا اثر شاگرد میں لازمی ہے تمام حرب

میں جو شیخین پشت دکھا کر یولون الدبر کے مصداق بنتے تھے یہ غالباً اسی تعلیم کا اثر تھا جو سرین کشادہ اُستاد سے اُنھوں نے پائی تھی حضرت عمر عند السنیہ اعلیٰ درجہ کے لوگوں میں شمار کئے جاتے ہیں اور مزاج بھی ازبس تند تھا گو کہ اپنے ہاتھ سے کبھی اُنھوں نے کسی کافر کو نہیں مارا۔ مگر عام طور پر اُن کے مقلدوں نے جرنیل بہادر و اشداء علی الکفار مشہور کر رکھا ہے ایسا آدمی اپنے مقام کی حفاظت میں بجدّے کو تنا ں تھا کہ مدام اُس کی تنگی میں ذرائع گوناگوں پیدا کرتے رہتے تھے حضرت ممدوح بہ ایں خدشہ کہ تنگی منجر بفراخی نہو کھڑے ہو کر پیشاب کیا کرتے تھے اُنھوں نے اپنے تجربہ سے معلوم کر لیا تھا کہ بیٹھ کر پیشاب کرنے سے توسع ہوتا ہے اور کھڑے کھڑے موتنے سے مثل گل ناشگفتہ انقباض شدید تیا ہے اہل سنت کی معتبر کتاب سے متعلق بمضمون بالا رسالہ بحث لفِ حریر میں عبارت نقل کر دی گئی ہے۔ کنز العمال کے حوالہ سے عبارت نقل ہوئی ہے۔ کیوں جناب مخاطب اپنے پیران پیر کی قسم کھا کر ارشاد فرمایئے کہ یولون الدبر کی صفت عمری گروہ سے چسپیدہ ہے یا نہیں چونکہ بزرگوں کی عادات وخصائل سے اُن کے خوردخوب واقف ہوتے ہیں لہذا حضرت مخاطب فرمائیں کہ اُن کے پیشوا انقباض مقام مخصوص کو بحق خود کیوں افلح سمجھتے تھے

عذر مؤلف

اگر جناب مخاطب ہمکو یولون الدبر کا خطاب عطا نفرماتے تو ہم کبھی بھی اُن کے پیشوا ان مذہب کا اندرونی حال نہ لکھتے اہل سنت پر لازم ہے کہ اُن سے اس بدتہذیبی اور عامیانہ کلام کا سبب دریافت کریں کہ امور مذہبی میں باوصف پیرانہ سالی اُن کی طبیعت اس طرف کیوں متوجہ ہوئی شاید مادۂ شیخوخیت اس کا مقتضی ہوا ہو۔

عبارت مطرقۃ الکرامۃ از سطر ۱ صفحہ ۵ تا سطر ۷ صفحہ ۷

دوسرے ایک رسالہ مراۃ الامامۃ فی اثبات الخلافۃ ہم سُن کے نام سے شایع کرایا اس رسالہ میں اوّل چند اوراق پر حکیم امیر اللہ صاحب کے مناظرہ کا ذکر کر کے بعد ازاں مولوی حامد حسین صاحب شیعی لکھنوی کی عبقات الانوار کے چند اجزاء کا ترجمہ کر دیا ہے مولوی حامد حسین صاحب نے مناظرہ کا ایک نیا اور نرالا ڈھنگ نکالا ہے۔ آپ کو محض بے سُود تطویل عبارت کا شوق ہے۔ اگر ایسی عبارت کو شیطان کی آنت کہا جائے تو کچھ بے موقع نہیں ہوگا۔ بات اصل یہ ہے کہ مناظرہ میں ہر ایک شخص یہ چاہتا ہے کہ میں اپنے خصم کو مغلوب کر دوں کہ جواب دہی سے عاجز ہو جاوے اور خصم کو جواب کا حوصلہ باقی نہ رہے۔ علمائے اہل

حق نے تو اپنے خصم کے عاجز کرنے کا یہ طریق اختیار فرمایا کہ اُس کے مذہب کے اصول کو ایسے دلائل قویہ سے باطل کیا جائے کہ اُسکو گنجایش چون وچرا باقی نرہے اور بجز تسلیم اُسکو کچھ چارہ نہو چنانچہ صواعق محرقہ لاہل الکفر والضلال والزندقہ مولانا خواجہ نصراللہ صاحب کابلی قدم اسکی اور نیز تحفہ اثناعشریہ حضرت استاد البریہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اور تالیفات حضرت خاتم المتکلمین مولانا حیدر علی صاحب اور سوال از جمیع علما رشیعہ میرے عزیز ومکرم مولانا شاہ ولایت حسین صاحب اسپر شاہد عدل موجود ہیں صواعق کا اعجاز ظاہر وباہر ہے کہ آجتک اُسکا جواب شیعے بن نہ پڑا۔ تحفہ اثناعشریہ کے تمام ابواب کا کوئی جواب نہ دے سکا بعض علمار تشیع نے رفع ندامت کی غرض سے خاص خاص ابواب کا برائے نام جواب لکھا چنانچہ تشیید المطاعن خاص باب مطاعن کا جواب ہے۔ تقلیب المکائد خاص باب مکائد کا جواب ہے اسی طرح نزہہ کشمیری بھی چند ابواب کا جواب ہے۔ چنانچہ جب یہ جوابات علمار تشیع کے نزدیک مکتفی نہ سمجھے گئے تو مولوی حامد حسین صاحب لکھنوی کو مستقل جواب لکھنے کی ضرورت پڑی چنانچہ آپ نے تحفہ کے جواب کا خاص طور پر بیڑا اٹھایا اور مشہور یہ ہے کہ تیس ضخیم جلدوں میں جواب لکھا جس کا عبقات الانوار نام ہے اور وہ بھی تحفہ کے چند ابواب کا جواب لکھا تمام تحفہ کا وہ بھی جواب نہ لکھ سکے اس سے تحفہ کا علو مرتبہ اور اعجاز مثل آفتاب نیمروز روشن ہے۔ مولانا حیدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے چھوٹے رسائل کاشف الکلام رسالہ المکاتیب وغیرہ کا بھی کوئی جواب ندے سکا مولانا کے بڑے رسائل میں ازالۃ الغین اور الدواہیۃ الحاطمہ کے جواب کی کسی کو جرات نہوئی البتہ صرف منتہی الکلام کے چند اوراق کا برائے نام جواب مولوی حامد حسین صاحب نے لکھا جسکا نام استقصار الافحام ہے سوال از جمیع علمائے شیعہ نہایت مختصر چند اوراق پر اصول تشیع کے متعلق کیا گیا تھا آجتک حالانکہ چھ سال اُسکی اشاعت کو گذر چکے ہیں کسی نے برائے نام بھی اُس کا جواب تحریر نفرمایا۔ علمار تشیع کے متکلمین میں سے بعض نے تو اپنے خصم کے عاجز کرنے کا یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ اپنی تحریرات میں خصم کو اور اُن کے پیشوایان مذہب کو سب وشتم سے یاد کیا بایں غرض کہ ایسی خلاف تہذیب تحریرات کو نہ خصم رغبت سے دیکھے گا۔ بلکہ تنفر سے اعراض کرے گا اور نہ اُس کا جواب لکھے گا۔ مولوی حامد حسین صاحب نے یہ طریقہ اختراع کیا کہ اپنی تحریر میں فضول اور لغو بے انتہا تطویل کرنا اختیار کیا بایں وجہ کہ عرف میں جواب اسی وقت قابل وقعت سمجھا جاتا ہے کہ اصل سے اضعاف مضاعف ہو اور جب تحریر میں بے انتہا تطویل لاطائل کی جائے گی تو خصم ہرگز تحریر جواب میں

اپنا وقت ضائع نہ کرے گا اور گو فضول ہی سمجھ کر جواب نہ دے تاہم جواب نہ لکھنا عجز پر محمول ہو سکے گا۔ پس
اول تو تطویل بیجا ہی ناواقفوں کے نزدیک زیادت علم و فضل کی دلیل ہو گی دوسرے خصم کا جواب نہ دینا عوام
کے نزدیک اور بھی زیادہ موجب قدر و وقعت ہوگا۔ اتفاقاً یہ رسالہ مراۃ الامامہ کسی تقریب سے منشی محمد قاسم صاحب
اہلحدیث نقول کرنال کے پاس پہنچگیا مجکو معلوم نہیں کہ اُن کو کیا اسباب پیش آئے جنھوں نے اُن کے دل میں
مرادت الامامہ کے جواب کا داعیہ پیدا کر دیا یہ رسالہ ہرگز اس قابل نہ تھا کہ کسیکو بھی اس کے جواب کا خیال
ہو مگر خدا جانے منشی صاحب کو اس کے جواب کا نہایت اہتمام کیوں ہوا منشی صاحب نے وہ رسالہ اپنی عرض
داشت کے ہمراہ حضرت رافع لوائے سنت ہادم قصر بدعت پیشوائے سالکان طریقت مقتدائے رہروان
حقیقت سرخیل اہل تجرید و تفرد سالار قافلہ اصحاب توحید و تجرید شیخی و امامی و مولائی و سیدی و سیلۃ یومی
و غدی مخدوم العالم قطب ارشاد مولانا الحافظ الحاج مولوی رشید احمد صاحب لازالت الایام واللیالی بنور
کرامانہ مستنیرۃ کے حضور میں بھیجکر الحاح کے ساتھ درخواست کی کہ اس رسالہ کا جواب اپنے ادنے الکفش
بردار ناچیز خلیل احمد سے لکھوادیں واقعی اگر منشی صاحب یہ طریق اختیار نفرماتے تو ممکن نہ تھا کہ میرا قلم اس
رسالہ کے جواب کی طرف اُٹھتا کیونکہ نہ وہ رسالہ اس قابل تھا کہ اس کے جواب پر قلم اُٹھایا جائے اور نہ میری
ہمت و قوت میں اس قدر گنجایش تھی کہ اس بار کا متحمل ہوں مگر منشی صاحب کی درخواست پر حضور دام برکاتہم
نے اپنے کرامت نامہ سے اس اپنے کمترین غلاماں کو سرفراز فرمایا اور رسالہ مراۃ الامامہ اور عریضہ منشی صاحب
بھیجکر امر فرمایا کہ اس رسالہ کا جواب حسب درخواست لکھدیا جائے چند روز تک تو طبع میں نہایت اضطراب اور
پیچ و تاب رہا کہ اگر جواب لکھوں تو کیونکر لکھوں نہ طبیعت میں ہمت و قوت نہ مشاغل سے فرصت نہ مضامین
متحضر نہ رسالہ قابل جواب کہ اسکو دیکھ کر ہی طبع میں نشاط پیدا ہوا ادھر اگر نہ لکھوں تو کیونکر نہ لکھوں حضور
دام برکاتہم کے امر شریف کا جس کے امتثال کے ساتھ دنیا و آخرت کی بہبودی وابستہ ہے کیا جواب دوں اور
کس مُنہ سے اپنے آپ کو خدام میں شمار کروں بالآخر قہر درویش برجان درویش جب کوئی چارہ نہوا تو جواب کا
ارادہ پختہ کیا اور دل میں ٹھان لی کہ جو کچھ ہو سو ہو اس رسالہ کا جواب لکھدوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی
رحمت اور اُس کی امداد و اعانت پر بھروسہ کر کے قلم اُٹھایا اور جواب لکھنا شروع کر دیا۔ خواطر پریشان
دو چار روز کی توجہ کے بعد مجتمع اور فراہم ہوئی تھی کہ لطف ربانی نے دستگیری فرمائی اور وہ اجمالی مضامین
جو قلب کی لوح سے مٹ چکے تھے اور نسیاً منسیاً ہو گئے تھے تفصیلی لباس میں جلوہ افروز عالم ہونے شروع ہو گئے

ناظرین دقیقہ سنج خود ملاحظہ فرمائیں گے کہ یہ مضامین و مباحث اصول مذہب ہی سے متعلق ہیں فروع مذہب کے ساتھ کسی جگہ تعرض نہیں کیا گیا الا بضرورت اور اس کی وجہ یہ کہ فرعیات میں بحث و گفتگو سے کوئی معتدبہ نتیجہ حاصل نہیں ہوتا اُن کا مدار خود ہی دلائل ظنیہ پر ہوتا ہے اسی واسطے اجتہادیات باوجود علیہ صواب محتمل خطا ہوتے ہیں تو اگر کسی فرعی مسئلہ کی تغلیط ہو گئی تو اصل مذہب کو اسکا صدمہ ضرر رساں نہوگا اور اصول اعتقادیات پر دارمدار مذہب ہوتا ہے اگر اُن میں سے ایک اصل اعتقادی باطل ہوجائے بلکہ اگر ایک اصل اعتقادی دلیل قطعی سے ثابت نہو تو یہ تمام مذہب کے بطلان کے لئے کافی ہے اسلئے اس رسالہ مراۃ الامامۃ کے جواب سے پیشتر بطور تمہید و مقدمہ مباحث مذکورہ لکھے گئے ہیں مقدمہ میں بالاجمال ثابت کیا گیا ہے کہ اہل تشیع کے پاس اصول تشیع کے اثبات کے لئے الٰہیات سے لیکر معاد تک کوئی قطعی دلیل نہیں اور بطور انتخاب اُن اصول اعتقادیات کی تفصیل لکھی ہے جو تشیع کے ساتھ اس وقت مخصوص ہیں اور تفصیل لکھکر ہر ایک اصل کی نسبت نام بنام دعوے کیا ہے کہ ایہ اصل کسی دلیل قطعی سے ثابت نہیں ہے اور اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے بعد نہایت مستعدی کے ساتھ یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ ہر ایک اصل مذہب تشیع کی نقیض اُن دلائل سے جن کو علماء مذہب اپنے گمان میں قطعی سمجھتے ہیں اور اس قسم کے دلائل سے اپنے مسائل اعتقادیہ ثابت کرتے ہیں ثابت ہوتی ہے پھر ہر ایک اصل مذہب کی نقیض کو اُن مذہبی دلائل سے ثابت کیا ہے جن کے قبول و تسلیم کرنے میں کسی اہل حیا و انصاف کو علماء میں سے نزدو تامل نہیں ہوسکتا اس مقدمہ کے بعد اگرچہ رسالہ کے جواب کی ضرورت باقی نہیں رہی اور طول بھی اس میں کسی قدر زیادہ ہو گیا ہے تاہم مراۃ الامامۃ کے جواب سے بھی پہلوتہی و اغماض نہیں کیا گیا ہی اسکا جواب بھی انشاء اللہ تعالیٰ آخر میں ملاحظہ سے گذرے گا

جواب متمسک بالثقلین سید سجاد حسین

عبارت بالا میں چند فقرات قابل قدح ہیں لہذا اُن کا جواب ہدیۂ نظر کیا جاتا ہے

فقرہ اوّل

ایک رسالہ مراۃ الامامۃ فی اثبات خلافت الی آخرہ

ہاں جناب یہ وہی رسالہ ہے جس کے بیان میں حسب بیان اوّل آپ ایک حرف نہیں لکھ سکے آپ کا عجز اسی سے ظاہر ہے کہ امر مابہ النزاع سے یولون الدبر ہو کر دوسرے راستہ پر جا پڑے ۔ مجکو تعجب ہے کہ مخاطب نے

اپنے رسالہ کا نام مطرقۃ الکرامۃ علی مراۃ الامامۃ کیوں رکھا یہ نام اس وقت زیبا ہو سکتا تھا جبکہ مراۃ الامامۃ کے اگر کل مطالب کا نہیں تو کسی جز وہی کا جواب دیا جاتا بصد ادب دریافت کرتا ہوں کہ خلاف واقعہ نام رکھنے میں مخاطب کس قسم کے بچوں میں معدود ہو سکتے ہیں۔ علویت شیعہ اسی سے ظاہر ہے کہ مخاطب باوصف قوت الہام مراۃ الامامۃ کے رد میں ایک حرف نہیں لکھ سکے۔ جناب مخاطب میں بہ مدد خدا بطور پیشین گوئی عرض کرتا ہوں کہ اگر تمام دنیا کے علمائے اہل سنت جمع ہو جائیں اور بذریعہ سمریزم متکلمین اولین کی ارواح کو بھی بلا لیویں تب بھی اس رسالہ کا جواب نہ ہوگا کیونکہ اسمیں بعض مطالب عبقات الانوار سے ثبوت امامت دیا گیا ہے پس عبقات کا جواب لکھنا آپ جیسے حضرات کا کام نہیں اگر ہوتا تو وہ ملہم جو کہ ہر وقت آپ کے سر پر چڑھا رہتا ہے ضرور مدد کرتا مولوی رشید احمد صاحب مرحوم قوت باطنی سے آپ کے دماغ میں مواد جواب وہی ودیعت فرماتے چونکہ دونوں طرف سے سلب مدد ہو گیا۔ لہذا آپ یقین فرمالیویں کہ اس کا جواب امکان سے باہر ہے۔ رسالہ موصوف لئے ہوئے بغداد شریف چلے جائیے شاید پیران پیر کچھ امداد فرمائیں مطرقہ کے لکھنے سے بہ نظر جہلا آپ کو کوئی عزت ہوئی ہوگی ورنہ عقلا کی جماعت میں تو یہ الزام قایم ہو چکا کہ جواب سے عاجز ہو کر یولون الدبر کے مصداق بن گئے پس ہم آپ کی لوح کتاب سے مطرقۃ الکرامۃ کا اگلا فقرہ مراۃ الامامۃ جدا کئے لیتے ہیں آپ نے بجوش مادۂ نصب خروج بہت چاہا کہ بہ تقلید ابن ملجم آئینہ امامت کو چورا کریں مگر دیکھو حافظ حقیقی نے اس کو کیسا بچایا اب جناب کے ہاتھ میں نرا ہتوڑا رہ گیا بہتر ہو کہ یہ مضبوط آلہ ان بھگوڑوں کے سر پر لگایا جائے جو کہ نبی کو جہاد میں تنہا چھوڑ کر یولون الدبر کا سبق پڑھا کرتے تھے۔

فقرہ دوم عبقات کو اگر شیطان کی آنت کہا جائے تو بےموقع نہیں الی آخرہ

کسی مذہب کی کتاب کو بہ توہین یاد کرنا شیوہ شرفا و اہل تہذیب نہیں جو شخص نامہذب کلام کرتا ہے اسکا نام فرد شرافت سے خارج ہو جاتا ہے یوں تو ہم تحفہ کو جیفہ کہہ سکتے تھے اور مطرقہ کو خرد جال کی دم اور مخاطب کے قلم کو پر شیطان اور خیالات مخاطب کو جنہیں دعوے الہام کیا گیا ہے وسوسۂ خناس۔ مگر بعنایت الہی ہم ناشائستہ نہیں جو ایسے الفاظ کا استعمال کریں اس قسم کی ضلع بندی اور جگت بازی بازاری لوگ کیا کرتے ہیں۔ مگر جناب مخاطب مجبور ہیں ایسے الفاظ نوک قلم پہ نہ لائیں تو پیٹ کہاں سے بھریں جس فرقہ میں وہ عالم تسلیم کئے گئے ہیں اس میں اکثر وعموماً اراذل اسلام مثل بھٹیارے۔ نیچارے۔ بیچڑے۔ مخنث وغیرہ

داخل ہو رہے ہیں اُنکو یہ بھی خبر نہیں کہ تہذیب کس جانور کا نام ہے انہیں لوگوں کی صحبت میں مخاطب نے پرورش پائی ہے یہ ہی لوگ شریک و غلط ہوتے ہیں انہیں کے امدادی چندہ سے امر مذہب کو تقویت ہے یہ ہی لوگ ایسی پھبتیوں اور جگت بازیوں سے خوشدل ہو کر اقتدار علما کرتے ہیں بطرقہ کے اکثر مقامات پر مخاطب خوش بیان نے اپنے دینی بھائیوں کنجڑے قصائیوں کا دل خوش کرنے کے لئے گلُریزیاں کی ہیں شروع کتاب میں جو ایک طولانی عربی خطبہ لکھا ہے اس میں کوئی لفظ بد و نالایق ایسا نہیں جسکو محق شیعہ استعمال نفرمایا ہو۔ ہمکو اس کی چنداں شکایت نہیں جبکہ اُن کے پیشوائے مذہب حضرت معاویہ حسب تسلیم علمائے اہل سنت مندرجہ اصل التحقیق بردّ التحقیق مؤلفہ حقیر حضرت امیرؑ کو گالیاں دیتے تھے اور لوگوں سے دلاتے تھے۔ مخاطب بھی اُسی مہذب گروہ سے ہیں اگر بہ تقلید امام خود اُنھوں نے ہمکو الفاظ ناشائستہ سے یاد کیا تو کیا بیجا کیا ہو سکتا تھا کہ ہم بھی اُن کو بدعتی و زندیقی و مرید شیطان و بقیۂ لشکر یزید کہہ لیتے۔ مگر ایسی باتونکو وضع شرافت کے خلاف سمجھ کر اصل مطالب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں عبقات الانوار کو بہ اعتبار طوالت جو شیطان کی آنت کہا گیا ہے اُسکا جواب برسبیل اختصار یہ ہے کہ ہر معاملہ میں منکر ایک لفظ انکار کہہ کر اپنا پیچھا چھڑا لیتا ہے اور مثبت ثبوت دیتے دیتے تھک جاتا ہے شاہصاحب نے آیات و احادیث وارده بشان مرتضوی میں اپنی شان منکرانہ قایم کی ہے چنانچہ لکھا ہے کہ این روایت در ہیچ کتابے از کتب اہل سنت موجود نیست و لو بطریق ضعیف اور اگر کسی حدیث کو قبول فرمایا ہے تو اس میں بمقتضائے عداوت مرتضوی ایسے خدشہ اور احتمال بیان کئے ہیں کہ جس سے مضمون بے اثر ہو کر کوئی خاص فائدہ نہ پہنچا سکے شاہ صاحب کی تحریر کو معتبر سمجھ کر جہلا سُنیہ نے سمجھ لیا کہ واہ کیا ہی معقول جواب دیا ہے۔ علمائے شیعہ نے جو بوقت جواب نویسی دقت اُٹھائی اُس کا اندازہ منکلم کر سکتے ہیں کہ ایسے مواقع پر جھوٹے کو تا بہ دروازہ پہنچانے میں مثبت کو بہ مقابلہ منکر کسقدر مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ مجرم ہمیشہ جرم سے ایک لفظ انکار کہہ کر خاموش ہو جاتا ہے اور مدعی ثبوت فراہم کرنے اور اُس کے پھانسنے میں جو دقت اُٹھاتا ہے وہ مقدمہ باز لوگوں پر مخفی نہیں۔ شاہ صاحب تو سینوں کو منکر بنا کر چلتے پھرتے نظر آئے۔ علمائے شیعہ کو جواب دینے میں اُن کی ایمانداری و راست کلامی بہ این عنوان ثابت کرنی پڑی کہ ایک ایک حدیث کو صدہا علمائے سُنیہ کے بیان سے دکھلا دیا اور ہر عالم کی توثیق میں دس دس بیس بیس علما کے بیان نقل کر دئے تاکہ اہل سنت کو طبیعت بہانہ جو سے یہ کہنے کی گنجایش نہ رہے کہ یہ علما غیر معتمد تھے۔ ماہران فن تحریر غور فرمائیں جب ایک ایک بات کو سو سو علماء کے بیان سے مضبوط کیا جائیگا

تو ہراک کے بیان نقل کرنے میں دو دو چار چار ورق کی ضرورت ہوگی بہ ایں صورت تمام اوراق کا مجموعہ ایک بڑی ضخیم کتاب بنجائے گی یہی وجہ ہوئی کہ شاہ صاحب کا فریب ظاہر کرنے کے لیے تحفہ کے باب ہفتم جس کے لگ بھگ باون ورق ہیں کے جواب میں تقریباً باون ہزار ورق لکھ کر بتیس جلدوں میں تقسیم کر دیئے گئے اہل سنت سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ایک ورق کا بھی جواب دیں اتنی بات کہ کر بجائے خود خوش ہو لیتے ہیں کہ بحر طویل ہے شیطان کی آنت ہے۔فضول بے معنی ہے علمائے شیعہ شاہ صاحب کا مطلب ہی نہیں سمجھے دیکھو اگر جواب دینا ممکن ہوتا تو مخاطب مراۃ الامامۃ کا رد ضرور لکھتے۔مگر کیا کریں کس کس عالم کو جھٹلائیں ہزار ہا زخموں پر کیونکر مرہم لگائیں تاقیام قیامت شاہ صاحب بجرم انکار و خلاف نویسی شیعہ کے زبان قلم سے خلاف گو کہے جائینگے مگر اُن کے اخلاف ایک بات کو سچا ثابت نہ کرسکیں گے آج ہر عالم اہل سنت گرفتار پنجۂ شیعہ ہے کسی پر عبقات الانوار و تشئید المطاعن کا سنگین پہرہ لگا ہوا ہے۔کوئی استقصاء الافحام کے مضبوط قلعہ میں بند ہے ایک صاحب تحفۃ الاشعریہ کی کوٹھری میں زیر حوالات ہیں احمد حسن رُسوا الحقیقت کے بُرج میں نظر بند ہیں رحیم اللہ بجنوری احقاق الحق کے گہرے گڑھے میں مُنہ کے بھل گرے ہوئے بیہوش ہیں محمد قاسم پیرزادہ رسالۂ سجادیہ کی جھپٹ سے خارج از عقل ہو کر فکر جواب میں سرگرداں ہیں۔خود مخاطب تصویر غالب و مغلوب کے معائنہ سے مثل پیکر بیجان بنے ہوئے ہیں۔غرضکہ جسکو دیکھا آزاد نہ پایا کسی نہ کسی بلا میں گرفتار ہے حضرت مخاطب تصویر کے معائنہ سے پہلے ہی حیران تھے اب مطرقہ کے جواب کی زنجیر ایسی پابوس ہوئی کہ حداد کامل فن ہزار تدابیر کریں۔مگر انشاء اللہ ایک کڑی کو صدمہ نہ پہنچ سکیگا۔

فقرہ سوم صواقع کا اعجاز ظاہر ہو رہا ہے کہ آج تک اُسکا جواب شیعہ سے نہ بن پڑا۔

افسوس ہے کہ مخاطب کو امورات مذہب اور کُتب کلامیہ سے بوجہ کوتہ نظری قطعی ناواقفیت ہے یہ نظر آگاہی عامۃ الناس عرض کیا جاتا ہے کہ خواجہ نصر اللہ کابلی نے برد مذہب شیعہ کتاب صواقع کو ترتیب دیا چونکہ اُسوقت رواج چھاپہ کا نہ تھا دو چار نسخہ شائع ہونے پائے تھے کہ شاہ صاحب نے مصنف کا نام مٹا ڈالا اور دوسروں کے مال پر زبردستی قبضہ کرنے کی غرض سے صواقع کے مضامین کو پس و پیش کرکے فارسی میں تحفہ لکھدیا۔عام لوگ اشاعت تحفہ پر شاہ صاحب کو مصنف سمجھے سارق مضامین کسی نے نہ سمجھا بوقت جواب نویسی علمائے شیعہ کو پتہ لگا کہ ایک کتاب صواقع ہے اُس کے تمام مطالب کا شاہصاحب نے بطرز خاص ترجمہ کر دیا ہے اور کچھ مضامین خود اضافہ کئے ہیں بالآخر چور صاحب مع مال مسروقہ گرفتار کئے گئے علمائے

شیعہ نے جوابوں میں وہ چُرائے ہوئے مضامین حرف بہ حرف نقل کر دئے چنانچہ احیا السنۃ مطبوعہ
مطبع مجمع البحرین لدھیانہ کی ترتیب یہ رکھی گئی ہے کہ حاشیہ پر عبارت صواقع ہے اور متن میں اس کا
ترجمہ جو کہ شاہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے تشیید المطاعن میں بھی یہ ہی التزام ہے جبکہ شیعہ نے راز سربستہ سے
سینوں کو آگاہ کیا کہ شاہ صاحب نے دوسروں کے متاع پر ہاتھ مارلینے اپنے کیسہ سے بہت کم خرچ کیا ہے
اُسوقت اُن کے مقلدین کی آنکھ کھلی کہ پیر صاحب مع مال گرفتار ہو کر واخل حوالات ہوئے اگر صفائی پیش ہوئی
تو ستی بھی اُن کو سارق مضامین سمجھ کر دام تقلید سے نکل جائیں گے لہذا منجانب سینہ ایک گواہ صفائی اُن کے
شاگرد مولوی رشید الدین پیش ہو کر بیان طراز ہوئے ہیں کہ فدوی کے اُستاد المعظم پر جو الزام سرقہ قایم
کیا گیا ہے یہ بالکل غلط ہے بلکہ اصلیت یہ ہے چوں کتاب صواقع بہ طرز بدیع واقع ست لہذا کتاب خود را
بر نسق آن تالیف فرمودہ ترتیب اکثر ابواب فذکنج الزاہیہ بر نسق آن بعمل آوردہ لہذا بعض مضامین تحفہ
با بعض مضامین صواقع مماثل و نسق ہمدگر متشاکل گشتہ گو کہ رشید الدین صاحب نے بہ الفاظ صاف صریح
اُستادی ادب سے تحفہ کو صواقع کا ترجمہ نہیں بتلایا مگر اُن کی تحریر بصد زبان گویا ہے کہ تحفہ و صواقع
ایک دوسرے کے مثل بفروبیں تعجب ہے کہ با ایں ہمہ دعوے تبحر و امداد الہام مخاطب صاحب کو اتنی بھی
خبر نہیں کہ صواقع و تحفہ کے مضامین بالکل ایک ہیں لازم ہے کہ آج سے اجوبۂ تحفہ کو صواقع اور تحفہ دونوں
کا جواب سمجھ کر ادعار اعجاز سے مستغنی ہوں

فقرہ چہارم تحفہ اثنا عشریہ کے تمام ابواب کا کوئی جواب نہ دے سکا بعض علمائے شیعہ نے رفع ندامت
کی غرض سے خاص خاص ابواب کا برائے نام جواب لکھا چنانچہ تشیید المطاعن خاص باب مطاعن کا جواب
ہے تقلیب المکائد خاص باب مکائد کا جواب ہے اسی طرح نزہہ اثنا عشری بھی چند باب کا جواب ہی
افسوس کہ مخاطب بار بار تحفہ کا نام لیکر ندامت افزائے اہل سنت ہوتے ہیں۔ بہت اچھا پہلے سب کچھ سُن
چکے ہو اب پھر سماعت فرمائیے تحفہ کے جو کہ صواقع کا ترجمہ ہے بارہ باب ہیں ہر باب کا جواب حسب تصریح فہرست
صدر منجانب شیعہ دیا گیا ہے چند ورق اُلٹ کر دیکھ لیجئے۔ بخاطر داشت مخاطب میں تسلیم کئے لیتا ہوں کہ تمام
ابواب تحفہ کا شیعہ سے جواب نہیں دیا گیا۔ بلکہ صرف تشیید المطاعن و نزہہ و تقلیب المکائد شیعہ کے قلم سے
نکلے ہیں بہرحال شیعہ نے تو بہ قول مخاطب بہ نظر رفع ندامت کچھ جواب دئے ہیں مگر اہل سنت کا مادۂ
ندامت کیوں خشک ہوا جس کی وجہ سے وہ تحفہ کے بعض حصص رد شدہ کا جواب الجواب نہ لکھ سکے شیعہ تو

برائے نام ندامت کو مٹائیں اور رہی سہی حیا سے مطلق نادم ہوں کیا سینوں پر عقلاً واجب نہیں ہے
کہ اپنی کتابوں کی حمایت میں قلم اٹھائیں ۔ جس فرقہ کی کتاب پیچھے دبی ہوئی آہ سرد بھر رہی ہے اسی کی
پیشانی پر داغ ندامت مثل کرم شب تاب چمک رہا ہے مخاطب کی اس گرم کلامی پر تعجب آتا ہے اپنی ردشدہ
کتاب کا جواب الجواب نہ ہونے سے بجائے ندامت خوش طبعی فرماتے ہیں حضرت کو خبر نہیں کہ تحفہ کے جوابوں
کا لاجواب پڑا رہنا بھی اہل سنت اسدرجہ مضرت رسان ہوا ہے کہ بقول مولوی وجیہ الدین سُنّی المذہب
مؤلف حد تحقیق سُنّی اپنے مذہب کی صحت سے مایوس ہو کر شاخ سنت سے مثل برگ خزاں دیدہ ٹوٹا ٹوٹ ہو کر
باغیچہ شیعہ میں جا پڑے برایں غیرت و حیا مخاطب تادبر اہل سنت کے سروں پر اس طرح پُر تو فگن رہیں
کہ جیسے تمام اولیا ر اہل سنت کے شانہ و گردن پر حضرت غوث الاعظم کا قدم مبارک چسپاں ہے ۔

فقرہ پنجم جب یہ جواب علمائے شیعہ کے نزدیک مکتفی نہ سمجھے گئے تو مولوی حامد حسین صاحب لکھنوی نے
مستقل کتاب لکھی ہے چنانچہ آپ نے تحفہ کے جواب کا خاص طور پر بیڑا اُٹھایا اور مشہور یہ ہے کہ تیس
جلدوں میں لکھا ہے کہ جس کا عبقات الانوار نام ہے اور وہ بھی تحفہ کے چند ابواب کا لکھا تمام
تحفہ کا وہ بھی جواب نہ لکھ سکے ۔

جواب جناب مخاطب میں کہہ چکا ہوں کہ تمام تحفہ کی شیعہ نے ہزاروں دھجیاں اُڑا دیں ایک ایک ورق
میں لاکھوں چھید کر دئے حصار تسنن کی نیو اکھاڑ کر پھینکدی ۔ جناب مولوی حامد حسین صاحب کی عبقات
الانوار کا آپ نے ملاحظہ نہیں فرمایا ورنہ چند ابواب کا جواب اُسکو تسلیم نہ فرماتے حضور والا وہ صرف باب
ہفتم کا جواب ہے جسکا تعلق امامت سے ہے انہیں مجلدات عبقات سے میر کاظم علی صاحب نے انتخاب کرکے
مراۃ الامانۃ لکھا ہے جس کا جواب آپ سے نہ دیا گیا اور نہ دیا جائے گا ۔ مخاطب کا یہ لکھنا کہ جب یہ جواب
علمائے شیعہ کے نزدیک مکتفی نہ سمجھے گئے تب عبقات الانوار لکھی گئی بالکل غیر صحیح ہے حکیم رحیم اللہ صاحب
بجنوری کی طرفداری اور خود حکیم صاحب نے رسالۂ ابطال اصول شیعہ بالدلائل عقلیہ میں یہی اعتراض
کیا تھا اُسکا مفصل و مشرح جواب احقاق الحق میں دیا گیا ہے ۔ ملاحظہ فرما لیا جائے بفرض محال میں تسلیم
کئے لیتا ہوں کہ شیعہ نے جو تحفہ کے جواب دئے ہیں وہ سب ناکافی و دور از مبحث ہیں پس جس جواب
کو جناب مخاطب غیر کافی و خام جانتے ہیں اُسی کا کوئی رد حوالۂ قلم فرما دیویں ۔ جبکہ اجوبہ تحفہ بقول
مخاطب شیعہ کے نزدیک بھی کوئی وقعت نہیں رکھتے تو اُس کا رد و ابطال بدرجہ اولےٰ نہایت آسانی

سے ممکن ہے یہ عجیب قصہ ہے سنی صاحبوں کی مایۂ ناز کتاب کا شیعہ شیرازہ کاٹ کر رکھ دے ہوا ۔ میں
اور مخاطب باحیا و غیرت سے اُلٹا ہمارا مذاق کریں زمانہ میں اندھیر مچا ہوا ہے کوئی پوچھنے والا نہیں
کہ کیا ہو رہا ہے ۔ خدایا ہمارے سیدھے سادھے سُنی بھائیوں کو ان علماء کے پیچھے ۔ ۔ ن ُ نے افسوس
ہے کہ یہ غریب گروہ اپنی جہالت سے ورطۂ ہلاکت میں پڑا ہوا ہے لئے میرے ذی عزت سُنی بھائیو
برائے خدا اپنے علمائے بے دغدغہ ہو کر پوچھو کہ مولوی صاحب آپ صاحبوں نے شیعہ کی ان کتابوں
کا جواب کیوں نہیں دیا جو کہ ہماری کتب کی رد میں لکھی گئی ہیں خدا کرے یہ تحریر کسی سُنی پٹھان کی نظر
سے گذرے چونکہ یہ قوم فطرتاً بہادر اور جوشیلی ہوتی ہے ۔ عجب نہیں کہ جوش حمیت سے مسجد میں
جاکر پوچھ بیٹھے کہ او ملا شیعہ نے جو ہماری کتابوں کا رد لکھا ہے اُسکا تم لوگوں نے جواب کیوں نہیں
دیا ۔ تمام تحفہ کا رد کر دیا گیا منتہی الکلام کی دھجیاں اُڑ گئیں ۔ آیات بینات و ہدیۃ الشیعہ و لصیحۃ الشیعہ
کے پرزے پرزے ہو گئے اور تم لوگ مفت کی روٹیاں کھا کر چارپائی توڑ رہے ہو اور قلم نہیں ہلتے
اُن کی کتابوں کا اگر جواب ہو سکتا ہے تو لکھو ورنہ خود یار اہم شیعہ ہو کر ابھی سب کچھ کہدے گا اور اپنے
اُن پٹھان بھائیوں سے جا ملیگا جو کہ سرائے شیعہ میں سکن گزیں ہیں

فقرہ ششم چونکہ شیعہ تمام تحفہ کا رد نہیں کر سکے اس سے اعجاز تحفہ ظاہر ہے ۔

جواب اگر تحفہ کا علو مرتبہ اور اعجاز اسی پر منحصر ہے کہ بقول مخاطب اُس کے تمام ابواب کا جواب نہیں
دیا گیا ۔ لہذا میں مخاطب بے خبر کو مطلع کرتا ہوں کہ حسب تصریح فہرست مندرجہ اوراق بالا تمام ابواب تحفہ
کا جواب ایک نہیں بلکہ ہر باب کے کئی کئی موجود ہیں اور بوجہ طبع ہو جانے کے اطراف عالم میں شائع ہو رہے
ہیں جس باب کے جواب کی ضرورت ہو بلا قیمت بھیجدیا جائے ۔ جناب مخاطب آپ ہی کی طرح کتابیں
دبا بیٹھے اب زمانہ روشنی کا ہے آپ کے اندھیر ڈالنے سے کچھ نہیں ہو سکتا جبکہ تمام ابواب تحفہ ۔ رد ہو کر دنیا
میں نیلام ہو گئے ۔ لہذا اہل سنت اُس کے اعجاز پر ناز کرنے سے باز رہیں بلکہ اگر مناسب سمجھیں تو ایسی مردود
و مقدوح کتاب کا چار آدمیوں میں نام بھی نہ لیں جسکا ایک فقرہ بھی مصئون عن القدح نہیں ۔ مرزا حیرت
دہلوی نے سراج الشہادتین کو ایک شیعہ کا کلام بیان کرکے پیچھا چھڑا لیا آپ صاحب کہدیں کہ تحفہ کسی ناصبی
خارج العقل نے لکھ کر شاہ صاحب کو بدنام کیا ہے آیندہ آپ کو اختیار ہے جس بات میں اعزاز ملے
وہ اختیار کیجئے ۔

فقرہ ہفتم مولانا حیدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے چھوٹے رسائل کاشف اللئام وغیرہ کا بھی کوئی جواب نہ دے سکا مولانا کے بڑے بڑے رسائل میں ازالۃ الغین ہے اس کے جواب کی کسی کو جرأت نہ ہوئی۔

جواب کوئی مضمون متعلق بہ مباحثہ مذہبی ایسا نہیں ہے جو کہ ما بین فریقین زیر بحث نہ آچکا ہو چونکہ سنی و شیعہ میں ابتدا سے اصل نزاع امامت ہے جسکو صفحہ ۲ سطر ۲ مطرقہ پر مخاطب تسلیم فرماتے ہیں لہذا امامت کے جمیع جہات پر گفتگو ہو کر بے تعداد کتابیں لکھی گئی ہیں بہ ثبوت اس امر کے کہ جمیع امور متنازع میں ما بین فریقین گفتگو آچکی ہے خود مخاطب صحیح المزاج سے استشہاد کیا جاتا ہے ہدایات الرشید کے صفحہ ۳ سطرہ پر حسب صراحت یا لاحباب تحریر فرماتے ہیں کوئی مسئلہ مختلف فیہ ایسا باقی نہیں رہا کہ علمائے فریقین نے کما حقہ اس کی بحث وتفتیش اور بخوبی اسکی چھان بین نہ کی ہو اور جد و جہد کو اس کی تحقیقات میں غایت قصوی کو نہ پہنچایا ہو یہی وجہ ہے کہ علمائے اہلسنت نے یہ مراحل طے کرکے استراحت فرمائی یہ تحریر باآواز بلند کہہ رہی ہے کہ جمیع مراتبات نزاعی طے ہو گئے اور اس درجہ بحث وتفتیش ہر ایک معاملہ میں ہوئی کہ مرتبہ تحقیقات حد غایت پر پہنچگیا جن رسائل مولفہ حیدر علی صاحب کی عدم جواب دہی پر مخاطب شیعہ سے دست وگریبان ہیں ان میں وہ مسائل بھی ضرور ہوں گے جو کہ کما حقہ تحقیقات پذیر ہو چکے ہیں اگر وہ آج تک خارج از گفتگو رہے ہیں اور علمانے اُن کی طرف توجہ نہیں کی تو مخاطب کے تمام فقرات مندرجہ بالا غلط قرار پائیں گے اصل یہ ہے کہ علمائے شیعہ نے سینکڑوں ہزار کا جواب دیا ہے خواہ وہ جواب بہ مقابلہ اصل کتاب ہو یا دیگر کتب کے جوابوں میں جو کتاب کہ سراسر اور بالاستیعاب منجانب سنیہ بہ مقابلہ شیعہ ترتیب پذیر ہوئی ہے اس کا بضرور جواب دیا گیا ہے اور جس میں ضمنا تعریضات بمذہب شیعہ ہیں اس کیجانب توجہ نہیں کیگئی کیونکہ اُن باتوں کے جواب دیگر مقامات پر موجود ہیں جبکہ بقول مخاطب کوئی مسئلہ متنازع ایسا باقی نہیں رہا کہ جس میں علمائے فریقین نے بوجہ اتم گفتگو نہ کی ہو تو پھر اُن چھوٹے رسالوں میں وہ کون امر ایسا ہے جس کا جواب نہیں اگر درحقیقت ایسا ہی ہے اور مخاطب جو لکھ چکے ہیں وہ غلط ہیں تو ہم نہایت شکریہ سے اس فہرست کو لینا چاہتے ہیں جو کہ امورات غیر فیصل شدہ کے رسائل متذکرہ سے منتخب کرکے جناب مخاطب پیش فرمائیں گے۔ کمال تعجب ہے کہ مخاطب باجامراۃ الامامۃ کے جواب دینے سے خود عاجز ہوں اور غیر لوگوں کے رسائل کی عدم جواب دہی کا غلط طور پر شیعہ کو الزام لگائیں نہ معلوم حضرت یہ کیوں نہ لکھا

کہ شیعہ سے بخاری و مسلم و ابن ماجہ و ترمذی وغیرہا صحاح و مدارج النبوۃ و حبیب السیر و روضۃ الصفا و کنز الدقائق و بحر الرائق و فقہ اکبر و مالا بد وغیرہ کا جواب نہیں دیا گیا چند کتب کے نام دیکھ کر جہلاء مذہب بادہ غرہ کنان ہوتے کہ مولوی صاحب نے بزور الہام بڑی بھاری بدرات نکالی ہیں

فقرہ ہشتم منتہی الکلام کے چند اوراق کا برائے نام جواب دیا گیا جسکا نام استقصاد الافحام ہے

جواب جناب مخاطب کو خبر نہیں لہذا اس معاملہ کی اصلیت سے آگاہ کیا جاتا ہے منتہی الکلام کے دو مسلک ہیں مولوی حیدر علی صاحب نے مسلک ثانی پر زیادہ بھروسہ اور ناز کرکے لاجواب قرار دیا تھا۔ لہذا اُن کا غرہ توڑنے کے لئے اُسی مسلک کا تین جلدوں میں جواب دیا گیا ہے۔ بعد اشاعت منتہی الکلام پچیس برس تک مولوی صاحب ممدوح سلسلۂ حیات میں مقید رہے اور ٹونک اور بھوپال و رامپور وغیرہ سے وعدہ امداد بھی دیا گیا مگر اپنی ردشدہ کتاب کے ایک جزو کا جواب الجواب نہ لکھ سکے اگر استقصاء الافحام منتہی الکلام کا برائے نام جواب ہے تو حیدر علی صاحب بدرجہ اولی اُسکو رد کر سکتے تھے۔ مگر حسرت بھرا دل ہوس کے حضرت معاویہ کے دامن دولت میں استراحت فرما ہوگئے اگر اُن کے امکان میں ہوتا تو چند ورق کا جواب الجواب لکھدینا کیا بڑی بات تھی شاید خلاف سنت مذہب سمجھ کر نہ لکھا ہو۔ مخاطب پر چونکہ الہام کا موسلادھار مینہ برستا رہتا ہے عجب نہیں کہ اپنے مولانا حیدر علی صاحب کے ہاتھ زیر شکنجۂ استقصاء سے نکالدیں مگر امید نہیں کہ اس جگہ الہام کچھ زور دکھائے اگر کچھ قوت ہوتی تو عمراۃ الامامت کا جواب لکھنے مخاطب پر لازم ہے کہ ایسی کتابوں کو جنکو علمائے شیعہ دریا برد کر چکے ہیں نام لیکر دانشمندوں کو ندامت نہ دلائیں۔ ممکن ہے کہ کوئی باغیرت علمی عدم جوابدہی محمول بہ عجز کرکے خودکشی کر لیوے۔ دنیا میں کوئی باحیا عالم یا جاہل یا۔ میں فرقہ اہل سنت کا ہے کہ اپنے علماء کی درماندگی سے حقیت شیعہ کا قایل ہوکر ہمارے لشکر میں چلا آئے

محمد اسحاق صاحب سہارن پوری صاحب تحفہ و منتہی الکلام کو درباره رد و ابطال شیعہ ناکافی بتلائیں اور مخاطب اُن غیر مکمل تحریر دل پر نازش کناں شیعہ کے مقابلہ پر آئیں۔

فقرہ نہم یہ ہی وجہ ہے کہ علمائے اہل سنت نے یہ مراحل طے کرکے استراحت فرمائی

جواب جبکہ تمام مرحلہ اہل سنت طے کرکے سرگرم خواب نوشیں ہوئے تھے تو مخاطب مست خواب کو کس نے نیند سے چونکایا تمام مشکلات حل کرکے ایسے بیخبر ہو کر سوئے تھے جیسا کہ فی المثل سودا اگر گھوڑا بیچ کے بابیٹی والا لڑکی کا بیاہ کرکے پھر وہ امورات طے شدہ کے قالب میں نئی روح پھونکنے کے لئے تحصیل حاصل کرنے

کوجوکہ لا حاصل ہوتی ہے کس لئے جاگے کس کمبخت نے کچی نیند میں اٹھادیا سنی بھائیونکو لازم ہے کہ ان کو تھپک تھپک کر سلا دیویں

نہیں نہیں ہرگز نہ سوئیں گے ان کے بیہوش کرنے کی دوا میرے ہاتھ میں ہے مطرقہ کے جواب کا دھواں سونگھ کر ایسے سوئیں گے جیسے صاحب تحفہ ومنتہی الکلام وآیات بینات وہدیۂ اثنیعہ نے اپنی اپنی کتابوں کا رد دیکھ کر پہلو نہیں بدلا

فقرۂ دہم سوال ازجمیع علمائے شیعہ نہایت مختصر چند اوراق پر اصول شیعہ کے متعلق کیا گیا تھا آج تک حالانکہ چھ سال اس کی اشاعت کو گذر چکے ہیں کسی نے برائے نام بھی اس کا جواب تحریر نفرمایا۔

جواب جھوٹے پر خدا اور رسولؐ وتمام ملائکہ واولاد کرام علیہ السلام کی ہزار لعنت مخاطب نے جھوٹ بولنے میں شیطان کی مقعد پر تھوک دیا حضرت نے سچ نہ بولنے کی اس رسالہ میں قسم کھالی ہے ناظرین تکلیف گوارا فرما کر اس فہرست پر ایک نظر ڈالیں جو کہ تمام رد شدہ کتب اہل سنت کے ناموں کی مع ان کے جوابوں کے حقیر نے ترتیب دی ہے وہاں رسالہ سوال ازجمیع علمائے شیعہ کے اجوبۂ متعدد کا ذکر کر دیا ہے بضرورت مقام پھر ان کے نام دہراتا ہوں۔

کشف الحجاب مؤلفہ مولوی شیخ احمد صاحب۔ اخشا مؤلفہ جناب مرزا عبد النقی صاحب قزلباش تشفی جوارح وسنی مؤلفہ جناب محمد حسن صاحب برادر مولوی علی اظہر صاحب رئیس کھجوہ ضلع سارن۔ سکت المخالف مؤلفہ حقیر بہ جواب ابوالقاسم صاحب الہ آبادی جس نے اول سوال ازجمیع علمائے شیعہ کی بنیاد قایم کی تھی دُر بے بہا مؤلفہ حقیر بجواب عاصی سید محمد صادق فیض آبادی جس نے بہ اتباع رسالہ سوال ازجمیع علمائے شیعہ ایک اشتہار شایع کیا تھا۔

پانچ کتب طبع شدہ کا انکار کرنا ایسے شخص کا کام ہے جس کے سر پر شامیانہ الہام کھنچا ہوا ہے۔

افسوس ہے جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی عارف باللہ کا ایسا مفتری اور غلط گو شاگرد ہم بہ آواز بلند کہتے ہیں کہ حافظ محمد ابو ابراہیم خلیل احمد انبہٹوی شاگرد حد درجہ کے دھوکہ باز اور جھوٹوں کے جدا مجد ہیں اور اس مجلۂ قرآن کے مستحق ہیں جو کہ بحق کاذبین وارد ہوا ہے سب سچی اور حق پسند آواز ملا کر دل آویز لہجہ کہیں کہ بر منکر اجوبۂ سوال ازجمیع علمائے شیعہ ہزار لعنت خدا کرے مخاطب حسب عادت فرقہ اہل سنت دارالعدالت میں جاکر مستغیث ہوں کہ مجکو مجیب مطرقہ نے بعض الفاظ قرآنی کا مقصود ومصداق تجویز کیا

اسوقت میں جواب کے ساتھ ہر پنج رسائل متذکرہ صدر پیش کرکے حاکم سے بصد ادب عرض کرونگا کہ حضور
اس الکذب الکاذبین نے یہ فقرہ لکھ کر" کہ برائے نام بھی انکا جواب تحریر نفرمایا سینوں کو دھوکہ دیا اور شیعہ کی
عزت گھٹائی چونکہ حکام انگریزی ماشاءاللہ عاقل و فرزانہ ہوتے ہیں عجب نہیں کہ سنی صاحبوں کو ہدایت
فرمائیں کہ اسپر دھوکہ کی دفعہ قایم کرکے مقدمہ دائر کرو اور پولیس کو حکم دیا جائے کہ اس کی برابر جانچ ہوتی ہے
کہ سالانہ کسقدر جھوٹ لکھتا ہے ذوی عقل اہل سنت سے ملتمس ہوں کہ کیا آپ پسند فرمائیں گے کہ ایسے غلط گو کو
اپنا عالم و پیشوائے دین اعتقاد کریں اور اُس کے فتاوے پر عامل ہوں
چونکہ حسب اندراج پیچ مسلم حضرت امیر بقول جناب عمر شیخین کو کاذب جانتے تھے۔ یقیناً یہ دولت کذب نویسی
مخاطب کو بہ سلسلہ تقلید حاصل ہوئی ہے کیونکہ پیر کے اخلاق کا اثر مرید میں ضرور ہوتا ہے سوائے ازین جبکہ
سوال از جمیع علمائے شیعہ کا تعلق بقول مخاطب اصول شیعہ سے تھا اور مخاطب بھی اُسی اصول کے توڑنے کو
ہتوڑا بدست ہیں لہذا امر طے شدہ پر دوبارہ لکھنے کی کیا ضرورت ہوئی شاید ہم نے زبردستی قلم پکڑکر تحریر ابطال
اصول شیعہ پر آمادہ کیا ہو مخاطب کے مجدداً لکھنے نے ہمکو یقین دلادیا کہ سوال از جمیع علمائے شیعہ در بارہ ابطال
اصول شیعہ ناکافی تھا اُن کے ذہن میں ایک کے بعد اگر دوسری تحریر کسی معاملہ میں کیجائے تو اول ناکافی ہوتی
ہے چنانچہ تحفہ کے جوابوں کی نسبت تحریر فرماتے ہیں کہ پہلے جوابوں کو ناکافی سمجھ کر مولوی حامد حسین صاحب نے
عبقات لکھی اگر یہ کلیہ صحیح ہے تو جھٹ کہہ سکتا ہے کہ تحفہ و منتہی الکلام و ہدیۃ الشیعہ و آیات بینات و سوال
از جمیع علمائے شیعہ میں مجانب اہلسنت سراسر ناتمام و دور از کار باتیں متعلق بہ اصول شیعہ لکھی گئی تھیں جب ہی تو
مخاطب کو بقوت الہام ایک جدید کتاب لکھنی پڑی۔ محمد اسحاق سہارنپوری و خود مخاطب نے اسبات کو تسلیم
کرلیا ہے کہ علمائے قدیم کے وہم میں بھی اصول شیعہ کے ابطال کا وسوسہ نہ گذرا تھا جس سے ثابت ہوگیا
کہ چودھویں صدی تک کی تمام کتابیں ناقص و ناتمام تھیں بحمد اللہ ہمارے علمائے اعلام نے اُن ناقص
و ناتمام کتابوں کو بہ تحریر جوابات مُتکثرہ ناقص کردیا اور اس کمل کو جو کہ بذریعہ الہام مخاطب کے قلم سے نکلی ہے
یہ ہیچمدان ابتر کئے دیتا ہے۔

فقرہ یازدہم علمائے شیعہ کے متکلمین سے بعض نے تو اپنے خصم کے عاجز کرنے کا یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ
اپنی تحریر میں خصم کو اور اُن کے پیشوایان کو سب و شتم سے یاد کیا بہ این غرض کہ ایسی خلاف تہذیب تحریرات کو
نہ خصم رغبت سے دیکھ سکے گا بلکہ تنفر سے اعراض کرے گا اور نہ اُن کا جواب لکھیگا مولوی حامد حسین صاحب نے

یہ طریقہ اختراع کیا کہ اپنی تحریر میں فضول اور لغو بے انتہا تطویل کیا تاکہ کوئی جواب نہ دے سکے۔

جواب عدم جواب دہی کتب شیعہ کی نسبت مخاطب دو عذر پیش کرتے ہیں عذر اول سب و شتم یعنی گالی گلوج عذر دوم طوالت کلام۔ عذر اول میں وہ یہ لکھتے ہیں کہ بعض علمائے شیعہ نے طریقہ بدگوئی کو اختیار کیا جس سے معلوم ہوا کہ اکثر نے ایسا نہیں کیا کیونکہ اکثر و تمامتر کا بعض ایک جزو ادنیٰ ہوتا ہے اہل سنت پر لازم تھا کہ اُن بعض کتابوں کو چھوڑ کر جنمیں محض گالیاں بھری ہوئی ہیں صرف وہ اکثر کتابیں خلعت جواب سے آراستہ کی جاتیں جن میں اہل سنت کے بزرگان دین کو گالیاں نہیں دی گئیں براہ عنایت اس سہل نگاری و غفلت شعاری کا سبب بیان کیا جائے یہ باتیں جہلا کے بہکانے اور اطمینان دلانے کے لئے ہیں کہ کیا جواب دیں شیعہ نے بالکل واہیات و خلاف تہذیب لکھا ہے ایسے عذرات باردہ سے مذہبی معاملات میں کار برآری نہیں ہو سکتی گالی ہندوستان میں جسکو کہتے ہیں اُن میں سے شیعہ نے کبھی ایک کا بھی بحق پیشوایان اہل سنت استعمال نہیں کیا اور نہ کر سکتے ہیں کیونکہ فحش گوئی ہمارے مذہب میں ناجائز ہے گالی کی تعریف یہ ہے کہ کسی کی ماں۔ بہن۔ جورو۔ بیٹی۔ خالہ۔ نانی۔ دادی پھوپی کو اُن لفظوں سے یاد کیا جائے۔ جو کہ ہندوستان میں مروج ہیں بعنایت الٰہی ہماری تمام کتابیں ایسی واہیات باتوں سے خالی ہیں۔ اگر مخاطب اپنے بیان میں سچے ہیں تو دس بیس گالیاں جو کہ شیعہ نے اُن کے خلیفہ یا کسی خلیفن کو دی ہوں کتب سے انتخاب کرکے پیش کریں میں وعدہ کرتا ہوں کہ نواب محمد حسین خاں صاحب بہادر عرف بنو صاحب خلف سعید نواب کاظم علی خانصاحب مرحوم رئیس رامپور دربلی سے فی گالی ایک اشرفی محمد شاہی دلا دونگا۔ مگر میاں مشیر کی خوش طبعی اور برق لامع وغیرہ کی شوخی یا اور جو کوئی مثل اُن کے ہو اس شرط سے مستثنیٰ ہے ہاں تحفہ و منتہی الکلام کے تمامتر جوابوں کی نسبت یہ شرط مسلم ہے اور انھیں کتابوں کے جواب الجواب نہ لکھنے سے ہم سینوں کا مذاق اڑا رہے ہیں اجوبۂ تحفہ وغیرہ میں یہ باتیں ضرور ہونگی کہ شیخین باایمان نہ تھے قرآن میں جسقدر آیات مذمت و عتاب ہیں یہ اُن سب کے راس و رئیس تھے منافقین امت سب ان کے ادنےٰ شاگرد تھے جہاد میں سب سے پہلے بھاگنے میں انھیں کے قدم اٹھتے تھے۔ نبیؐ کے احکام سے مخالفت کرنے اور گستاخانہ کلمات کہنے پر کیوں جری تھے۔ اہلبیت نبوی پر خود ظلم کرنے اور آئندہ کے لئے ابواب جور کشادہ کرنے میں از بس بے جگر تھے وغیرہ وغیرہ اگر مخاطب ان امور واقعی کو گالی سمجھتے ہیں تو پہلے تنقیح کرا لیں کہ یہ باتیں گالی ہیں یا مطاعن اسی طرح وہ دھریہ وغیرہ بہ مقابلہ اسلام کتابیں لکھ کر بحق سرور عالم ہر طرح کے سخت لفظوں

کا استعمال کرتے ہیں اُن کو سنی و شیعہ کیوں دیکھتے اور جواب لکھتے ہیں محض اتنا کہدینا کافی ہوا کہ ایسی واہیات باتوں کا کیا جواب دیا جائے حق یہ ہے کہ اہل سنت بہ مقابلہ شیعہ فی الواقع عاجز ہیں اُن سے نہ کبھی جواب ہوا نہو گا قیامت تک یہ ہی بہانہ بازی کرتے رہیں گے قاضی احتشام الدین مرادآبادی نے رسالہ نصیحۃ الشیعہ کے پہلے پرچہ میں وعدہ کیا تھا کہ ہم شیعہ کی اُن کتابوں کا جواب دیں گے جو کہ تحفہ و منتہی الکلام کے رد میں لکھی گئی ہیں۔ چونکہ بلا ایفائے وعدہ وہ اپنے بزرگان دین کی خدمت میں چلے گئے۔ لہذا کسی پیر طریقت سے کہئے کہ بذریعہ مراقبہ اُن سے دریافت کریں کہ شیعہ کی کتابیں ہمارے نزدیک گالیوں سے بھری ہوئی ہیں آپ نے اُن کا دیکھنا اور جواب لکھنا کیوں پسند فرمایا تھا

چونکہ بزرگ مخاطب نے شیعہ کے علماء پر الزام بدکلامی لگایا ہے مگر کسی عالم کا ایک فقرہ - یا جملہ بہ ثبوت دعوی خود پیش نہیں کیا جس سے اُن کے سچے ہونیکا یقین کیا جائے۔ مگر بہ نظر تسکین ناظرین تحیف دکھلائے دیتا ہے کہ پیشوایان مخاطب اور اُن کے علمائے ذیقدر اور وہ خود نہایت بدزبان و یاوہ گو و ناشائستہ کلام ہیں حضرت ابوبکر صدیق سے سلسلہ شروع کرکے مخاطب کی ذات تک انشاء اللہ پہنچا دیا جائے گا۔ تاریخ الخلفاء مطبوعہ کلکتہ میں جناب مخاطب بہ فصل ملاحظہ فرمائیں فصل فی الاحادیث الواردہ فی فضلہ وحدہ کان ابوبکر سبّاباً لکھا پائیں گے یعنی ابوبکر انتہا کی گالیاں دینے والے بدزبان تھے۔ ابن اثیر نے تاریخ کامل مطبوعہ مصر کی جلد دوم میں صفحہ (۱۳۹) پر لکھا ہے واخذ بلحیۃ عمر وقال ثکلتک امک یا ابن الخطاب یعنی ابوبکر نے عمر کی ڈاڑھی پکڑلی اور فرمایا کہ تیری ماں غمگین ہوا اے پسر خطاب دُھنے جولاہے ہندوستان کے رذیل لوگ باخوذ ملا ایک دوسرے کو گالیاں دینے دیتے جب جنگ میں ترقی کرتے ہیں تو پھر ڈاڑھی کے جھٹکنے کی نوبت آتی ہے یہ ہی حالت ان لوگوں کی تھی کہ مثل عوام الناس باخوذ ملا لیاڈ کی وہ دھول جوتی وماں بہن کیا کرتے تھے حضرت ابوبکر جب اول منبر پر چڑھے تو ابن حجر مکی صاحب صواعق محرقہ و سیوطی صاحب تاریخ الخلفا میں لکھتے ہیں کہ اُنھوں نے یہ خطبہ پڑھا تھا کہ اے حاضرین جلسہ نبی پر وحی آتی تھی خدا اُن کا محافظ تھا اور میں اُس درجہ میں نہیں بلکہ مجھ پر ایک شیطان مسلط ہے آپ صاحب جب مجکو راہ راست سے منحرف دیکھیں سیدھا کردیں اور جب مجکو غصہ میں بھرا ہوا پائیں تو علیحدگی اختیار کریں واہ سبحان اللہ کیا خلیفہ رسول تھے جن پر غصہ کا بھوت ایسا چڑھا تھا کہ اچھے برے کے درجہ کی تمیز سے عقل معطل ہو جاتی تھی چونکہ بڑے گھر تھے غالباً خمّ الّود ہو کر گالیوں کی حدود سے باہر قدم رکھ کے مُنہ نوچنے لگتے ہوں گے جبکہ

حضرت عمر کی ریش اقدس اُکھاڑنے پر تیار ہو گئے تھے حضرت ابو بکر کا گالیاں دینا ایک اور واقعہ سے دکھلاتا ہوں ذیقعد سنہ ۶ھ میں جو حضرت حرم معظم میں تشریف لے جانے کے لیے ارادہ مند ہو کر حدیبیہ میں پہنچے وہاں کفار مانع آئے اور بہت کچھ گفتگو میں ردّ و بدل رہی سارا واقعہ لکھنے میں طوالت ہے مدارج النبوۃ میں ہر شخص دیکھ سکتا ہے اُس موقع پر عروہ ابن مسعود ثقفی نے حضرت سے کہا کہ آپ ان چند اوباشوں کے گندے پر ہیں جو کہ تمہارے گرد و پیش ہیں یہ اٹھتے وقت پر سوائے بھاگنے کے کوئی نمایاں کام دکھلانے والے نہیں حضرت ابو بکر کو چبھتا ہوا کلمہ بُرا معلوم ہوا صاحب مدارج لکھتے ہیں عروہ را دشنام داد و بتا ان اور اہانت سا یند حضرت ابو بکر کے پاس بھاگنے والے اوباشوں کا کوئی جواب نہ تھا۔ گالیوں کے مشاق تھے وہی وہاں زبان سے مثل جواہر اُگلنے لگے۔

کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۸۲ مطبوعہ مصر و سیرت ابن ہشام صفحہ ۲۷ جلد دوم مطبوعہ مصر و مدارج النبوۃ رکن چہارم صفحہ (۱۴۹) مطبوعہ بمبئی دیکھو سارا قصہ پیش نظر ہو جائے گا

صحیح بخاری و تاریخ الخلفاء مطبوعہ کلکتہ بحث استخلاف و تاریخ کامل مصر صفحہ (۱۷۶) و علامہ ابن قتیبہ دینوری صاحب کتاب امامت و سیاست و سیرۃ الفاروق وغیرہا میں لکھا ہے کہ حضرت عمر انتہا کے فظ غلیظ یعنی درشت طبیعت و سخت مزاج تھے حضرات ناظرین ایسے شدید الطبع میں یہ ہی خوئے بد ہوتی ہے کہ شریفوں کی بدکلامی سے دل آزاری کرے یہ ہی وجہ ہے کہ حسب اندراج کتب یا لا کوئی صحابی ان کی خلافت پر رضامند نہ تھا ازواج نبی نے قوارن کا نام ہی بدخو رکھ لیا تھا دیکھو اس وقت جو حکام سر اجلاس گالیاں دینے کے عادی ہیں اُن کی کچہری میں بھلا مانس تو کیا کوئی رذیل بھی جانا پسند نہیں کرتا ایسے لوگوں کی دل جلے کبھی جوتیوں سے بھی خبر لیتے ہیں حضرت ابو بکر کے سر اقدس پر ابن ربیعہ نے جس چیز سے صدمہ پہنچایا تھا میں اُس آلہ ضرب کا نام لکھنا خلاف ادب جانتا ہوں کیونکہ باعتبار معاشرت ملکی ہندوستان میں اُس شخص کی بڑی اہانت ہوتی ہے جس کے سر پر وہ چیز لگائی جائے جو کہ ابو بکر کے لگائی گئی تھی ملا معین صاحب معارج النبوۃ رکن سوم باب دوم میں صفحہ (۵۴) پر لکھتے ہیں عتبہ بن ربیعہ علیہ اللعن نعلین برگرفت و چنداں بر روئے ابو بکر زد کہ بینی او از رخسار ممتاز نمی گشت روضتہ الاحباب کے صفحہ ۸۶ و ۸۷ اور تاریخ الخلفاء کے صفحہ ۳۰ اور ریاض النضرہ میں بھی حضرت اول پر جو واردات ہوئی اُسکا اجمالی طور پر ذکر ہے مخاطب غور فرمائیں کہ انبیاء کے حواری ایسے ہی با تہذیب ہوتے ہیں

کہ لوگوں کو گالیاں دیں اور اُسکے بدلے میں سر کی گرد جھڑوائیں حضرت عثمان کی کج اخلاقی و بدزبانی ایسی تفصیل طلب ہے کہ جس کے اظہار کا یہ رسالہ گنجائش نہیں رکھتا ابن مسعود کو غلاموں سے اتنا پٹوایا کہ اُن کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ عمار یاسر کو سر دربار بے عزت کرایا ابوذر کو بصد عقوبت مدینے سے نکالدیا تمام واقعات سے بطون کتب بھرے ہوئے ہیں یہ سزائیں بعد گالیوں کے دیجاتی تھیں۔ جناب مخاطب ہماری کتابوں میں الفاظ فحش کے درج ہونیکا الزام لگاتے تھے اپنے پیشوایان مذہب کے اخلاق حمیدہ کا نقشہ دیکھیں کہ کیسے فحاش اور درشت مزاج تھے یہ لوگ عجیب خصائل رکھتے تھے۔ تمام برائیوں کی جڑ جھوٹ ہے اسمیں یہ ایسے مشاق تھے کہ حضرت امیر جیسا عادل و ثقہ و صادق البیان بھی حسب تصریح صحیح مسلم شیخین کو جھوٹا بے ایمان بدعہد و گنہگار جانتا تھا بدکلامی کے سوا مخاطب کے خلفاء میں یہ بھی عیب تھا کہ جس طرح گنوار لوگ اپنی عورتوں پر جوت بازی کیا کرتے ہیں یہ بھی اپنی ازواج کی خوب مرمت کیا کرتے تھے اپنی بیٹیوں سے جو کہ نبی کے گھر میں تھیں اور بوجہ ام المومنین ہونے کے ان کی مادر گرامی کے شرف سے بھی ممتاز تھیں اسی قرینہ سے پیش آیا کرتے تھے روضۃ الاحباب جلد اول صفحہ (۳۲۹) لغایت ۳۳۱ مطبوعہ انوار محمدی پریس لکھنؤ میں بحوالہ صحیح مسلم لکھا ہے کہ ایک روز حضرت عمر نے بموجودگی جناب ابوبکر آنحضرت سے عرض کیا کہ حضور میری زوجہ دختر خارجہ نے مجھ سے نفقہ مانگنے میں تنگ طلبی کی فدوی نے اُس کے ہاتھ پیر خوب مروڑے اس موقع کا ایک فقرہ یہ ہے (برخاستم و برگردن وے زدم حضرت نے فرمایا کہ میاں عمر جس مصیبت میں تم گرفتار ہو وہی مجھ پر بھی پڑ رہی ہے ان دونوں نے (عائشہ و حفصہ) کی طرف اشارہ کرکے فرمایا میرا ناک میں دم کر رکھا ہے وہ چیز مجھ سے مانگتی ہیں کہ جو میرے پاس نہیں یہ شکایت سُنکر دونوں صاحبوں نے اپنی اپنی صاحبزادیوں کی خوب گت بنائی قرینہ چاہتا ہے کہ پہلے سب و شتم کیا ہوگا چونکہ وہ دبنے والی نہیں تھیں باپ کے سامنے پٹا پٹ بولے گئی ہونگی لہذا چہرہ کی گرد دھو دی گئی۔

مخاطب کے بزرگان دین سب کے سب ایسی ہی صفات کے حامل تھے مردوں کی تو یہ حالت تھی عورتوں کا نمبر اُن سے بھی بڑھا ہوا تھا رشک و حسد میں یگانۂ روزگار تھیں بہتان بندی و افترا پردازی میں اپنا نظیر نہ رکھتی تھیں کتاب مذکور الصدر کے صفحہ مسطور پر لکھا ہے کہ زینب بنت جحش زوجہ رسولخدا نے آنحضرت کو شہد کا شربت پلایا۔ عائشہ صاحبہ کو یہ ناگوار گذرا اُنھوں نے بی حفصہ کو رائے دی کہ جب نبی تمہارے پاس آئیں تم کہنا کہ ذرا الگ ہوکر بیٹھو آپ کے مُنہ سے بدبو آتی ہے کیا کہیں مغافیر چکھے کے

آئے ہو د مغافیر ایک درخت کا گوند ہے جس میں تعفن از بس ہوتا ہے میں بھی ایسا ہی کہوں گی ہم دو کی بلا اختلاف شہادت کا یہ اثر ہوگا کہ یہ موئی نظر سے گر جائے گی اسجگہ مجھ کو تمام قصہ لکھنے کی ضرورت نہیں حرف مطلب صرف اتنا تھا کہ مخاطب کے ہادی ایسے اخلاق رزیلہ رکھتے تھے جوکہ ادنے درجہ کے سفہا میں ہوتے ہیں گالی دینا جھوٹ بولنا اپنی عورات کے سر کی خاک جھاڑنا افترا و بہتان کرنا اُن کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا امیر معاویہ بھی مخاطب کے پیشوا دین اور بقول ابن حجر مکی صاحب صواعق محرقہ پیران پیر خلیفہ حق و امام الصدق تھے وہ مع اپنے تمام اسٹاف کے جس میں اکثر اصحاب رسول داخل تھے برابر ممبر پر چڑھ کر خانہ خدا میں رسول کے تمام گھرانے کو گالیاں دیا کرتے تھے رسالہ اصل التحقیق بردّ التحقیق میں حقیر نے اٹھارہ کتب اہل سنت سے اس بدعملی کو دکھایا ہے صحیح مسلم جلد دوم کے صفحہ (۲۷۸) پر مخاطب دیکھ لیویں۔ گالیاں دینا اور دلانا معاویہ صاحب کا نظر سے گذر جائے گا۔ قاعدہ یہ ہے کہ پیر کے اخلاق کا اثر مریدیں ضرور ہوتا ہے اس فرقہ کے علماء کی تحریر دیکھئے بہ مقابلہ شیعہ ایسے الفاظ نازیبا لکھے ہیں کہ قلم اُن کو اپنی زبان پر لانا پسند نہیں کرتا بطور نمونہ بصد کراہت کچھ ہدیہ نظر کئے دیتا ہوں سنیوں کے امام المجتہدین و سلطان مناظرین جناب شاہ صاحب دہلوی نے سب سے پہلے ہندوستان میں مناظرہ کی دوکان کھولی ہے تجارت کا قاعدہ ہے کہ ادنیٰ دوکاندار تجربہ حاصل کرتے کرتے بڑا اطرار ہو جاتا ہے شاہ صاحب فور دولت اور گاہکوں کی قدر دانی سے پورے کوٹھی والے ہو گئے۔ چھوٹے موٹے بازار نشین لوگوں نے اُن کو آڑتی سمجھ کر مال لینا شروع کیا آڑت کے لئے ایمانداری کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے بایں نظر اشتہار یہ دیا کہ میں نے اپنی کوٹھی کی تمام الماریوں اور سب کمروں کو صاف ستھری اور کھری چیزوں سے آراستہ کیا ہے۔ مگر تمام اشیاء کھوٹی سب پر ملمع چڑھا ہوا تمام جڑاؤ چیزوں میں جھوٹے کندن کے ٹانکے بیکار لوگ (مراد از متکلمین اہل سنت) گٹھریاں بھر بھر کر دوکان سے مال لے گئے اور اپنے اپنے مقامات پر گاہک فریبی و گرم بازاری شروع کی پولیس ایسے لوگوں کی تاک جھانک میں لگی رہتی ہے۔ چند تجربہ کار افسروں نے جنکا ادنے کفش بردار اور سررشتہ فوجداری کا ایک معمولی چوکیدار یہ حقیر بھی ہے اسبات کا بیڑا اُٹھایا کہ جس مال کو یہ تمام لوگ اچھا باور کرا کے بیچ رہے ہیں اس کی اصلیت معلوم کرنا چاہئے کہ کیسا ہے جانچ کرنے سے ثابت ہوا کہ سارا مال تانبے چینی کے برتنوں کی طرح کھوٹا ہے۔ نیچے لوہا اور اوپر سفید مٹی کا پانی اسی وقت کوٹھی والے مع ذیلی بازاریوں کے گرفتار کر لئے گئے اور سب مال

کی ایک فہرست مرتب کرکے چالان کردیا گیا مطلب یہ کہ تحفہ شاہ صاحب اور جس جس نے مضامین تحفہ کا استنباط کیا سب کے مفصل جواب لکھ کر جملہ علمار کا جھوٹا اور فریبی ہونا ثابت کردیا گیا۔ تمام سوداگر جلیجانہ میں چکی پیس رہے ہیں۔ مگر صفائی نہیں دے سکتے۔ مراد یہ کہ اجو بہ تحفہ وغیرہ کا رد نہیں لکھ سکتے۔ شاہ صاحب نے راہ مناظرہ جو کہ ایک ممدوح طریقہ ہے چھوڑ کر شاتمہ یعنی بدکلامی وخلاف تہذیب گفتگو کرنی شروع کی اور چونکہ متکلمین اہل سنت سب اُسی خرمن دولت کے خوشہ چین ہیں اُنھوں نے بھی یہی دیرہ اختیار کیا ترتیب وار سب کے وہ بعض فقرات لکھتا ہوں جو کہ توہین شیعہ بلکہ خدا وانبیار کی شان میں لکھے گئے ہیں سینوں کے پیر مغاں جناب مولوی عبدالعزیز صاحب تحفہ کے صفحہ (۳) پر لکھتے ہیں آنچہ دریں رسالہ از باب مطاعن اہلبیت عظام واصحاب کرام وازواج مطہرات خیرالانام بلکہ از نقائص ملائکہ وانبیار علیہم السلام مذکور شود و لازم آید راقم را ازاں بری الذمہ شناسند وفارغ العہد انگارند کہ بہ ہزار زبان ازاں امر شنیع تبرامی نماید و بصد دل ازاں سوء ادب بیزاری میدارد ولیکن چونکہ بنار کلام بر اصول گروہے نہادہ است ناچار زمام اختیار بدست آنہا فتادہ است ہر جا کہ کشندہ بر ندمیر ود و بہ ہر رنگ کہ نمیں کنند می شود۔ نتیجہ کلام یہ ہوا کہ شاہ صاحب نے انبیار واہلبیت کی خدمت میں ایسے گستاخانہ اور بے ادبانہ کلمات لکھے ہیں جس سے اُنکو خود تبرا ہے نیز وہ الفاظ شنیع بھی ہیں مگر ایسے بیہودہ اور لایق تبرا الفاظ کا استعمال اُن کے نزدیک اس واسطے جائز ہو گیا کہ بربناء مذاق شیعہ اُنھوں نے لایعنی و بے معنی الفاظ تحریر فرمائے ہیں پرائے شگون کے لئے اپنی ناک کاٹ ڈالنا سفیہانہ فعل ہے شیعہ کے جلانے کے واسطے آئمہ اور انبیار کو بُرا کہنا کسی با ایمان مسلمان کا کام نہیں ہو سکتا اس تحریر پر جو میں نے قدح کی ہے وہ رسالہ تقریر دلپذیر کے صفحہ (۲۰) پر مفصل درج ہے مطلب اس امر کے ثابت کرنے سے تھا کہ کملاء اہل سنت ایسے شائستہ اور لایق خاندان کے صاحب ایمان ہیں کہ الفاظ بد و نالایق سے انبیار و آئمہ کو بھی نہیں چھوڑتے اور خود اپنی کتابو نیز تبرا کرتے ہیں۔

شاہ صاحب سینوں کے گالیوں کے معلم اول ہیں کسی پُرانے بھٹیارے ــــــ وگمان میں بھی وہ بے نقط مغلظات گالیاں نہو گی جو کہ اُن کے روزمرہ میں داخل نہیں اگر تحفہ کی ساری گالیاں حوالہ قلم کروں تو ایک طومار ہو جائے نیز گا چند فقرات حوالہ قلم کرتا ہوں اینجا مذہب تشیع بالحاد و فلسفہ انضمام یافتہ بول بار ار وخون حیض آمیختہ طرفہ معجونے بہم رسید ایک اور جگہ فرماتے ہیں اگرچند روایت ضعیف و واہی در کتب ابن بابویہ و

آئے ہو د مغافیرایک درخت کا گوند ہے جس میں تعفن از بس ہوتا ہے میں بھی ایسا ہی کہوں گی ہم دو کی
بلا اختلاف شہادت کا یہ اثر ہوگا کہ یہ موئی نظر سے گر جائے گی اسجگہ مجھ کو تمام قصہ لکھنے کی ضرورت
نہیں حرف مطلب صرف اتنا تھا کہ مخاطب کے ہادی ایسے اخلاق رذیلہ رکھتے تھے جو کہ ادنےٰ درجہ کے
سفہا میں ہوتے ہیں گالی دینا جھوٹ بولنا اپنی عورات کے سر کی خاک جھاڑنا افترا و بہتان کرنا اُن کے
بائیں ہاتھ کا کھیل تھا امیر معاویہ بھی مخاطب کے پیشوا دین اور بقول ابن حجر مکی صاحب صواعق محرقہ و پیران
پیر خلیفہ حق و امام الصدق تھے وہ مع اپنے تمام اسٹاف کے جس میں اکثر اصحاب رسول داخل تھے برابر
ممبر پر چڑھ کر خانہ خدا میں رسول کے تمام گھرانے کو گالیاں دیا کرتے تھے رسالہ اصل الحقیقت بردّ الحقیقت
میں حقیر نے اٹھارہ کتب اہل سنت سے اس بدعملی کو دکھایا ہے صحیح مسلم جلد دوم کے صفحہ (٢٧٨) پر مخاطب
دیکھ لیویں۔ گالیاں دینا اور دلانا معاویہ صاحب کا نظر سے گذر جائے گا۔ قاعدہ یہ ہے کہ پیر کے اخلاق
کا اثر مریدیں ضرور ہوتا ہے اس فرقہ کے علماء کی تحریر دیکھئے بہ مقابلہ شیعہ ایسے الفاظ ناز یبا لکھے ہیں کہ
قلم اُن کو اپنی زبان پر لانا پسند نہیں کرتا بطور نمونہ بصد کراہت کچھ ہدیۂ نظر کئے دیتا ہوں سنیوں کے
امام المجتہدین و سلطان مناظرین جناب شاہ صاحب دہلوی نے سب سے پہلے ہندوستان میں مناظرہ کی
دوکان کھولی ہے تجارت کا قاعدہ ہے کہ ادنیٰ دوکاندار تجربہ حاصل کرتے کرتے بڑا اطرار ہو جاتا ہے
شاہ صاحب فور دولت اور گاہکوں کی قدردانی سے پورے کوٹھی والے ہوگئے۔ چھوٹے موٹے بازار
نشین لوگوں نے اُن کو آڑتی سمجھ کر مال لینا شروع کیا آڑت کے لئے ایمان داری کی زیادہ ضرورت
ہوتی ہے بایں نظر اشتہار یہ دیا کہ میں نے اپنی کوٹھی کی تمام الماریوں اور سب کمروں کو صاف ستھری
اور کھری چیزوں سے آراستہ کیا ہے۔ مگر تمام اشیاء کھوٹی سب پر ملمع چڑھا ہوا تمام جڑاؤ چیزوں
میں جھوٹے کندن کے ٹانکے بیکار لوگ (مراد از متکلمین اہل سنت) گٹھریاں بھر بھر کر دوکان سے مال
لے گئے اور اپنے اپنے مقامات پر گاہک فریبی و گرم بازاری شروع کی پولیس ایسے لوگوں کی تاک جھانک
میں لگی رہتی ہے۔ چند تجربہ کار افسروں نے جنکا ادنےٰ کفش بردار اور سر رشتہ فوجداری کا ایک معمولی چوکیدار
یہ حقیر بھی ہے اسبات کا بیڑا اُٹھایا کہ جس مال کو یہ تمام لوگ اچھا باور کراکے بیچ رہے ہیں اس کی اصلیت معلوم
کرنا چاہیے کہ کیسا ہے جانچ کرنے سے ثابت ہوا کہ سارا مال تابنے چینی کے برتنوں کی طرح کھوٹا ہے۔ نیچے
لوہا اوپر سفید مٹی کا پانی اسی وقت کوٹھی والے مع ذیلی بازاریوں کے گرفتار کر لئے گئے اور سب مال

کی ایک فہرست مرتب کرکے چالان کر دیا گیا مطلب یہ کہ تحفہ شاہ صاحب اور جس جس نے مضامین تحفہ کا استنباط کیا سب کے مفصل جواب لکھے کر جملہ علماء کا جھوٹا اور فریبی ہونا ثابت کر دیا گیا۔ تمام سوداگر جلیخانہ میں چکی پیس رہے ہیں۔ مگر صفائی نہیں دے سکتے۔ مراد یہ کہ آج یہ تحفہ وغیرہ کا رد نہیں لکھ سکتے۔ شاہ صاحب نے راہ مناظرہ جوکہ ایک ممدوح طریقہ ہے چھوڑ کر مشاتمہ یعنی بدکلامی و خلاف تہذیب گفتگو کرنی شروع کی اور چونکہ متکلمین اہل سنت سب اُسی خرمن دولت کے خوشہ چین ہیں اُنھوں نے بھی یہی دیرہ اختیار کیا ترتیب وار سب کے وہ بعض فقرات لکھتا ہوں جوکہ توہین شیعہ بلکہ خدا و انبیاء کی شان میں لکھے گئے ہیں سنیوں کے پیر مغاں جناب مولوی عبدالعزیز صاحب تحفہ کے صفحہ (۳) پر لکھتے ہیں آنچہ دریں رسالہ از باب مطاعن اہلبیت عظام و اصحاب کرام و ازواج مطہرات خیر الانام بلکہ از نقائص ملائکہ و انبیاء علیہم السلام مذکور نمودہ لازم آید راقم را از اں بری الذمہ شناسند و فارغ العہد انگارند کہ بہ ہزار زبان از اں امر شنیع تبرامی نماید و بصد دل از اں سوء ادب بیزاری میدارد لیکن چونکہ بناء کلام بر اصول گروہے نہادہ است ناچار زمام اختیار بدست آنہا فتادہ است ہر جا کہ کشیدہ بر ندمیرود و بہ ہر رنگ کہ رنگیں کنند می شود۔ نتیجہ کلام یہ ہوا کہ شاہ صاحب نے انبیاء و اہلبیت کی خدمت میں ایسے گستاخانہ اور بے ادبانہ کلمات لکھے ہیں جس سے اُنکو خود تبرا ہے نیز وہ الفاظ شنیع بھی ہیں مگر ایسے بیہودہ اور لایق تبرا الفاظ کا استعمال اُن کے نزدیک اس واسطے جائز ہو گیا کہ بر بناء مذاق شیعہ اُنھوں نے لایعنی و بے معنی الفاظ تحریر فرمائے ہیں پرائے شگون کے لئے اپنی ناک کاٹ ڈالنا سفیہانہ فعل ہے شیعہ کے جلانے کے واسطے آئمہ اور انبیاء کو بُرا کہنا کسی باایمان مسلمان کا کام نہیں ہو سکتا اس تحریر پر جو میں نے قدح کی ہے وہ رسالہ تقریر دلپذیر کے صفحہ (۲۰) پر مفصل درج ہے مطلب اس امر کے ثابت کرنے سے تھا کہ کملاء اہل سنت ایسے شائستہ اور لایق خاندان کے صاحب ایمان ہیں کہ الفاظ بد و نالایق سے انبیاء و آئمہ کو بھی نہیں چھوڑتے اور خود اپنی کتابوں پر تبرا کرتے ہیں۔

شاہ صاحب سنیوں کے گالیوں کے معلم اول ہیں کسی پُرانے بھٹیارے کے وہم و گمان میں بھی وہ بے نقط مغلظات گالیاں نہ ہوں گی جو کہ اُن کے روزمرہ میں داخل تھیں اگر تحفہ کی ساری گالیاں حوالہ قلم کروں تو ایک طومار ہو جائے تبرکاً چند فقرات حوالہ قلم کرتا ہوں اینجا مذہب تشیع بالحاد و فلسفہ انضمام یافتہ بول با براز و خون حیض آمیختہ طرفہ معجونے بہم رسید ایک اور جگہ فرماتے ہیں اگرچند روایت ضعیف و واہی در کتبہ ابن بابویہ و

فتح اللہ شیرازی مثل لتہائے حیض مخفی و مستور ماند پھر یہ اشارہ ہوا ہے ۔ شخصے از شیعہ با مادر یا خواہر
خود زنا کند یا با پسر و برادر خود لواطہ نماید و تمام عمر در شرب خمر و اکل خنزیر دریا و کذب و غیبت مداومت
نماید باید کہ اصلا از وے پرسند سینوں کے خاتم المتکلمین مولوی حیدر علی صاحب کا ترانہ سنئے ازالۃ الغین جلد
اول میں شیعہ کے مجتہد صاحب کو بایں الفاظ شائستہ یاد فرماتے ہیں ۔ این نالایق این خبیث بدترین
خلایق این نقال کشمیری ناٹک طائفہ این سگ دیوانہ واین ابن زیاد پسر مرجانہ کہ طائفہ امامیہ اورا
رئیس خویش دانستہ اند نواب محسن الملک صاحب جو کہ ہر جلسہ کانفرنس میں تہذیب کی کرسی پر صدارت فرماتے
سے آیات بینات کے اکثر مواقع پر بحق شیعہ اسی شائستگی سے گہر ریز ہوئے ہیں جیسا کہ اس گروہ کے علما کا حسب
تصریح بالا دستور العمل ہے ۔ ممدوح الشان کی تمام گہر ریزیوں کو یکجا جمع کرنا متعذر سمجھ کر ایک جملہ لکھتا ہوں
اسی پر ان کے مہذب ہونیکا قیاس ہو سکتا ہے شروع آیات بینات میں لکھتے ہیں ۔ عبداللہ ابن سبا یہودی
شیعوں کا دادا مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب ہدیۃ الشیعہ و مولوی جہانگیر خاں صاحب شکوہ آبادی نے
وہ غضب ڈھایا اور ایسے کریہ الفاظ میں خلیفہ سے گستاخی کی اور حضرت امیر کی توہین فرمائی کہ خود چند علمائے
اہل سنت نے اُن کے کفر کا فتوے دے دیا جو کہ بہ ثبت مواہیر علما ربینۃ تحفۃ الاثنا عشریہ و معیار الہدے مطبع
یوسفی دہلی کے صفحہ آخر پر چھپا ہوا ہے ایک رسالہ رد الرافضہ ہے اُس کے باتمیز مصنف نے فرقۂ شیعہ کو
اُن بد و نالایق الفاظ سے یاد فرمایا ہے جنکا اعادہ مکروہ سمجھ کر صرف ایک جملہ پر اکتفا کرتا ہوں یہ رسالہ
رد الرافضہ خیالات باطلہ شیطانیہ رفضہ کی بیخکنی کرنے والا جس میں صحت کے ساتھ قصہ غدیر خم وغیرہ
ان خبثا کی کتابوں سے لکھا ہے اور نقل قصہ و دیگر مسائل میں ان سفہا سے جس قدر اغلاط و مزخرفات
وقوع میں آئے انکو اچھی طرح کھولا گیا ہے ۔ مولوی محمد قاسم پیرزادہ نے رسالہ سجادیہ کے جواب میں جو مضمون
تحریر کیا ہے اس میں بہت کچھ بھلے الفاظ کا استعمال فرمایا ہے از آنجملہ ایک یہ کہ جناب سیدہؑ کو
ناقص العقل والدین تجویز فرمایا ہے سوائے ازیں شاہ ولی اللہ نے کھلے الفاظ میں حضرت امیرؑ پر الزام لگائے
ہیں ۔ یہاں تک کہ عنایات ربانی کا اُن کے وقت میں قطع ہو جانا تحریر فرمایا ہے اور تمام بدعات و سیئات
وضلالت کا سرچشمہ اولاد علی کو قرار دیا ہے اشارت استخلاف سے بہ الفاظ ظاہر انکو محروم کیا ہے ازالۃ
الخفا و قرۃ العینین جو دیکھے گا جملہ باتیں تصویر بنکر سامنے آجائیں گی ۔ اخبار انجم لکھنؤ میں جو کہ سینوں
کا معتبر پرچہ ہے بہ الفاظ روشن لکھا ہے کہ ابو طالب اشد ترین کفار تھے مگر اُن کے بیٹے نے بہ لباس سلطانی

اپنے باپ کے ارادوں کو خوب پورا کیا مرزا حیرت دہلوی منکر شہادت امام حسینؑ نے جو خاندان رسالت کی اہانت میں لال اُگلے ہیں قابل بیان نہیں میرے قلم میں یہ طاقت نہیں کہ علمائے اہلسنت کی عنایتوں کا پورا بیان کرسکوں۔ کیونکہ لنکا میں جو ہے وہ باون گز کا اب آخر درجہ پر مخاطب کے وہ احسانات دکھلاتا ہوں جو کہ اُنکی پختہ ایمانداری وشان اسلام سے بحق اہلبیت مبذول ہوئے ہیں موصوف اپنی قابل ناز کتاب ہدایات الرشید کے صفحہ ۸، سطر ۷، پر یہ عبارت لکھتے ہیں ناظرین رسالہ اگر اس رسالہ میں کوئی کلمہ ناشائستہ وناسزا بنسبت خداوند علاّم یا بنسبت شان انبیا ورسل علیہ الصلوٰۃ والسلام یا بنسبت حضرات آئمہ کرام یا صحابہ عظام وغیرہ بزرگان دین ملاحظہ فرمائیں تو اُسکو عاجز کے عقیدہ پر محمول نفرمائیں اور نہ یہ سمجھیں کہ بندہ نے یہ کلمات اپنے عقیدہ سے لکھے ہیں حاشا وکلا میرا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ ان میں سے کسی کی شان میں خلاف تعظیم وادب کوئی کلمہ جائز ومباح سمجھا جائے بلکہ قطعی کفر اور حرام اعتقاد کرتا ہوں آگے چند سطر بعد لکھتے ہیں۔ لیکن چونکہ اس رسالہ میں شیعہ کو اُن کی روایات سے الزام دینا مقصود ہے اس لیئے نقل کفر کفر نباشد اس قسم کا جو کلمہ قلم سے نکل گیا ہے وہ مذہب شیعہ کے مطابق ہے انتہیٰ

مخاطب کے اس عذر کا جواب کہ میں نے کلمات ناشائستہ وناسزا خدا وانبیاء وآئمہ ہدیٰ کی شان میں بربنار روایات شیعہ لکھے ہیں حقیر نے تقریر دلپذیر کے صفحہ (۵۶) پر بوضاحت تمام تردے دیا ہے اسجگہ اتنی بات دکھا دینی منظور تھی کہ معترض شیعہ خود ایسے ہیں کہ جن کے قلم سے خدا کو بھی نجات نہ ملی انبیاء اور آئمہ تو اُن کے نزدیک کس گنتی میں ہیں پھر مخاطب ہدایات الرشید کے صفحہ (۸۶۶) پر بمقام بحث فدک ارقام فرماتے ہیں جبکہ ابوبکر صدیق نے ایک کام موافق شرع کیا اور اسپر جناب سیدہ ناخوش ہوئیں تو صدیق اکبر پر کوئی طعن عاید نہیں ہوسکتا۔ لیکن البتہ جناب سیدہ کی طرف فی الجملہ اعتراض ہے تو اس کا بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ آخر جناب سیدہ معصوم نہ تھیں اور نفس رکھتی تھیں اور کبھی بے اختیار صفات نفسانی ظاہر ہوجاتی تھیں۔ اگر حضرت سیدہ جناب ابوبکر سے ناخوش ہوئیں تو کچھ تعجب نہیں مخاطب چونکہ تہذیب کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں لہذا غایت ایمانداری سے جناب فاطمہ کو طلب فدک میں طالب ناجائز اور خلاف شرع دعوے کر نیوالا تجویز کیا اور ابوبکر صاحب کو عامل بہ احکام شرع قرار دیا اسپر یہ ترقی کی کہ سیّدہ بلکیہ کو جو کہ اُن کے نبیؐ کی بیٹی تھیں اہل نفسانیت سے شمار کیا جسکا مفہوم صاف بے ایمانی ہے۔ سیدہ کا معاذاللہ بے ایمان ہونا معاملہ فدک تک ہی محدود نہیں فرمایا بلکہ اُن کی ذات سے صدور افعال نفسانیت کو دیگر

مواقع پر بھی تصدیق کیا ہے اُن کے الفاظ بالا یہ بھی بتلا رہے ہیں کہ سیدہ ایسی مغلوب نفسانیت تھیں کہ اُن سے بے اختیار وہ باتیں صادر ہوتی تھیں جو کہ بے ایمانی کی ثابت کرنے والی ہوتی ہیں پڑھو فقرہ اور کبھی بے اختیار صفات نفسانی اُن سے ظاہر ہو جاتی تھیں مخاطب عذر فرماتے تھے کہ حاشا وکلا میرا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ بزرگان دین سے کسیکو ناسزا و ناشائستہ لکھوں جو کچھ لکھا وہ بر بنار روایات شیعہ نقل کفر کفر نباشد سمجھ کر لکھا ہے خدا کرے کوئی وہ سُنی جو کہ در پردہ دشمن اہلبیت نہ ہو مخاطب سے پوچھے کہ جناب کس شیعہ نے فاطمہ علیہ السلام کو اہل نفسانیت میں لکھا ہے آپ تو مقدمۂ فدک میں اپنے فرقہ کے علمار کا اعتقاد بیان فرما کر اُس کی تصدیق کر رہے ہیں پس آپ بقول خود عقیدۂ حرام کے مرتکب ہوئے اور نیز وہ علمار جو کہ حسب تسلیم جناب سیدہ کا شمار اہل نفسانیت میں کرتے تھے علاوہ بریں مطرقہ کے دیباچہ میں جو مخاطب نے عربی خطبہ لکھا ہے اسمیں چند کلمہ اہانت کے شیعہ کو نذر کئے ہیں مجھکو صاحبان انصاف سے قوی امید ہے کہ تمام مضمون مندرجہ بالا پر نظر فرما کر وہ ضرور یہ تصفیہ کریں گے کہ تمام علمائے اہل سنت انتہا درجہ کے بدزبان و ناشائستہ کلام و غیر مہذب ہیں اور مخاطب شیعہ کو ملزم بہ بدکلامی کرنے میں سچے نہیں بلکہ وہ خود خاندان رسالت کی بنسبت ایسا اعتقاد رکھنے والے ہیں جو کہ ادنیٰ درجہ کے مسلمانوں کو کسی طرح زیبا نہیں۔ جناب مخاطب ایسے عذرات لاطائل سے عدم جواب وہی کتب سنیہ کا دھبّہ آپ کی پیشانی سے نہیں اُٹھ سکتا جتنی جتنی باتیں آپ بنائیں گے ہم الزام کی رسّی کو اور کستے جائیں گے تا اینکہ آپکا گلا گھونٹ دیں گے دیکھو میں نے اس الزام میں ایسی مضبوط گرہ لگائی ہے کہ جتنا آپ کسمائیں گے دم بخود ہوتے جائیں گے۔

بعد ازاں میں ایک اور میدان کی اہل سنت کو سیر کراتا ہوں وہ یہ ہے کہ شاہ صاحب نے جو تحفہ تحریر فرمایا ہے وہ کسی کتاب شیعہ کے مقابلہ میں نہیں لکھا بلکہ خود بخود مذہب شیعہ سے سینوں کو نفرت دلانے کے واسطے لکھا ہے پس جو شخص کوئی سُنی کتاب لکھتا ہے وہ اس گروہ کو جس کی تنبیہ کے لئے کتاب لکھی جاتی ہے الفاظ بد و ناملائم کے ساتھ یاد نہیں کرتا کیونکہ ناشائستہ کلام کرنے کے لئے کوئی متحرک مادّہ اُس کی طبیعت میں نہیں ہوتا یہ مواد اسیوقت ہیجان میں آتا ہے جبکہ کوئی مدمقابل ہو کر اشتعال آمیز باتوں کا استعمال کرے مثلاً ایک کتاب میں پیش کرتا ہوں جناب مولوی شیخ احمد صاحب مرحوم دیوبندی نے کتاب انوار الہدیٰ تحریر فرمائی ہے اُس میں اُن وجوہات کو درج کیا ہے جو کہ ترک تسنن پر اُن کے لئے باعث ہوئی تھیں مرحوم نے اپنی تحریر میں ایک جملہ بھی ایسا حوالہ قلم نہیں کیا جو کہ اہل سنت کے قلوب نازک کو رنجیدہ ہو اس کی وجہ وہ ہی

ہے جسکو میں اوپر لکھ چکا ہوں یعنی کہ اُن کا رسالہ کسی کتاب سُنی کا جواب نہیں بلکہ اظہار عقائد کا ایک آلہ ہے اور اگر وہ کسی ایسی کتاب اہلسنت کا جواب لکھتے جس نے ابتدا بہ مناظرہ کرکے بدکلامی کی ہوتی تو شیخ مرحوم ایک بے بدل اور یگانۂ زمانہ منشی تھے بخدا وہ بے نقط سُناتے کہ سمیٹے سے نہ سمٹ سکتیں جس پر شاہ صاحب پر لازم تھا کہ ابتدائے کتاب میں سنبھل کر لکھتے اشہب کلام کو سرتوڑ نہ دوڑاتے انھوں نے شروع تحفہ میں وہ نیلا پیلا زہر اُگلنا شروع کیا ہے کہ پناہ بخدا کتاب کا نام حضور ممدوح نے تحفۃ المؤمنین وفضیحۃ اثنا عشرین تجویز فرمایا ہے جس کا دل چاہے تحفہ کے ورق اول پر دیکھ لیوے میں اُن سینوں سے جنھوں نے دایۂ تہذیب کی گود میں پرورش پائی ہے بحلف پوچھتا ہوں کہ بحکم انما بنیت بلا وجہ شیعہ کو شاہ صاحب کا شیطان لکھنا کس حد تک جائز تھا اگر ہم صاحب تحفہ وغیرہ کو بھی شدید لفظ سے جواب دیں تو گُستاخ ہمارے کہے جائیں یہ کیا انصاف ہے اس مرض مزمن میں کچھ شاہ صاحب ہی مبتلا نہیں بلکہ تمام متکلمین اہل سنت کا یہی حال ہے حیدر علی صاحب فیض آبادی نے منتہی الکلام میں اور محسن الملک صاحب نے آیات بینات میں جو شوخ چشمی و شوریدہ سری کی ہے وہ بھی کسی کے جواب میں نہیں بلکہ از خود بادی بے عنوانی ہوئے ہیں شیعہ کو کہاں تاب کہ ایسے نالائق لفظوں کو سُن سکیں اُنھوں نے سب اگلے پچھلوں کی خبر لے ڈالی اور ایسے سیاہ گڑے ہوئے کوئلے اکھاڑے کہ جن کی سیاہی دھونے کے لئے اگر تمام سنی جمع ہوکر اشکوں کی ندیاں بہائیں تب بھی نہیں دُھل سکتی اہل سنت شاہ صاحب وغیرہ کی قبر شریف پر جاکر شکایت کریں کہ حضور آپ صاحبوں نے کیوں ایسی پُرخطر راہ نکالی جس سے شیعہ نے ہمکو منزلوں ہٹا دیا۔

فقرہ دوازدہم اگرچہ رسالہ کی جواب کی اب کوئی ضرورت نہیں رہی اور طول بھی اسمیں کسیقدر ہو گیا ہے تاہم مراۃ الامامت کے جواب سے بھی پہلو تہی اور اغماض نہیں کیا گیا الی آخرہ

جواب میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں اور پھر اب مکرر لکھتا ہوں کہ یہ نئی بات آپ کی تحریر میں دیکھی گئی کہ اصل کتاب کا جواب ندارد اور اپنا سوال تیار آج تک یہ نہیں سنا گیا تھا کہ کوئی متکلم بہ حیثیت مجیب امر جواب طلب کا ذکر نہ کرے اور اپنا مضمون بہ نظر حصول جواب پیش کردے تمام اہل سنت پر واضح ہوئے کہ اگر مراۃ الامامت کا جواب ممکن ہوتا تو مخاطب حسب قاعدہ زمانہ راہ پیمائی جواب نویسی ہوتے گریز نفرماتے دعوے یہ کہ مطرقۃ الکرامہ علی مراۃ الامامۃ اور جب کتاب کھول کر دیکھتے ہیں تو مراۃ الامامۃ کے ایک حرف کا بھی تذکرہ نہیں واضح رائے ارباب ہوش ہو کہ رسالہ مراۃ الامامت بعض اجزائے عبقات الانوار کا ترجمہ ہے اصل عبقات الانوار

کے جواب میں تو عذر حوالت مانع تھا چند اوراق کی جواب سے کیوں عاجز ہوئے بچہ تنبیر بھی شیر ہی ہوتا ہے بھلا علمائے اہلسنت اور مراۃ الامامت جزو عبقات کا جواب ثم باللہ اگر روئے زمین کے علمائے اہل سنت جمع ہو جائیں اور خلفائے ثلاثہ و امیر معاویہ و عائشہ و صدیقہ و پیران پیر کی ارواح مقدسہ کا طائر سبز بال اُن کی امداد کے لئے سروں پر پر توفگن ہوں تب بھی جواب ممکن نہیں ہاں ایک طرح عبقات اور کل کتب شیعہ کا جواب بہ آسانی ممکن ہے جن جن علمائے اہل سنت کے حوالے دئے گئے ہیں اُن کی نسبت کہدیا جائے کہ یہ سب رافضی تھے ناظرین معروضہ حقیر زیادہ گوئی میں داخل نہیں دیکھو ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے اگر جواب ممکن ہوتا تو مخاطب حامل الہام ضرور کچھ قلم فرسائی کرتے غالباً بوقت تہیہ تحریر بہت چاہا ہو گا کہ مراۃ الامامت کا رد لکھو مگر کیا کرتے تھک کر بیٹھ رہے اور غایت عجز سے سوائے گریز کوئی راہ نہ دیکھی چنانچہ لکھتے ہیں اگرچہ رسالہ کے جواب کی اب کوئی ضرورت نہیں رہی کیوں جناب ضرورت کس طرح نہیں رہی اگر نہ رہتی تو آپ کا خصم معترض ہوتا جاہلوں کے نزدیک نہ رہی ہوگی عاقلوں کے سامنے آپ دو کوڑی کے ہو گئے فقرہ متذکرہ سے آگے حضرت مخاطب دبی ہوئی زبان سے یہ بھی کہتے ہیں تاہم مراۃ الامامت کے جواب سے بھی پہلو تہی اور اغماض نہیں کیا گیا ضرور پہلو تہی کی اگر نہ کرتے تو وہ جواب بھی مثل مطرقہ آج ہمارے سامنے معرض وار و گیر میں ہوتا مخاطب نے ایک موقعہ پر فرمایا ہے کہ اس حصہ کا نام ہم نے اول رکھا ہے اور مراۃ الامامۃ کے جواب کا حصہ دوم نام رکھا ہے گھر میں بیٹھے اور حصہ بخرہ لگائے مراۃ الامامۃ کے جواب کا نام پہلا حصہ رکھتے اور خود جو لکھا ہے اُسکو دوسرا تجویز کرتے تو نہایت صحیح ہوتا اب جو کچھ ترتیب دیا وہ سب ناواجب وغیر صحیح افسوس ہے کہ مخاطب گویا وصف دعوے تصنیف معلوم نہیں کہ مناظرین کی کیا شان ہوتی ہے اور اُن کے فرائض کیا ہیں پہلا ہر صاحب تصنیف کا پہلا فرض یہ ہے کہ حق واقعہ کو لکھے اس میں راہ راست کو اختیار کرے لیکن مخاطب جلیل الشان راست بیانی میں کوئی حصہ نہیں رکھتے اُن کا خانہ تقدیر اس سے خالی ہے اگر اُن میں یہ مادہ ودیعت ہوا ہوتا تو سوال از جمیع علمائے شیعہ کے متعدد جوابوں کو بے وجود بتلا کر افراد کا ذہن میں اپنا نام نہ لکھاتے دوسرا فرض یہ ہے کہ اول معاملہ بحث طلب کا جواب دیا جائے زاں بعد الزامی اگر مخاطب فرائض مصنفین سے آگاہ ہوتے تو پہلے مراۃ الامامۃ کا ابطال کرتے بعدہ جو لکھا ہے اسکو دوسرے حصہ میں تحریر فرماتے سبحان اللہ سُنی صاحبوں میں کیا ہی خوش لیاقت مصنف ہوئے ہیں اور ملہم غیبی نے بھی کیا دھوکہ کھایا ہے کہ انتساس آداب مناظرہ پر الہام ہی ... اُلٹ دیں مخاطب باوقار سے بصد ادب پوچھتا ہوں کہ دنیا میں اس طرز پر کوئی اور مصنف

بھی چلا ہے یا کہ حضور ہی متفرد ہیں۔ اگر اس تازہ ترکیب میں مخاطب کو مجدد مذہب کہا جائے تو یقیناً بیجا نہ ہوگا اسکا جواب غالباً یہ ہوگا کہ گو خلاف طرز زمانہ ہے اور کوئی نظیر اس کی موجود نہیں مگر ایجاد بندہ بھی تو کوئی چیز ہے جناب مخاطب عواقب امور پر آپ کی نظر نہیں گئی حوادث زمانہ پر کیسکو اطلاع نہیں ہوتی اگر خدا نخواستہ قبل از تحریر جواب آپ بارگاہ قہار میں طلب کئے گئے یا آنکہ چشم و گوش و حواس و ہوش پر کوئی افتاد پڑ گئی اور جواب نہ لکھ سکے تو مراۃ الامامۃ بجائے خود لاجواب رہا جیسا کہ تحفہ وغیرہ کے جواب لاجواب پڑے ہوئے ہیں یہی حال اس غریب رسالہ کا بھی ہوا۔ باحیا اہلسنت ضرور اسجگہ کچھ رک کر نظر کریں گے مخاطب کو مراۃ الامامۃ کے جواب لکھنے سے جو اہل عقل کے نزدیک ذلت ہوئی وہ اس وقت نہ ہوتی جبکہ وہ بالکل قلم نہ اٹھاتے عداوت اہلبیت کا یہ ادنی ثمرہ ہے جو کہ مخاطب کو باغ جنان سے ملا ہے۔

پیشینگوئی مؤلف ہیں بہ لفظ سید مشہور ہوں مگر یقینی طور پر اپنے آپ کو سید نہیں کہہ سکتا کیونکہ ہر نسب ظنی ہے نہ یقینی۔ بہرحال گو کہ میں کیسا ہی ہوں مگر مخبر صادق علیہ السلام کے غلاموں سے انتساب رکھتا ہوں بہ اہل اعتبار سچی خبر بیان کرتا ہوں کہ مخاطب نے سنیوں کو دھوکہ دیا ہے کہ مراۃ الامامۃ کا جواب حصہ دوم میں دیا جائے گا وہ قدرت ہی نہیں رکھتے کہ اسکا جواب دیں رسالہ موصوف کا جواب فی الواقع عبقات الانوار کا جواب ہے بالانصاف سنیوں کے ہاتھ میں اسوقت آلہ حق و ناحق اچھا دیا گیا ہے اگر سچے جواب دیا تو سنی حق پر ہیں ورنہ نہیں۔ لازم ہے کہ اس آلے کو نہ چھوڑیں مضبوط پکڑے رہیں۔

عبارت مطرقۃ الکرامہ از سطر ۸ صفحہ ۷ تا سطر ۵ صفحہ (۸)

تمام علمائے اہل تشیع کی خدمت میں التماس ہے کہ تا وقتیکہ آپ حضرات اپنے اصول مذہب کو قطعی دلائل کے ساتھ حسب درخواست خصم ثابت نفرمادیں اور جن دلائل مذہبی سے نقیض اصول اعتقادیات ثابت ہوتا ہے ان کا کافی اور معقول جواب نہ دیویں اسوقت تک کسی مسئلہ میں اہل حق کے ساتھ مقابلہ و مباحثہ کا ارادہ نکریں کیونکہ یہ سخت بیحیائی ہے کہ اپنے تو اصول اعتقادیات کی بھی خبر نہیں اور خصم کی فروعات پر نکتہ چینی کریں ادہر علمائے اہل حق کی خدمت میں بھی گذارش ہے کہ اگر حضرات اہل تشیع گفتگو و مباحثہ کا سلسلہ چھیڑیں آپ بھی جبتک اصول مذہب کا فیصلہ نہ کرلیں اور اصول مذہب تشیع ثابت نہ کرالیں کسی دوسرے مسئلہ میں

کے جواب میں تو عذر حوالت مانع تھا چند اوراق کی جواب سے کیوں عاجز ہوئے بچہ ڈنیز بھی شیر ہی ہوتا ہی
بھلا علمائے اہلسنت اور مراۃ الامامت جزو عبقات کا جواب ثم باللہ اگر روئے زمین کے علمائے اہل سنت جمع
ہو جائیں اور خلفائے ثلاثہ و امیر معاویہ و عائشہ و صدیقہ و پیران پیر کی ارواح مقدسہ کا طائر بشر بال اُن کی
امداد کے لئے سروں پر پر تو فگن ہوتب بھی جواب ممکن نہیں ہاں ایک طرح عبقات اور کل کتب شیعہ کا جواب
بہ آسانی ممکن ہے جن جن علمائے اہل سنت کے حوالے دیئے گئے ہیں اُن کی نسبت کہدیا جائے کہ یہ سب
رافضی تھے ناظرین معروضہ حقیر زیادہ گوئی میں داخل نہیں دیکھو ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے اگر جواب ممکن ہوتا
تو مخاطب حامل الہام ضرور کچھ قلم فرسائی کرتے غالباً بوقت تہیہ تحریر بہت چاہا ہوگا کہ مراۃ الامامت کا رد لکھیں لیکن
مگر کیا کرتے تھک کر بیٹھ رہے اور غایت عجز سے سوائے گریز کوئی راہ نہ دیکھی چنانچہ لکھتے ہیں اگرچہ رسالہ
کے جواب کی اب کوئی ضرورت نہیں رہی کیوں جناب ضرورت کس طرح نہیں رہی اگر نہ رہتی تو آپ کا خصم معترض
ہوتا جاہلوں کے نزدیک نہ رہی ہوگی عاقلوں کے سامنے آپ دو کوڑی کے ہوگئے فقرہ متذکرہ سے آگے حضرت
مخاطب دبی ہوئی زبان سے یہ بھی کہتے ہیں تاہم مراۃ الامامت کے جواب سے بھی پہلوتہی اور اغماض نہیں کیا
گیا ضرور پہلوتہی کی اگر نہ کرتے تو وہ جواب بھی مثل مطرقہ آج ہمارے سامنے معرض دار وگیر میں ہوتا مخاطب نے
ایک موقع پر فرمایا ہے کہ اس حصہ کا نام ہم نے اول رکھا ہے اور مراۃ الامامۃ کے جواب کا حصہ دوم نام رکھا ہے
گھر میں بیٹھے اور حصہ بخرہ لگائے مراۃ الامامۃ کے جواب کا نام پہلا حصہ رکھتے اور خود جو لکھا ہے اُسکو دوسرا
تجویز کرتے تو نہایت صحیح ہوتا اب جو کچھ ترتیب دیا وہ سب ناواجب و غیر صحیح افسوس ہے کہ مخاطب کو با وصف
دعوے تصنیف معلوم نہیں کہ مشکلین کی کیا شان ہوتی ہے اور اُن کے فرائض کیا ہیں ہر صاحب تصنیف کا
پہلا فرض یہ ہے کہ حسب واقعہ کو لکھے اس میں راہ راست کو اختیار کرے لیکن مخاطب جلیل الشان راست بیانی میں
کوئی حصہ نہیں رکھتے اُن کا خانہ تقدیر اس سے خالی ہے اگر اُن میں یہ مادہ ودیعت ہوا ہوتا تو سوال از جمیع
علمائے شیعہ کے متعدد جوابوں کو بے وجود بتلا کر افراد کا ذہن میں اپنا نام نہ لکھاتے دوسرا فرض یہ ہے کہ اول
معاملہ بحث طلب کا جواب دیا جائے زاں بعد الزامی اگر مخاطب فرائض مصنفین سے آگاہ ہوتے تو پہلے
مراۃ الامامۃ کا ابطال کرتے بعدہ جو لکھا ہے اسکو دوسرے حصہ میں تحریر فرماتے سبحان اللہ سُنی صاحبوں میں
بڑا ہی خوش لیاقت مصنف ہوگئے ہیں اور ملہم غیبی نے بھی کیا دھوکہ کھایا ہے کہ ناشناس آداب مناظرہ پر
الہام [illegible] الشک دین مخاطب با وقار سے بصد ادب پوچھتا ہوں کہ دنیا میں اس طرز پر کوئی اور مصنف

بھی چلاہے یاکہ حضور ہی متفرد ہیں - اگراس تازہ ترکیب میں مخاطب کو مجدد مذہب کہا جائے تو یقیناً بیجا نہوگا اسکا جواب غالبًا یہ ہوگا کہ گوخلاف طرز زمانہ ہے اور کوئی نظیر اس کی موجود نہیں مگر ایجاد بندہ بھی تو کوئی چیز ہے جناب مخاطب عواقب امور پر آپ کی نظر نہیں گئی حوادث زمانہ پر کیںکو اطلاع نہیں ہوتی اگرخدا نخواستہ قبل از تحریر جواب آپ بارگاہ قہار میں طلب کئے گئے یا آنکہ چشم وگوش و حواس وہوش پر کوئی افتاد پڑ گئی اور جواب نہ لکھ سکے تو مراۃ الامامۃ بجائے خود لاجواب رہا جیساکہ تحفہ وغیرہ کے جواب لاجواب پڑے ہوئے ہیں یہ ہی حال اس غریب رسالہ کا بھی ہوا - باحیا اہلسنت ضرور اسجگہ کچھ رُک کر نظر کریں گے مخاطب کو مراۃ الامامۃ کے جواب لکھنے سے جو اہل عقل کے نزدیک ذلت ہوئی وہ اس وقت نہوتی جبکہ وہ بالکل قلم نہ اٹھاتے عداوت اہلبیت کا یہ ادنیٰ ثمرہ ہے جو کہ مخاطب کو باغ خجالت سے ملا ہے -

پیشنگوئی مؤلف میں بہ لفظ سید مشہور ہوں مگر یقینی طور پر اپنے آپ کو سید نہیں کہ سکتا کیونکہ ہر نسب ظنی ہے نہ یقینی - بہرحال گو کہ میں کیسا ہی ہوں مگر مخبر صادق علیہ السلام کے غلاموں سے انتساب رکھتا ہوں بہ اہل عبنا یہی خبر بیان کرتا ہوں کہ مخاطب نے سنیوں کو دھوکہ دیا ہے کہ مراۃ الامامۃ کا جواب حصہ دُوم میں دیا جائے گا وہ قدرت ہی نہیں رکھتے کہ اُسکا جواب دیں رسالہ موصوف کا جواب فی الواقع عبقات الانوار کا جواب ہے با انصاف سنیوں کے ہاتھ میں اسوقت آلہ حق و ناحق اچھا دیا گیا ہے اگر سچّا جواب دیا تو سُنّی حق پر ہیں ورنہ نہیں - لازم ہے کہ اس آلے کو نہ چھوڑیں مضبوط پکڑے رہیں -

عبارت مطرقۃ الکرامہ از سطر ۸ صفحہ ۱ تا سطر ۵ صفحہ (۸)

تمام علماء اہل تشیع کی خدمت میں التماس ہے کہ تا وقتیکہ آپ حضرات اپنے اصول مذہب کو قطعی دلائل کے ساتھ حسب درخواست خصم ثابت نفرمادیں اور جن دلائل مذہبی سے نقیض اصول اعتقادیات ثابت ہوتا ہے اُن کا کافی او معقول جواب ندیویں اسوقت تک کسی مسئلہ میں اہل حق کے ساتھ مقابلہ و مباحثہ کا ارادہ نکریں کیونکہ یہ سخت بیحیائی ہے کہ اپنے تو اصول اعتقادیات کی بھی خبر نہیں اور خصم کی فروعات پر نکتہ چینی کریں اور ہر علمائے اہل حق کی خدمت میں بھی گذارش ہے کہ اگر حضرات اہل تشیع گفتگو و مباحثہ کا سلسلہ چھیڑیں آپ بھی جبتک اصول مذہب کا فیصلہ نہ کرلیں اور اصول مذہب تشیع ثابت نہ کرالیں کسی دوسرے مسئلہ میں

گفتگو شروع نہ کریں۔ چونکہ مسائل اعتقادیہ میں سے فی مابین فریقین سب سے زیادہ اختلاف و نزاع مسئلہ امامت میں ہے لہذا اس رسالہ میں اسی کو مقدم کیا ہے اس کے بعد مسائل خلافیہ الٰہیات و نبوت و معاد کو بیان کیا گیا ہے۔ اگرچہ یہ ناچیز رسالہ حضور دام برکاتہم کی رفیع جناب کی طرف نسبت ہونے کی قابل نہیں ہے تاہم جو کچھ ہے وہ حضرت ہی کی نظر کیمیا اثر کا طفیل ہے۔

شکر فیض تو چمن چوں کند اے ابر بہار + کہ اگر خار و گر گل ہمہ پروردہ تست۔ لہٰذا اس کو حضور دام برکاتہم کے نام نامی اور اسم گرامی کے ساتھ وابستہ کرتا ہوں اور آپ کی ہی رفیع جناب میں یہ ہدیہ حقیر پیش کرتا ہوں ع شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را اور اسکو **مطرقۃ الکرامہ علیٰ مراۃ الامامۃ** کے نام سے موسوم اور **قیامہ علیٰ اہل الامامہ** کے لقب سے ملقب کرتا ہوں وھو حسبی ونعم الوکیل ولا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

جواب سید سجاد حسین متمسک بالثقلین

چند فقرات تحریر مخاطب میں قابل قدح ہیں لہذا فقرات شکنی کرکے ناظرین کو اصل حقیقت پر اطلاع دیتا ہوں

فقرہ اول تمام علمائے شیعہ کی خدمت میں التماس ہے الی آخرہ

جواب آپ علمائے شیعہ سے فضول ملتمس ہیں ہمیشہ سے فرقہ ناجیہ نے بہ ثبوت اصول خمسہ سنیوں کے علماء کو ساکت و لاجواب کیا ہے جسکا آپ نے بھی ہدایات الرشید کے صفحہ (۵) پر ان لفظوں سے اقرار کیا ہے۔ کوئی مسئلہ ایسا نہیں کہ جس میں مابین علمائے فریقین گفتگو نہ آچکی ہو تمام مسائل میں اول درجہ پر اصول ہے وہ حسب اقرار جناب زیر بحث ہو کر فیصلہ پا چکا ہے علمائے مذہب حق کو جو یہ لفظ بیحیائی یاد فرمایا ہے یہ اس شرافت نسبی کا نتیجہ ہے جو کہ آپ کو حاصل ہے براہ کرم گستری لفظ مذکور واپس لے کر اس فرقہ کے علماء کو ناہنجار و بدکردار و نکوہیدہ شعار و بیحیا بے غیرت بتلایئے جو کہ اپنی رد شدہ کتابوں کا جواب لکھنے سے عاجز ہیں اور جو کہ باوصف چودہ برس گذر جانے کے شیعہ سے درباب اصول گفتگو کرنے پر جری ہوئے اور جن کی سہل انگاری و غفلت شعاری نے ہم کو خواب غفلت سے جگا کر آپ کے سر پر الہام کا ٹوکرا الٹوایا

فقرہ دوم ہر علمائے اہل حق کی خدمت میں گذارش ہے الی آخرہ

جواب ان اپنے علماء کو خوب ہدایت فرمائیے کہ مناظرین قدیم شاہ صاحب وغیرہ طرز مباحثہ سے آگاہ

نہ تھے وہ درباب مطاعن خلفا گفتگو کیا کئے اور اصول کی بحث کو جسکا ذکر کرنا لازمی تھا چھوڑ دیا۔ ارے بڑے بوڑھوں کو اس خوان نعمت کی ریزہ چینی نصیب نہیں ہوئی آج تک انھوں نے جو کچھ لکھا وہ سب ناکارہ محض قابل اس کے ہے کہ دیا سلائی لگا کر سکو خاکستر کرکے اُس کھنڈ میں ڈالدیا جائے کہ جس میں حضرت عثمان کے جلائے ہوئے قرآن پڑے ہیں ہمارے اولیاء کرام و مشائخ عظام پر جب الہامی پوسٹ آفس سے چھٹیاں آیا کرتی تھیں وہاں کے ڈاک منشی کو خبر ملی کہ شیعہ جو مرد میدان مناظرہ ہوئے ہیں اور اپنے اصول کو مستحکم و اٹل سمجھتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی عالم نے ابطال شیعہ میں گفتگو نہیں کی لہذا مہتمم ڈاکخانہ نے ہمکو ایک چٹھی لکھی کہ تم کمر کھینچکر اصول شیعہ کو باطل کردو جب شیعہ کا زور گھٹے گا یہ ایں وجہ سب علماء پر فرض ہے کہ ثلاثہ کے ثبوت ایمان اور مطاعن میں قلم نہ اٹھائیں محض اصول امامت پر حملہ زن ہوں نہایت شکریہ کا موقع ہے کہ ایک رسالہ مراۃ الامامت نے سنیوں کی تمام کتابوں کو موقوف کردیا

فقرہ سوم چونکہ مسائل اعتقادیہ میں سے فیما بین فریقین سب سے زیادہ اختلاف و نزاع مسئلہ امامت میں ہے لہذا اس رسالہ میں اسی کو مقدم کیا گیا۔

جواب آپ کیا مقدم کرنے قدرتی طور پر مسئلہ امامت کو تقدیم ہے مراۃ الامامت خود شہادت دے رہا ہے کہ درباب بحث امامت لکھا گیا ہے۔ مخاطب نے بالکل غلط لکھا ہے کہ میں تائید الہام امامت کے اصول دین خود کی گفتگو میں مجدد ہوں مباحثہ امامت شیعہ و سنی کا قدیم اختلافی بلکہ شدید نزاعی ہے سنی اسکی بوقاری اور شیعہ عزت دکھلاتے چلے آئے ہیں تحفہ کا باب ہفتم اسی قضیہ میں مرتب ہوا ہے جسکا جواب ایک جلد نزہہ و ایک جلد بوارق و بتیس جلد عبقات الانوار سے بھولے بھالے سنیوں کو فریب دینے کے لیے مخاطب نے یہ لکھدیا ہے کہ پہلے علماء کا طائر وہم بھی اس طرف نہیں گیا ہم نے بزور الہام ایک نئی اور طبع زاد ترکیب کلام شیعہ کے عاجز کرنے کے واسطے نکالی ہے۔ مطرقہ کے معائنہ سے واضح ہوا کہ ایک بات بھی نئی نہیں پرانے زنگ آلود تانبے پر قلعی کرکے بہ نظر ارباب کوتہ بین نیا ثابت کرنا چاہتا ہے انشاء اللہ ایسا تیزاب لگاتا ہوں جس سے ثابت ہو جائے گا کہ یہ وہی پرانی دیگچی ہے جس میں صدہا کفگیر لگا کر سیکڑوں چھید شیعہ نے ڈالدیے ہیں ایسے دعوے انانیت و فردیت پچھلے علماء جاہل قرار پا جائیں دفتر کے دفتر غارت ہو جائیں مگر بقول کسے قدیر ال نرالی قدرت کے قاف ہم بھی ہیں۔ مخاطب یگانہ زمانہ و فرد روزگار بہ نظر عوام مان لئے جائیں جو شخص اپنے بزرگوں کی جہالت ثابت کرکے نامور بننا اور اُنپر فوق لیجانا چاہتا ہے وہ بوجہ ناخلفی

بھی بھولتا پھلتا نہیں میں انکو اس جرم میں کہ اپنے علمار قدیم شل قاضی عبدالجبار واخوروابن تیمیہ وابن روزبھان وثنا ءاللہ پانی پتی وعزیز دہلوی وحیدرعلی ومحسن الملک ورشیدالدین ومحمد قاسم نانوتوی وجہانگیرخاں شکوہ آبادی وجمیع علمار عرب وہند کو غافل از بحث امامت بتلا یا اس قدر تازیانہ قلم لگاؤں گا کہ دو دو انگشت کھال اتر جائے گی۔

فقرہ چہارم نام اس رسالہ کا مطرقۃ الکرامہ علی مراۃ الامامہ رکھا گیا الی آخرہ

جواب بالکل جھوٹ اور محض غلط نام رکھا جبکہ یہ رسالہ مراۃ الامامت کا جواب نہیں اور خود تحریر فرمایا ہے کہ حصہ دوم اس کے جواب میں ترتیب دیا جائے گا۔ تو یہ تسمیہ کہاں ٹھیک رہا۔

عبارت مطرقۃ الکرامہ از سطر ۶ صفحہ ۸ تا سطر ۷ صفحہ (۱۰)

الیف نے صاحب خطبہ کے بعد وجہ تالیف رسالہ بایں خلاصہ لکھتے ہیں کہ ابتدائے سن شعور سے یہ حقیر مثل اپنے بعض اعزا کے سنی المذہب تھا لیکن بوجہ اختلاف ہر دو مذہب کے طبع مشوش رہتی تھی اور یہ چاہتا تھا کہ فریقین کے اقوال میں تامل کر کے وجوہ نزاع دریافت کروں اور مذہب حق کو باطل سے جدا کروں لیکن طلب زبان انگریزی مانع رہی جب اس سے فراغ حاصل ہوا کتب فریقین کو بلا تعصب دیکھنا شروع کیا تو اصول دین میں توحید سے معاد تک اور فروع میں نماز سے جہاد تک بڑا اختلاف پایا کتب کلامیہ فریقین کو دیکھتا رہا اور خدا سے بہ تضرع دعا کرتا رہا کہ راہ حق کی ہدایت فرمائے آخر ثابت ہوگیا کہ مذہب شیعہ حق ہے کیونکہ حدیث متفق علیہ کو جس میں تمسک کتاب اللہ اور عترت کا حکم ہے مینے دیکھا پایا قرآن اور اہلبیت کے اتحاد سے یہ بھی ظاہر فرمایا کہ قرآن پر جب ہی عمل ہو سکتا ہے جب اہلبیت کے حکم کے مطابق ہو الغرض جب اس معیار کو پیش نظر رکھ کر دیکھا تو دعوے اہل تشیع کو تمسک اہلبیت میں صادق پایا تمام علوم دینیہ میں اس فرقہ کا دار و مدار اہلبیت عصمت پر ہے اور تمام اقوال و افعال بر وفق ارشاد اہلبیت ہیں اور معتقدین اہلسنت کا اقوال آئمہ اہلبیت کی نسبت لکھتے ہوئے کانپتا ہوں کسی روایت کے قابل نہیں سمجھتے کسی سے مسائل مشکلہ پوچھتے ہیں کہ پادشاہ وقت کی خوشی کے مطابق عجز وجہل ظاہر ہو کسی کی نسبت کہتے ہیں کہ اسکو فلاں عالم سے پڑھنا چاہئے تھا خلافت کا معاملہ تو اظہر من الشمس ہے کہ باوجود نصوص غیر محتمل التاویل نفس رسول کو چھوڑ کر غیروں کو خلیفہ اور پیغمبر مانتے ہیں

اور نصوص میں دور از کار تاویلیں کرکے چاند پر خاک ڈال رہے چنانچہ مشتے نمونہ حدیث غدیر کا کسی قدر ذکر کیا ہے تاکہ ناظرین دیکھیں کہ نص متواتر میں کیسے مہمل شبہات پیدا کئے ہیں۔ القصہ جب مجکو بعد تحقیق حقیت مذہب اثناعشریہ کا یقین ہوگیا تو میں نے اپنا مذہب ظاہر کردیا اسپر علاوہ نصائح ومناظرات کے مجکو بلایا ومصائب کا سامنا ہوا طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں پہنچیں اور اسی اثنا میں مولوی امیر اللہ صاحب ساکن ضلع پیلی بھیت نے مجکو بحیلہ بلا کر دیر تک گفتگو کی اور کسی دلیل سے افضلیت ابوبکر وحقیت مذہب اہل سنت ثابت نہ کرسکے اور بعد کئی روز کے چار سوال لکھکر میرے پاس بھیجے میں بہ تفصیل ہر اک کا جواب بعنوان فہمایش وگذارش لکھتا ہوں تاکہ ناظرین فریقین ملاحظہ فرمائیں اور داد انصاف دین انتھی ملخصاً

اقول وبہ اصول ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

ایف اے صاحب کا رسالہ اہل علم جانتے ہیں کہ اس قابل نہیں کہ اہل علم کے رد وپیش بھی ہو چہ جائیکہ اس کی طرف توجہ فرمائیں اور اسکا جواب لکھیں۔ ایف اے صاحب ابھی بچے ہیں اکثر حصہ عمر کا تحصیل انگریزی میں صرف کیا بعد ازاں ملازمت کے سلسلہ میں پابند ہوئے اور اس میں ایسی مشغولی ہے کہ فرصت نہیں ملتی چنانچہ لکھتے ہیں کہ بسبب کثرت اشغال ملازمت سرکاری بالکل مہلت نہیں ملتی اور اگر اس اثنا میں بھاگتے دوڑتے کچھ فرصت مل بھی گئی تو اس دریائے ناپیدا کنار تحقیقات مذہبی کے عبور کرنیکیلئے کیونکہ کافی ہوسکتی ہے لہذا اس آپ کی تحریر سے آشکارا ہے کہ نہ آپ اپنے جدید مذہب کے آشنا ہیں اور نہ قدیم مذہب سے واقف نہ دلیل کی خبر نہ مدعا کے ساتھ ربط پھر اسپر کیا آپ کی تحقیقات مذہب اور کیا آپ کا رسالہ حسب مثل مشہور کیا پدی کیا پدی کا شوربا کوئی اگر جواب لکھے تو کاہے کا لکھے اور توجہ کرے تو کس کی کرے اطمینن اجنحۃ الذباب بضیر لیکن چونکہ آپ نے تحقیقات مذہبی کا شوق وشغف ظاہر فرمایا لہذا خیال ہوا کہ آپ کو طریقہ تحقیقات کا بتلا دیا جائے جو بروئے عقل ونقل صحیح ہے اس کے مطابق آپ تحقیقات فرمائیں پھر اگر حقیت مذہب عشریہ کا نام بھی زبان پر لیویں تو ہم گنہگاری دیویں اور بعد اسکے مختصراً آپ کے اقوال کا جواب بھی لکھدیا جائے گا۔ اور مواقع خطا پر تنبیہ کیا جائے گا۔

پس واضح ہو کہ نہ فرعی اختلاف موجب حرج ہے اور نہ اسپر مدار مذہب کے حق وباطل ہونے کا ہے چنانچہ صدہا مسائل ہیں فیما بین فقہائے شیعہ اختلاف ہو رہا ہے اور ایک دوسرے کی تضلیل نہیں کرتا لہذا محل ابطال مذہب میں فروع کو ذکر کرنا بے سود ہے مگر ہاں جبکہ ابطال فروع متضمن ابطال اصول ہو تو مضائقہ نہیں چنانچہ

اہل سنت بعض فروع کا ذکر بطور اعتراض کرتے ہیں اور مطلب یہ ہوتا ہے کہ شیعہ کے نزدیک عقل حاکم ہے اور یہ فرع اس کے خلاف اور اس کے مُبطل ہے البتہ مذہب کی حقیت و بطلان کا مدار اصول اعتقادیات پر ہے اگر وہ ٹھیک اور مطابق دلائل قطعیہ ہیں تو مذہب بھی حق ہے ورنہ مذہب باطل پس اختلاف اصول موجب بُطلان احدالمذہبین ہوگا کیونکہ حقیقی اختلاف کی صورت میں دونوں کا حق ناممکن ہے۔

اور جب اصول اعتقادیات میں غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اعتقادیات میں الٰہیات و نبوّات و معاد کا اعتقادی ہونا متفق علیہ بین الفریقین ہے البتہ بعض جزئیات تفصیلیہ ان مباحث میں نزاع و خلاف ہے اور امامت میں ابتداہی سے خلاف واقع ہو رہا ہے کہ اہل تشیع اسکو اصول اعتقادیات میں اعتقاد کرتے ہیں اور اہل تسنن اس کو فرعی فرماتے ہیں اور بعد اس کے تمام جزئیات تفصیلیہ امامت میں خلاف ہی جو آئندہ معروض ہوگا۔ پس بجتبیٰ صاحب ایف اے خصوصًا اور جس کو تحقیق مذہبی کا شوق ہو عمومًا غور فرمائیں کہ خداوند عالم جل و علاشانہ نے قرآن پاک میں ادنےٰ ادنےٰ فروعی مسائل کو بیان فرمایا ہے اور اعتقادات کو تو جگہ جگہ صراحت و وضاحت کے ساتھ مکرر سکرر بیان فرمایا ہے کیونکہ اعتقادیات اصول شرائع ہیں اور اساس مذہب تو زیادہ اہتمام کے قابل ہیں اور نہایت ضروری ہے کہ کتاب اللہ میں بتصریح و توضیح مختلف عنوانات سے مواقع مختلفہ میں اُن کا ذکر ہو دیکھو توحید کو کس کس طرح بیان فرمایا ہے کہیں احدیت کا اثبات ہے کہیں نفی شریک کلمہ توحید کے ساتھ ہے کہیں نہی عن الاشتراک ہے۔ کہیں ایمان کا حکم ہے اور نبوت کو بھی اسی طرح مختلف پیرایوں میں بیان فرمایا ہے نبوت اور رسالت کا بھی ذکر کہ خدائے تعالےٰ شانہ ایمان رسولؐ کو مقارن اپنے ایمان کے فرماتا ہے۔ کہیں وصف رسالت کے ساتھ رسول کا نام ذکر فرمایا کہیں مبشر فی الانجیل فرمایا ہے علیٰ ہذا معاد کا بھی ذکر مختلف سورتوں میں مختلف صور کے ساتھ فرمایا ہے پس اس قاعدے کے موافق ضرور ہے کہ جو امر اصلی اعتقادی ہو وہ صراحت ووضاحت کے ساتھ کتاب اللہ میں ضرور مذکور ہو ورنہ یہ بالبداہت خلاف عقل ہے کہ امور فروعی غیر ضروری کو تو باہتمام بیان فرمائے اور اعتقادی ضروری مہتم بالشان کا ذکر بالکل چھوڑ دے یا مُجمل اور مہمل طور پر فرمادے اب سب سے پہلے مسئلہ امامت کو لیجئے کہ اس میں من اولہا الی آخرہا بین الفریقین خلاف ہے۔ چنانچہ عرض ہو چکا ہے کہ اہل سنت اسکو فرعی عملی فرماتے ہیں اور اہل تشیع

اصلی اعتقادی۔ پس جو فریق اس کو فرعی کہتا ہے وہ اس کی تمام جزئیات کو فرعی کہتا ہے اور جو اصلی اعتقادی کہتا ہے وہ اس کی تمام جزئیات کو اصلی اعتقادی کہتا ہے تو اس وجہ سے اس مسئلہ امامت میں بہت سے مسائل مختلف فیہا بین الفریقین پیدا ہو گئے جن کی تفصیل مجملاً یہ ہے۔

جواب متمسک بالثقلین سید سجاد حسین

چونکہ مخاطب نے رسالہ مراۃ الامامۃ کا بخلاف داب مناظرہ کوئی جواب نہیں دیا بلکہ اس کی بنسبت صرف اسقدر لکھا ہے مختصراً آپ کے اقوال کا جواب بھی لکھدیا جائے گا۔ لہذا جو وہ کہیں گے تو جواب دیا جائے گا اس طول وطویل عبارت میں مخاطب نے کچھ ڈپٹی کاظم علی صاحب ومولوی اسراللہ صاحب کے ابتدائی مناظرہ کا حال لکھا ہے اور بالآخر اسپر زور دیا ہے کہ خدا نے ہر اصول وحدانیت ونبوت کا قرآن میں ذکر کیا ہی بلکہ ادنیٰ فروعی امور کا بھی کتاب اللہ میں بیان ہوا ہے لیکن امامت کا ذکر نہیں جس سے معلوم ہو کہ امامت ایک خفیف وبے حقیقت فرعی بات ہے اسکا جواب انشاء اللہ ناظرین اپنے موقع پر ملاحظہ فرمائیں گے۔

عبارت مطرقۃ الکرامۃ از سطر ۷ صفحہ ۱ تا سطر ۱۴ صفحہ مذکور

(۱) نفس امامت فرعی عملی ہے یا اصلی اعتقادی مثل توحید ونبوت تا ایمان لانا اسپر فرض ہو (۲) جناب علی کرم اللہ وجہہ کا خلیفہ بلافصل ہونا (۳) جناب امام حسن رضی اللہ عنہ کا خلیفہ دوم ہونا۔ (۴) جناب امام حسین رضی اللہ عنہ کا خلیفہ سوم ہونا (۵) ہر ایک آئمہ مابعد کا امام ہونا (۶) امامت کا اولاد امام حسین رضی اللہ عنہ میں منحصر ہونا (۷) امام غائب کا صدہا سال تک غائب رہنا (۸) امام آخر الزمان کا طویل العمر ہونا (۹) آئمہ کا عدد دوازدہ میں محصور ہونا (۱۰) امام کا معصوم ہونا (۱۱) امام کا منصوص ہونا (۱۲) امام کا اپنے زمانہ میں سب سے افضل ہونا (۱۳) آئمہ کا مدت العمر تقیہ میں بسر کرنا (۱۴) ہر ایک پر کتاب مختوم بخواتم الذہب کا نازل ہونا (۱۵) امام کی موت وحیات انکے دست اختیار میں ہونا (۱۶) امام کا عالم ماکان ومایکون ہونا (۱۷) آئمہ کا سوائے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام خلق سے افضل ہونا (۱۸) آئمہ پر تقیہ کا واجب ہونا (۱۹) خلفائے ثلثہ اور ام المومنین عائشہ اور طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم سے تبری کرنا۔

جواب خلاصہ تحریر بالا یہ ہے کہ شیعہ امامت کو اصولی اعتقادی کہتے ہیں اور سنی اُس کے خلاف امامت کو بے حقیقت سمجھ کر فروعی عملی بلکہ اس سے بھی پست تر جانتے ہیں مخاطب نے مسئلہ امامت کے متعلق متکلمین سُنیہ کی کُتب سے چھانٹ کر اُنیس نمبر پیش کئے ہیں اور اپنا اقتدار بڑھانے کی غرض سے جہلائے فرقہ خود کو یقین دلایا ہے کہ گویا بزور الہام نمبرہائے متذکرہ کے استخراج میں اُن کو تفرد حاصل ہے۔ حقیر انشاءاللہ جواب میں دکھلانا جائے گا کہ ملہم کو اسمیں بالکل دخل نہیں تمام امور کو علمائے سابقین لکھ گئے ہیں شیعہ چونکہ امامت کو داخل اصول کہتے ہیں اور سنی خلاف راہ چلتے ہیں لطربراں مخاطب کو یہ وہم پیدا ہوا کہ اگر امامت کچھ اقتدار رکھتی ہوتی تو قرآن پاک میں اُس کا ذکر ضرور ہوتا کیونکہ ادنیٰ ادنیٰ فروعی باتوں کا ذکر کلام اللہ میں ہے باوصف دخول اصول اوراق قرآن میں اُسکا مذکور نہ ہونا ادنیٰ فروع سنی کے بدرجہا کمتر اقتدار امامت کا ظاہر کرنیوالا ہے چونکہ قرآن امامت کی خبر دینے سے سکوت میں ہے لہذا شیعہ کو چاہیے کہ اپنے ناواجب اصول کو ترمیم کرکے بمثل اہل سنت ہو جاویں اسی مُراد سے اُنیس ۱۹ نمبر جنکو ذیل میں لکھا جاتا ہے برآمد کئے گئے ہیں۔

تفصیل اُنیس ۱۹ نمبرہائے مستخرجہ مخاطب

(۱) نفس امامت فرعی عملی ہے یا اصلی اعتقادی مثل توحید و نبوت تا ایمان لانا اُسپر فرض ہو (۲) جناب علی کرم اللہ وجہہ کا خلیفہ بلافصل ہونا (۳) جناب امام حسن رضی اللہ عنہ کا خلیفہ دوم ہونا (۴) جناب امام حسین رضی اللہ عنہ کا خلیفہ سوم ہونا (۵) ہر ایک آئمہ مابعد کا امام ہونا (۶) امامت کا اولاد امام حسین رضی اللہ عنہ میں منحصر ہونا (۷) امام غائب کا صدہا سال تک غائب رہنا (۸) امام آخر الزمان کا طویل العمر ہونا (۹) آئمہ کا عدد دوازدہ میں محصور ہونا (۱۰) امام کا معصوم ہونا (۱۱) امام کا اپنے زمانہ میں سب سے افضل ہونا (۱۲) امام کا منصوص ہونا (۱۳) آئمہ کا مدت العمر تقیہ میں بسر کرنا (۱۴) آئمہ پر کتاب مختوم بخواتم الذہب کا نازل ہونا (۱۵) امام کی موت و حیات اُن کے دست اختیار میں ہونا (۱۶) امام کا عالم ماکان و مایکون ہونا (۱۷) آئمہ کا سوائے حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام خلق سے افضل ہونا (۱۸) آئمہ پر تقیہ کا واجب ہونا (۱۹) خلفاء ثلاثہ اور ام المومنین عائشہ اور طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم سے تبری کرنا۔

المؤلف واضح رائے ناظرین با تمکین ہو کہ ان تمام نمبروں میں اول و دوم قابل بحث کے ہیں کہ اُن کا

ثبوت پیش کیا جائے اور باقی ابنر صرف بھرتی کے شعر ہیں۔ مخاطب نے بنظر اظہار قابلیت فضول طول دی ہے اول و دوم نمبروں کے طے ہو جانے پر سارا قصہ فیصل ہے مگر چونکہ ہمارے لئے میدان کلام بھی بعنایت الٰہی تنگ ہوا نہ اب ہے نظر براں ہر نمبر کا جواب ایسی تفصیل سے ہدیہ ناظرین کروں گا کہ اہل انصاف کا بیساختہ دل بول اُٹھے اور مخاطب کو سوائے سکوت کے جس کے وہ قدیماً و حدیثاً عادی ہیں کوئی چارہ نہو

نمبر اول نفس امامت فرعی علی ہے یا اصلی اعتقادی مثل توحید و نبوت تا ایمان لانا اُسپر فرض ہو قبل ازیں کہ میں اس نمبر کی بابت کچھ تجویز کروں بطور مقدمہ کے ایک امر گذارش کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ مخاطب امامت کو خارج از قرآن کہ کر فرعی علی تبلاتے ہیں۔ میں نے آج تک کسی کتاب میں امامت کا بایں صفت موصوف ہونا نہیں دیکھا۔ مخاطب کی یہ اصطلاع طبع زاد معلوم ہوتی ہے۔ مطلق سمجھ میں نہیں آتا کہ فرعی علی کس چیز کو کہتے ہیں اور امامت کو فرعیت سے کیا علاقہ ہے یہ نظرا گاہی عامۃ الناس عرض کیا جاتا ہے کہ اسلام کے ارکان عظیم دو ہیں۔ اول اصول ثانی فروع۔ اصول سے آدمی مسلمان کہنے کی شان پیدا کرتا ہے اور فروع سے عملاً اصول کو درجۂ صداقت پر پہنچاتا ہے بقول اہل سنت اصول تین ہیں وحدانیت۔ نبوت۔ قیامت۔ چنانچہ مطرقہ کے صفحہ ۷ سطر آخر پر مخاطب نے انہیں تینوں چیزوں کو اصول بیان فرمایا ہے شیعہ عدالت خدا و امامت آئمہ کو ہر سہ اصول بالا میں اضافہ کرکے پانچ چیزوں پر مدار اسلام و ایمان جانتے ہیں اقرار اصول ایک امر قلبی ہے جسپر سوائے خدا کے کوئی آگاہ نہیں ہوتا۔ اب رہے فروع وہ چھ ہیں اول نماز دوم روزہ سوم زکواۃ چہارم حج پانچویں خمس چھٹے جہاد۔ تینوں کو سوائے خمس کے جو کہ بحکم قرآن و احادیث حق اہلبیت ہے اور جمیع فروع متذکرۂ بالا سے اتفاق ہے تمام فروع پر عمل کیا جاتا ہے نہ کہ مثل اصول عقاد دیکھو نماز ہے روزہ ہے تمام اعضا کو تشنہ و گرسنہ رکھتے ہیں زکواۃ میں روپیہ دیا جاتا ہے حج کے لئے سفر کرنا پڑتا ہے خمس میں مال کا حصہ کثیر ارباب استحقاق کو دینا ہوتا ہے جہاد میں جان پر کھیلتے ہیں اگر امامت عند السنتہ فرعی ہے تو مخاطب بتلائیں کہ اس فرع سے کیا کام لیا جاتا ہے۔ اگر تمام عقلاء اہل سنت تاویلات پیدا کرنے میں زور لگائیں تب بھی امامت پر صفت فروع قایم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے امامت کے لئے سوائے اصولی اور کوئی تعریف چسپاں نہیں ہو سکتی افسوس ہے کہ مخاطب نے

امامت کے لئے وہ بات تجویز کی جسکا کوئی پہلو درست نہیں ہوسکتا معلوم ہوتا ہے کہ تم سے صفت امامت
تجویز کرنے میں غلطی ہوئی ۔ نبوت چونکہ اصول میں ہے اور امام نائب نبیؐ ہوکر وہی کام انجام دیتا ہے جسکا
علاقہ نبیؐ سے ہے پس یہ کیونکہ ممکن ہوسکتا ہے کہ منیب (نبی) اصل ہو اور نائب فرع (امام) تا وقتیکہ امام سے
کوئی عملی کارروائی نہ تبلائیں گے اُن کا بیان ناقابل قبول رہے گا جن لوگوں کو مخاطب اپنا امام جانتے
ہیں فرمائیں کہ اُن سے کیا فعل کرتے ہیں تاکہ سُنیوں کو فاعل اور اُن کے آئمہ کو مفعول یا ایک کو عامل
اور دوسرے کو معمول سمجھا جائے مخاطب نے یہ بالکل غلط دعوے کیا ہے کہ امامت فرعی اصولی نہیں ہے
انشاء اللہ سوائے وجوہ متذکرۂ آیندہ قوی ثبوت دوں گا کہ امامت درحقیقت اصولی اعتقادی ہے
لیکن اسجگہ مناسب موقع سمجھ کر لکھتا ہوں کہ مولوی شبلی نعمانی نے بھی الفاروق میں لکھا ہے کہ منصب امامت
نبوت کا شائبہ ہے اور امام و نبی فطرت میں قریب قریب ایک چیز ہیں اقامت امامت قرآن سے خدا کے
اختیار میں ثابت ہوئی ہے ۔ چنانچہ بمخاطبہ جناب ابراہیم علیہ السلام خدا نے فرمایا ہے انی جاعلک للناس
اماما قال ومن ذریتی قال لاینال عھدی الظالمین حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا ہے ان الشرک
لظلم عظیم مخاطب اگر اپنے دعوے کی غلطی سے کچھ ندامت اُٹھائیں گے تو مذہبی امور میں پھر قلم ہاتھ میں لیں
گے الحاصل جبکہ بقول مخاطب ادنےٰ ادنےٰ فروع کا قرآن میں ذکر ہے اور امامت کا جسکو بعد نبی تمام کاموں
بلکہ دفن وکفن سے مقدم سمجھ کر صحابہ کرام نے انجام دیا مذکور نہیں اس کا جواب لازمی ہے کہ ہر فرع
مندرج قرآن ہو اور فرع امامت خارج آخر یہ تو فرمایئے کہ امامت میں ایسی کیا بُرائی خدا نے دیکھی
جو اُس کے ذکر کو مکروہ سمجھا جن لوگوں نے اہم امورات سمجھ کر دفن نبی پر انتظام خلافت کو تقدیم دی
وہ یہ نہ سمجھے کہ جس کام کی طرف ہم جمیع امورات سے قطع تعلق کر کے متوجہ ہوتے ہیں وہ ایسا ذلیل و حقیر
ہے جس پر خدا نے بھی التفات نہیں فرمایا معلوم ہوا کہ صحابہ نے ایک امر فضول و لاطائل کی انجام دہی میں
بیجا وقت صرف کر کے اپنے نبی کے دفن کو جس میں تعجیل کی تاکید ہے معرض توقف میں ڈالا جناب
مخاطب علم کلام کا میدان ہر عامی کا جولانگاہ نہیں ہوسکتا آپ پر لازم تھا کہ اس جگہ سنبھل کر قدم رکھتے
اشہب کلام کو بگٹٹ نہ دوڑاتے ۔ دیکھو بے احتیاطی سے مُنہ اُٹھا کر چلنا سر کے بھل گرنا ہوتا ہے امامت
کو فرعی بے معنی لفظوں سے تعبیر کر کے مخاطب ایسے چاروں شانے چت گرے ہیں کہ قیامت
تک سیدھے نہ ہونگے ۔ اب میں ہر دو گروہ کے عقائد متعلق بہ امامت دکھلاتا ہوں تاکہ ہر دیکھنے والے

پر بجائے خود واضح ہو جائے کہ امامت مہتم بالشان ہے یا بازیچہ طفلان اوّل عقائد شیعہ لکھوں گا زاں بعد سنیوں کا عقیدہ بیان کروں گا۔

عقیدۂ شیعہ درباب امامت

حضرات شیعہ۔ امام نائب نبی کو کہتے ہیں اور سوائے امور نبوت جمیع علمی و اخلاقی و نفسی امور میں امام کو نبیؐ کا مثل و مانند قرار دے کر منصوص من اللہ والرسول ہونے کے معتقد ہیں اُن کا بیان ہے کہ تمام انبیا سابقین کے خلفاء و نواب خدا و انبیا نے تجویز کئے ہیں ہمارے نبی کے بارہ خلیفہ طیب و طاہر و معصوم ہیں اُن کی وصایت و امامت کا اشارہ قرآن میں ہے اور نبی نے بہ اظہار اسما اپنی احادیث میں اُن کا ذکر فرماکر امت کو حکم بہ اطاعت فرمایا ہے اُن سب کے اوّل حضرت امیر و آخر جناب امام محمد مہدی آخرالزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں

عقیدۂ اہل سنت درباب امامت

حضرات اہل سنت فرماتے ہیں کہ امامت کے لیئے منصوص من اللہ والرسول ہونا ضروری نہیں بلکہ اگر خدا اپنی طرف سے کسی کو امام خلق تجویز کرے تو اس سے انتظام عباد میں خرابی ہو جائے اور مفسدہ ہائے گوناگوں ہو کر برہمی لازم آجائے اُن کے نزدیک امام کئی طرح سے ہوتا ہے اوّل اجماع اس عنوان کے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق تھے دوم استخلاف یعنی ایک خلیفہ دوسرے کو اپنا جانشین بنائے جیسا کہ حضرت فاروق کو صدیق نے بنایا۔ سوم شوریٰ یعنی مشورہ سے کسی کو حاکم بنایا جائے جسطرح کہ عثمان غنی کو مجلس انتخاب میں بہ اختیارات پریسیڈنسی حضرت عبدالرحمان ابن عوف نے تجویز کیا چہارم قہر و غلبہ و تسلط یعنی بزور شمشیر ملک پر قبضہ پاجانا اس مد میں امیر معاویہ و یزید و مروان و جمیع بنی امیہ و عباسیہ و قیامت تک کے بادشاہ ہیں۔ شاید اقسام چہارگانہ کے بیان کرنے میں حقیر کو متفرد سمجھا جائے۔ لہذا تائید کلام میں شرح مقاصد کی عبارت پیش کرتا ہوں وتنعقد الامامۃ بطرق احدھا بیعۃ اہل الحل والعقد والثانی استخلاف الامام وعہدہ وجعلہ الامر شوریٰ بمنزلۃ الاستخلاف والثالث القہر والاستیلاء الیٰ آخرہ یعنی امامت منعقد ہوتی ہے کئی طریقہ سے از انجملہ ایک بیعت حل و عقد ہے یعنی چند معزز کسی کو اتفاق کرکے گدّی پر بٹھادیں دوم استخلاف اور شوریٰ بھی ایک نوع کا استخلاف ہے سوم قہر و غلبہ چونکہ تمام خلفاء بنی امیہ و عباسیہ و سلاطین مابعد اکثر ظالم و فاجر گذرے ہیں اور سنیوں کے

نزدیک وہ سب امام بحق تھے بنا براں اُنکو اس مسئلہ کے بنانے کی ضرورت ہوئی کہ امام ارتکاب فسق وفجور
سے مسند امامت کو نہیں چھوڑ سکتا شراب پیئے زنا کرے لواطہ کا مشتاق ہو ہر طرح کے عیبوں کی گٹھڑی سر
پر رکھے ہوئے ہو یہاں تک کہ اگر غلام حبشی جاہل و غاصب و مجہول النسب و خون ریز ہو یا کوئی زنا پیشہ عورت خلائق
پر غلبہ پا جائے وہ بھی منصب امامت سے معزول نہیں ہو سکتی چنانچہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی سیف مسلول کے
صفحہ (۹۱ و ۹۲) پر لکھتے ہیں اگر زن یا عبد مسلط شود اطاعت او واجب گردد قاضی صاحب تبایید قول
خود ایک آیت اور ایک حدیث بھی پیش کرتے ہیں آیت یہ ہے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم
سنیوں کے نزدیک حاکم ظالم اور غلام بدکردار و زن نکوہیدہ شعار سب داخل اولی الامر ہیں اور مثل خدا و
رسول اُن کی اطاعت واجب ہے حدیث یہ ہے اسمعوا و اطیعوا ولو کان عبدا حبشیا ان خاتمہ پر لکھا ہے
کہ سوائے اسلام در امامت شرطے نیست ابوشکور سالمی کتاب تمہید کے صفحہ (۱۷۳) پر لکھتے ہیں کہ ہر فاسق
و فاجر امام ہو سکتا ہے اور سب کو امام ملت قرار دے کر نماز میں اقتدا کر سکتے ہیں جیسا کہ بوجہ شوکت و سطوت
یزید و مروان اور اُن کی اولاد امام مان لی گئی کسیکو اختیار نہیں کہ بجرم فسق امام کی معزولی میں کوشش
کرے قاضی صاحب کتاب مذکور یعنی سیف مسلول کے صفحہ (۹۰) پر درباب امامت یہ فیصلہ کرتے ہیں
کہ اہل سنت و جماعت امام شخصے را گویند کہ مسلط باشد بر مردم بطوع و تسلیم یا تقیہ وغیرہ یعنی امام وہ
ہے جس کو لوگ برضامندی امام مانیں یا وہ خود غلبہ سے خلائق پر تسلط پیدا کرے ۔ حقیر کہتا ہے کہ بایں
اعتبار اگر کلکتہ والی گوہر جان یا آگرہ کی منی رنڈی انقلاب زمانہ سے کسی قطعہ ارضی پر مسلط ہو جائے
تو سُنی صاحب بے تکلف اُسکو مثل ثلاثہ امام تسلیم فرما کر اُس کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں اور در
باب دینیات جو کچھ وہ رنڈیاں احکام جاری فرمائیں اُن کی بجاآوری عین ایمان سمجھ کر کر سکتے ہیں
علیٰ ہذا غلام حبشی کو اہل سنت اپنا پیشوا گردان سکتے ہیں مگر اُن کو عہدہ امامت سے معزول نہیں کر سکتے
جیسا کہ ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں اگر بہ تسلط فاسق بادشاہ شود بر مردم اطاعت او فرض است و خروج
بروے حرام جنکو خدا نے کچھ بھی شعور دیا ہے وہ فہرست عقاید فریقین ملاحظہ فرما کر خود تمیز کر سکتے
ہیں کہ آیا حق بر اہل سنت ہیں جو کہ مقرر کردہ خدا کو مفسد بتلاتے ہیں اور اپنے مقرر کیے ہوئے یا غلبہ
پائے ہوئے فاسق و ظالم بادشاہ اور غلامی رنڈیوں کو مصلح بتلاتے ہیں یا شیعہ جن کے عقیدہ میں
اختیار اقامت امامت بدست خدا ہے اور جو کہ ناہنجار و بدکردار کو بہ طیب خاطر امام ماننے میں

انکار بحث رکھتے ہیں اگر مخاطب توجہ فرمائیں گے تو امر حق اُن پر آفتاب سے زیادہ روشن ہو جائیگا
اے حضرات ناظرین براہ کرم گستری ذرا ہمارے عقیدہ کی شرائط پر نظر کیجئے کہ کیسے دشوار اور عسیر امر دو
راستہ کو اختیار کیا ہے اول نص دوم عصمت یہ دونوں باتیں ایسی صعب و مشکل ہیں کہ جن کے ثابت کرنے میں
جون اور پسینا ایک ہوتا ہے بحمد اللہ یہ دونوں امر ایسے طریقہ سے پایۂ ثبوت کو پہنچائے گئے کہ جو دہ
سو برس سے اسوقت تک کسی عالم اہل سنت کو ہر دو امور پر بقول محمد اسحاق جسکا ذکر اوپر ہو چکا دندان
مخاطب باشعور کو حملہ کرنے کا اتفاق نہیں ہوا دیکھو شیعہ کا اصل بعنایت الٰہی ایسا مضبوط ہے کہ اس
کی اطلاع آسمان پر پہنچی اولیا دیگا چڑان و قوالان دیورہ درد و ولی شریف نے بارگاہ عزت میں
عرض کیا کہ حضور علماء کی بے توجہی نے شیعہ کو اپنے اصول کی سچائی پر ایسا یقین دلا رکھا ہے کہ مرد
میدان مناظرہ بنے ہوئے ہیں اس کی کوئی تدبیر ہونی چاہیے ورنہ اگر ان کی یہ ہی مردانگی رہی تو
ہمارے گروہ کا ستیاناس کر دیں گے۔ وہاں فرشتوں کو حکم ہوا کہ وہ الہام مولوی خلیل احمد صاحب
کے سر پر الٹ دو۔ بخلاف شیعہ حضرات اہلسنت نے جو سہل قاعدہ اختیار کیا وہ ایسا ہے کہ ہلدی پھٹکری
کچھ بھی نہ لگی جس جس طرح خلافتیں ہوئیں وہی طریقہ جزو ایمان سمجھ لیا حضرت ابوبکر پر ابوعبیدہ
جراح اور جناب عمر نے سقیفہ بنی ساعدہ میں جو کہ حسب تصریح غیاث اللغات چور اُچکے بدمعاش
وڈکیت وراہ زن لوگوں کا گہوارہ تھا۔ اجماع کیا جناب عمر پہ ابوبکر نے احکام استخلاف جاری
کئے کہ عثمان صاحب شورے سے خلیفہ بنے۔ معاویہ و یزید و مروان و عبدالملک وغیرہ لاٹھی سونٹے
سے حاکم ہوئے یہ ایں وجہ سنیوں نے یہ تقسیم کر دی کہ رنڈی بھڑوے۔ ہجڑے مخنث غلام جو حاکم
ہوں وہ سب امام ہیں سنیوں کے عقائد کے موافق ابتدائے سلسلۂ خلافت سے اب تک کوئی اولی الامر
مثل یزید نہیں گذرا جتنی باتیں اہل سنت نے خلافت کے لئے لازمی سمجھی ہیں وہ دیگر خلفاء میں منفرداً
تھیں اور یزید صاحب میں مجموعاً۔ پس جو شخص کہ تمام صفات کا حامل ہو وہ اُن خلفاء سے افضل ہونا
چاہیے جن میں صرف ایک ایک صفت موجود تھی مثل بیعت صدیق لوگوں نے اُس کی خلافت پر اجماع
کیا چنانچہ بقول مرزا حیرت مندرجہ اوراق بالا کئی ہزار صحابہ نے اُس کے ہاتھ پر بیعت کی اور تادم
مرگ اسی بیعت پر قائم رہے۔ آخر کار دہی طوق بیعت گردن میں ڈالے ہوئے جنت کو سدھارے
حضرت معاویہ نے جو کہ بقول پیران پیر و ابن حجر مکی صاحب صواعق محرقہ خلیفہ حق و امام الصدق

تھے اپنیر احکام استخلاف جاری کر کے اپنی زندگی میں صحابۂ رسول سے اُس کی بیعت کرائی قہر و غلبہ و شوکت و سطوت بمرتبہ حاصل تھی کہ نبیؐ کا گھر برباد کر دیا پس مجموعہ صفات خلافت کی وجہ سے یزید کا نمبر شیخین سے بھی بدرجہا بڑھا ہوا تھا - غالبًا یہ مضمون دیکھ کر بعض سنیوں کو شرم معلوم ہو لہذا وہ رسالہ اصل الحقیقت برد الحقیقت مولفہ حقیر مطبوعہ لاہور و عطر ایمان مطبوعہ نگینہ ضلع بجنور کو ملاحظہ فرمائیں - نیز اس رسالہ میں بھی آئندہ دیکھیں کتب اہل سنت سے ثابت کر دیا گیا ہے کہ یزید عند السنّیہ ایسا امام جامع الشرائط تھا کہ اگر اُس کی امامت کے معتقد نہوں تو اُن کا مذہب صحیح نہیں رہ سکتا تمام ارکان متزلزل ہو جائیں چونکہ شیعہ امامت کو یعنی تبلا کر فرد اصول میں اُسکو داخل کرتے ہیں لہذا علمائے اہل سنت اور بہ تقلید اُن کے مخاطب نے بہ ضد و مخالفت شیعہ امامت کو بے اصل محض تجویز کر کے معرقہ کے صفحہ ۹ سطر ۷ پر لکھا ہے کہ خداوند جل و علا شانہ نے قرآن پاک میں ادنے ادنے فروعی مسائل کا بیان فرمایا ہے مگر امامت کا ذکر مطلق نہیں کیا اس تقریر مخاطب سے ہویدا ہے کہ امامت فروع میں بھی کوئی درجہ پانے کی مستحق نہیں ہے اگر اس منصب امامت کا کوئی اقتدار ہوتا تو فرد فروع میں خدا اسکو بھی کوئی نمبر دیتا چونکہ مسئلہ امامت مابین سنی و شیعہ اعظم مسائل اختلافی سے ہے اور مخاطب نے بھی پورا زور اسی پر خرچ کر کے ملہم غیبی و روح رشیدی سے مدد لی ہے لہذا بہ نظر توضیح حال چند تنقیحات برآمد کر کے اُس کی حقیقت واقعی دکھلائی جاتی ہے تاکہ ناظرین پر عزت امامت منکشف ہو جائے اور اگر مخاطب راہ راست اختیار کرنا چاہیں تو بے تکلف فرد حصول کو وسعت دے کر اُدخال امامت سے عزت بخش ہوں د فرد امورات تصفیہ طلب متعلق نمبر اول مندرجہ تحریر مخاطب

(۱) بقول مخاطب امامت کا قرآن میں مذکور نہونا عزت قرآن کا بڑھانے والا ہے یا کہ گھٹانے والا

(۲) بعد نبوت امامت کی ضرورت ہے یا نہیں (۳) ذکر امامت قرآن میں ہے یا کہ بقول مخاطب و دیگر متکلمین اہل سنت مطلق نہیں (۴) جناب سرور کائنات کی کوئی حدیث درباب امامت اہل سنت کے دفتر میں ہے یا کہ ندارد (۵) تعین خلافت بقول شیعہ بدست خدا ہے یا کہ حسب عقیدۂ اہل سنت عامۃ الناس کو مثل چودھری و پردھان و مقدم و چوکرا ابت و مہتر وغیرہ اُس کے مقرر کرنیکا اختیار حاصل ہے -

(۶) جسکو خدا امام مقرر کرے اُس سے حسب اعتقاد اہل سنت مفسدہ لازم آتا ہے یا کہ بروے عقیدۂ شیعہ اصلاح (۷) درباب انتظام امامت سنت انبیا سابقین کیا تھی آیا اُنھوں نے اپنے نائب اپنی حیات

بیں خود تجویز کئے یا پانچوں نے بنائے (۸) انحصار نجات اقرار امامت پر ہے یا کہ اُس کے انکار سے بھی داخل جنت ہونا ممکن ہے (۹) عند الشیعہ امامت داخل اصول ہے یا کہ بقول مخاطب فروعی سے بھی ذلیل تر (۱۰) یزید کے خلیفہ نہ ماننے سے مذہب اہل سنت کیونکر قایم نہیں رہ سکتا۔

نمبر اول بقول مخاطب امامت کا قرآن میں مذکور ہونا عزت قرآن کا بڑھانے والا ہے یا کہ گھٹانیوالا ہے جو لوگ کہ قرآن کو سمجھ کر پڑھتے ہیں اُنپر روشن ہے کہ اکثر آیات قرآن اسبات پر شہادت دینے کو تیار ہیں کہ قرآن نے ہر بات کا فیصلہ کر دیا ہے جس چیز کو دیکھو کلام مجید میں موجود ہے مگر ہر شخص قوت استنباط نہیں رکھتا قرآن کے مطالب کو اُسی گروہ نے سمجھا ہے جن کے گھر میں وہ آسمان سے آیا تھا (اہلبیت) یا وہ بزرگوار سمجھے ہیں جنھوں نے اُن سے ہنیں پایا ہے علمائے شیعہ ذی علم مخاطب نے صفحہ ۲ سطر ۲ پر اپنے نام نامی کے ساتھ لفظ حافظ چیپاں فرمایا ہے اگر یہ صحیح ہے تو میں بالیقین کہہ سکتا ہوں کہ اُنھوں نے سمجھ کر یاد ہنیں کیا بضرادرت تراویح اس طرح یاد کرلیا ہے کہ جیسے عموماً حفاظ سنیہ کیا کرتے ہیں جنکو صرف الفاظ حفظ ہوتے ہیں اور مطلب بالکل نہیں سمجھ سکتے بہ ثبوت اس کے کہ قرآن جمیع مطالب کے اظہار پر حاوی ہے چند آیات پیش کرتا ہوں اول و لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین یعنی کوئی چیز از قسم خشکی وتری ایسی ہنیں جس کے اظہار سے کتاب اللہ ساکت ومعطل ہو۔ جبکہ حسب ارشاد باری ہر خشک و تر کا ذکر قرآن میں موجود ہے اور مخاطب امامت کو خارج از قرآن بتلاتے ہیں تو معلوم ہوا کہ یہ دونوں صفات سے بری ہوکر کوئی تیسری صفت رکھتی ہے جس کے لئے آج تک یہ اپنی وسعت زبان عرب خدا سے کوئی لفظ تجویز نہ ہوسکا۔ تمام فروع بلکہ ادنیٰ ادنیٰ مسائل کا حسب تسلیم مخاطب اورروئے حقیقت قرآن میں ذکر ہوا اور خلاف دین کا جس کی عدم معرفت بحکم خبر من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاہلیۃ منجر بکفر وجاہلیت ہو مطلق بیان ہنو ساتویں پارہ میں ارشاد ہوا ہے ما فرطنا فی الکتب من شئی یعنی ہم نے کسی چیز کو قرآن میں بیان کرنے سے ہنیں چھوڑا۔ بہ مقام دیگر فرمایا ہے ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئی وہدی ورحمۃ و بشریٰ للمسلمین اس کا بھی یہ ہی مطلب ہے کہ کتاب اللہ میں تمام اشیاء کا بیان ہوا ہے۔ پندرھویں پارہ سورہ بنی اسرائیل میں ہے وکل شئی فصلناہ تفصیلا یعنی تمام چیزیں بہ تفصیل بیان کردی گئی ہیں پارہ عم سورہ نبا کو دیکھئے وکل شئی احصیناہ کتابا یعنی اللہ نے ہر چیز کا احاطہ لکھنے میں کرلیا ہے دیگر موقع پر ارشاد ہوا ہے وکل شئی احصیناہ فی امام مبین اہلسنت جوکہ بدالسنت خود شیعہ سے زیادہ

قرآن کا اعتبار کرتے ہیں اور تعیم قدرت سے بلا شراکت غیرے اُسکو اپنے محال میں داخل اور فرعہ میں شامل سمجھتے ہیں بلا جنبہ مذہب سوچیں کہ مخاطب کے اس بیان نے کہ ادنے ادنے باتوں کا قرآن میں ذکر ہے مگر امامت کا نہیں قرآن کے اعتبار اور اس کی جلالت شان میں بڑا نقص پیدا کر دیا اگر کوئی مخالف اسلام اعتراض کرے کہ خدا نے اپنی کتاب کو ہر چیز پر محیط بتلایا ہے لہذا اسنی مسلمان بتلائیں کہ امامت کا کہاں ذکر ہے غالبًا یہ ہی جواب دیا جائیگا کہ گو امامت ہی اسلام کا باعث ہوئی اور بقول شہرستانی تمام خونریزیوں کی بنیاد اسی نے قایم کی اور نبی نے بھی حدیث متذکرہ من مات و لم یعرف امام زمانہ الی آخرہ سے اُسکا مہتم بالشان ہونا بتلایا ہے لیکن ہمارے نزدیک وہ ایسی ذلیل و حقیر ہے کہ خدا نے بھی اُس کے ذکر سے اوراق قرآن کا سیاہ ہونا پسند نہیں کیا۔ علمائے اہل سنت عداوت اہلبیت سے ایسے بہکتے ہیں کہ آگے پیچھے کا بالکل خیال نہیں کرتے جو مُنہ میں آتا ہے وہ کہدیتے ہیں حضرات عدم الذکر امامت کے اعتقاد سے اہل سنت نے قرآن ہی کو طاق منزلت سے نہیں گرایا بلکہ معاذ اللہ خدا کی لغویت وعبث گوئی کا بھی اقرار کر لیا اللہ پاک وعدہ تو ایسا وسیع کرے کہ ہر خشک و تر کے ذکر کا ذمہ وار بنے اور امامت کے اظہار میں سکوت اختیار فرمائے عمر ابن عبد العزیز کی نسبت جو کہ خلفائے بنی امیہ میں معدود ہوکر حسب خبر معتبر (خلفاء اثنا عشر الی آخرہ) نبی کے بارھویں خلیفہ شمار کیے جاتے ہیں اور جنکو حضرات سنت بہ حسن کردار عمر ثانی بتلاتے ہیں علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ اُن کی خلافت کی بشارت حضرت خضر علیہ السلام نے دی تھی اور ہاتف کی زبان پر اُن کی خلافت کا مژدہ تھا اور آسمانی کتابوں میں اُس کا ذکر ہوا ہے دیکھو رسالہ الندوہ جلد ایک نمبر ۸ بابت ماہ ذالحجہ ۱۳۲۲ ہجری مطبوعہ مفید عام آگرہ مولفہ مولوی شبلی نعمانی کا صفحہ ۴ سطر ۶ و ۷ نہایت تعجب ہے کہ عمر ابن عبد العزیز کی خلافت ایسی معزز ہو کہ انبیاء اُسکی بشارت دیں فرشتوں کی زبان پہ مذکور ہو آسمانی کتب اُس کے ذکر سے مملو ہوں اور حضرت صدیق کی خلافت کے ذکر میں بہ ایں وسعت و فراخیٔ بیان میدان قرآن تنگ ہو جائے اصلیت یہ ہے کہ کتاب اللہ میں آئمہ ہدایت و آئمہ ضلالت دونوں کا ذکر ہے اگر نہ ہوتا تو خدا کا یہ فرمانا کہ یوم ندعو کل اناس بامامھم یعنی بروز قیامت ہم بلائینگے سب لوگوں کو اُن کے امام کے ساتھ بالکل لغو ہوا جاتا ہے مطلب باری یہ ہے کہ بندگان صالح امام ہدایت کے ساتھ بُلائے جائیں گے اور فاسق و نابکار و ناہنجار و اشرار و بدکردار آئمہ بدعت کے علم ضلالت یعنی کا پرچم سنبھالے ہوئے میدان حشر میں وارد ہونگے اسی اعتبار

ہے کسی شاعر نے کہا ہے ؎ حشر غلامان عمر با عمر ۔ حشر غلامان علی با علی ۔ میں اوّل عرض کر چکا ہوں
کہ کلام خدا کے مطالب کا سمجھنا انھیں بزرگواران دین کا کام تھا جنکا دماغ فطرتاً وہبی طریقہ سے اُس کے
سمجھنے کے لئے آراستہ ہوا تھا آدمی کے کلام کا مطلب سمجھنے میں باوصف جنسیت آدمی کتنی ٹھوکریں کھاتا ہے
دیکھو دنیا کے معاملات سے سمجھایا جاتا ہے کہ اصلاح سیاست و تمدن کے لئے جو قوانین وقتاً فوقتاً حکام
انگریزی بناتے ہیں اُن کے مطالب اور مقصد اصلی کو جس طرح اہل ولایت یا جو کہ اُس ملک میں جاکر بیرسٹری
کا پاس حاصل کرتے ہیں سمجھ سکتے ہیں اس طرح ہندوستانی گو کہ کتنے ہی قابل ہوں ہرگز نہیں جان سکتے
بلکہ غلطیاں کرتے ہیں علیٰ ہذا تمام عرب میں خدا نے آنحضرت کو انتخاب کرکے اپنا کلام نازل فرمایا پس جس
عنوان سے حضور پُرنور نے اُسکو سمجھا اور تفسیر کرکے لوگوں کو بتلایا ممکن نہیں ہے کہ کوئی غیر آدمی اُس کے
دقایق و غوامض کو اُس عنوان سے سمجھ سکے ہاں وہ شخص ضرور ادراک کلام باری کر سکتا ہے جس نے روز
ولادت سے تا زمانہ رشد و بلوغ آنحضرت سے تمام تر تعلیم پائی ہو اور نبی نے مثل بیٹوں کے اُس کو
پرورش کیا ہو ایک دم کے لئے اُس کی جدائی گوارا نہ کی ہو ایسا شخص جو کہ لڑکپن سے زیر تعلیم نبی رہا
ہو حضرت امیرؑ کے سوا کوئی دوسرا بیان نہیں کیا جا سکتا ۔ حافظ ابن حجر فتح الباری شرح صحیح
بخاری کی جلد ۱۹ میں صفحہ ۴۰۲ پر لکھتے ہیں ان علیا عندہ صلی اللہ علیہ وسلم کالولد لانہ رباہ من
حال صغرہ ثم لم یفارقہ بل وازداد و اتصالہ بتزویج فاطمہ خلاصہ یہ کہ نبی نے زمانہ صغرسنی سے علیؑ کو
پرورش کیا کہ جیسے اپنے بچوں کو پالا کرتے ہیں یہاں تک کہ فاطمہؑ کو اُن کے حوالہ کرکے اتحاد و اتصال
میں ازدیاد کی شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفا کے مقصد اول صفحہ (۲۵۰) پر تحریر فرماتے ہیں ۔ عنایت
الٰہی جل و علا در صغر سن شامل حال او گشت و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکفل او بر خود گرفتند پھر صفحہ ۲۰۱
پر فرماتے ہیں و حکمت او (علیؑ) بیش از ان است کہ بہ احصا در آید و چگونہ میسر شود احصاء آں حالانکہ آں
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ باشند انا مدینۃ العلم و علی بابہا ظاہر ہے کہ جو شخص کسی کو مثل اولاد پالتا ہے
جس قدر اثاثہ اُس کے پاس ہوتا ہے وہ اُس سے دریغ نہیں کرتا اور بالخصوص وہ آدمی جس کے اولاد
ذکور نہ ہو اور اپنے پروردہ عزیز کو یہ سمجھ کر کہ انجام کار اسکو خانہ داماد بنا کر اس کی اولاد کو اپنی نسل سمجھوں
تا جو کچھ بھی ہے وہ تھوڑا ہے دیکھو قبل از شادی جو لوگ بہ نیت عقد دختر لڑکوں کو اپنے پاس
رکھ کر تعلیم دیتے یا دلاتے ہیں وہ کوئی دقیقہ تکمیل کا اُٹھا نہیں رکھتے مسلمان صاحب اس جگہ عقل صحیح سے

کام ہیں کہ نبی کا خاص شاگرد کس مرتبہ اور منزلت کا ہوگا اُس کا اقتدار حدیث بالا سے ظاہر ہے کہ آنحضرت نے صاف لفظوں میں فرما دیا کہ میں شہر علم ہوں اور علیؑ اُس کے دروازہ ہیں مطلب یہ کہ بلا علیؑ کے دروازہ پر جبہہ سائی کئے ہوئے ہم تک پہنچنا محال ہے مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی رویائے صادقہ کے صفحہ ۱۵۲ پر فرماتے ہیں پیغمبر کے بعد داماد کہو بیٹا کہو بھائی کہو ہی تھے اور چند در چند قرابتوں کے علاوہ علم وفضل وشجاعت میں کوئی ان کا ہمسر نہ تھا پس قرآن کے اصلی معنی وہ مطالب وہ ہی ہیں جو کہ نبیؐ سے علیؑ کو اور علیؑ سے اُن کی اولاد کو اور اُن کے ذریعہ سے علمائے مخلصین کو پہنچے۔ بھلا عمر وبکر یا اُن کے مقلد علما جو کہ وارثان علم نبیؐ کے سامنے منہ توڑ ائے کھڑے ہیں کیونکر معلوم کر سکتے ہیں کہ قرآن میں کس کس جگہ آئمہ ہدایت کا ذکر ہے مخاطب کو باوصف دعوے تحفظ معلوم نہیں کہ قرآن کا سمجھنا بلا خاندان رسالت کی شاگردی حاصل کرنے کے ناممکن ہے کیونکہ اُسکا ظاہر و باطن ہے اسی واسطے جناب احدیت نے فرمایا ہے یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا یعنی بہت لوگ قرآن سے ہدایت پا جائیں گے اور بہت لوگ ضلالت کے چاہ عمیق میں آنکھ بند کرکے گر پڑیں گے۔ اگر ہر شخص کا فہم صحیح ہوتا اور قرآن دانی میں غلطی کرنے کا کسی کو موقع نہ ملتا تو آیہ بالا کا نزول بالکل عبث و بیکار ہو جاتا جس نے اہلبیت سے تمسک کیا وہ سمجھا اور جو گروہ اُن سے مخالفت کرکے منہ توڑا ابدست ہوا وہ دریائے جہالت میں ڈوب مرا دیکھو مولوی شبلی نعمانی بھی الفاروق کے صفحہ ۵۴ پر لکھتے ہیں حدیث وفقہ بلکہ تمام مذہبی علوم اہلبیت کے گھر سے نکلے وہ صاحب البیت ادری بما فیھا یعنی گھر والے اُن چیزوں سے واقف ہوتے ہیں جو کہ گھروں میں ہوتی ہیں آنحضرت صلعم بعلم نبوت جانتے تھے کہ بعض مجاہیل اپنی عقول ناقصہ و اغراض باطلہ سے قرآن کے سمجھنے میں غلطیاں اُٹھائیں گے اور رخلاف منشا باری معنی بیان کرکے خلق خدا اور وادی ضلالت کی سیر کرائیں گے لہذا آپ نے علی الاعلان فرمایا کہ القرآن مع علی وعلی مع القرآن یعنی اے لوگو قرآن کو علیؑ سے سیکھو کیونکہ علیؑ قرآن کے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے جس گروہ نے علوم قرآن کو اہلبیت سے حاصل کیا ہے وہ حقیقت امامت کو سمجھ گئے اور جن ناہنجاروں نے تیر تفنگ وخنجر وشمشیر و ہتوڑے وغیرہ آلات سے اُن کا مقابلہ کیا وہ امامت کو ادنیٰ فروع سے بھی کمتر سمجھ کر منکر محض بن گئے رسالہ ہذا کے اول میں ثابت کر دیا گیا ہے کہ سنیوں کا مذہب قطعی مخالف اہلبیت ہے۔ الحاصل مخاطب ذی فہم بلا خوف وہراس اجوبہ تحفہ ومنتہی الکلام وغیرہ پر نظر ڈالیں

پھر معلوم ہو جائے گا کہ امامت کیا چیز ہے اور قرآن میں کہاں کہاں اسکا ذکر ہوا ہے جتنی باتیں بیت ہ
اوراق مطرقہ ہوئی ہیں یہ مخاطب جلیل الشان کے فکر بالغ کا نتیجہ نہیں ہیں بلکہ ایک مضمون اور بالخصوص
مسئلہ امامت بکرات و مرات منجانب متکلمین سنیہ پیش ہو کر عزت جواب پا چکا ہے مخاطب نے جو بردے
الہام تازہ دربارہ امامت گفتگو کرنے سے کوس تفرد بجایا ہے یہ بالکل بے بنیاد ہے میں انشاء اللہ
ہر موقع پر ناظرین کو آگاہ کرتا رہوں گا کہ یہ مضمون فلاں جگہ سے لیا ہے اور یہ بات فلاں مقام ہے اگر
کتب محولہ کا دیکھنا بوجہ کثرت درس و تدریس و موانع پیرانہ سالی جس کے مخاطب صفحہ ۲ سطر ۱۹ پر مقر ہوئے
ہیں متعذر ہو کر صرف کتاب مستطاب مفاتیح المطالب فی خلافت علی ابن ابیطالب مصنفہ امیر الامراء معظم
حامی دین خیر الانام مولانا و مولی المحققین السید مولوی اعجاز حسین صاحب ادام اللہ وجودہ رئیس قصبہ
امروہہ ضلع مراد آباد کو ملاحظہ فرمائیں حقیر سے کتاب منگا لیں اور پھر دیکھیں کہ حضرت موصوف الصدر نے
امامت کو قرآن سے کس طرح بہ دلائل صاف و روشن ثابت فرمایا ہے اور مخالفین کے احتمالات کو کس
شائستگی سے رد کیا ہے حقیر نے اس رسالہ میں مولانائے ممدوح الشان کی کتاب اور زبان گوہر بیان
سے بہت کچھ فائدہ اٹھایا ہے۔ ناظرین کو تعجب ہوگا کہ ہرگاہ قرآن شریف بہ مفاد آیات بالا ہر
چیز کی خبر دینے پر تیار ہے تو اہل سنت کیوں گریز کرتے ہیں اور ذکر امامت سے قرآن کو خالی تبلاتے ہیں
اس کی وجہ یہ ہے کہ کلام مجید میں آئمہ عدول و آئمہ بوالفضول دونوں کی خبر موجود ہے جو صفات کہ
امامان جور کی ہیں ان میں ثلٰثہ اعلیٰ درجہ کے حصہ دار ہیں اور آئمہ عادلین و معصومین کی جن لفظوں
میں تعریف بیان کی گئی ہے اس سے وہ بزرگوار محروم ہیں بہ این وجہ اہل سنت کو انکار کرنا پڑا کہ اکثر
امامت سے قرآن خالی ہے گو کہ ایسے صریح انکار سے تکذیب باری لازم آگئی مگر انھوں نے اس
کی کچھ پروا نہیں کی ان کی بلا سے قرآن پر حرف آئے خدا ملزم بنے نبیؐ کی لغویت ثابت ہو۔ مستحقان
امامت کے حقوق زائل ہو جائیں مگر ان کے ثلاثہ تیر مطاعن کی بوچھار سے بچ جائیں اہل سنت کے
بارہ امام یا خلیفہ جو کچھ بھی کہو اس شان کے نہیں ہیں کہ بہ اعتبار صفات نفسانی ان کی خلافت کے
اقرار کو اصولی اعتقادی سمجھا جائے اس جگہ میں مخاطب سے بالکل اتفاق کرتا ہوں اور بہ قسم شرعی کہتا ہوں
کہ اس لکھنے میں وہ راست گو ہیں کہ قرآن میں خلافت کے اصولی اعتقادی ہونے کا ذکر نہیں کیونکہ
ثلاثہ حسب شان کے تھے ان کی امامت یہ ہی اقتدار رکھتی تھی کہ بہ عزت قرآن میں مذکور نہو۔ ہاں

کام لیں کہ نبی کا خاص شاگرد کس مرتبہ اور منزلت کا ہوگا اُس کا اقتدار حدیث بالا سے ظاہر ہے کہ آنحضرت
نے صاف لفظوں میں فرما دیا کہ میں شہر علم ہوں اور علیؑ اُس کے دروازہ ہیں مطلب یہ کہ بلا علیؑ کے
دروازہ پر جبہہ سائی کئے ہوئے ہم تک پہنچنا محال ہے مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی رویاء صادقہ
کے صفحہ د ۱۵۲ پر فرماتے ہیں پیغمبر کے بعد داماد کہو بیٹا کہو بھائی کہو ہی تھے اور چند در چند قرابتوں
کے علاوہ علم وفضل و شجاعت میں کوئی اُن کا ہمسر نہ تھا پس قرآن کے اصلی معنی وہ مطالب وہ ہی ہیں
جو کہ نبیؐ سے علیؑ کو اور علیؑ سے اُن کی اولاد کو اور اُن کے ذریعہ سے علمائے مخلصین کو پہنچے ۔ بھلا عمر و بکر یا
اُن کے مقلد علما جو کہ وارثان علم نبیؐ کے سامنے ہتوڑا لئے کھڑے ہیں کیونکر معلوم کر سکتے ہیں کہ قرآن
میں کس کس جگہ آئمہ ہدایت کا ذکر ہے مخاطب کو باوصف دعوے تحفظ معلوم نہیں کہ قرآن کا سمجھنا بلا
خاندان رسالت کی شاگردی حاصل کرنے کے ناممکن ہے کیونکہ اُسکا ظاہر و باطن ہے اسی واسطے جناب
احدیت نے فرمایا ہے یضل بہ کثیراً و یھدی بہ کثیراً یعنی بہت لوگ قرآن سے ہدایت پا جائیں گے اور
بہت لوگ ضلالت کے چاہ عمیق میں آنکھ بند کرکے گر پڑیں گے ۔ اگر ہر شخص کا فہم صحیح ہوتا اور قرآن
دانی میں غلطی کرنے کا کسی کو موقع نہ ملتا تو آیہ بالا کا نزول بالکل عبث و بیکار ہو جاتا جس نے اہلبیت
سے تمسک کیا وہ سمجھا اور جو گروہ اُن سے مخالفت کرکے ہتوڑا بدست ہوا وہ دریائے جہالت میں ڈوب
مرا دیکھو مولوی شبلی نعمانی بھی الفاروق کے صفحہ ۵۴ پر لکھتے ہیں حدیث و فقہ بلکہ تمام مذہبی علوم اہلبیت
کے گھر سے نکلے وہ صاحب البیت ادری بما فیھا یعنی گھر والے اُن چیزوں سے واقف ہوتے ہیں
جو کہ گھروں میں ہوتی ہیں آنحضرت صلعم بعلم نبوت جانتے تھے کہ بعض مجاہیل اپنی عقول ناقصہ و اغراض
باطلہ سے قرآن کے سمجھنے میں غلطیاں اُٹھائیں گے اور خلاف منشاء باری معنی بیان کرکے خلق خدا اور
وادیٔ ضلالت کی سیر کرائیں گے لہذا آپ نے علی الاعلان فرمادیا کہ القرآن مع علی و علی مع القرآن
یعنی اے لوگو قرآن کو علیؑ سے سیکھو کیونکہ علیؑ قرآن کے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے جس گروہ نے علوم
قرآن کو اہلبیت سے حاصل کیا ہے وہ حقیقت امامت کو سمجھ گئے اور جن لوہار منشوں نے تبر تفنگ
و خنجر و شمشیر و ہتوڑے وغیرہ الآت سے اُن کا مقابلہ کیا وہ امامت کو ادنےٰ فروع سے بھی کمتر
سمجھ کر منکر محض بن گئے رسالہ ہذا کے اول میں ثابت کر دیا گیا ہے کہ سنیوں کا مذہب قطعی مخالف
اہلبیت ہے ۔ الحاصل مخاطب ذی فہم بلا خوف و ہراس اجوبہ تحفہ و منتہی الکلام وغیرہ پر نظر ڈالیں

پھر معلوم ہو جائے گا کہ امامت کیا چیز ہے اور قرآن میں کہاں کہاں اسکا ذکر ہوا ہے جتنی باتیں بیرہ اوراق مطرفہ ہوئی ہیں یہ مخاطب جلیل الشان کے فکر بالغ کا نتیجہ نہیں ہیں بلکہ ایک مضمون اور بالخصوص مسئلہ امامت بکرات و مرات منجانب متکلمین سنیہ پیش ہوکر عزت جواب پا چکا ہے مخاطب نے جو بردے الہام تازہ دربارہ امامت گفتگو کرنے سے کوس تفرد بجایا ہے یہ بالکل بے بنیاد ہے میں انشاءاللہ ہر موقع پر ناظرین کو آگاہ کرتا رہوں گا کہ یہ مضمون فلاں جگہ سے لیا ہے اور یہ بات فلاں مقام سے اگر کتب محولہ کا دیکھنا بوجہ کثرت درس و تدریس و موانع پیرانہ سالی جس کے مخاطب صفحہ ۸ سطر ۱۹ پر مقر ہوئے ہیں متعذر ہو کر صرف کتاب مستطاب مفاتیح المطالب فی خلافت علی ابن ابیطالب مصنفہ امیر الامراء اعظام حامی دین خیر الانام مولانا و مولی الحافقین السید مولوی اعجاز حسین صاحب ادام اللہ وجودہ رئیس قصبہ امروہہ ضلع مراد آباد کو ملاحظہ فرمائیں حقیر سے کتاب مفت لیں اور پھر دیکھیں کہ حضرت موصوف الصدر نے امامت کو قرآن سے کس طرح بہ دلائل صاف و روشن ثابت فرمایا ہے اور مخالفین کے احتمالات کو کس شائستگی سے رد کیا ہے حقیر نے اس رسالہ میں مولانائے ممدوح الشان کی کتاب اور زبان گوہر بیان سے بہت کچھ فائدہ اٹھایا ہے۔ ناظرین کو تعجب ہوگا کہ ہرگاہ قرآن شریف بہ مفاد آیات بالا ہر چیز کی خبر دینے پر تیار ہے تو اہل سنت کیوں گریز کرتے ہیں اور ذکر امامت سے قرآن کو خالی بتلاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ کلام مجید میں آئمہ عدول و آئمہ لوالفضول دونوں کی خبر موجود ہے جو صفات کہ اماماں جور کی ہیں ان میں ثلثہ اعلی درجہ کے حصہ دار ہیں اور آئمہ عادلین و معصومین کی جن لفظوں میں تعریف بیان کی گئی ہے اس سے وہ بزرگوار محروم ہیں یہ ایں وجہ اہل سنت کو انکار کرنا پڑا کہ اکثر امامت سے قرآن خالی ہے گو کہ ایسے صریح انکار سے تکذیب باری لازم آگئی مگر انھوں نے اس کی کچھ پروا نہیں کی ان کی بلا سے قرآن پر حرف آئے خدا ملزم بنے نبی کی لغویت ثابت ہو۔ مستحقان امامت کے حقوق زائل ہو جائیں مگر ان کے ثلاثہ تیر مطاعن کی بوچھار سے بچ جائیں اہل سنت کے بارہ امام یا خلیفہ جو کچھ بھی کہو اس شان کے نہیں ہیں کہ بہ اعتبار صفات نفسانی ان کی خلافت کے اقرار کو اصولی اعتقادی سمجھا جائے اس جگہ میں مخاطب سے بالکل اتفاق کرتا ہوں اور بہ قسم شرعی کہتا ہوں کہ اس لکھنے میں وہ راست گو ہیں کہ قرآن میں خلافت کے اصولی اعتقادی ہونے کا ذکر نہیں کیونکہ ثلاثہ جس شان کے تھے ان کی امامت یہ ہی اقتدار رکھتی تھی کہ بہ عزت قرآن میں مذکور نہو۔ ہاں

ہاں خاندان نبوت سے جو بارہ خلیفہ ہاشمی نسب وارث علوم رسالت امام المتقین وقائد الغر المحجلین وصالح المومنین وسردار صالحین فرماں روائے امت مرحومہ ہوئے ان کی امامت قرآن پاک میں اکثر مقامات پر اسی طرز سے بیان ہوئی ہے جسکا اصولی اعتقادی ہونا لازم ہو انشاء اللہ عنقریب اپنے منبر پر اسکو بیان کیا جائے گا اہل سنت بڑے دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں کہ اُن کو اولوالامر اُس معنی پر سمجھتے ہیں جوکہ قرآن میں ہیں۔ اگر حضرات موصوفین کو محض مثل سلاطین دنیا مانند عالم گیر وابوظفر وسلطان روم وخاندان قلات وامیر کابل وخدیو مصر ونانا راؤ وخیر بھوج وہیموں بقال وغیرہا تسلیم کرکے حاکم امور دین نہ کہیں تو کچھ بھی جھگڑا نہیں آج ہی سارا قصہ طے ہے ہم خود اسکا اقرار کرتے ہیں کہ خلفائے اہل سنت انتظام مملکت وسیاست اچھا کرتے تھے اور کیا۔ جن لوگوں کو وہ سلطنت کا خار دامن جانتے تھے اُنکو صفحہ عالم سے مٹا دیا خون کی ندیاں بہادیں مخالفین مملکت کے گھر پھونک دیے جایدادیں ضبط کرلیں گھروں سے نکال دیا چنانچہ میرزا حیرت دہلوی مورخ جدید نے خلافت شیخین کے صفحہ ۴۰۹ پر لکھا ہے کہ خلفاء نے اپنے عہد میں وہی کام کئے جوکہ اولوالعزم سلاطین کیا کرتے ہیں کہ استحکام سلطنت کے لئے متمدن سلطنتیں خونریزیاں کرنا کوئی عیب نہیں جانتیں وہی کام ان صحابہ نے کیا اور بہ حیثیت سلطنت اُنکو ایسا ہی کرنا چاہیے تھا اہلبیت نبوی پر جو حضرات ثلاثہ نے ابواب ظلم وجور کشادہ کئے اُس کی اصلاح مرزا صاحب نے اس حیلہ سے کی ہے کہ بادشاہان از پے یک مصلحت صد خون کنند دلیل التحریر کے صفحہ (۱۱۳) پر توضیح اس کا حقیر نے جواب دیا ہے مرزا صاحب نے اس لکھنے میں ہرگز غلطی نہیں کی مصالح ملکی اسی کے مقتضی ہوتے ہیں کہ دیگر دعوی داران سلطنت کے نام صفحہ ہستی سے مٹا دئے جائیں پس خلفائے اہل سنت سلاطین اسلام سے اول الملوک تھے اگر ہم اُن کی بادشاہت کا اقرار نہ کریں یا یہ کہ اُن کے خوش نظم ہونے کے منکر ہوں نہ مجرم ہوسکتے ہیں جیسکہ سلاطین اول الذکر تھے ایسے ہی وہ بھی تھے۔ گفتگو اُن کے حاکم دین ہونے میں ہے اُس سے مرزا صاحب کو بھی انکار ہے چونکہ بوجہ انکار شہادت سید الشہداء علیہ السلام بعض عقلاء اہل سنت مرزا کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے لہذا ایک اور محقق کامل کا بیان دکھلاتا ہوں جس سے ثابت ہوجائے گا کہ شیخین بادشاہ دنیا تھے مولوی شبلی نعمانی کتاب مذکورہ الصدر کے صفحہ ۳۰ سطر ۹ پر لکھتے ہیں انتظام سلطنت میں محض مسلم حضرت معاویہ حضرت عمرو ابن العاص مدبر پیدا ہوئے ان اشخاص آخر الذکر کے ساتھ مولوی صاحب نے حضرت عمر کا جوڑ

لگایا ہے منصفین اہل سنت سوچیں کہ ہر دو بزرگواران کا تدبر کس گھر کی بربادی سے ظاہر ہوا جس خاندان کو نیست و نابود کر کے معاویہ و عمر ابن العاص کو تمغہ وزیری و طلائش کا بنیا دی پتھر حضرت دوم کے دست مبارک سے رکھا گیا تھا جو لوگ معاویہ و عمر ابن العاص کے ہم نشین تھے وہ آئمہ ہدایت کیونکر ہو سکتے ہیں حسب بیان صاحب تحفہ امیر شام اور ان کے وزیر با فرجام امام حق سے باغیانہ روش رکھتے تھے اس سے لازم ہوا کہ حضرت عمر بھی اپنے امام زمانہ سے راہ بغاوت اختیار کئے ہوئے ہوں ایسے لوگوں کی امامت کا ذکر قرآن میں بمدحت کیونکر ہو سکتا ہے جس جگہ معاویہ و عمر ابن العاص کی صفات حمیدہ کا ذکر ہوگا وہاں حضرت عمر کی امامت کا بھی ضرور اشارہ ہوگا صحیح مسلم جلد ۲ کے صفحہ (۱۲۷) پر لکھا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا بعد میرے ایسے امام ہوں گے جن کے دل شیطان کے اور صورت انسان کی ہوگی جن بدتر بادشاہوں نے انبیاء کو قتل کر کے اپنی حکومت کو مستحکم کیا ان کے ذیل میں حضرت عمر کا ذکر خیر ضرور ہوگا حضرات اہل سنت اپنی طبع زاد تجویز سے خلافت کو راشدہ و غیر راشدہ بنا کر اول درجہ کی خلافت کے تیس سال کہتے ہیں اور ازاں بعد ملوک عضوض یعنی گٹکھنے بادشاہوں کا زمانہ بتلاتے ہیں معاویہ و عمر ابن العاص اس تیس سالہ بندوبست کے بعد حکمراں ہوئے نظر براں کاٹ کھانے والوں میں پہلے درجہ کے شمار کئے گئے ہر گاہ بقول مولوی شبلی معاویہ و عمر ابن خطاب بہ اعتبار انتظام جہانبانی ایک درجہ کے تھے تو حضرت عمر بھی جسم اسلام سے دھجیاں گوشت نوچ کر کھا گئے جس کے ذکر سے صدہا کتب مناظرہ بھری ہوئی ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ذکر امامت کے انکار سے قرآن کی بڑی اہانت ہے کلام اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ کسی امر کی حقیقت کے اظہار سے سکوت میں ہو شکر خدا کہ یہ نمبر بحق شیعہ فیصل ہوا۔

نمبر دوم بعد نبوت امامت کی ضرورت ہے یا نہیں

بڑی بھاری ضرورت ہے جناب مخاطب نے ہدایات الرشید کے صفحہ (۱۵۱) پر لکھا ہے کہ شیخین نے دفن سرور عالم پر انتظام خلافت کو اس واسطے مقدم کیا تھا کہ نعش اقدس متعفن ہونے سے محفوظ تھی اگر خلافت کو فرض پر تقدیم دی جاتی اور انصار میں سے کوئی خلیفہ نامزد ہو کر اسلامی مسند پر بیٹھ جاتا تو کشتی اسلام درہم برہم ہو کر اس طرح ٹکڑے ٹکڑے ہوتی کہ کسی تختہ کا پتہ نہ لگتا تقریر بالا سے ثابت ہوا کہ خلافت کا انتظام صحابہ نے اشد ضروریات سے بھی بالاتر سمجھا صحابہ کا دفن نبی پر مسند نشینی کو فوق دینا کوئی نئی بات نہ تھی اب بھی سلاطین دنیا میں یہ دستور ہے کہ قبل از تجہیز و تکفین گدی کا انتظام ہو جاتا ہے اگر امامت دنیاوی

ہاں خاندان نبوت سے جو بارہ خلیفہ ہاشمی نسب وارث علوم رسالت امام المتقین وقائد الغر المحجلین وصالح المومنین وسردار صالحین فرماں روائے امت مرحومہ ہوئے ان کی امامت قرآن پاک میں اکثر مقامات پر اسی طرز سے بیان ہوئی ہے جسکا اصولی اعتقادی ہونا لازم ہوا انشاء اللہ عنقریب اپنے منبر پر اسکو بیان کیا جائے گا اہل سنت بڑے دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں کہ اُن کو اولوالامر اسی معنی پر سمجھتے ہیں جو کہ قرآن میں ہیں۔ اگر حضرات موصوفین کو محض مثل سلاطین دنیا مانند عالمگیر و ابوظفر و سلطان روم وخاندان قلات و امیر کابل وخدیو مصر و نانا راؤ وخیر بھوج و سیہوں بقال وغیرہ تسلیم کرکے حاکم امور دین نہ کہیں تو کچھ بھی جھگڑا نہیں آج ہی سارا قصہ طے ہے ہم خود اسکا اقرار کرتے ہیں کہ خلفائے اہل سنت انتظام مملکت وسیاست اچھا کرتے تھے اور کیا۔ جن لوگوں کو وہ سلطنت کا خار دامن جانتے تھے اُنکو صفحہ عالم سے مٹا دیا خون کی ندیاں بہا دیں مخالفین مملکت کے گھر پھونک دیے جایدادیں ضبط کرلیں گھروں سے نکال دیا چنانچہ میرزا حیرت دہلوی مورخ جدید نے خلافت شیخین کے صفحہ ۱۴۰ و ۱۴۱ پر لکھا ہے کہ خلفا نے اپنے عہد میں وہی کام کئے جو کہ اولوالعزم سلاطین کیا کرتے ہیں کہ استحکام سلطنت کے لئے متمدن سلطنتیں خونریزیاں کرنا کوئی عیب نہیں جانتیں وہی کام ان صحابہ نے کیا اور بہ حیثیت سلطنت اُنکو ایسا ہی کرنا چاہیے تھا البتہ نبوی پر جو حضرات ثلاثہ نے ابواب ظلم وجور کشادہ کئے اُس کی اصلاح مرزا صاحب نے اس جملہ سے کی ہے کہ بادشاہان از پے یک مصلحت صد خون کنند دلیل المتحیرین کے صفحہ (۱۱۳) پر توضیح اس کا حقیر نے جواب دیا ہے مرزا صاحب نے اس لکھنے میں ہرگز غلطی نہیں کی مصالح ملکی اسی کے مقتضی ہوتے ہیں کہ دیگر دعوی داران سلطنت کے نام صفحہ ہستی سے مٹا دیے جائیں پس خلفائے اہل سنت سلاطین اسلام سے اول الملوک تھے اگر ہم اُن کی بادشاہت کا اقرار نہ کریں یا یہ کہ اُن کے خوش نظم ہونے کے منکر ہوں نہ مجرم ہو سکتے ہیں جیسکہ سلاطین اول الذکر تھے ایسے ہی وہ بھی تھے۔ گفتگو اُن کے حاکم دین ہونے میں ہے اُس سے مرزا صاحب کو بھی انکار ہے چونکہ بوجہ انکار شہادت سید الشہداء علیہ السلام بعض عقلاء اہل سنت مرزا کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے لہذا ایک اور محقق کامل کا بیان دکھلاتا ہوں جس سے ثابت ہو جائے گا کہ شیخین بادشاہ دنیا تھے مولوی شبلی نعمانی کتاب مذکورۃ الصدر کے صفحہ ۴۵ سطر ۹ پر لکھتے ہیں انتظام سلطنت میں حضرت عمر حضرت معاویہ حضرت عمرو بن العاص مدبر پیدا ہوئے ۔۔۔ آخر الذکر کے ساتھ مولوی صاحب نے حضرت عمر کا جوڑ

لگایا ہے منصفین اہل سنت سوچیں کہ ہر دو بزرگواران کا تدبر کس گھر کی بربادی سے ظاہر ہوا جس خاندان کو نیست و نابود کر کے معاویہ و عمرابن العاص کو تمغہ وزیری ملا اس کا بنیا دی پتھر حضرت دوم کے دست مبارک سے رکھا گیا تھا جو لوگ معاویہ و عمرابن العاص کے ہم نشین تھے وہ آئمہ ہدایت کیونکر ہو سکتے ہیں حسب صاحب تحفہ امیر شام اور اُن کے وزیر نافرجام امام حق سے باغیانہ روش رکھتے تھے اس سے لازم ہوا کہ حضرت عمر بھی اپنے امام زمانہ سے راہ بغاوت اختیار کئے ہوئے ہوں ایسے لوگوں کی امامت کا ذکر قرآن میں بمدحت کیونکر ہو سکتا ہے جس جگہ معاویہ و عمرابن العاص کی صفات حمیدہ کا ذکر ہوگا وہاں حضرت عمر کی امامت کا بھی ضرور اشارہ ہوگا صحیح مسلم جلد ۲ کے صفحہ (۱۲۷) پر لکھا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا بعد میرے ایسے امام ہوں گے جن کے دل شیطان کے اور صورت انسان کی ہوگی جن جابر بادشاہوں نے انبیاء کو قتل کر کے اپنی حکومت کو مستحکم کیا اُن کے ذیل میں حضرت عمر کا ذکر خیر ضرور ہوگا حضرات اہل سنت اپنی طبع زاد تجویز سے خلافت کو راشدہ وغیر راشدہ بنا کر اول درجہ کی خلافت کے تیس سال گنتے ہیں اور ازاں بعد ملوک عضوض یعنی کٹکھنے بادشاہوں کا زمانہ تبلاتے ہیں معاویہ و عمرابن العاص اُس تیس سالہ بندوبست کے بعد حکمراں ہوئے نظر براں کاٹ کھانے والوں میں پہلے درجہ کے شمار کئے گئے ہر گاہ بقول مولوی شبلی معاویہ و عمرابن خطاب بہ اعتبار انتظام جہانبانی ایک درجہ کے تھے تو حضرت عمر بھی جسم اسلام سے دھڑ یوں گوشت نوچ کر کھا گئے جس کے ذکر سے صدہا کتب مناظرہ بھری ہوئی ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ذکر امامت کے انکار سے قرآن کی بڑی اہانت ہے کلام اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ کسی امر کی حقیقت کے اظہار سے سکوت میں ہو شکر خدا کہ یہ نمبر بحق شیعہ فیصل ہوا۔

نمبر دوم بعد نبوت امامت کی ضرورت ہے یا نہیں

بڑی بھاری ضرورت ہے جناب مخاطب نے ہدایات الرشید کے صفحہ (۱۵۱) پر لکھا ہے کہ شیخین نے دفن سرور عالم پر انتظام خلافت کو اس واسطے مقدم کیا تھا کہ نعش اقدس متعفن ہونے سے محفوظ تھی اگر خلافت کو فرض پر تقدیم دی جاتی اور انصار میں سے کوئی خلیفہ نامزد ہو کر اسلامی مسند پر بیٹھ جاتا تو کشتی اسلام درہم و برہم ہو کر اس طرح ٹکڑے ٹکڑے ہوتی کہ کسی تختہ کا پتہ نہ لگتا تقریر بالا سے ثابت ہوا کہ خلافت کا انتظام صحابہ نے اشد ضروریات سے بھی بالاتر سمجھا صحابہ کا دفن نبیؐ پر مسند نشینی کو فوق دینا کوئی نئی بات نہ تھی اب بھی سلاطین دنیا میں یہ دستور ہے کہ قبل از تجہیز متوفا گدی کا انتظام ہو جاتا ہے اگر امامت دنیاوی

بادشاہت ہے اور دین سے اُسکو علاقہ نہیں تو صحابہ کا دفن وکفن پر اُسکو مقدم کرنا بیجا نہ تھا بلکہ عین
حق وبجا۔ علامہ قوشجی لکھتے ہیں کہ صحابہ نے انتظام خلافت کو قبل از دفن وکفن اہم واجبات سمجھ کر اُسپر
توجہ کی چنانچہ لکھتے ہیں۔ حتیٰ جعلوا ذٰلک اہم الواجبات واشتغلوا بہ من دفن الرسول پھر علامہ موصوف
فرماتے ہیں ان فی النصب الامام استجلاب منافع لاتحصیٰ واستدفاع مضار لاتخفیٰ وکل ماہو کل فہو
واجب یعنی امام کے مقرر کرنے میں بے انتہا جلب منفعت ہے اور مضرات کا دفعیہ جو وجود امام سے ہوتا ہے
وہ پوشیدہ نہیں پس وہ واجب ہے شارح مواقف نے بھی مثل قول بالا انتظام امامت کو واجب
لکھا ہے مشکوٰۃ شریف میں بحوالہ بخاری ومسلم عبداللہ ابن عمر کی سند سے لکھا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا
امام مثل اُس چرواہے کے ہے جو کہ اپنے مویشی کو چراگاہ مناسب میں لیجاتا ہے وہ اُن چوپاؤں کی محافظت
کا ذمہ دار ہے بروز قیامت اُس سے سوال کیا جائے گا کہ تونے اپنے بے زبان وخالی از عقل حیوانات
کو کہاں کہاں چرایا اور کیسی گھانس کھلائی۔

المولف اس حدیث کا جسکو اردو میں بیان کیا گیا مطلب یہ ہے کہ امام سے اُس کے تابعین کی نسبت
سوال کیا جائے گا کہ درباب دینیات اُن کو کس قسم کی تعلیم دی اور اُن کے حقوق کی حفاظت کس عنوان
سے کی گئی دیکھو ہر چرواہا برعایت موسم اپنے مویشی کو وہی چیز کھلاتا ہے جو کہ بدانست خود اُس کے لئے
مفید جانتا ہے۔ بھیڑ بکری یا دیگر اقوام چوپایہ جو بے عقلی سے ایسی نباتات پر منہ ڈالتے ہیں جس کے ضرر
سے اُنکو خبر نہیں ہوتی لہذا وہ لکڑی لئے ہوئے اُن کی نگرانی کرتا ہے اور بداثر چیز کھانے سے لاٹھی مار کر
اُنکو ہنکاتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ چرواہا مصلح معاش ومحافظ چوپایان ہے اور اُسکا ہونا نہایت ضروری اور
اہم ہے نیز یہ بھی واضح ہوا کہ عہدہ شبانی پر ہر شخص فائز نہیں ہوسکتا اس کام کا وہی گلہ بان پورے طور پر
انجام دے سکتا ہے جو کہ مویشی کی مفید اور مضر چیزونکو اچھی طرح جانتا اور اُن کے خواص مزاج کو پہچانتا ہو۔
مطلب یہ ہوا کہ امام قوم ناقابل شخص نہیں ہوسکتا بلکہ ایسا آدمی اس عہدہ کے فرائض کو انجام دے سکتا ہے جو کہ
خلائق کی دینی ودنیاوی ضرورتوں پر بوجہ اکمل اطلاع رکھتا ہو اس جگہ میں ایک چرواہے کا مناسب سمجھ کر
تذکرہ کرتا ہوں رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن گائے بھینس۔ اونٹ۔ بھیڑ۔ بکریوں (امت کے آدمی)
کو چرایا کرتے تھے تہذیب امور دین تعلیم فرماتے تھے اُن کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی بعض حیوانات
چرانے والے سے موافقت رکھتے تھے اور متابعت میں کوشاں تھے یعنی اُسکی بولی پر چلتے تھے وہ کون

مومن اور مشیر بحکم واکثر ہم بعض فاسقین منافق و بے ادب اس کے حکم سے سرتابی کرکے مخالفت کے پرخطر جنگل میں پہنچ جاتے تھے بقول اہل سنت سرور کائنات نے ایک سونے جنگل میں جہاں ہر طرح کے درندے رہتے تھے یہ ایں اختلاف طبائع سب مویشی کو بلا اس کے کہ کسی کی سپرد کریں اپنا راستہ لیا اور وفات پاگئے حسب فحوائے حدیث مشکواۃ مندرجہ بالا جبکہ امام سے درباب تہذیب امر رعایا سوال کرنا ضروری ہوا تو لازم آیا کہ آنحضرت سے بھی پوچھا جائے کہ اے محمد اتنے کثیر التعداد حیوانات کی تربیت آپ کی ذات سے متعلق کی گئی تھی بوقت رحلت اُن کو کس کے حوالے کیا تھا اسوقت تمام گلہ کے دو ٹکڑے ہو جائیں گے ایک ٹکڑا شیعہ دست ادب باندھکر عرض کرے گا کہ خدایا اس کمل پوش چرواہے نے ہمکو بے والی وارث نہیں چھوڑا تھا بلکہ ہماری حفاظت کا پورا سامان کردیا تھا اپنے مرنے سے پہلے علی الاعلان کہدیا تھا کہ میں عن قریب تم سے جُدا ہونے والا ہوں میرا بھائی علی المرتضیٰ تمہاری ہر ضرورت کو اسی طرح پورا کرے گا جیسا کہ میں کرتا تھا اُس نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ میدان غدیر میں ہم سبکو جمع کرکے اُسکا ہاتھ پکڑ کر دکھایا تھا اور یہ ایں خیال کہ تمام مویشی اُس کے بھائیکو دیکھ میں بڑی اونچی جگہ کھڑا ہوا اور اس بلند مقام میں اپنے ہاتھوں پر اتنا اُٹھایا کہ سپیدی بغل نمایاں ہوگئی اور سب نے بخوبی دیکھ لیا جس لاٹھی سے وہ ہمکو ہنکاتا تھا وہ اُس کے ہاتھ میں دے کر ہم کو سمجھا دیا کہ اب یہ عصا اس کی اور اسکی اولاد کے ہاتھ میں اسوقت تک رہے گا جبکہ تم کوثر کا پانی میرے پاس پینے آؤگے خبردار ہوشیار یہ جس جنگل میں تمکو لیجائے جس چشمہ کا پانی پلائے ۔ جس کی سیر کرائے اُس کی متابعت سے مُنہ نہ پھیرانا اگر مخالفت کروگے تو وادی بلا میں تمکو درندے ہلاک کر ڈالیں گے میری اور اس کی فصاحت و درایت ایک ہے یہ اُن سب نباتی چیزوں سے جو کہ تمکو فائدہ اور ضرر پہنچانے والے ہیں ایسی ہی واقفیت رکھتا ہے جیسا کہ میں جاننے والا ہوں ۔ خدایا اس راعی نے اپنے فرض منصب کو خوب ادا کیا اور ہمارے ساتھ نیک معاشرت کی ادنے ادنے مسائل ہمکو سکھا کر تمام شرائع دینی پر مطلع کردیا ہم کبھی اس کے شکریہ سے عہدہ برا نہیں ہوسکتے ۔ دوسرا ٹکڑا (اہل سنت) عرض پیرا ہوگا کہ خدایا اس گلہ بان نے ہمکو ایک ویرانے میں بلا اس کے کہ کیسکو اپنا قایم مقام کرے مطلق العنان کرکے چھوڑ دیا تھا جب یہ وفات پاگیا تو ہم نے سوچا کہ بلا چرواہے کے ہرگز کام نہ چل سکیگا اُس کی لاش کو چھوڑ کر ایک موضع پر جمع ہوگئے اور ایک بوڑھے تجربہ کار کو جو کہ راعی سابق کا خسر بھی تھا اپنے اوپر حاکم قرار دے لیا ابوبکر جب وہ مرنے لگا تو اس نے نہایت بیدار مغزی سے ایک دوسرے خسر کو اپنا قایم مقام بنایا یہ حج

سچ ہے کہ وادی غدیر میں اہتمام بلیغ کرکے ہمکو تبلایا گیا کہ جیسا تمہارے نزدیک میں ہوں ویسا ہی یہ میرا بھائی علیؑ ہے لیکن اسوقت ایک کثیر المعنی لفظ (مولی) بولا گیا تھا جس کو ہم صحیح طور پر یہ نہ سمجھ سکے کہ اپنا قایم مقام کرتا ہے - بلکہ اسی کو سمجھتے رہے کہ اُس کی محبت پر رغبت دلاتا ہے اگر بہ جروا ماصاف طور پر انتظام قایم مقامی کرجاتا تو ہم میں پھوٹ نہ پڑتی یہ شخص ایسے ضروری اور اہم معاملہ کو معطل چھوڑ گیا تھا کہ جس نے ہمارے گروہ میں مدام تلوار کو وقت نیام نہونے دیا - کاش یہ کمل پوش اپنی گدڑی کسی کے حوالہ کرجاتا تو ہرگز جھگڑہ نہ ہوتا تمام مفاسد کی بنیاد اس کی پنبہ دہنی اور سہل انکاری سے قایم ہوئی ایک دوسرے کا دشمن جانی بنگیا نکاح بیاہ چھوٹ گئے باہمی میل جول - بھاجی نوالہ جاتا رہا - اخوت اسلامی کا رشتہ ٹوٹ گیا قصہ کوتاہ جبکہ بفحوائے حدیث مشکواۃ مندرجہ صدر ہر امام سے بروز قیامت سوال کیا جائے گا تو نہ معلوم جناب سرور کونین قایم مقام نہ بنانے کی فرد گذاشت کا کیا جواب دیں گے - غالبًا یہ ہی کہیں گے کہ اگر میں کسی کو خلیفہ کرتا تو مفسدہ پیدا ہو جاتا - لہذا صحابوں کی رائے پر چھوڑ دیا تھا میرے نزدیک شیخین کی کارروائی قابل داد ہے کہ اُنھوں نے کوئی پروا نہ کی کہ ہم سے خلاف سنت نبوی ہوتا ہے مگر اپنے قایم مقام کا پورا انتظام کر گئے اس جگہ ہم مخاطب کا دل خوش کرنے کے لیے چند احادیث نقل کئے دیتے ہیں جن سے خلافت کی عزت وجلالت ثابت ہو جائے گی اور واضح ہو جائے گا کہ وہ ایسی چیز ہے کہ بلا اس کے اقرار کے تمام اعمال نماز اور روزہ وحج وزکواۃ وغیرہ باطل ہیں صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ آں حضرت نے فرمایا ان اللہ تعالیٰ افترض علیکم حب ابی بکر وعمر وعثمان وعلی کما افترض علیکم الصلواۃ والصوم والحج فمن انکر من فضلھم فلن یقبل اللہ تعالیٰ منہ الصلواۃ والصوم الیٰ آخرہ مطلب یہ ہوا کہ چاروں خلفائے محبت رکھنا عین ایمان ہے اور ان سب کی ولا مثل نماز روزے کے فرض کی گئی ہے جسکو ان کی محبت وفضیلت سے انکار ہوا اس کے تمام اعمال حبط ہو جائیں گے . مخاطب ادنیٰ امور فروعی سے امامت کو کمتر تبلاتے ہیں حدیث موصوفہ سے معلوم ہوا کہ نماز جیسی اول درجہ کی فرع دین بھی بلے اس کے اقرار کے بیکار ہے افسوس ہے کہ مخاطب بلا سمجھے لکھ جاتے ہیں اس موقع پر ایک بات دریافت طلب ہے اور وہ یہ کہ بہ اتفاق امت امیر معاویہ وعائشہ وصدہا صحابہ حضرت امیرؑ کے مخالف تھے اور اُن کی امامت کا مدام انکار کرتے رہے - لہذا ارشاد ہو کہ ان لوگوں کا نماز روزہ مقبول ہوا یا مردود بحمد اللہ یہ بات ثابت ہوگئی کہ امامت نہایت ضروری چیز ہے اور ایسی بے توقیر نہیں جیسا کہ مخاطب نے ادنے فروع سے اسکو

کثر بیان کیا ہے۔

امر سوم ذکر امامت قرآن میں ہے یا کہ بقول مخاطب و دیگر متکلمین اہل سنت مطلق نہیں

حضرات ناظرین اس نمبر کی توضیح میں چند آیات پیش کیجاتی ہیں جن پر نظر کرنے سے واضح ہو جائے گا کہ امامت منصوص من اللہ والرسول ہے اسی پر مخاطب کو انکار ہے جس وقت کہ ہم قرآن و حدیث سے امامت ثابت کریں گے مخاطب کا سارا دعوے باطل ہو جائے گا یہ نمبر گویا تمام مباحثہ سنی و شیعہ اور بالخصوص امورات بحث طلب (جن پر میں مضمون لکھ رہا ہوں) کی جان ہے

آیۂ اول مشیر بہ امامت مندرجہ سورۃ النساء

یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم (یعنی جو لوگ کہ ایمان لائے ہیں اُن پر واجب ہے کہ خدا اور رسول و اولی الامر کی اطاعت کریں حقیر نے رسالہ بحث اولی الامر مطبوعہ ریاض فیض نگینہ میں علمائے مقررین اہل سنت کے بیان سے ثابت کر دیا ہے کہ جب آیۂ موصوفہ بالا نازل ہوئی تو صحابہ نے دریافت کیا کہ یا حضرت خدا اور رسول کو تو ہم جانتے ہیں مگر یہ اولی الامر کون ہیں جن کی اطاعت حضور کی اطاعت سے وابستہ ہے آنحضرت نے فرمایا کہ یہ علیؑ اور ان کی اولاد ہیں اہل سنت نے غایت ایمانداری سے بجوش عداوت خاندان نبوت اولی الامر حکمراں کو خواہ وہ فاسق ہو یا فاجر رنڈی ہو یا غلام تجویز فرمایا اس آیت میں دو جگہ لفظ اطیعوا آیا ہے ایک خدا اور دوسرا نبی و اولی الامر پر ظاہرا مکرر لفظ اطیعوا کے وارد ہونے کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ اللہ جل شانہ کی اطاعت نبی و اولی الامر و دیگر عامۂ خلایق پر یکساں واجب ہے گو یا لفظ موصوف سے خدا نے اپنے اور رسول اولی الامر کے بیچ میں حد فاصل قایم کر دی دوسرے اطیعوا سے رسول اور اولی الامر کے لئے اطاعت کا درجہ عنایت فرمایا کہ خلایق دونوں کی اطاعت میں سرمو تفاوت نہ سمجھے۔ تمام شیعہ و سنی آنحضرت کو معصوم جانتے ہیں پس جس گروہ کی اطاعت مقترن بہ متابعت پیغمبر ہے اُسکا معصوم ہونا لازمی ہوا یہ نہیں ہو سکتا کہ رسول معصوم و سلاطین مذموم کی اطاعت ایک نوع کی سمجھی جائے اگر بقول اہل سنت اولی الامر شاہان زمانہ سمجھے جائیں گے جو کہ عموماً غیر محتاط ہوتے ہیں تو لازم آجائے گا کہ خدا نے ہمکو اطاعت فساق پر مامور فرمایا اور پھر اُنکی اطاعت کو عین اپنی اور رسول کی تبلا یا میں کہتا ہوں کہ سلاطین وغیرہ کی اطاعت مطلقہ کا حکم دینا نا واجب ہے کیونکہ انمیں ترغیب بہ معصیت لازم آتی ہے وہ قبیح اور حالانکہ آیۂ کریمہ میں اطاعت مطلقہ مذکور ہوئی ہے

معلوم ہوا کہ اولی الامر سے مراد شاہان دنیا نہیں ہو سکتے اُن کی فرماں برداری ہر شخص پر بوجہ سیاست
لازمی و ضروری ہے دیکھئے ہم جو حکام وقت تھانہ دار و تحصیلدار و ڈپٹی کلکٹر وغیرہ صاحبان کی متابعت
کرتے ہیں کیا یہ اسوجہ سے ہے کہ ہمکو خدانے بذریعہ آیہٗ بالا حکم دیا ہے نہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ فرمانبرداری
اس غرض سے کی جاتی ہے کہ ہماری تمام معاشرت دنیا اور لطف زندگی کا مدار اُن کی خوشنودی پر موقوف
ہے اگر کوئی شخص ایسا نہ کرے اور حکام وقت سے ٹیڑھا چلے تو ایک دن بھی بہ امن و آسایش بسر نہیں
کرسکتا جو لوگ کہ مسلمانوں میں قرآن کا صرف نام ہی جانتے ہیں اور کبھی نظر اُٹھا کر نہیں دیکھا کہ میاں
قرآن کیسے ہیں وہ جو حکام وقت کے نام سے کانپ جاتے ہیں تو کیا سمجھ کر خوف کرتے ہیں دیگر اقوام
جنکو قرآن سے مخالفت ہے (کفار) کیا وہ بھی بہ اتباع آیہٗ عاملان وقت کے مطیع ہوتے ہیں یہ آیت
نہ ہوتی تو شاید حکام کی کوئی بات بھی نہ پوچھتا۔ اگر بقول اہل سنت اولی الامر صاحبان سلطنت و حکومت
میں تو بہ ظاہر انکا مرتبہ خدا و رسولؐ سے بڑھا ہوا ہی کیونکہ قانون خداوندی کو سب نے پس پشت ڈالکر قوانین نافذ
الوقت کو سر پر اُٹھا رکھا ہے قرآن کی وہ آیات جنمیں ارتکاب منہیات کی سزا جس دائمی ہی لوح طبیعت سی بالکل محو اور تعزیرات ہند
کی دفعہ ۳۲۳ ضرب خفیف کی سزا اس دفعہ سے تعلق ہی ایسی حفظ کہ جو شیلا پٹھان بھی مجرم کے سر پر چھولو نکی چھڑی لگانے
سے ہچکچاتا ہے۔ جنجر جناب شاہ عبد العزیز دہلوی کے تحفہ سے ثابت کئے دیتا ہے کہ اگر فی الواقع اولی
الامر حکام دنیا قابضان سلطنت سے مراد ہے تو خدا و رسول دونوں سے اولی الامر کا مرتبہ بڑھا ہوا ہے
تحفہ میں بمقام بحث متعہ لکھا ہے کہ عمر صاحب نے یہ لفظ انا احرمہا جو حرمت متعہ کو اپنی ذات سے نسبت
دی تھی اسکی وجہ یہ تھی کہ امتناعی حکم تو سرشتہ صدر سے پہلے آچکا تھا اور آنحضرت نے لوگوں سے کہدیا
تھا کہ اب اس فعل کو نہ کرنا خدانے حرام کر دیا ہے۔ لیکن عام فساق خدا و رسول کے حکم کی کیا وقعت
کرتے ہیں صحابہ برابر چوری چھپے کرتے رہے جب حضرت عمر نے دیکھا کہ یہ لوگ بالکل نہیں مانتے اور متعہ
کرنے پر ہر وقت تُلے ہوئے ہیں لہذا اُنھوں نے ایک اور اعلان کر دیا کہ میں اسکو حرام کرتا ہوں مطلب
اُن کا یہ تھا کہ بہ مقابلہ قرآن و حدیث میری سیاست ان پر زیادہ موثر ہے لہذا جب سُنیں گے کہ
حرام کرنے والا خدا نہیں بلکہ عمر ہے لہذا خوف کھا کر رُک جائیں گے پس جس طرح کہ فساق صحابہ
خدا و رسول سے زیادہ جناب عمر کا خوف کرتے تھے اسی طرح عامتہ الناس خدا کو بھولے ہوئے ہیں
اور حکام کی تصویر ہر وقت پیش نظر رہتی ہے۔ بھوکے محتاج نمازی پرہیزگار کو کبھی ایک ٹکڑہ نہ دیں

بلکہ سپاہیوں سے دھکے دلا کر احاطۂ امکان سے نکلوا دیں اور کمیٹی گھر میں بیٹھ کر محض بغرض خوشنودی
حاکم وقت ایسے سخی ہیں کہ فرط ندامت سے حاتم کا لاشہ قبر میں الٹ جائے حاصل کلام یہ ہوا کہ اہل
سنت اولی الامر کو حاکم دین سمجھنے میں بر سر غلطی ہیں دنیاوی و دینی حکومت ایک طرح کی نہیں ہو سکتی
اولی الامر حقیقی وہ ہی ہیں جو کہ مثل رسول مسلمانوں کی دینی ضروریات کو پورا کر سکیں بلا خیال برہی
مذہب مخاطب اور اُن کے ہم خیال انصاف فرمائیں کہ خدا نے کیسے صاف لفظوں میں امامت کا
فیصلہ فرمایا ہے دوسرے موقع پر سورۂ نساء میں خدا فرماتا ہے واذا جاءہم امر من الامن اوالخوف
اذاعوا بہ ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم ترجمہ از قرآن
مطبوعہ مطبع ہاشمی میرٹھ یہ وہ ترجمہ ہے جو کہ سنیوں کے امام المحدثین شاہ عبد القادر نے کیا ہے
اور جب اُن پاس پہنچتی ہے کوئی خبر امن کی یا ڈر کی اسکو مشہور کرتے ہیں اور اگر پہنچاتے رسول تک اور
اپنے اختیار والوں تک تو تحقیق کرتے اُسکو جو اُن میں تحقیق کرنے والے ہیں۔ اس کے یہاں مطلب اولی الامر
کا صاف ہوگیا یہ وہ لوگ ہیں جو کہ قرآن سے استنباط مطالب کر سکتے ہیں کلام اللہ سے تحقیقی طور پر وہ ہی
حکم نکال سکتا ہے جو کہ صاحب علم ہوگا تمام امت کو اسپر اتفاق ہے کہ اہلبیت نبوی سے زیادہ کوئی عالم نہ
تھا حضرت مخاطب فرمائیں کہ ملوک وسلاطین سے یہ مضمون کیونکر چسپاں ہو سکتا ہے کیا ہمیوں بقال اور
سلطان روم قرآن سے استخراج و استنباط مطالب اسی طرح پر کر سکتے ہیں جیسے کہ رسول مقبول کرتے سلاطین
دنیا بجائے خود رہے جن بزرگواروں کو حضرات سنیہ خلیفہ رسول کہتے ہیں وہ بھی علوم میں اہلبیت کے
محتاج تھے مولوی نذیر احمد صاحب و مولوی شبلی صاحب کا بیان اوپر گذر چکا کہ حضرت امیرؑ سب سے
اعلم و افصح تھے اور تمامی علوم اہلبیت کے گھر سے نکلے ہیں بعد ازیں حقیر یہ بھی دکھلائے دیتا ہے کہ
آنحضرت نے اولی الامر کس گروہ کو تبلایا شاہان دنیا یا اپنے اہلبیت کو علامہ ابراہیم بن محمد الحموینی
کتاب فرائد السمطین میں ایک طولانی عبارت لکھتے ہیں جس کی اُردو یہ ہے صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ کی خدمت باسعادت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ آیہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم
و آیہ انما ولیکم اللہ و آیہ لم یتخذوا من دون اللہ و لا رسولہ و للمومنین ولیجہ عام مومنین کے حق میں ہے
یا خاص کے حضرت امیر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب صحابہ نے یہ سوال کیا تو آنحضرت پر وحی نازل
ہوئی کہ اے رسولؐ جس طرح کہ تمنے احکام صلوٰۃ و زکوٰۃ و حج و دیگر امور کو واضح کر کے بیان کیا ہے اسیطرح

ان آیات کا بھی مطلب بیان کردو آنحضرت نے جکو غدیر میں اپنی نیابت و وصایت پر نصب فرمایا ابوبکر صدیق و عمر فاروق نے پوچھا کہ یہ آیات مخصوص بذات مرتضوی ہیں حضور نے فرمایا کہ علیؑ و اولاد علیؑ کی شان میں ان سب کا ورود ہے جو کہ میرے اوصیا ہیں علی اور اُس کے گیارہ فرزند میرے نائب و وزیر و والی ہر مومن ہیں قرآن اُن کے ساتھ ہے اور وہ قرآن کے ساتھ ساتھ ہیں جبتک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملاقی نہوں یہ ہی مضمون شیخ جمال الدین محدث نے روضۃ الاحباب میں لکھا ہے اگر جناب مخاطب اب بھی امامت کو خارج از قرآن فرمائیں تو افسوس ہے امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر جلد سوم مطبوعہ مصر کے صفحہ (۳۵۷) سطر ۲ پر بذیل تفسیر آیہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول یہ عبارت لکھتے ہیں ان اللہ تعالیٰ امر بطاعۃ اولی الامر علی سبیل الجزم فی ہذہ الآیۃ ومن امر اللہ بطاعۃ علی الجزم و القطع لابد من یکون معصوماً عن الخطاء و لو لم یکن معصوماً الی آخرہ نتیجہ کلام یہ ہوا کہ جس شخص کی اطاعت کا خدا نے حکم دیا ہے اُسکا بالجزم والقطع معصوم ہونا لازمی ہے کیونکہ اگر وہ معصوم نہ ہوا تو لازم آجائے گا کہ خدا نے اہل معصیت کی اطاعت کا حکم دیا جن سے احکام خطا کا واقع ہونا ایک لازمی اور لابدی امر ہے جناب مخاطب تلاش معصومین کے لیے جب یہ کیے خیال دوڑا ئیں گے۔ سوائے خاندان رسالت کسی دوسری جگہ اہل عصمت کا پتہ نہ پائیں گے۔ چونکہ بعد رسول اطاعت اولی الامر کا ذکر ہے اور بقول امام فخرالدین رازی وہ معصوم ہوتے ہیں لہذا وجود معصوم لازمی ہوگیا۔ اہل سنت جو سوائے نبی کے کیسکو معصوم نہیں بتلاتے وہ فخر رازی صاحب کے کلام سے تنبیہ پذیر ہوں

آیہ دوم مشیریہ امامت مندرجہ سورۂ نحل

فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لاتعلمون یعنی اے مسلمانو! مسائل دینیہ کو اُن لوگوں سے پوچھو جنکو اُسکا علم ہے اس جگہ غور طلب یہ ہے کہ وہ اہل الذکر کون ہیں جن سے پوچھنے کا خدا نے حکم دیا ہے۔ دیکھو اگر بعد رسول اہل الذکر دنیا میں نہ ہوتے تو کیسا اندھیر مچتا اور کتنے گران ڈیل و بلند قامت ہلاک ہونے حضرت عمر پر زیادہ حضر پہنچتا۔ کیونکہ وہ بجواب مخالفین اسلام عاجز ہو کر اکثر فرمایا کرتے تھے لولا علی لہلک عمر یعنی اگر علی نہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ مطلب اس جملہ سے حضرت دوم کا یہ ہوتا تھا کہ اگر علی علمائے غیر مذاہب کے علمی حملہ دفع نہ کرتے یا اینکہ دقایق شریعت و غوامض قرآن پر لوگوں کو اطلاع نہ دیتے تو دفاع اسلام اور میری حکومت کا استحکام نہ رہتا دوسرا قول خلیفہ دوم کا یہ بھی مشہور ہے۔ عن سعید

بن المسیّب قال کان عمر بن الخطاب یتعوذ باللہ من معضلۃ لیس لہا ابو الحسن حضرت عمر نے فرمایا میں اُسدن زندہ نہ رہوں جبکہ انحلال مشکلات شرعیہ کے لئے ابو الحسن دنیا میں موجود نہوں۔ مخاطب نے جہ فرمائیں کہ ایسا حلآل مشکلات جو کہ خلفاء عہد کا مایۂ ناز ہو صفت اہل الذکر سے موصوف ہو سکتا ہے یا کہ کوئی دوسرا مناسب سمجھا جاتا ہے کہ قرآن کے مفسر حقیقی (آنحضرت) کا ارشاد بھی دکھلا دیا جائے کہ اُنھوں نے اہل الذکر کسکو فرمایا تا کہ قرآن و حدیث دونوں سے ہمارے دعوے کی تقویت ہوجائے۔ شیعہ و سنی کو اسپر اتفاق ہے کہ آنحضرت نے بروئے حدیث ثقلین و سفینہ امت کو قرآن و اہلبیت کے حوالہ فرمایا ہے چنانچہ مخاطب نے بھی اسی اعتبار سے اپنے آپ کو راکب سفینہ و متمسک بالثقلین غلط طور پر بیان کیا ہے جن لوگوں کو خدا نے عقل سلیم دی ہے وہ سمجھ لیں کہ بحکم خدا و رسول متمسک بہ و مرجع اُمّت آل نبی ہیں مسلمانوں سے جس کسی نے اخذ مسائل اہل الذکر یعنی آل محمد سے کیا وہ کشتی نجات پر سوار ہوکر عبور دریا کر گیا اور جن صاحبوں نے حسب تصریح اوراق بالا حضرت عمر وغیرہ کو ماخذ دین سمجھا اور حضرت امیرؑ سے کنارہ کیا اُن کی کشتی کو باد مراد کی ہوا بھی نہ لگی۔ جن بزرگواروں کو خدا و نبی نے یہ الفاظ صاف و روشن ہدایت اُمّت کا مرتبہ جلیل عنایت فرمایا وہی یہ قابلیت رکھتے ہیں کہ اُن کی امامت کے اعتقاد سے فرد اصول کو زینت و بجائے اگر حسب ذکر اُس کے اہل دنیا میں نہ ہوتے تو مطالب قرآن و شرائع اسلام کا بتلانے سمجھانے والا ایک بھی نہوتا زمانہ کی تاریکی اثر نبوت کو بے اثر کر دیتی مسلمانوں کو غور کرنا چاہئے کہ ایسے شخص کی امامت کو جو کہ پشتیبان اسلام تھا اصولی اعتقادی نجاننا اشد درجہ کی ناانصافی ہے شاید بعض ناآشنایان مراتب اہلبیت فرما دیویں کہ یہ بات صرف آل محمد ہی سے مخصوص نہیں دیگر صحابہ بھی مسائل مشکل کو سمجھا سکتے تھے میں اسکا منکر نہیں ہوں کہ اسوقت کوئی مسلمان دینیات کا جاننے والا نہ تھا البتہ یہ ضرور کہوں گا کہ قائل لولا علی لہلک عمر جن پر بقول شاہ ولی اللہ مندرجہ اوراق اول مدار مذہب اہل سنت ہے ہرگز کچھ نہ جانتے تھے اور صدہا امور دینی حتیٰ کہ آداب بول و براز سے ناواقف محض تھے پس اہل الذکر جنکا دروازہ مسلمانوں کو خدا نے بتلایا ہے سوائے ذریت محمدی کوئی نہ تھا مقام غور ہے صحابہ اور خصوص شیخین پیرانہ سالی میں مطیع اسلام ہوئے اور حضرت امیرؑ نے حبیب خدا کی گود میں پرورش پائی تمام آئین اسلام اُن سے سیکھے لات و احد کے لئے بتوں کو سجدہ نہ کیا اسی جہت سے باصطلاح اہل سنت کرم اللہ وجہہ یعنی خدا نے اُن کی پیشانیونکو بتوں کے سجدہ سے بچایا کے خطاب سے مخصوص ہوئے

کیا دنیا میں کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ جو آدمی بچپنے سے بوڑھاپے تک کفار کے گھر میں رہا اور پھر اسلام لایا وہ اس شخص کی برابر ہو سکتا ہے جو کہ عہد طفولیت سے رسول اکرم کے زیر تعلیم و تربیت رہا ہو چنانچہ خود آنحضرت نے اپنے صحابہ کو حدیث العہد بالکفر فرمایا ہے کما فی الجمع بین الصحیحین میں مخاطب اور جمیع اہل سنت سے پوچھتا ہوں کہ اگر اسوقت اہلبیت نبی اور شیخین موجود ہوں اور کوئی اہم مسئلہ ایسا پیش ہو جیسا کہ درباب وراثت سیدہ وابوبکر صاحب کے باہم ہو چکا ہے خاندان نبوت جو اسکا مطلب بتلاتا ہو۔ صحابہ اس کے خلاف کہتے ہوں تو آپ کس کے طرفدار بنیں گے چونکہ متمسک بالثقلین ہونے کا مخاطب دعوے کر چکے ہیں لہذا ضرور ہے کہ خلفاء کو چھوڑ دیں اور خادمان اہلبیت کی جوتیاں بغل میں دبائیں جس گروہ کی اطاعت بہ ترک تقلید صحابہ عقلاً صحیح ہے وہ ہی اہل الذکر ہیں اور انھیں کی امامت اصولی اعتقادی ہے مگر فرعی علمی۔ مودۃ القربیٰ میں سید علی ہمدانی حنفی المذہب لکھتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں جس نے اُن پر جفا کی اور ایذا دی گویا مجھ سے یہ عمل کیا اور جو شخص کہ میرے ساتھ ایسا کرے اسپر خدا کی پھٹکار اے عبدالرحمان مجھ کو حکم ہوا ہے کہ احکام قرآن سوائے علی کے اور لوگوں کو تعلیم کروں کیونکہ میری اور اُن کی فصاحت و درایت ایک طرح کی ہے معجم کبیر طبرانی میں ہے کہ آنحضرت نے صحابہ سے فرمایا فلا تقدموہما فتھلکوا ولا تعلموہم فانہم اعلم منکم دمیرے اہلبیت پر کسی معاملہ میں امر شرعی میں سبقت نہ کرو نہ اُن کو درباب دینیات کچھ سکھاؤ یہ تم سب سے اعلم ہیں یہ ہی وجہ ہے کہ جملہ اصحاب جناب امیرؑ سے رجوع بہ مسائل کرکے شرف اندوز اخروی ہوتے تھے۔ چنانچہ فضل ابن روزبہان جو کہ سنیوں میں اعلی درجہ کے متکلم و مناظر گذرے ہیں کتاب ابطال الباطل میں رقم طراز ہیں رجوع الصحابۃ الی علی فی الفتوی غیر بعید لانہ کان مفتی الصحابۃ والرجوع الی المفتی من شان المستفتین وان رجوع عمر الیہ علیہ السلام کرجوع الائمۃ والولاۃ العدول الی علماء الامۃ انتہی کلامہ یعنی صحابہ کا علی مرتضیٰ سے فتویٰ طلب کرنا کوئی بعید الخیال امر نہیں حضرت عمر بھی مسائل میں انھیں سے رجوع کرتے تھے۔ پس جو شخص کہ حسب منشائے باری فتویٰ دیتا تھا اور جس کی طرف عام صحابہ اور خصوص حضرت عمر دینیات و دنیائے حلال و امورات ملکی میں مشورہ لے کر کاربند ہوتے تھے وہ ہی اہل الذکر ہے مخاطب دعوے حفظ قرآن کرتے ہیں افسوس ہے کہ اُنھوں نے کبھی سمجھ کر آیات قرآن کو نہیں پڑھا۔ مخاطب تو بھلا قرآن کو کیا جانیں اُن کے بڑے بھی نہیں سمجھے۔ ارشاد

ولی اللہ کتاب ازالۃ الخفا میں جو عربی لکھتے ہیں اس کا ترجمہ یہ ہے حضرت عمر فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو
قرآن کے متعلق کچھ دریافت کرنا ہو تو ابی بن کعب سے پوچھے اور مسائل حلال وحرام معاذ بن جبل سے
اور روپیہ پیسہ کی بابت مجھ سے دریافت کرے کیونکہ مجکو خدا نے خزانچی بنایا ہے واہ مسند رسول پر
ایک لالہ صاحب بیٹھے ہوئے کس صفائی سے کہہ رہے ہیں کہ میں احکام قرآن ومسائل حلال وحرام
کچھ نہیں جانتا مجھ سے جو بات چیت کرو وہ نقدی کے متعلق ہو حقیر نے اوراق بالا میں قرۃ العینین کے
صفحہ (۲۰۹) سے شاہ ولی اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے اصل معتمار ایشان معتمد سنت بر مسائل اجماعیہ فاروق
مقام تامل ہے کہ جو شخص مثل مہاجنان مارواڑ صرف روپیہ رکھنا جانتا ہو اور مسائل حلال وحرام سے
واقف نہو وہ ایسے ہی لوگوں کا امام ہو سکتا ہے جو کہ سونے چاندی کی زمین میں دفن ہونا
پسند کرتے ہیں۔ ہم خلیفہ صاحب کی بہت تعریف کرتے ہیں کہ انھوں نے خلافت کے نتیجہ پر نظر ڈال کر
خزانہ خود سنبھالا اور قرآن کو جس سے ایک پائی کا فائدہ نہ تھا دوسروں کے حوالہ کیا حضرت عمر کھانے
کمانے میں بڑے مشاق تھے خمس کو آل نبی سے روک کر داخل خزانہ کیا ملک فارس وشوش واہواز
سے جو روپیہ آیا تھا اس میں بنی ہاشم کا حصہ بحیلہ قرض دبا لیا بیت المال کی چھیالیس ہزار اشرفیاں
لیکر ڈکار نہ لی۔

تنبیہ مولوی رحیم اللہ صاحب بجنوری کی کتاب ابطال اصول شیعہ کا جواب مسمی بہ احقاق الحق مطبع
ریاض فیض نگینہ میں چھپا ہے اس کے باب دوم کا حصہ آخر اسباب میں قابل ملاحظہ ہے تمام امورات
بالاحسن وغیرہ کا واقعہ کتب اہل سنت سے ثابت کیا گیا ہے حقیقت الامر یہ ہے کہ حضرت عمر کا دماغ فطرتاً
کچھ اس قطع کا واقع ہوا ہے کہ مطالب قرآن کے سمجھنے میں عاجز تھا۔ کنز العمال کی کتاب فرائض میں
سعید بن مسیب سے ایک حدیث نقل ہوئی ہے جسکا ارود یہ ہے حضرت عمر نے جناب رسالتمآب سے درباب
میراث کلالہ دریافت کیا بجواب آنحضرت نے (سورۂ نساء) ارشاد فرمایا کہ آیہ وان کان رجل یورث
کلالۃ او امرأۃ مترجمہ اور اگر ہو وہ مرد کہ میراث لیتے ہیں اس کی کلالہ یعنی اس کے باپ کے قرابتی یا اس
کی عورت) میں خدا نے صاف صاف فرما دیا ہے مگر حضرت دوم کی سمجھ میں نہ آیا۔ اس بعد خدا نے یہ آیت
نازل فرمائی یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ الی آخرہ (سورہ نساء) ترجمہ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ تمکو اللہ
حکم دیتا ہے قرابت داران پدری کے باب میں۔ تاہم جناب کی سمجھ میں نہ آیا ناچار اپنی بیٹی حفصہ

سے کہا کہ میرا تو نام ہو تم اپنی طرف سے اسکا مطلب دریافت کرکے مجکو اطلاع دینا۔ ام المومنین نے آنحضرت سے پوچھا جناب نے فرمایا کہ عمر اس کی پوچھنے والی نہیں ہو بلکہ تمہارے ذریعہ سے آپکے والد دریافت کرنا چاہتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ وہ کبھی اس مسئلہ کو نہ سمجھیں گے سبحان اللہ کیا ہی خوش فہم و عالی دماغ تھے کتاب مذکورۃ الصدر میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو ابن راہویہ اور ابن مردویہ نے نقل کیا ہے۔ اور وہ صحیح ہے پس واضح ہو گیا کہ اہل سنت کے خلیفہ ثانی جو کہ اُن کے عقیدہ میں لاثانی اور بانی مذہب سنیہ ہیں قرآن فہمی کا مطلق مادہ نہ رکھتے تھے اور اس درجہ طبیعت میں بلادت تھی کہ آخر تھک کر آنحضرت کو یہ کہنا پڑا کہ وہ میراث کلالہ کے سمجھنے سے قاصر ہیں جبکہ سنیوں کے سرکردہ ملت کا در باب قرآن یہ حال تھا تو مخاطب کی نافہمی کا کیا شکوہ کیا جائے چونکہ حضرت عمر قرآن کے مطالب جاننے میں کوتاہ فہم تھے لہذا اہل الذکر کی جماعت میں وہ معدود نہیں ہو سکتے کتاب فصول المہمہ میں لکھا ہے عن محمد بن علی بن الحسین علیہم السلام فی قولہ عزوجل فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لاتعلمون قال نحن اہل الذکر۔ یعنی امام محمد باقر نے فرمایا کہ قرآن میں جو اہل الذکر ہے اُسکا تعلق ہم سے ہے۔ مخاطب جلیل الشان تمام مطالب اوّل و آخر پر نظر ڈال کر انصاف فرمائیں کہ جو لوگ مشکوٰۃ نبوت ہو کر کتاب خدا کے مطالب سے خلایق کو آگاہ فرمائیں اور خدا کی وحدانیت اور آنحضرت کی نبوت کا پورا اثر ڈالیں اور جن کے گھر سے تمام علوم حدیث و فقہ کا لوگوں نے استفادہ کیا ہو وہی اہل الذکر ہیں اور انھیں کی امامت اصولی ہے اگر بعد نبی یہ بزرگوار مشعل ہدایت روشن کرکے گم گشتگان بادیہ عذاب کو راہ صحیح نہ دکھلاتے تو آنحضرت کی تبلیغ کا اثر معدوم ہو جاتا۔ کیونکہ بعد وصال سرور کونین اسلامی کشتی کے ملاح اتفاقات وقت سے وہ لوگ ہو گئے تھے جنکو روپیہ پیسہ جمع کرنے اور اسلامی بنک کے خزانچی بننے کا شوق تھا۔ میں ذی علم مخاطب کو رائے دیتا ہوں کہ ایسے بنئے منش اور سیٹھ طبیعت لوگوں کو ہادی دین نہ سمجھیں بحمداللہ یہ بات طے ہو گئی کہ اہل الذکر سوائے خاندان نبوت کے کوئی نہ تھا اور جو ایسا ہو وہی امام ہے اور اسی کا اعتقاد اصولی اعتقادی ہے نہ کہ فروعی عملی چونکہ باتفاق امت ایک آیت دوسری آیت کی مفسر ہوتی ہے لہذا کلام پاک سے ثبوت پیش کیا جاتا ہے۔ پارہ بست و ہشتم رکوع ہجدہم میں ارشاد ہوا ہے قد انزل اللہ الیکم ذکراً رسولاً الی آخرہ اس آیہ مبارکہ میں خدا نے ذکر رسول کو قرار دیا ہے اور آیہ مسئلہ حنفیہ میں اہل الذکر ہے کتاب مطالب السئول وغیرہ میں لکھا ہے کہ اہل آل کو

کہتے ہیں بایں صورت حقیقی و واقعی معنی یہ ہوئے کہ آل محمد سے امور دینی کو دریافت کرو جبکا تم کو علم ہو بحمد اللہ ثابت ہو گیا کہ مرجع اہل دین بعد نبی اُن کی آل ہے اور یہ ہی مرجعیت اُن کی امامت کی بشارت دیتی ہے

آیۂ سوم مندرجۂ آل عمران مبشّر بہ امامت

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا خدائے کریم مسلمانان موجود الوقت اور زمانہ آئندہ کے مسلمانوں سے فرماتا ہے کہ خدا کی رسّی کو سب مل کر مضبوط پکڑو اور باہم متفرق نہو۔ ثعلبی نے جو کہ رئیس المفسرین فرقہ سنیہ ہے اپنی تفسیر میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ نحن حبل اللہ الذی قال اللہ تعالیٰ واعتصموا بحبل اللہ الی آخرہ یعنی امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جس رسی کے محکم پکڑنیکا حکم ہوا ہے وہ ہم اہلبیت ہیں سوائے ازایں ابن حجر مکی نے بھی صواعق محرقہ میں مضمون بالا نقل کر کے مخاطب نے بھی دیباچۂ کتاب میں اپنی ذات کو متمسک بالثقلین فرمایا ہے اس سے واضح تر امامت کا ثبوت قرآن سے اور کیا ہو سکتا ہے جس کے پکڑنے یعنی اتباع کرنے کا حکم دیا گیا ہے اگر وہ امام نہیں تو پھر کون ہے افسوس یہ ہے کہ سُنّی قرآن کو سمجھ کر نہیں پڑھتے اور غرہ یہ ہے کہ قرآن بالکل ہمارا مملوکہ ومقبوضہ ہے۔

آیۂ چہارم مبشر بہ امامت مندرجہ سورۂ تغابن

فآمنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا یعنی ایمان لاؤ خدا و رسول اور اُس نور پر جو کہ ہم نے نازل کیا۔ آیت میں تین چیزوں پر ایمان لانے کا حکم ہے اول خدا دوم رسول سوم نور از انجملہ خدا و رسول کو سب جانتے ہیں مگر نور میں درباب اہل اسلام اختلاف عظیم ہے شیعہ اُن بزرگواروں کو نور خدا جانتے ہیں جن کا نور قبل از ولادت آدم علیہ السلام مقترن بہ نور نبوی تھا اور سُنّی صاحب بہ مخالفت قرآن اُن انوار پر ایمان نہیں لائے جو کہ فی الواقع اجزائے نبوت ہیں ہم بریں بنا کہہ سکتے ہیں کہ اسلام میں یہ طبقہ بے نور ہے جن کی بصیرت پر سیاہ پردے پڑے ہوئے ہیں وہ شپرک چشم ہو کر تجلیات نور سے ایسے چکا چوند ہوئے کہ آنکھیں بند کر کے ظلمت نشین ہو گئے اگر اُن کا قلب نور ایمان سے منور ہوتا تو وہ کبھی تاریکی میں نہ پڑتے درحالیکہ خدا نے اپنے اور نبی کے بعد نور پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے لہذا وجود نور ضرور ماننا پڑا ورنہ تکذیب قول باری لازم آتی ہے چونکہ آیۂ موصوفہ بالا از جملہ آیات محکمات ہے کوئی محل تاویل بھی نہیں لہذا سنی صاحب بجائے خود فکر کریں کہ وہ تیسری چیز (نور)

جس پر ایمان لانے کا خدا نے حکم دیا ہے کیا ہے اور وہ امر ثالث اصولی اعتقادی ہے یا کہ لاابالی بعنایت الہی شیعہ نے اس نور پر بحکم خدا ایمان لا کر داخل اصول کر لیا اور بہ تثلیث اقرار توحید رسالت و معاد اپنے ایمان کا جزو قرار دے لیا سنی صاحب بہ بہانہ اسلام صد ہا من گوشت کھا گئے مگر ایمان کی شق ثالث سے اب تک بے خبر ہیں براہ مہربانی حضرات سنیہ ارشاد فرمائیں کہ وہ کس نور پر ایمان لائے تا وقتیکہ نہ بتلائیں گے ہرگز ہرگز عامل بہ قرآن و صاحب ایمان نہ سمجھے جائیں گے تعجب ہے مخاطب کی عقل پر آیہ موصوفہ بالا کے دو ثلث پر اعتقاد کر کے اُن لوگوں سے دست و پنجہ ہوتے ہیں جو کہ تمام آیت پر عامل ہو کر نور کے اقرار کو اصلی و اعتقادی جانتے ہیں ہم بہ متابعت قرآن نور کو داخل اصول کریں اور مخاطب معترض ہوں اُنکو لازم ہے کہ پہلے اپنے گھر کی خبر لیں اور آنکھوں میں سرمہ طور لگا کر نور کی تلاش کریں انشاء اللہ جگمگاتا ہوا نظر آجائے گا مخاطب ذی قدر پر روشن ہو کہ قرآن میں کئی جگہ ذکر نور آیا ہے نور علی نور یہدی اللہ لنورہ من یشاء ویضرب اللہ الامثال للناس قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین یعنی اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور اور کتاب وارد ہوئی آنکھ کھول کر دیکھنا چاہیے کہ حضور انور نے جو کہ مفسر قرآن ہیں کتاب مبین یعنی کلام اللہ کے ساتھ کسکو ملحق فرمایا ہے جنکو آپ نے خدا کی کتاب کا ردیف قرار دیا ہے وہ اہلبیت رسول ہیں اور وہ ہی نور خدا ہیں انھیں کا اعتقاد بحکم آیت لازمی ہے نور کا کلام پاک میں متنوعہ مذکور ہوا ہے۔ یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواہم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون (خلاصہ یہ کہ خلایق ارادہ کرتی ہے کہ نور کو مٹا دیویں باتوں سے مگر اللہ اُس کو درجہ کمال پر پہنچانے والا ہے اگرچہ کفار کو اُس سے کراہت ہے علمائے اہل سنت نے درباب تعین و تخصیص نور کوئی مستقل رائے ظاہر نہیں کی کسی نے خدا کو اور کسی نے قرآن و جبرئیل کو نور بتلایا ہے تینوں باتو پر جو اعتراض وارد ہوتا ہے اُسکو عرض کرتا ہوں واضح ہو کہ آیہ موصوفہ بالا میں لفظ متم وارد ہوا ہے وہ زمانہ استقبال کی خبر دیتا ہے پس ذات اقدس الہی اس سے مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ مقید بزمانہ نہیں ہمیشہ سے تمام رہا اور رہے گا۔ جبرئیل سے بھی مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ اُن پر سوائے خدا کے کیسکو دسترس نہیں وہ کسی کے مٹانے سے مٹنے والا نہیں۔ قرآن کے لئے نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون موجود ہے جس کی حفاظت کا خدا وعدہ کرے اس کو کون ضائع کر سکتا ہے علاوہ بریں نور ہو کتاب میں بہ فحوائے آیہ مصرحہ صدر قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین

تفریق صریح موجود ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نور اور کتاب دو چیزیں جدا گانہ ہیں جملۂ نور علی
نور بھی قابل نظر ہے اگر حسب مذاق اہل سنت خدا و جبرئیل و قرآن نور کے معنی سمجھے جائیں تو اُردو
میں اس طرح کہیں گے خدا کے اوپر خدا اور قرآن کے اوپر قرآن اور جبرئیل کے اوپر جبرئیل اور یہ معنی کسی
طرح صحیح نہیں ہو سکتے نور کی تعریف خود جناب باری نے یہ فرمائی ہے ویجعل لکم نوراً تمشون بہ
خدا تمہارے واسطے نور کو قایم کرے گا تاکہ تم اس کی پیروی کرو اب یہ بات منقسم ہوگئی کہ نور کوئی
ایسی چیز ہے جس کی پیروی کرنی لازم ہے افتداء سوائے امام کے اور کسی سے نہیں کیا جا سکتا چنانچہ
طبری نے ابن عباس سے نقل کیا ہے ان النور فی ہذہ الآیۃ ولایۃ علی ابن ابیطالب کافی میں امام
محمد باقر علیہ السلام سے نقل ہوا ہے النور واللہ الائمۃ من آل محمد الی یوم القیامۃ وہم واللہ نور اللہ
الذی انزل وہم والہمہ نور اللہ فی السماوات والارض نتیجہ یہ ہوا کہ نور آل محمد سے مراد ہے اور یہ
نور قیامت تک روشن رہے گا اسجگہ کسی شاعر نے خوب کہا ہے ؎ علی بر دوش احمد چشم بد دور
عیاں شد معنی نور علی نور۔ نور کی تنقید و تحقیق تو ہوگئی یہ امر باقی رہا کہ اس سے کراہت کرنے والے
اور اس کے مٹانے والے کون ہیں کتب کو دیکھنا چاہیے اہل اسلام سے جن لوگوں نے ائمہ اہلبیت کو
مالی و جانی صدمہ پہنچایا مدام اُن کے مٹانے اور مراتب کے گھٹانے میں کوشاں رہے وہ ہی مصداق آیہ
کافرین ہیں ہر چند لوگوں نے چاہا کہ اس نور کو مٹا دیویں اُن کے گھر پر آگ لے گئے جا مدا چھین لی کوئی
ملکی خدمت کسی کو ندی خمس بند کر دیا قتل و غارت کیا جیلخانہ ابو ترابیوں سے بھر دیا ائمہ ہمنیہ محبوس
رہے زہر دے کر شہید کیا مگر خدا نے اُن کا نام روشن رکھا میں صاف طور پر نہ تبلاؤں گا کہ خاندان
نبوت پر افتتاح باب ظلم کی ابتدا کس نے کی مگر ایک علامت دکھلاتا ہوں اُس سے پورا پتہ ظالمان
اول کا لگ جائے گا زمانۂ حال میں جو لوگ اہلبیت رسول کے سامنے ہتوڑا لیے ہوئے اُن کے آئینہ
امامت کو توڑنا چاہتے ہیں انھیں کے پیشوا رلت و لو کرہ الکافرون کی صفت سے موصوف تھے شکر
خدا کہ امامت کا نور خدا ہونا بہ ایں عنوان شائستہ ثابت کیا گیا کہ اہل انصاف کی آنکھیں منور ہو جائیں گی
بعد ازایں بغرض نشاط خاطر شیعیان مرتضوی آیۂ موصوفہ بالا کی نسبت ایک اور نکتۂ بلیغ جو کہ یقیناً
داخل اسرار ہے پیش کرتا ہوں امید ہے کہ حضرات مومنین کے یقین میں اُس کے ملاحظہ سے ترقی ہوگی
لفظ نور مندرجۂ آیہ کے بقاعدۂ تصغیر ۱۳ اعداد ہوتے ہیں ن و ر معصوم ۱۴ میں ایک کا اسم مقدس

خدا نے واضح کر کے بتلا دیا چنانچہ آیۂ صدر میں بعد اپنے نام کے ورسولہ فرمایا ہے اور تیرہ کی خبر اس عنوان سے دی ہے جس سے کاسۂ دماغ روشن ہو گیا معصوم چہاردہم یعنی امام آخر کی ولادت باسعادت ۲۵۶ھ ہجری میں واقع ہوئی ہے اور اسی قدر عدد نور کے ہیں پس گویا آپ کی پیدایش کا مادہ بھی نور ہی قرار پایا اللھم صل علی محمد وآل محمد

آیۂ پنجم مبشرہ امامت مندرجہ سورۂ اعراف

ومن خلقنا امۃ یھدون بالحق وبہ یعدلون اور وہ جماعت کہ پیدا کی ہے ہم نے اُن میں ایک گروہ ہے کہ راہ حق دکھلاتا ہے اور اُس حق کے ساتھ عدل کرتا ہے اس آیہ مبارکہ کا تعلق امت آنحضرت سے ہے منجملہ تمام امت کے خدا صرف ایک جماعت کی ہدایت وعدل کے ساتھ تعریف کرتا ہے یہ اوصاف جمیلہ سوائے اوصیاء و اتقیاء کے اور کسی میں نہیں ہو سکتے جن لوگوں کو خدائے عزوجل ہدایت خلق وقطع نزاع کے لئے بین العباد پیدا کرے اُن کے لئے عصمت لازمی ہے کیونکہ ہر حاکم جاہل و فاسق عادل وہادی نہیں ہو سکتا بشیعہ تمام امت میں اہلبیتؑ کے اور کسی کو نہیں پاتے کیونکہ طہارت ونظافت وعلم وفضل اُن کا حصہ تھا اور بقول مولوی شبلی مندرجہ صدر جمیع علوم انہیں کے گھر سے نکلے مقام انصاف ہے کہ جن لوگوں کے عدل وہدایت کی ذی عزت لفظوں سے قرآن میں خبر دی گئی اُنکو اگر امام نہ سمجھا جائے اور قرآن کو خبر امامت سے خالی بتلایا جائے تو کس درجہ نا انصافی ہے شیعہ اسی جہت سے آئمہ کی امامت کو اصولی اعتقادی کہتے ہیں کہ وہ بزرگوار ہادی الی الحق تھے اہل حق فیصلہ فرمائیں کہ رہنما کے سامنے گردن جھکائیں یا ہتھوڑا لیکر اُن کا سر توڑنے کھڑے ہو جائیں تعجب ہے کہ مخاطب اور دیگر سنی قرآن حفظ کر کے کیا فایدہ اٹھاتے ہیں۔ کیوں جناب مخاطب اب بھی جناب اسی پر اڑے رہیں گے کہ قرآن میں ادنی ادنی باتوں کا ذکر ہے مگر امامت کا نہیں ایک عالم اہل سنت کا اس معاملہ کے متعلق قول بھی نقل کئے دیتا ہوں تاکہ مخاطب کو کچھ تسکین ہو۔ موفق بن احمد خوارزمی مکی نے زاذان سے نقل کیا ہے کہ حضرت امیرؑ نے فرمایا مجکو آنحضرت نے خبر دی ہے یفترق ہذہ الامۃ علی ثلاث وسبعین فرقۃ اثنان وسبعون فی النار وواحدۃ فی الجنۃ وہی الذین قال اللہ عزوجل فی حقھم ومن خلقنا امۃ یھدون بالحق وبہ یعدلون وھم انا ومحبی واتباعی حضرت امیرؑ فرماتے ہیں کہ مجھ سے آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ بعد میرے امت کے تہتر فرقہ ہو جائیں گے ایک اُن میں ناجی ہے اور بہتر دوزخی اُس ایک فرقہ میں صاحبان

عدل وہدایت واہل حق ہوں گے اور وہ ہیں اور میرے محب اور میرے طریقے پر چلنے والے ہیں شکر خدا کہ بہ طفیل حضرت امیر شیعیان و نا بجان حضرت امیر علیہ السلام بھی امت ہادی و عادل میں شمار ہونے کی لیاقت رکھتے ہیں

آیۂ ششم مبشر بہ امامت مندرجہ سورۃ لبقر

وکذالک جعلکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا خدائے علیم امت کی طرف خطاب کر کے ارشاد فرماتا ہے کہ ہمنے تمکو درجۂ اوسط میں مقرر کیا تاکہ ما بین نبی وخلایق تم گواہ رہو۔ حضرت مخاطب چونکہ قرآن کو دل میں جگہ دئے ہیں غور فرمائیں کہ امت ہیں وہ کون لوگ ہیں جنکو ما بین نبی وامت درجۂ توسط حاصل ہے ایسے اشخاص جوکہ رسول مقبول وعامۂ خلایق کے بیچ میں واسطہ ہوکر شاہد عادل ہوں سوائے اخیار کے از قبیل اشرار نہیں ہو سکتے بہ مقام دیگر خدا ارشاد فرماتا ہے قال اوسطھم الم اقل لکم اس جگہ اوسطھم سے وہی ارباب خیر وصلاح مراد ہیں نکہ ناہنجار ونابکار یہ بھی عرض کیا جاتا ہے کہ خلق اور نبی کے درمیان عادلانہ حیثیت سے گواہ بننا بفحوائے وای شئی اکبر شہادۃ من اللہ وکفی باللہ شہیدا یعنی کافی ہے ان کے لئے خدا کی شہادت ایسا رتبۂ بلند ہے کہ جسکا تعلق ذات خداوندی سے ہے براہ عنایت مخاطب ارشاد فرمائیں کہ سوائے ائمہ کے کون گروہ درجۂ اوسط رکھتا ہے۔ ایسے مقدس گروہ کو امام مندرج قرآن نہ سمجھکر ان کی امامت کو اصولی اعتقادی نہ جاننا انتہا کی غلطی دکج فہمی ہے

آیۂ ہفتم مبشر بہ امامت مندرجہ سورۂ مائدہ

انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویوتون الزکوٰۃ وہم راکعون خلاصۂ مطلب یہ ہوا کہ اے مومنین سوائے خدا ورسول اور ان ایمانداروں کے جوکہ نماز پڑھتے ہیں اور زکواۃ دیتے ہیں اور رکوع کرتے ہیں تمہارا کوئی ولی نہیں ہے اس آیۂ مبارکہ میں ولایت مومنین اس شخص کی ذات سے مختص کی گئی ہے جوکہ عین نماز میں بحالت رکوع صدقہ دینے والا ہو باتفاق سنی وشیعہ آیۂ ہذا کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت امیر نماز پڑھتے تھے جو سائل نے آن کر ندا دی کوئی بندہ ایسا ہے کہ محض خوشنودی خدا کے لئے اسوقت کچھ مجکو دے حاضرین مسجد رکوع میں تھے جناب امیر علیہ السلام نے اپنی انگوٹھی کے اتار دینے کا

اسکو اشارہ کیا چند تفاسیر اہل سنت میں یہ واقعہ بوضاحت تمام نزد رج ہے اس موقع پر اہل سنت کا نام لکھے دیتا ہوں تاکہ تلاش کنندہ کو وقت نہو۔ بیضاوی شریف۔ کشاف۔ مدارک۔ زاہدی۔ معالم التنزیل تفسیر کبیر۔ تفسیر ثعلبی وغیرہ۔ بہ نظر احتیاط تفسیر کبیر کی عبارت کا صحیح مطلب ہدیۂ نظر کیا جاتا ہے۔

حضرت ابوذر غفاری کہتے ہیں کہ ہم جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے سائل نے آن کر سوال کیا کسی نے اُس سائل کے سوال کو پذیرانہ کیا۔ اُس نے آسمان کی طرف سر بلند کر کے کہا کہ خدایا گواہ رہنا۔ میں نے مسجد میں رسولؐ کی استدعا کی مگر کسی نے توجہ نہ کی جناب امیر المومنین علیہ السلام رکوع میں تھے آپ نے دہنے ہاتھ کی انگلی سے اشارہ کیا۔ سائل نے انگشتری نکال کی آنحضرت صلعم نے یہ واقعہ معلوم کر کے فرمایا الٰہی میرے بھائی موسٰیؑ نے تجھسے سوال کیا کہ اے میرے پروردگار میرا سینہ کھولدے اور میرے کام کو آسان کر اور میری زبان کی گرہ کشادہ کردے تاکہ باآسانی لوگ میری بات سمجھ سکیں میرے لئے ایک وزیر تجویز کردے میرے اہل سے بھائی ہارون کو اور اُس سے میری پشت قوی کردے خدایا وہی درخواست میں پیش کرتا ہوں کہ میرے بھائی علیؑ کو منصب ہارون عطا فرمادے ابوذر کہتے ہیں کہ بعد ختم دعا جبرئیل علیہ السلام آیۂ انما ولیکم نازل ہوئے اس موقع پر بعض علمائے اہل سنت نے کچھ طبع آزمائی کی ہے اسکا دفعیہ ضروری سمجھا جاتا ہے مرشد سنیان شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے تحفہ میں واقعہ عطائے انگشتری تسلیم فرماکر یہ خدشہ پیدا کیا ہے کہ انما سے حصر پیدا نہیں ہو سکتا بہ مثل حضرت امیرؑ دیگر اشخاص بھی متولی اُمت ہو سکتے ہیں۔ انحصار میں کلام کرنے سے اُن کا مدعا یہ ہے کہ حضرات ثلاثہ بھی ولایت مومنین میں حصہ دار ہیں مخصوص بذات مرتضوی دانما نہیں ہو سکتا نیز لفظ ولی مندرجہ آیہ بہ معنی محب و ناصر ہے شیعہ جو اسکو متصرف فی الامور یعنی حاکم و سردار سمجھتے ہیں یہ اُن کی غلطی ہے سوائے شاہ صاحب دیگر نازک فہم لوگوں نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ آیہ میں حضرت امیرؑ کا نام کہاں لکھا ہوا ہے جس سے خیال کیا جائے کہ یہ اُن کی شان میں نازل ہوئی ہے اور زکواۃ کیسی تھی جو کہ رکوع میں دی گئی زکواۃ واجب مال پر حساب کر کے نکالی جاتی ہے اصل تعداد روپیہ کیا تھی جس کی وہ زکواۃ دی گئی نماز میں خضوع و استغراق کی ضرورت ہے عطائے انگشتری سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امیرؑ نہ دل سے متوجہ الی اللہ نہ تھے اگر ہوتے تو بیان سائل سُنکر اسکو کچھ دینا کیا معنی رکھتا ہے اگر کچھ بھی ہو تو فعل کثیر ضرور ہے جو کہ مبطل نماز ہے چونکہ سنیوں نے غایت ایمانداری سے یہ حملہ اپنے اُس مقبولہ شخص

یہ کیا ہے جسکو نبیؐ کا چوتھا خلیفہ بتلاتے ہیں اور ہم پہلا بلا فصل کہتے ہیں لہذا میں علی الترتیب ہر ایراد و اعتراض کا جواب دیتا ہوں عجب نہیں کہ با انصاف اہل سنت میری تحریر کی داد عنایت فرمائیں کیونکہ اُن کے مسلمہ بزرگ کی ذات سے دفع الزام کیا جاتا ہے

جواب متعلق بحصر لفظ انما حصر کے لئے موضوع ہوا ہے اور اس موقع پر اُسیکو بتلا رہا ہے۔ کیونکہ خدا نے پہلے ولایت یعنی سرداری مومنین کو اپنی ذات سے مخصوص کیا ازاں بعد رسولؐ مقبول پس ازاں انگوٹھی دینے والے سے اگر خدا و نبیؐ کے ساتھ کوئی شریک ہو سکتا ہے تو معطی انگشتری کی بھی شرکت کر سکتا ہے ورنہ نہیں چونکہ سوائے جناب امیرؑ کے کبھی کسی زید و بکر نے نماز میں تصدق نہیں دیا لہذا کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ حضرت علیؑ کے ساتھ انکو تصدق میں مساوات ہے سوائے ازایں حضرت امیرؑ کو رکوع و سجود و قیام و قعود و نماز و عبادت الہٰی میں بقول اہلسنت ایک خصوصیت ہے سورۂ مبارکہ فتح میں وارد ہوا ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم تراہم رکعاً سجداً یبتغون فضلاً من اللہ و رضواناً سیماہم فی وجوہہم من اثر السجود یعنی محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ کہ اُن کے ساتھ دائرہ ایمان میں داخل ہوئے وہ کفار پر سخت ہیں اور باہم اتحاد و ارتباط رکھ کر ایک دوسرے کے محبّ قلبی ہیں ہمیشہ خدا کی رضامندی کے وسائل ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ کثرت رکوع و سجود سے اُن کی پیشانی پر نشان پڑ گئے ہیں حضرات اہلسنت نے آیۂ بالا کے چار حصہ کر کے ایک ایک ٹکڑہ ہر خلیفہ کے لئے بانٹ دیا ہے۔ والذین آمنو کے جملہ کو بوجہ فرضی و ذہنی سابق الاسلامی کے حضرت ابوبکر کا مملوکہ بتلاتے ہیں اور اشداء علی الکفار کو بہ سبب تندخوئی و بدمزاجی و کج اخلاقی و بے رحمی جناب عمر کی ملکیت قرار دیتے ہیں و بنی امیہ و اہل سسرال و فرخندہ فال کے ساتھ ہمدردی و دست افشانی کرنے سے رحماء بینہم کا مستقل مالک بلاشراکت غیرے حضرت عثمان کو بتلاتے ہیں اور بہ کثرت نماز پڑھنے کے سبب سیماہم من اثر السجود کو حضرت امیرؑ کی کمال میں شامل فرماتے ہیں چونکہ عطائے انگشتری کا واقعہ نماز اور رکوع سے تعلق رکھتا ہے اور حسب تقسیم بالا ثلاثہ کا اسمیں کوئی حق نہیں یہ صفت بالخصوص حضرت علیؑ سے متعلق ہے لہذا اس عنوان سے بھی حصر صحیح ہو گیا اسجگہ اتنا اور خیال ہو سکتا ہے درحالیکہ حصر متعلق بہ ذات مرتضوی ہے تو دیگر آئمہ یعنی گیارہ امام کیونکر ولی امت کہے جا سکتے ہیں اسکا جواب بر سبیل اختصار یہ ہے کہ جمیع آئمہ حضرت امیرؑ کی اولاد ہیں اور سب ایک نور سے پیدا ہوئے ہیں اُن میں کسی طرح سے جدائی نہیں سکے سب مجموعاً و منفرداً سرچشمۂ فیوض ربانی ہیں باپ بیٹے کے لئے اور بیٹا باپ کے لئے فخر ہوتا ہے

چونکہ شاہ صاحب دہلوی نے فرمایا ہے کہ لفظ انما کو حصر قرار دینے میں شیعہ بر سر غلطی ہیں لہذا تفاسیر و کتب لغات اہل سنت سے دکھلاتا ہوں کہ علمائے معتدین اہل سنت نے بھی لفظ موصوف کو بمعنی حصر ہی تجویز فرمایا ہے قاموس میں لکھا ہے

انّما یفید الحصر کانّما و اجتمعا فی قولہ تعالیٰ قل انما اوحی الیّ انما الٰہکم الٰہ واحد فالاولی تقصر الصفۃ علی الموصوف والثانیۃ لعکسہ انّما کی طرح انما بھی حصر کا فائدہ دیتا ہے اور دونوں ایک ہی آیت میں جمع ہو گئے ہیں جس طرح کہ قول خدا انّما اوحی الیّ الی آخرہ یعنی اے رسول کہدو کہ میری طرف صرف یہی وحی کی گئی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے پس پہلا انما مندرجہ آیہ صفت کا موصوف میں منحصر ہونا ثابت کرتا ہے اور دوسرا انما موصوف کا صفت میں منحصر ہونا ظاہر کرتا ہے

(۲) منتہی الارب کتاب لغت میں لکھا ہے اَنّما بفتحہٗ مفید حصر باشد چنانچہ انّما بکسر وہر دو در ایں انّما اوحی الیّ مجتمع شدہ پس اول برائے قصر صفت ہست بر موصوف وثانی برائے قصر موصوف بر صفت ہست

(۳) صحاح جوہری وان زوت علی ان ما صاء المتقین کقولہ تعالیٰ انما الصدقات للفقراء وتوجب اثبات الحکم للمذکور ونفیہ عما عداہ الکرانسر (صا) بڑھا دیا جائے تو تعین وحصر کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے انما الصدقات للفقراء یعنی صدقہ صرف فقیروں کے لئے ہے

(۴) صراح میں حسب تصریح نمبر بالا انّما کو حصر کہا گیا ہے۔

(۵) محیط المحیط و قد تدخل علیہا ما الزائدۃ فتکفہا عن العمل وتفید الحصر نحو انّما زید قائم یعنی کبھی انّ پر ما زائدہ بھی آجاتا ہے پس ان کو عمل کرنے سے باز رکھتا ہے اور حصر کا فائدہ دیتا ہے جیسا کہ انّما زید قائم یعنی صرف زید قائم ہے

(۶) شرح مغنی و انّما بالفتح تفید الحصر کانّما بالکسر جس طرح انّما حصر کو ثابت کرتا ہے ایسے ہی انّما ہے۔

(۷) تفسیر کشاف خاص آیہ بحث طلب کے تحت میں لکھتا ہے ومعنی انّما وجوب اختصاصھم بالموالات یعنی اللہ ورسول ورکوع میں صدقہ دینے والے کے موالات کا مختص طور پر انّما خبر دینے والا ہے۔

(۸) تفسیر بیضاوی جلد اوّل صفحہ ۱۸ لان انّما تفید قصرا دخلت علیہ ما بعدہ مثل انّما زید منطلق وانّما ینطلق زید مطلب یہ ہو کہ جس جگہ انما وارد ہوتا ہے اس مقام کے ما بعد کو آغوش حصر میں لے لیتا ہے جیسا کہ زید صرف چلنے والا ہے اور صرف زید ہی چلتا ہے (۹) ملا محمد حسین کاشفی تفسیر حسینی میں اسی آیت کے متعلق

انما کے یہ معنی لکھتے ہیں (جز این نیست یعنی سوائے اس کے کچھ نہیں

(۱۰) امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۸۱ پر رقمطراز ہیں انما یامرکم بالسوء والفحشاء وان تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون دلت الایہ علی ان الشیطان لا یامر الا بالقبائح لانہ ذکرہ بکلمۃ انما وہی للحصر یعنی یہ آیت اسبات پر دلالت کرتی ہے کہ شیطان بجز افعال قبیحہ دوسری بات نہیں بتلاتا ہی نہیں کیونکہ خدا نے اسے انما کے ساتھ ذکر کیا ہے اور انما حصر کے لئے ہے ناظرین آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ ارباب لغات ومفسرین اہل سنت برابر انما کو حصر بتلاتے چلے آتے ہیں کسی نے اختلاف نہیں کیا مثالوں سے حصر کرنا ثابت کیا ہے لیکن فخر رازی صاحب نے بلا خیال تناقض کلام آیۂ انما ولیکم اللہ الی آخرہ کی تفسیر میں بجوش عداوت مرتضوی صاف انکار کر دیا کہ انما مفید حصر نہیں ہے دیکھو جلد سوم تفسیر کبیر مطبوعہ مصر صفحہ (۴۳۳) سنیوں کو چاہیئے کہ امام صاحب کی روح سے سوال کریں کہ آپ کے اقوال مخالف ومتضاد میں کون سچا ہے حاصل کلام شاہ صاحب نے جو بخلاف اہل لغات ومفسرین انما کو حصر سمجھنے میں غل مچایا ہے وہ ایسے عنوان سے ثابت کیا گیا کہ انشاء اللہ کسی کو مجال دم زدن نہ ہوگی۔

جواب متعلق بہ این اعتراض کہ حضرت امیرؑ کا نام آیۂ ولایت میں کہاں ہے

اہل اسلام کو خیال فرمانا چاہیئے کہ بہت باتیں قرآن پاک میں ایسی ہیں جن کا پتہ بلا تفسیر کے نہیں چل سکتا اگر سنیوں سے پوچھا جائے کہ آیۂ غار میں جو ثانی اثنین کہا گیا ہے وہ دوسرا کون شخص آنحضرت کے ساتھ تھا میں یقین کرتا ہوں کہ کوئی سنی نہ کہہ سکیگا کہ وہ حضرت ابوبکر تھے کیونکہ قرآن میں ان کا نام نہیں ہے علی ہذا اگر ان حضرات سے دریافت کیا جائے کہ اکثر آیات بلکہ ایک مبسوط سورۂ منافقون میں خدا نے ان مسلمانوں کو کافر قرار دیا ہے جو کہ آنحضرت کے ساتھ نماز پڑھتے اور جہاد کرتے تھے اور صحابہ رسول کا تمغہ ان کے گلے میں پڑا ہوا تھا وہ کون لوگ ہیں ممکن نہیں کہ اہل سنت کسی صحابی کو کہہ سکیں کہ فلاں منافق تھا۔ البتہ تفاسیر واحادیث نبوی سے ان کا پتہ چل سکتا ہے۔ نماز کی سترہ رکعات جو پانچ وقت پڑھی جاتی ہیں ان کی توضیح بھی قرآن سے ناممکن ہے افسوس ہے کہ ہم سے سنی پوچھتے ہیں کہ علیؑ کا نام قرآن میں دکھاؤ انکو لازم ہے کہ تفاسیر محولہ حقیر کو ملاحظہ فرمائیں وہاں حضرت امیر کا نام دیکھ کر اپنے مذہبی مفسروں کو خوب دبائیں شاید کسی سنی کو یہ موقع ملے کہ ایسی لغو دبے تکی بات کون

چونکہ شاہ صاحب دہلوی نے فرمایا ہے کہ لفظ انما کو حصر قرار دینے میں شبعہ بر سر غلطی ہیں لہذا تفاسیر و
کتب لغات اہل سنت سے دکھلاتا ہوں کہ علمائے معتمدین اہل سنت نے بھی لفظ موصوف کو بہ معنی حصر ہی
تجویز فرمایا ہے قاموس میں لکھا ہے

انما یفید الحصر کانما و اجتمعا فی قولہ تعالیٰ قل انما اوحی الیٰ انما الٰھکم الہ واحد فاولی تقصر الصفۃ علی الموصوف
والثانیۃ بعکسہ انما کی طرح انما بھی حصر کا فائدہ دیتا ہے اور دونوں ایک ہی آیت میں مجتمع ہوگئے ہیں جس
طرح کہ قول خدا انما اوحی الیٰ الیٰ آخرہ یعنی اے رسول کہدو کہ میری طرف صرف یہی وحی کی گئی ہے کہ تمھارا
معبود صرف ایک ہی معبود ہے پس پہلا انما مندرجہ آیہ صفت کا موصوف میں منحصر ہونا ثابت کرتا ہے اور
دوسرا انما موصوف کا صفت میں منحصر ہونا ظاہر کرتا ہے

(۲) منتہی الارب کتاب لغت میں لکھا ہے اَنّما بفتحہ مفید حصر باشد چنانچہ انما بکسر و ہر دو در ایں انما اوحی
الیٰ مجتمع شدہ پس اول برائے قصر صفت است بر موصوف و ثانی برائے قصر موصوف بر صفت است

(۳) صحاح جوہری وان زوت علی ان ماصار المتقین کقولہ تعالیٰ انما الصدقات للفقراء و توجبا اثبات
الحکم للمذکور و نفیہ عما عداہ الکرنیسر (صا) بڑھا دیا جائے تو تعین و حصر کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں جیسا کہ
خدا نے فرمایا ہے انما الصدقات للفقراء یعنی صدقہ صرف فقیروں کے لئے ہے

(۴) صراح میں حسب تصریح نمبر بالا انما کو حصر کہا گیا ہے۔

(۵) محیط المحیط و قد تدخل علیہما ما الزائدۃ فتکفہا عن العمل و تفید الحصر نحو انما زید قائم یعنی کبھی ان پر ما زائدہ
بھی آجاتا ہے پس ان کو عمل کرنے سے باز رکھتا ہے اور حصر کا فائدہ دیتا ہے جیسا کہ انما زید قائم یعنی صرف
زید قایم ہے

(۶) شرح مغنی دانما بالفتح تفید الحصر کانما بالکسر جس طرح انما حصر کو ثابت کرتا ہے ایسے ہی انما ہے۔

(۷) تفسیر کشاف خاص آیہ بحث طلب کے تحت میں لکھتا ہے ومعنی انما وجوب اختصاصھم بالموالات یعنی اللہ
ورسول و رکوع میں صدقہ دینے والے کے موالات کا مختص طور پر انما خبر دینے والا ہے۔

(۸) تفسیر بیضاوی جلد اول صفحہ ۱۸ لان انما تفید قصرا و خلت علیہ ما بعدہ فکل انما زید منطلق و انما ینطلق
زید مطلب یہ ہوکہ جس جگہ انما وارد ہوتا ہے اس مقام کے مابعد کو آغوش حصر میں لے لیتا ہے جیسا کہ زید
صرف چلنے والا ہے اور صرف زید ہی چلتا ہے (۹) ملا محمد حسین کاشفی تفسیر حسینی میں اسی آیت کے متعلق

انما کے یہ معنی لکھتے ہیں (جز این نیست یعنی سوائے اس کے کچھ نہیں)

(۱۰) امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۸۰ پر رقمطراز ہیں انما یامرکم بالسوء والفحشاء وان تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون ولت الایہ علی ان الشیطان لا یامر الا بالقبائح لانہ ذکرہ بکلمۃ انما وہی للحصر یعنی یہ آیت اسبات پر دلالت کرتی ہے کہ شیطان بجز افعال قبیحہ دوسری بات بتلاتا ہی نہیں کیونکہ خدا نے اسے انما کے ساتھ ذکر کیا ہے اور انما حصر کے لئے ہے ناظرین آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ارباب لغات ومفسرین اہل سنت برابر انما کو حصر بتلاتے چلے آتے ہیں کسی نے اختلاف نہیں کیا مثالوں سے حصر کرنا ثابت کیا ہے لیکن فخر رازی صاحب نے بلا خیال تناقض کلام آیہ انما ولیکم اللہ الی آخرہ کی تفسیر میں بجوش عداوت مرتضوی صاف انکار کر دیا کہ انما مفید حصر نہیں ہے دیکھو جلد سوم تفسیر کبیر مطبوعہ مصر صفحہ (۴۳۳) سنیوں کو چاہیئے کہ امام صاحب کی روح سے سوال کریں کہ آپ کے اقوال مخالف و متضاد میں کون سچا ہے حاصل کلام شاہ صاحب نے جو بخلاف اہل لغات ومفسرین انما کو حصر سمجھنے میں غل مچایا ہے وہ ایسے عنوان سے ثابت کیا گیا کہ انشاء اللہ کسی کو مجال دم زدن نہ ہوگی۔

جواب متعلق بہ این اعتراض کہ حضرت امیرؑ کا نام آیہ ولایت میں کہاں ہے

اہل اسلام کو خیال فرمانا چاہیئے کہ بہت باتیں قرآن پاک میں ایسی ہیں جنکا پتہ بلا تفسیر کے نہیں چل سکتا اگر سنیوں سے پوچھا جائے کہ آیہ غار میں جو ثانی اثنین کہا گیا ہے وہ دوسرا کون شخص آنحضرت کے ساتھ تھا میں یقین کرتا ہوں کہ کوئی سنی نہ کہہ سکیگا کہ وہ حضرت ابوبکر تھے کیونکہ قرآن میں ان کا نام نہیں ہے علی ہذا اگر ان حضرات سے دریافت کیا جائے کہ اکثر آیات بلکہ ایک مبسوط سورہ منافقون میں خدا نے ان مسلمانوں کو کافر قرار دیا ہے جو کہ آنحضرت کے ساتھ نماز پڑھتے اور جہاد کرتے تھے اور صحابہ رسول کا تمغہ اُن کے گلے میں پڑا ہوا تھا وہ کون لوگ ہیں ممکن نہیں کہ اہل سنت کسی صحابی کو کہہ سکیں کہ فلاں منافق تھا۔ البتہ تفاسیر واحادیث نبوی سے اُن کا پتہ چل سکتا ہے۔ نماز کی سترہ رکعات جو پانچ وقت پڑھی جاتی ہیں اُن کی توضیح بھی قرآن سے ناممکن ہے افسوس ہے کہ ہم سے سُنی پوچھتے ہیں کہ علیؑ کا نام قرآن میں دکھاؤ انکو لازم ہے کہ تفاسیر محولہ حقیر کو ملاحظہ فرمائیں وہاں حضرت امیرؑ کا نام دیکھ کر اپنے مذہبی مفسروں کو خوب دبائیں شاید کسی سُنی کو یہ موقع ملے کہ ایسی لغو دبے تکی بات کون

پوچھ سکتا تھا کہ قرآن میں نام دکھلاؤ یہ سفیہانہ حرکت اہل سنت سے ممکن نہیں شیعوں نے خود ایک بات بناکر تفریع مضمون کی ہے اس کی خدمت میں التماس ہے کہ رسالہ تنویر العینین والجنان فی اثبات خلافت شیخین من القرآن مؤلفہ شیخ احمد حسن ساکن صدر میرٹھ کے صفحہ (۶۲) سطر ۱۳ کو ملاحظہ فرمائیں یہ عبارت دیکھیں گے (خلافت سے اور اس آیت انما ولیکم اللہ سے کیا نسبت ہے۔ اس میں حضرت علیؑ کا نام یا خلافت یا انگشتری کا نام کہاں ہے۔ افسوس ہے کہ اہل سنت عداوت مرتضیٰ سے وہ وہ باتیں تراشتے ہیں کہ بالآخر سوائے ندامت کوئی ثمرہ نہیں ملتا۔

جواب متعلق بہ زکواۃ روایات کو دیکھو سائل نے مسجد رسولؐ میں کچھ مانگنا چاہا تھا جیسا کہ عموماً سوال پیشہ کہا کرتے ہیں کہ خدا کے نام پر کچھ دو ہر سائل مخصوص اُس زکواۃ کا طالب نہیں ہوتا جو کہ حسب قواعد شرعی کھائی جاتی ہے ایسے مانگنے کو خیرات کہتے ہیں پس حضرت امیرؑ نے خیرات دی تھی جسکو زکواۃ کے نام سے بولا گیا ہے۔

جواب متعلق بہ ولایت خدائے کریم فرقان مبین میں فرماتا ہے المومنون والمومنات بعضہم اولیاء بعض یعنی مردان وزنان مومنین باہم دگر دوست ہیں جبکہ بوجہ مومنیت صفت دوستی حضرت امیرؑ میں پہلے سے موجود تھی تو پھر عطائے انگشتری کے صلہ میں اُسکا ذکر کرنا کیا معنی رکھتا ہے اگر قبل از ورود آیہ بالا مومنین باہم مخالفت رکھتے تھے یا یہ کہ صرف حضرت علی مسلمانوں سے کشیدہ تھے تو یہ معنی صحیح ہو سکتے ہیں ورنہ تحصیل حاصل سراسر لاحاصل اگر بچشم انصاف دیکھا جائے اور نگاہ تعصب کو بالکل دخل نہو تو حضرت امیرؑ کو خدا نے اُس جلیل لفظ سے موصوف فرمایا ہے جو کہ مختص بذات احدیت ہے (ولی) بمزید تسکین معترضین میں اور چند آیات پیش کرتا ہوں جن میں خدا نے اپنی ذات اقدس کو ولی فرمایا ہے مگر اس جگہ محبت ونصرت کے معنی چسپاں نہیں ہو سکتے بلکہ حاکم و اولیٰ بہ تصرف کے قال اللہ تعالیٰ ویوم یحشرہم الی ان قال قالوا سبحانک انت ولینا من دونہم بل کانوا یعبدون الجن مقام دیگر و قل اغیر اللہ اتخذ ولیاً مقام ثالث انت ولی فی الدنیا والآخرہ مقام چہارم ام اتخذوا من دونہ اولیاء فاللہ ہو الولی وہو یحیی الموتی وہو علی کل شیء قدیر مقام پنجم لیس لہم من دونہ ولی ولا شفیع مقام ششم انت ولینا فاغفر لنا وارحمنا وانت خیر الغافرین۔ سوائے ازاں آیۃ الکرسی میں لفظ ولی آیا ہے سوائے ازاں قرآن پاک میں بیس جگہ لفظ ولی وارد ہوا ہے منصف طبیعت توجہ فرمائیں کہ ان آیات بالا میں جو خدا نے اپنی ولایت کا ذکر

فرمایا ہے تو کیا اس میں حاکم واولیٰ بہ تصرف کے معنوں کو بالکل دخل نہیں بلکہ دوستی و نصرت مراد لی گئی ہے
در محبت ایسی معمولی ہے جیسکہ باہم دو شخص بکر و عمر میں ہوتی ہے اگر بخاطر داشت اہل سنت ولی کو صرف محبت
و نصرت ہی میں محدود کر لیا جائے تب بھی حضرت امیرؑ کی جلالت شان میں کوئی فرق نہیں آسکتا کیونکہ
نصرت اسلام وہ مرتبہ رفیع ہے کہ جس کی حد غایت قایم نہیں ہو سکتی دیکھو قرآن میں ہو الذی ایدک بنصرہ
و بالمومنین والف بین قلوبہم وارد ہو چکا ہے جو شخص کہ مثل خدا و رسول حاکم و سردار یا محل و ناصر مومنین ہو
وہ ہی امام ہے اور اسی کی امامت اصولی اعتقادی ہے بحمد اللہ یہ منبر بھی سینوں کے غیر مفید تجویز ہوا

جواب متعلق بہ خضوع و خشوع واضح ہو کہ یہ آیت بہ مقام مدح وارد ہوئی ہے اگر حضرت امیرؑ سے
یہ فعل منافی عزت نماز واقع ہوا تھا تو جس کی نماز تھی وہ کیوں تعریف فرماتا جبکہ جناب رب العزت انکی
بہ این عنوان مداحی فرماتا ہے کہ اپنا اور اپنے نبی کا انکو ولی قرار دیتا ہے تو معترض صاحب دخل
در معقولات کرنیکا کیا حق رکھتے ہیں۔ اعتراض کرنے والوں کی خدمت میں بصد ادب عرض کیا جاتا ہے
کہ چوتھے درجہ کا خلیفہ تو آپ بھی حضرت امیر کو تسلیم فرماتے ہیں آپ پر فرض ہے کہ اگر کوئی اعتراض
ان پر وارد ہوتا ہو تو جواب دیں براہ مہربانی اپنا فرض منصبی سمجھ کر قوت عقلی سے سوائے ہمارے جواب
کے آپ کوئی دوسرا پہلو نکالئے تاکہ سواد کلام کو ترقی ہو جائے اور بوجہ وحدت عقیدت ہماری اور
تمہاری دلیل ایک سمجھی جائے اہل سنت سے جو بزرگوار ایسے توہمات کو طبیعت میں دخل دیے ہوئے ہیں
لازم ہے کہ دفعہ فرمادیں کیونکہ اس اعتراض کا حق کافر و خوارج کے سوا اور کسی کو نہیں یہ بھی معلوم ہو
کہ عطائے انگشتری رکوع میں عبادت در عبادت تھی اگر بہ خلوص نیت اس تصدیق کا وقوع نہ ہوتا
تو واقف اسرار ضمائر اس صفت سے حضرت امیرؑ کو کیوں یاد فرماتا جس سے کہ اپنی ذات اور نبی کو یاد
فرمایا ہے رہا یہ کہ اگر کچھ بھی نہ ہو تو فعل کثیر ضرور تھا اس کا جواب بھی وہی ہے جو کہ اوپر دیا گیا اگر فعل
کثیر ہی اسکو مان لیا جائے تب بھی لایق قدح نہیں کیونکہ جب اسی نے جس کی عبادت میں حضرت امیرؑ نے
فعل مذکور کیا ممتاز لفظوں میں تعریف فرمائی ہے تو صاحبان اعتراض کو سوائے اسکے کہ گدائے
گوشہ نشینی تو حافظا مخروش اور کیا کہا جا سکتا ہے جامع الاصول میں رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کی نسبت
ایسی بات کا عامل ہونا لکھا ہے جو کہ فعل کثیر سے بدرجہا بڑھا ہوا ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرت امامہ بنت
زینب کو حالت نماز میں اٹھتے بیٹھتے اپنے ساتھ چسپاں رکھتے تھے اور سجدہ میں بھی ایسا ہی کرتے تھے

بعد سجدتین جب کھڑے ہوتے تھے تو ساتھ لئے ہوئے اُٹھتے تھے روی ان رسول اللہ کان یصلی وحامل امامہ فاذا سجد وضعہا واذا قام حملہا۔ امام نووی اس حدیث کی صحت کا اقرار ان لفظوں میں کرتے ہیں بل الحدیث صحیح صریح فی جواز ذالک ولیس فیہ مایخالف قواعد الشرع انتہیٰ بقدر الحاجت۔ حضرات اہل سنت پہلے اپنے گھر کی خبر لیں پھر اعتراض کرنے کے لئے قلم کو تکلیف دیں

آیہ ہشتم مشعر بہ امامت مندرجہ سورۂ ہود

افمن کان علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاہد منہ ومن قبلہ کتاب موسیٰ اماما ورحمۃ الی آخرہ حاصل آیہ یہ کہ جو شخص منجانب خدا اخلاق پر برہان وحجت کے ساتھ ماموُر ہوا (نبی) اسُ کے لئے ایک شاہد کا ہونا جو کہ اسی کے اجزا سے ہو لازمی ہے اور اسکو خدا نے امام ورحمت بیان فرمایا ہے بہ اتفاق مفسرین افمن کان علی بینۃ موصوف الصدر سے جناب سرور عالم مراد ہیں اب یہ بات تنقیح طلب ہی کہ ہمارے نبی کے لئے شاہد کون ہوسکتا ہے حسب مفاد (یتلوہ) مندرجہ آیہ وہ ہونا چاہئے جو کہ آنحضرت کا ایسا قریب وجزو ہو جس پر ثانی یعنی نمبر ۲ ہونے کی صفت صادق آسکتی ہو بخاطر داشت اہل سنت ہم نے اول جناب شیخین پر نظر ڈالی کہ شاید نبی کے خسر ہونے کی وجہ سے یہ بزرگوار (یتلوہ) میں داخل ہوں مگر افسوس ہے کہ میرا یہ خیال بھی صحیح نہ رہا کیونکہ علاوہ ابوبکر وعمر آنحضرت کے بہت سے خسرے تھے از انجملہ ابوسفیان بھی ہیں نبی کے خسروں کا بڑا گروہ جن میں اچھے برے سب طرح کے لوگ داخل تھے یہ اقتدار نہیں رکھتا کہ اُن کا جزو سمجھا جائے یہ تعریف سوائے حضرت امیر کے کسی دوسرے پر چسپاں نہیں ہوسکتی کیونکہ بمفاد آیہ مبارکہ مباہلہ آپ آنحضرت کے نفس پاک ہیں جس سے بالاتر اتحاد ممکن نہیں آپ کو قرب نبی کی عزت حاصل ہے جو دوسرے کو نہیں نیز احادیث صحیحہ انا وعلی من نور واحد وعلی منی وانا منہ وانا وعلی من شجرۃ واحد والناس من اشجار شتیٰ ولحمک لحمی وروحک روحی ودمک دمی وحربک حربی وغیرہا کمال اختصاص ویکجہتی وجزویت پر دلالت کرتے ہیں اسیواسطے ایک ذی لیاقت شاعر نے فرمایا ہے

نبی و علی ہر دو نسبت بہم + دو تا دیکھے چوں زبان قلم

نبی و علی میں جدائی نہیں + کسی غیر کی یہاں سمائی نہیں

ملاحظہ ہو جبکہ تبلیغ سورۂ برأت سے حضرت صدیق معزول ہوئے اور جناب امیر منصوب اسوقت ہمزون غار یعنی صدیق خوش اطوار نے بصد گریہ وزاری عرض کیا

کہ حضور مجھ سے کیا بے اعتدالی ہوئی جو آپ نے ایک خدمت ممتاز سے علیحدہ کرکے ہم جنسوں میں مجھکو خفت دلائی حضرت نے فرمایا کہ آپ فرط گریہ سے قلب نازک پر زیادہ صدمہ نہ ڈالیں کوئی بے اعتدالی باعث عزل نہیں ہوئی بلکہ اوحی الی لایودی عنی الا انا او رجل منی یعنی خدا نے مجھ پر وحی نازل کی کہ اوس کے احکام خلایق کو میں پہنچاؤں یا جو شخص کہ مجھ سے ہو چونکہ علی میرے نفس ناطقہ ہیں لہذا بجائے خود اُنکو مامور کیا گیا صدہا مرتبہ یہ واقعات کتب مناظرہ میں درج ہوچکے ہیں یہ امر انتہا کے توحد و یکتائی پر دلالت کرتا ہے امام فخرالدین رازی آیۂ (افمن کان) متذکرہ بالا کی تاویل میں بہت کچھ یمین و شمال گئے آخر ناچار ہوکر لکھدیا ان المراد ہو علی ابن ابیطالب سوائے اُن کے دیگر حضرات اہل سنت نے بھی شاہدٌ منہ حضرت امیر ہی کو لکھا ہے اُن کے نام نامی سے مخاطب بے خبر کو خبر دیتا ہوں ابراہیم بن محمد ابی بکر الحموینی بہ کتاب فرائد السمطین واحدی و ثعلبی بہ تفاسیر خود محب الدین طبری و حافظ ابونعیم و علامہ نطنزی بکتاب خصایص و ابن مغازلی بہ کتاب مناقب و سید علی ہمدانی بہ مودۃ القربیٰ شیخ المحدثین واحدی و امام المفسرین ثعلبی و ابونعیم لکھتے ہیں کہ حضرت امیر علیہ السلام نے بہ محضر صحابہ مسجد کوفہ میں فرمایا ما من قریش رجل الا وقد نزلت فیہ الایۃ او ایتان فقال لہ رجل ہو عبداللہ بن الکوا انائی شیٔ نزل فیک فقال اما تقرو یتلوہ شاہدٌ منہ یعنی آپ نے فرمایا کہ کوئی شخص قریش میں ایسا نہیں ہے جس کی شان میں ایک یا چند آیتیں نازل نہ ہوئی ہوں یہ سنکر ابن الکوا نے پوچھا کہ آپ کی شان میں جو نازل ہوئی ہو اُسکو ارشاد فرمایے حضرت نے فرمایا کہ یتلوہ شاہدٌ منہ کو تلاوت کرو سید علی ہمدانی مودۃ القربیٰ میں حضرت ابوذر سے ناقل ہیں وہ لکھتے ہیں سمعت رسول اللہ صلعم یقول ان اللہ تعالیٰ اید ہذا الدین بعلی وانہ منی وانا منہ وفیہ انزل افمن کان علی بینۃ من ربہ یتلوہ شاہدٌ منہ پس جو شخص اس درجہ آنحضرت سے اختصاص رکھتا ہو وہ بالضرور تالی نبوت ہونے کی قابلیت رکھتا ہے اور جو شخص کہ ایسا جلیل المرتبہ ہو وہ ہی امام ہے اور اس کی امامت اصولی اعتقادی ہے ملا کاشی کی نسبت مشہور عالم ہے وہ فرماتے ہیں

مقصد تنزیل بیع مرکز اسرار غیب + مطلع یتلوہ شاہد مقطع حبل المتین - کیوں جناب مخاطب اب بھی آپ کی تسکین ہوئی کہ قرآن میں امامت کا ذکر ہے

آیۂ ہٰہم مُبشّرہ بہ امامت مندرجۂ سورۂ یوسف

قل ہٰذہٖ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی یعنی اے نبیؐ کہدے کہ یہ اسلام میرا دین ہے دعوت کرتا ہوں میں توحید و عدل و معرفۃ خدا کی طرف نیز وہ شخص جو کہ میرا تابع ہے اس آیۂ شریفہ میں خدا نے منصب دعوت دو آدمیوں سے مخصوص فرمایا ایک اپنے نبی اور دوسرے وہ جو کہ آنحضرت کا تابع ہو چونکہ تابع و متبوع ایک کام کرنے والے ہیں لہذا بلا وقفت سمجھا گیا کہ مثل نبوت امامت بھی داخل اصول ہے اندریں صورت سمجھا گیا کہ نبی بوجہ شرکت امر نبوّت و اجرائے کار رسالت معصوم ہو نیز اُنکی امامت کا اعتقاد داخل اصول ہو اگر نبی کو معصوم اور اُن کے مطیع کو غیر معصوم کہا جائے تو ممکن نہیں کیونکہ معصوم و غیر معصوم ایک کام کو مساوی حیثیت سے نہیں چلا سکتے۔ حضرات اہل سنت گو کہ خلفاء ثلٰثہ کو تابع نبی تبلاتے ہیں مگر اُن کی طہارت و عصمت بلکہ افضلیت کے قطعی منکر ہیں چنانچہ صاحب تحفہ لکھتے ہیں عصمت خاصۂ انبیاءؑ وخلفاء ثلاثہ نہ معصوم بودند و نہ منصوص بلکہ در افضلیت ہم بحث بسیار است بشیعہ جناب امیرؑ علیہ السلام کو معصوم و منصوص دونوں صفات کا حامل تبلاتے ہیں ہرگاہ بمفاد آیہ تابع نبی کے لئے بوجہ شرکت خدمت نبوت عصمت لازمی ہوئی لہذا شیعہ کا بیان صحیح قرار پایا اور سنّی جو با وصف غیر ہونے کے ثلاثہ کو تابع نبی اور رونق دہ امر نبوّت کہتے ہیں یہ غلط ٹہیرا جو لوگ نہ معصوم ہوں اور نہ منصوص اور اُن کی افضلیت بھی محل کلام میں ہو وہ کسی طرح بہ قایم مقامی نبی توحید و عدل معرفت خدا کی طرف دعوت کرنے کا استحقاق نہیں رکھتے منزل ہدایت کو وہی طے کر سکتا ہے جو کہ عصمت و فصاحت و درایت میں نبی کے قدم بہ قدم رکھتا ہو اوراق بالا میں حقیر نے وہ حدیث پیش کر دی ہے جس میں آنحضرت نے فرمایا ہے کہ مجکو حکم ہوا ہے کہ احکام قرآن سوائے علیؑ کے اور لوگو نکو تبلاؤں علی کو سمجھانے سکھانے تبانے کی ضرورت نہیں کیونکہ میں اور وہ فصاحت اور روایت میں ایک رُتبہ رکھتے ہیں حقیقت الامر یہ ہے کہ جناب امیرؑ ایسے فضائل جلیلہ کے حامل ہیں کہ جنکا مثل و مانند صحابہ میں کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ صاحب مودۃ القربیٰ لکھتے ہیں عن ابن عمرؓ قال کنّا اذا عدونا اصحاب النبیّ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قلنا ابوبکر و عمر و عثمان فقال الرجل یا اباعبدالرحمان فعلی قال ابن عمر علی من اہل البیت لا یقاس احدٌ بہ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی درجتہ لانہ اللہ تعالیٰ یقول الذین آمنو واتبعتہم

خلاصہ یہ ہے کہ ایک جلسہ میں ابن عمر نے اصحاب حضرت کا شمار اس طرح پر کیا۔ ابو بکر و عمر و عثمان
حاضرین موقع سے ایک صاحب بولے کہ حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو کیوں چھوڑ دیا اُن
کو بھی زمرہ صحاب میں معدود کرنا چاہیئے عبداللہ بن عمر نے کہا کہ علی اہل البیت ہیں اُن کے مراتب کسی دوسرے پر قیاس
نہیں کئے جا سکتے اُس کا درجہ رسول کے ساتھ ہے کیونکہ وہ بحکم آیۂ الذین آمنو واتبعتہم تابعین آنحضرتؐ کے
ہیں بحمد اللہ ابن عمر کے بیان سے آیت کے معنی صاف اور واضح ہو گئے سوائے ازیں ابن مردویہ نے
کتاب مناقب میں لکھا ہے کہ من اتبعنی سے حضرت امیرؑ اور اُن کی ذریت مراد ہے پس ثابت ہو گیا کہ علی بہ مثل
نبیؐ وحدانیت خدا پر دعوت کرنے والے ہیں آنحضرتؐ نے جناب امیرؑ کی نسبت فرمایا ہے کہ اے علی تم میرے
نزدیک ایسے ہو جیسے موسےٰ علیہ السلام کے نزدیک ہارون تھے قرآن پاک میں موجود ہے کہ جناب
کلیم اللہ نے خدا سے دعا کی کہ میرے بھائی ہارون کو شریک امر نبوت کر دے چنانچہ خدا نے اُنکی دعا کو
منظور فرمایا جیسے امت موسیٰ علیہ السلام کے ہادی و رہنما جناب ہارون تھے ایسے ہی امت محمدی کے جناب
علی ابن ابیطالب علیہ السلام۔ تعجب ہے کہ اُس امت مرحومہ کے ہادی کی امامت کو فروع اصول سے
سے خارج کیا گیا بعد ازیں یہ بیان کرنا بھی مناسب سمجھا جاتا ہے کہ تابعداری میں خلفاء ثلاثہ
کو بہ مقابلہ جناب علی ابن ابیطالب اسد اللہ الغالب علیہ السلام۔ کیا درجہ حاصل تھا تمام معارک دینی
کی روداد ملاحظہ فرمائی جناب امیرؑ نے ہر معرکہ میں جان لڑائی اور جنکو سنی صاحب اعلیٰ درجہ کا خلیفہ کہتے ہیں اُنھوں
نے تمام مجاہدمنہ پھرا کر نبی کو نرغۂ اعدا میں چھوڑا حکم رسول سے مدام سرتابی کرتے رہے کبھی تقسیم غنایم
میں اُنکو غیر عادل کہا گیا ہے شرکت جیش اُسامہ سے پاکشی کی۔ کبھی نبی کو ہذیان گو کہا وغیرہ وغیرہ ایسے
لوگوں کی نسبت کون کہہ سکتا ہے کہ وہ زمرۂ تابعین میں تھے حضرت امیرؑ نے اطاعت کو درجۂ غایت
پر پہنچایا۔ شب ہجرت میں آنحضرتؐ کے فرش خواب پر کہ اُس جگہ قوی احتمال ضرر تھا پیر پھیلا کر سوئے بدر و
احد و خیبر و خندق وغیرہ میں وہ داد جوانمردی دی کہ مخالفین کو اقرار کرنا پڑا تیغ مرتضوی سے بنیاد
اسلام کا مستحکم ہونا ایسا واقعہ ہے کہ جس کے بطلان پر کوئی قادر نہیں ہو سکتا۔ ابن روزبہان ابطال
الباطل میں بروایت حسن بصری لکھتے ہیں کہ استوی الاسلام بسیف علی یعنی علی کی تلوار سے اسلام
مستوی ہوا معارج النبوۃ و تفسیر در منثور میں ابن مسعود سے منقول ہے کہ عہد رسول اللہ میں کفی اللہ المومنین
القتال بعلی وکان اللہ عزیزاً حکیما پڑھا جاتا تھا یعنی کفایت کی اللہ نے مومنین کی قتال سے بسبب علی کے

جس کی تلوار سے اسلام کی بنیاد قوی ہوئی اور جس کے سبب سے کفایت قتال ہوا وہ ہی خریک امر نبوت کے
اور اسی کی شان میں جملہ ومن ابتغی زیبا ہے صاحب مودۃ القربیٰ لکھتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا ان اللہ
تعالیٰ جعل لکل نبی وصی وعلی وصیی وخیر الاوصیاء فی الندا وانا الداعی وہو الوصی یعنی خدا نے کل انبیا کے
وصی مقرر فرمائے ہیں میرے وصی علی ہیں اور وہ خیر الاوصیاء ہیں ندا کرنے میں میں لوگوں کو دعوت اسلام
دیتا ہوں اور وہ وصی ہیں چونکہ آنحضرت نے جناب امیر علیہ السلام کو خیر الاوصیاء فی الندا فرمایا ہے
لہذا دکھلایا جاتا ہے کہ قرآن پاک میں ندا کرنے والے کا کیا مرتبہ ہے قولہ تعالیٰ ربنا اننا سمعنا منادیا
ینادی للایمان ان آمنوا بربکم فآمنا ربنا فاغفر لنا ذنوبنا وکفر عنا سیئاتنا وتوفنا مع الابرار مندرجہ آل
عمران۔ ترجمہ اے خدا ہم نے سنا کہ ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر الی آخرہ
منادی الی الایمان آنحضرت ہیں اور بہ مفاد حدیث مودۃ القربیٰ اس امت میں ان کے وصی علی بھی ہیں
پس جبکہ نائب وسردار ایک خدمت کی بجا آوری میں یکساں رتبہ رکھتے ہیں۔ لہذا الحکم ومن ابتغی حضرت
امیر علیہ السلام کی ولایت ونیابت وامامت منصوص من اللہ والرسول ہو کر اصولی واعتقادی قرار
پائی ہے۔

آیہ دہم مبشر بہ امامت مندرجہ پارہ عم سورہ الم نشرح

فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب یعنی اے ہمارے نبی جبکہ تو فارغ ہو گیا تو اپنا قائم مقام
مقرر کر اور بعد انتظام قائم مقامی خدا کی طرف راغب ہو جگہ دو لفظ تصریح طلب ہیں ایک فرغت ثانی فانصب
یعنی کس چیز سے فارغ ہو کر کس کو نصب کیا جائے علماء اہل سنت نے لفظ فرغت کے کئی معنی پر تفسیر کی ہے
از انجملہ یہ کہ جب نماز سے فارغ ہو کر دعا میں مشغول ہو یہ قول زمخشری کا ہے جو کہ بحوالہ حضرت ابن عباس
نقل ہوا ہے ثانی یہ کہ جب جہاد سے فارغ ہو تو عبادت کی طرف رجوع ہو یہ مقولہ حسن بصری کا ہے
ثالث یہ کہ جب دنیا سے فارغ ہو تو عبادت کی طرف متوجہ ہو جتنی باتیں حضرات اہل سنت نے بیان
فرمائی ہیں ہر ایک پر بادی النظر میں ایسے قوی احتمالات پیدا ہوتے ہیں کہ کسی توجیہ کی وقعت باقی نہیں
رہتی لہذا اقوال ثلاثہ کی بے اعتباری دکھاتا ہوں

قول اول متعلق بہ نماز:۔ عبادت سے انسان کو فراغت ہرگز نہیں ہو سکتی شبانہ روز پانچ وقت

مشغول بعبادت ہونا ہر شخص پر فرض کیا گیا ہے وعا بھی بعد نماز لازمی ہے اُس کے احکام قرآن اور احادیث میں جداگانہ وارد ہوئے ہیں یہ معنی کسی طرح چسپاں نہیں ہوسکتے

قول دوم متعلق بجہاد آنحضرت کو جہاد سے کبھی فراغت نہیں ہوئی وقت رحلت تجہیز جیش اُسامہ اس کا شاہد عادل موجود ہے اگر جہاد سے فراغت ہوگئی تھی تو مجاہدات شیخین کا غیر ضروری تسلیم کرنا پڑے گا۔

قول سوم متعلق بہ دنیا نہ معلوم حضرت کس دنیا میں مشغل تھے جس سے فراغت کر کے عبادت کی توجہ دلائی گئی تھی۔ مولوی روم دنیا کی یہ تعریف فرماتے ہیں۔ ع چیست دنیا از خدا غافل بدن۔ کیا معاذ اللہ رسولخدا ایسی دنیائے حطام کے اکتساب میں شاغل وشاال رہتے تھے۔ علمائے اہل سنت کو توجہ فرمانی چاہئے اس عنوان کی تقریر کرنے سے شان رسالت پر حرف آتا ہے اور کفار کو موقع اعتراض ملتا ہے سینوں نے آنحضرت کو بڑا ایکاد دنیادار قرار دیا ہے چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب دوات وقلم کی بحث کے آخر میں لکھتے ہیں کہ حضرت آخر دم وانپسین میں متوجہ دینیات نہ تھے۔ بلکہ صحابہ کو قواعد ملک گیری بذریعہ تحریر تبلانا چاہتے تھے رسالہ دلیل المتحیرین میں اسکا جواب جو جعفر نے دیا ہے قابل ملاحظہ ہے واہ کیا نبی کی عزت بڑھائی جبکہ بقول شاہ صاحب تا دم آخر مہمات ملکی وتدابیر دنیاوی میں مصروف ہے تو عبادت کب کی معلوم ہوا کہ تعمیل آیت نہیں ہوئی بعد رد اقوال ثلاثہ آیہ کے اصلی معنی پر توجہ دلائی جاتی ہے واضح ہو کہ لفظ فراغت کا اطلاق اُس جگہ موزوں ہوتا ہے جبکہ اُس چیز کی طرف بالکل کوئی حاجت اور ضرورت نہو یہ ہدایت حج آخر کی فراغت سے علاقہ رکھتی ہے یعنی اے حبیب جبکہ تو آخری حج کر چکے تو پھر دوسرا میسر نہوگا لازم ہے کہ اُس سے سبکدوش ہوکر اپنا قایم مقام مقرر کردو تاکہ اجرائے کار شریعت میں ہرج واقع نہو چنانچہ آنحضرت کی عملی حالت نے اسی بات کو تبلا دیا آپ نے حج آخر سے فارغ ہو کر قبل از ورود مدینہ غدیر خم میں حضرت امیر کو بجائے خود قایم فرمایا جس سے اہل سنت کو بھی انکار نہیں گو بعض نے معنی تراشنے میں جودت طبیعت کو دخل دیا ہے مگر اصل واقعہ سب کو تسلیم ہے جو شخص کہ نبی کا اجرائے حدود شریعت میں قایم مقام ہو وہ ہی امام ہے اور اسی کی امامت یہ قابلیت رکھتی ہے کہ اصولی اعتقادی سمجھی جائے مخاطب نے جو علام الذکر امامت کا قرآن میں وعدہ کیا تھا وہ باطل ہوا

آیہ یازدہم مشیر بہ امامت مندرجہ سورہ مائدہ

یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس یعنی اے رسول اس حکم کو پہنچا دے جو کہ منجانب خدا تجھ پر نازل ہوا ہے اگر تونے ہمارے اس حکم کو خلایق تک نہ پہنچایا تو گویا ہماری رسالت ہی نہ کی اور شیاطین امت سے خوف نہ کر وان کے شرور باطنی سے ہم بچانے والے ہیں سیاق کلام سے واضح ہوتا ہے کہ قبل از نزول آیۂ بلغ کوئی حکم صادر ہوا تھا مگر آنحضرت نے من بعض الوجوہ اس کے پہنچانے میں تامل فرمایا لہذا یہ تاکیدی حکم نازل ہوا اور جو خوف کہ آنحضرت کو اس کی تبلیغ سے عارض تھا وہ وعدۂ حفاظت سے برطرف ہوگیا جس حکم نے کہ قبل از نزول آیۂ ہذا حسن ورود پایا تھا وہ آیۂ فاذا فرغت موصوفہ بالا تھی ممکن تھا کہ بفور بجا آوری طواف بیت اللہ آپ میدان کعبہ میں قائم مقام کا اعلان فرما دیتے۔ مگر چونکہ بعض ناہنجار و بدکردار و بغاوت شعار و سرخیل اشرار سے آنحضرت کو مظنۂ ازہی زنی تھا لہذا اس کے اعلان کو دوسرے وقت پر موقوف رکھا تمام واقعات متعلق بہ آیۂ ہذا کو حقیر نے رسالۂ آفتاب خلافت میں بصراحت تمامتر بیان کر دیا ہے اس جگہ بہ ثبوت اس کے کہ آنحضرت کو تعمیل حکم باری میں بخوف شیاطین احتمال ضرر تھا علمائے معتقدین اہل سنت کے بیانات پیش کرتا ہوں ابن مردویہ کتاب مناقب میں لکھتے ہیں عن ابن عباس قال لما امر اللہ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقوم بعلی فیقول لہ ماقال فقال صلی اللہ علیہ وسلم یارب ان قومی حدیثو بالجاہلیۃ ثم مضی بحجۃ فلما اقبل راجعا نزل الغدیر انزل اللہ علیہ یا ایہا الرسول بلغ الی آخرہ علامہ سیوطی نے تفسیر درمنثور میں اس سے بھی کچھ بڑھ چڑھ کر لکھا ہے خلاصہ ہر دو روایات کا یہ ہے کہ آنحضرت نے اعلان خلافت مرتضوی پر عذر کیا کہ میری قوم یعنی اصحاب تازہ مسلمان ہیں اور جوش جہالت ان کے سینوں میں بھرا ہوا ہے عجب نہیں کہ درپئے تکذیب ہوکر کچھ فساد برپا کریں میں اپنی تنہائی پر ترساں ہوں اسپر خدا نے آیۂ یا ایہا الرسول بلغ کو نازل فرمایا جو کہ مشتمل بہ تاکید اکید تھی صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ سبب نزول وآن منزل یعنی غدیر خم آں بود کہ قبل ازاں حضرت مقدس نبوی بحسب وحی سماوی مامور شدہ بود کہ جناب ولایت مآب مرتضوی را بخلافت خویش نصب نماید و آنحضرت اظہار ایں صورت را جہتے در یافتہ وفتنہ از اختلاف امون یا شد و رعقدہ تاخیر انداختہ بود۔

واضح رائے ناظرین ہو کہ مولوی محمد کاظم علی صاحب بریلوی نے مرآۃ الامامت میں ان تمام احادیث کو جو جناب امیر علیہ السلام کی خلافت بلافصل پر دال ہیں لکھدیا ہے اور اس آیۂ یا ایہا الرسول بلغ پر پوری بحث

کی ہے مخاطب سے اس رسالہ کے ایک جملہ کا جواب نہیں دیا گیا صرف مطرقہ میں اشارتاً بیان کیا ہے کہ مراۃ الامامت کا بھی جواب لکھیں گے چونکہ آیہ بلغ کے تمام اطراف وجوانب پر پوری بحث ہوکر مخاطب اور تمام سنیوں کو لاجواب بنایا گیا ہے لہذا اسجگہ اُس کی نسبت قلم فرسائی کرنا نامناسب سمجھ کر قلم روکتا ہوں جس وقت جناب مخاطب مراۃ الامامت کا جواب دیں گے عرض کیا جائے گا۔ حقیر کے رسالہ آفتاب خلافت کو شایقین ضرور ملاحظہ فرمائیں عجیب طرز سے آیہ ہذا پر بحث کی گئی ہے اگر مخاطب کچھ سمجھ دار ہوں گے تو معلوم ہو جائے گا کہ قرآن میں امامت کو کس عنوان سے بیان کیا گیا ہے اور جو چیز کہ بایں تاکید مشتہر کرائی جائے اصولی اعتقادی ہوگی یا فرعی عملی یعنی اسمو قع پر ایک اور نقطہ عرض کرتا ہوں کہ آیہ موصوفہ بالا فعلی ہے جملہ وان لم تفعل اسی کو تبلا رہا ہے یعنی اے رسول اگر تم ہمارے حکم کو فعلاً بجا نہ لائے تو گویا نبوت ہی نہ کی فعل بمقابلہ قول زیادہ مضبوط ہوتا ہے لہذا حضور انور نے اُس کی یہ تعمیل کی کہ ممبر پر چڑھکر حضرت امیر علیہ السلام کو ہاتھوں پر بلند کر کے لوگوں کو دکھلا دیا کہ مثل میرے یہ تمہارا مولا ہے عنبر پر حضرت امیرؑ کا دکھلانا فعلی ہوا اور من کنت مولاہ فرمانا قولی دونوں باتیں ایک وقت میں پوری ہوگئیں پس جو شخص کہ مثل نبی مولائے مومنین ہوا وہی امام ہے اور اُسی کی امامت اصولی اعتقادی ہے۔

آیہ دوازدھم مشعر بہ امامت مندرجہ سورہ مائدہ

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ خلاصہ مطلب آج خدا نے دین کامل کردیا اور اپنی نعمات تمام کردیں اور دین اسلام سے رضامند ہوا علمائے اہل سنت نے اپنی اپنی تالیفات میں فرمایا ہے کہ غدیر خم میں جب آنحضرت اعلان خلافت مرتضوی کرچکے اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام آیہ بالا لیکر نازل ہوئے آنحضرت نے تکمیل دین کی بشارت پاکر ان لفظوں میں جناب باری کا شکریہ ادا کیا اللہ اکبر علی اکمال الدین و اتمام النعمۃ و رضا الرب برسالتی والولایۃ علی من بعدی آنحضرت نے دین کی تکمیل اور اتمام نعمت اور اس انعام پر کہ خداوند عالم آپ کی رسالت اور بعد آپ کے علی کی ولایت سے رضامند ہوا بہ کمال مسرت تکبیر ادا فرمائی۔ شیخ احمد حسین خاں صاحب بہادر تعلقہ دار پریانواں ضلع پرتاب گڈہ ملک اودھ نے جو کہ سنی المذہب ہیں ایک کتاب لکھی ہے جسکا نام الآیات بینات ہے اور مطبع نامی کانپور میں بہ اہتمام محمد رحمت اللہ صاحب رعد چھپی ہے مولف موصوف نے صفحہ ۱۴۰ سے تا

تا صفحہ ۱۸۱ اپنے مذہب کے آئمہ علماء کی عبارات مع نام عالم و کتاب نقل فرمائی ہے جن میں نزول آیہ اکمال روز غدیر درج ہے سبحان اللہ حضرت امیر علیہ السلام کی امامت کیا ہی باشوکت و جلالت ہے جس نے دین کو کامل کر دیا ۔ مخاطب غور فرمائیں کہ جس کی امامت باعث تکمیل دین ہوئی اسی کے ذکر کو آپ خارج از قرآن بتلاتے ہیں ایسے شخص کی امامت یہ ہی اقتدار رکھتی ہے کہ اسکو اصول اعتقادی سمجھا جائے ۔

آیہ سیزدہم مبشر یہ امامت مندرجہ سورۂ برآۃ

یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین یعنی جو لوگ ایمان لائے ہیں لازم ہے کہ معاصی اور منکرات سے پرہیز کریں اور خدا سے ڈریں اور صادقین کے ساتھ ہو جائیں ۔ اس آیہ شریفہ میں خدا نے صادقین کی معیت کا حکم دیا ہے صادقین جو دینیات میں عمل کریں ان کی پیروی کرو اور ظاہر ہے کہ پیروی سوائے رسول اور امام کے اور کسی کی نہیں ہو سکتی پس امامت داخل اصول ہوئی بروئے تحقیقات جو گروہ صفت صادقین سے موصوف قرار پائے گا اسی کا اتباع امت پر واجب و لازم ہو گا اگر حضرت ابوبکر و عمر صادقین میں داخل ہیں تو ہمکو انکی متابعت سے سرتابی نہ ہو گی لیکن ہر اہل اسلام سے کبھی ان بزرگوں کو صادق اسکا نہیں بتلایا بلکہ علی کو حامل صفت صداقت بیان کیا ہی مخاطب کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ علمائے ذیل ۔ ذہبی ارم علامہ حموینی ۔ ابو نعیم اصفہانی ۔ ثعلبی ۔ علامہ خرگوشی ۔ امام مالک ابو یوسف صدر المفسرین وغیرہ لکھتے ہیں کہ جن صادقین کی اطاعت کا حکم ہے وہ حضرت امیر اور اُن کی ذریت ہے چنانچہ تفسیر ابو یوسف میں مرقوم ہے حدثنا مالک بن انس عن نافع عن ابن عمر قال آیہ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین امر اللہ اصحابہ ان یخافوا اللہ ثم قال کونوا مع الصادقین یعنی محمد و اہلبیتہ اور ابو نعیم اصفہانی نے ابن عباس سے یہ ایں الفاظ نقل کیا ہے کونوا مع الصادقین یعنی مع محمد و علی اور علامہ حموینی فرائد السمطین میں اس طرح لکھتے ہیں قال مع علی ابن ابیطالب یہ بھی اصح ہو کہ کونوا مع الصادقین بہ صیغہ امر واقع ہوا ہے جسکا عمل لازمی ہے شاہ صاحب نے بھی تحفہ میں حضرت امیر کو بہ لفظ صادق تحریر فرمایا ہے ۔ واضح ہو گیا کہ اہل ایمان کو بعد نبی حضرت امیر کے ساتھ رہنے یعنی اُن کی متابعت کرنے کا حکم ہوا ہے اور اسیکا نام امامت ہے کیوں جناب مخاطب سوائے امام کے کوئی اور بھی صادق ہو سکتا ہے اگر آپ سچے دل سے ایمان لائے ہیں تو اقرار کیجئے کہ حضرت امیر کی امامت کا ذکر قرآن میں

موجود ہے اور یہ ایں وجہ اُس کا اصولِ اعتقادی ہونا ضروری ہے سبط ابن جوزی نے خواص الائمہ مطبوعہ طہران کے صفحہ ۱ پر لکھا ہے کہ (اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین) قال علمائے سیر معناہ کونوا مع علی علیہ السلام واہل بیتہ۔

آیۂ چہاردہم متعلق امامت مندرجہ سورہ آل عمران

"فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم" الی آخرہ یعنی اے محمد کہدے کہ بلائیں ہم اپنے بیٹوں کو اور تم اپنے بیٹوں کو ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو ہم اپنے نفسوں کو اور تم اپنے نفسوں کو تا آخر آیہ اس کلام ہدایت التیام کے متعلق واقعہ یہ ہے کہ نصارائے نجران اور سید اس وجان کے باہم درباب جناب عیسیٰ علیہ السلام مباحثہ ہوا۔ نصرانی کہتے تھے کہ وہ خدا کے اکلوتے بیٹے ہیں آنحضرت فرماتے تھے کہ خدا ان علایق سے بری ہے اور وہ اُس کے مخصوصین بندوں سے ہیں بالآخر مباہلہ ٹھیرا اور عنوان یہ قرار پایا جسکا تذکرہ ہوچکا۔ منافقین نے بوقت نزول آیت تمسخر سے کہا کہ نبی کی اولاد پسری نہیں ابناءنا کی تعمیل کیونکر ہوگی اور منجملہ کثیر التعداد ازواج کے بحکم نساءنا کس کو لیجائیں گے اور نفس نبی کون قرار پائیگا چونکہ یہ حکم شام کو سُنایا گیا تھا رات بھر اہل نفاق پیچ در پیچ باتیں کرتے رہے جب صبح ہوئی تو آنحضرت جناب امیر علیہ السلام کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ یا علیؑ میری نبوت کو تصدیق کرانے کے واسطے مع فاطمہؑ وحسنینؑ کے میدان بد دعا میں چلو چنانچہ ابناءنا میں حسنینؑ کو اور نساءنا میں جناب سیدہ کو اور انفسنا میں حضرت امیرؑ کو داخل کیا اس واقعہ سے کسی سنی عالم کو انکار یا اختلاف نہیں غرضکہ جب دونوں گروہ کا مقابلہ ہوا تو آنحضرت نے اپنے رفقا سے کہا کہ جب میں نزول بلا کے لئے دعا کروں تم آمین کہنا۔ نصرانیوں کے سردار قافلہ نے جب آنحضرت کو یہ ایں ہیئت کذائی دیکھا تو اپنے گروہ کے لوگوں سے کہا کہ دریافت کرو کہ یہ اس کے ساتھ کون ہیں معلوم ہوا کہ ایک اسکی بیٹی اور دو نواسے اور چوتھا چچازاد بھائی اور داماد جسکو اس نے بیٹوں کی طرح پال کر خانہ داماد کیا ہے یہ سنکر اُس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اگر یہ سچا نہ ہوتا تو اپنے ساتھ انہیں کو نہ لاتا جو کہ اس کے مایۂ حیات اور جگر کے ٹکڑے ہیں کیونکہ یہ میدان بد دعا ہے یہاں جھوٹے پر عذاب کا لاحق ہونا ضروری ہے۔ ممکن تھا کہ غیر آدمیوں کو لیکر آمادہ مباہلہ ہوتا میں تمکو رائے دیتا ہوں کہ صلح کر لو اور ایک دوسرے کو بد دعا دینا موقوف کر دیں بچشم حال دیکھ رہا ہوں کہ اگر اس شخص نے دعا کی اور ان ہمراہیوں نے آمین کہی تو عالم درہم برہم ہوجائے گا اور ایک نصرانی

دنیا میں نظر نہ آئے گا۔ جزیہ دینا قبول کرکے اسلام کی رعایا ہونا قبول کرلو ایسا ہی ہوا کہ جزیہ تسلیم کرلیا اور مباہلہ ملتوی رہا ابن صباغ مالکی نے فصول المہمہ میں یہ معاملہ ان لفظوں سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت وارد عرصۂ مباہلہ ہوئے تو ہر چہار بزرگواران موصوف الصدر کی طرف اشارہ کرکے بجناب احدیت عرض پیرا ہوئے کہ (اللہم ہولاء اہلبیتی) آگے وہ سب واقعہ لکھا ہے جسکو میں بیان کرچکا بہ چشم ایمان دیکھا جائے تو حضرات آئمہ شریک امر نبوت ہیں ایسے حضرات سے بالاتر کسی کا مرتبہ نہیں ہوسکتا اسی جہت سے شیخ عطار نے لکھا ہے ؎

خدا نفس پیغمبرش خواندہ است   دگر را فضیلت کجا ماندہ است

صاحب مودۃ القربیٰ لکھتے ہیں (قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لو علم اللہ تعالیٰ فی الارض عباداً اکرم عن علیؑ و فاطمہؑ والحسنؑ والحسینؑ لامرنی ان اباہل بہم ولاکن امرنی بالمباہلۃ مع ہولاء وہم افضل الخلق فغلبت بہم الیہود والنصاریٰ) یعنی آنحضرت نے فرمایا کہ اگر خدا کے علم میں علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ سے کوئی افضل ہوتا تو مجکو حکم دیا جاتا کہ اُن کو ہمراہ لیکر مباہلہ کروں مگر جبکہ انہیں کو ساتھ لے جانے کا مجکو حکم ہوا تو اُن سے برتر و بہتر کوئی نہیں خدا نے مجکو ان کی شراکت سے یہود و نصاریٰ پر غلبہ عطا فرمایا ابن حجر مکی کی صواعق محرقہ کا جو ترجمہ ہے اُس کے یہ لفظ ہیں) دارقطنی۔ روایت کردہ کہ علیؑ در روز شوریٰ احتجاج بہ اہل شوریٰ گرفتہ۔ گفت شمارا سوگند میدہم بخدائے تعالیٰ وسوال میکنم کہ ہیچ کدام از شما بہ رسول صلعم در نسب نزدیک تر از من ہست و غیر از من کسے دیگر در شما ہست کہ گردانید او را رسول صلعم نفس خود و اولاد او را اولاد خود و زبان او را زبان خود گفتند ہیچ کدام از ما ایں منزلت ندارد۔

طبرانی و حجر مکی نے بروایت جابر انصاری نقل کیا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا (ان اللہ تعالیٰ جعل ذریۃ کل نبی فی صلبہ وجعل ذریتی فی صلب علی ابن ابی طالب) یعنی خدا نے ہر نبی کی اولاد کو اُس کے صلب سے قرار دیا اور میری اولاد کو صلب علی سے ظاہر فرمایا اسی واسطے عموماً دونو صاحبزادے ابن رسول اللہ کہلاتے تھے قصہ مختصر جو شخص کہ نفس رسول اور شریک و معین نبوت مع بچوں اور بی بی کے ہو وہ بھی امام ہے اور اسی کی امامت اصولی اعتقادی ہے۔ اگر مخاطب کو کچھ خیال روز بازپرس ہوگا تو آیات مصرحہ بالا پر نظر فرماکر وہ ضرور یہ فیصلہ کریں گے کہ ہم باوصف حفظ الفاظ اس وقت تک مطالب قرآن پاک سے بے بہرہ تھے۔

التماس بخدمت مخاطب و دیگر حضرات ناظرین

ہیں بہ ثبوت امامت بہت کچھ مضامین کلام پاک سے دکھلانے پر بعنایت الہٰی قادر ہوں مگر چونکہ اختصار مدنظر ہے لہذا چودہ آیتیں ہم عدد چہاردہ معصوم علیہم السلام پیش کیگئیں جبکہ امامت قرآن سے ثابت ہو گئی نیز یہ امر بھی منقح ہو گیا کہ اُن آیات کا تعلق سوائے حضرت امیرؑ اور اُن کی ذریت پاک کے اور کسی سے نہیں ہو سکتا نظر بر آں چند آیات ایسی دکھلاتا ہوں جن سے آئمہ علیہ السلام کا استحقاق امامت میں درجہ نبوت کو پہنچ جائے گا۔ (امر چہارم آئمہ شیعہ کو بحکم قرآن استحقاق امامت تھا)

آیۂ اول مثبت استحقاق امامت آئمہ مندرجہ آل عمران

ان اولی الناس با براہیم للذین اتبعوہ وہذا النبی والذین آمنو واللہ ولی المومنین) خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ ذریت ابراہیم سے اُن کی وراثت امامت کے لیے سزاوار تر وہ ہیں جو کہ اُن کے مطیع ہیں اور یہ نبی یعنی ختم المرسلین اولیٰ ہے اور وہ اولے ہیں جو کہ ایمان لائے اور خدا ولی مومنین ہے ملخص کلام باری یہ ہوا کہ اولی الناس یعنی حاکم و سردار و پیشوا و امام بعد خدا و نبی وہ شخص ہیں جو کہ تابع فرمان نبی ہوا آیت کے چند مقام قابل نظر ہیں اول یہ کہ آل ابراہیم میں وہ کون بزرگوار تھے جن کو خدا نے بوجہ متابعت جناب ابراہیم علیہ السلام اولی الناس فرمایا ہے وہ حضرات جناب اسحاق و یعقوب و یوسف علیہم السلام ہیں چنانچہ خدا فرماتا ہے واتبعت ملۃ آبائی ابراہیم اسحاق و یعقوب یعنی اتباع کیا ملت ابراہیم کا حضرت اسحاق و یعقوب و یوسف نے تابعین جناب ابراہیم ہیں خدا نے اولی الناس اُن لوگوں کو فرمایا ہے جو کہ معصوم تھے۔ پس ہمارے نبی کے تابع بھی جو کہ آیت میں اولی الناس پکارے گئے ہیں معصوم و تمہا انبیا کے ہمسبق ہونے چاہئیں۔ دوم الذین آمنو سے وہ کون لوگ مراد ہیں جو کہ بعد آنحضرت اولی الناس کا پُر نور تاج اپنے سر پر رکھ سکتے ہیں واضح ہو کہ اس امت سے خدا نے سوائے ذو الارحام یعنی آنحضرت کے اقرب ترین رشتہ داروں کے اور کسیکو اولی الناس نہیں فرمایا چنانچہ ارشاد باری ہوا ہے (النبی اولیٰ بالمومنین من انفسہم واولی الارحام بعضہم اولیٰ ببعض فی کتاب اللہ من المومنین والمہاجرین۔ یعنی یہ مومنین کے نفسوں سے اولے ہے اور اُس کے ذو الارحام مومنین ومہاجرین کے بعض اعلیٰ ہیں نتیجہ یہ ہوا کہ تمامتر مومنین ومہاجرین رشتہ داران نبی میں اولیٰ نہیں

بلکہ اُن کے بعض بعض ہیں مراد یہ کہ جو نبی کے اقرب تر ہیں وہ اولی الناس ہونے کی قابلیت رکھتے ہیں اس جگہ مرد زیرک کو توجہ فرمانی چاہیئے جبکہ جماعت مومنین و مہاجرین سے خدا نے آنحضرت کے اقرب کو اولویت کے لیے منتخب فرما لیا تو سوائے جناب امیرؑ اور اُن کی ذرّیت طاہرہ کے تمام اہل اسلام میں کون ایسا شخص ہے جو کہ اولی الناس کا خوش قطع خلعت زیب بدن کر سکے حضرت امیرؑ نبی کے ایسے قریب ہیں کہ جناب ابوبکر کو بھی سوائے تسلیم کوئی چارہ نہوا بہ روایت روضۃ الاحباب جبکہ خلیفہ اوّل جناب امیر علیہ السلام سے بیعت طلب کی تو آپ نے پوچھا کہ سقیفہ میں تم نے کس استحقاق سے بمقابلہ انصار اپنی ترجیح ثابت کی انھوں نے فرمایا کہ انصار سے ہم نے یہ حجّت کی کہ ہم بوجہ قریشی ہونے کے نبی کے ہمقوم ہیں اور تم غیر ہو یہ قرابت سنکر وہ لاجواب ہوگئے آپ نے فرمایا کہ اگر خلافت اسی پر موقوف ہے تو میں حضرت کا ایسا قریب ہوں جس پر کسی کو فوق نہیں ہو سکتا مسند چھوڑ کر الگ ہو جایئے یہ سنکر خلیفہ اوّل نے فرمایا کہ آپ کے استدلال کا جواب تو میرے کیسۂ کلام میں نہیں ہے۔ مگر چونکہ چار پنچوں نے جمع ہو کر یہ پگڑی میرے سر پر رکھدی ہے اگر آپ اپنے ہاتھ سے دو ایک پیچ چڑھا کر مضبوط کردیں تو ہو المراد ورنہ مجکو زیادہ اصرار نہیں۔ شاہ صاحب نے بھی تحفہ میں لکھا ہے کہ در قرب نسب وے گفتگوئے نیست (یعنی علی حضرت کے ایسے قریب ہیں کہ اُس میں چون و چرا نہیں ہو سکتا۔ جامع الاصول میں بروایت ابن عباس لکھا ہے کہ اس آیت میں اولی الناس سے آل محمد مراد ہیں دیکھو کتاب مذکور میں بہ مقام تفسیر ان اللہ اصطفیٰ آدم و نوحًا آل ابراہیم۔ یہ الفاظ عن ابن عباس رضی اللہ فی قولہ تعالیٰ آل ابراہیم و آل عمران قال ہم المومنون عن آل ابراہیم و آل عمران و آل یٰسین و آل محمد الی آخرہ سبحان اللہ خدائے پاک نے کیسے الفاظ میں اولویت خاندان نبوت کو بیان فرمایا ہے کہ جس میں کسیکو گنجایش کلام نہیں حدیث غدیر من کنت مولاہ فعلی مولاہ میں درباب اولویت حضرات سُنّیہ گفتگو کیا کرتے ہیں براہ کرم اس آیت پر نظر فرمائیں کہ اولیٰ کون ہے جو بیان اولےٰ ہے وہ ہی مولا بھی ہے۔ بہرحال حضرت امیر بوجہ قرابت قریبہ بحکم قرآن اولی الناس ہیں اور اسی وجہ سے بعد نبی بصلہ اطاعت خلیفہ بلافصل ہیں اور یہی آیت ثبوت امامت میں کافی ہے۔

افسوس ہے کہ مخاطب نے سمجھ کر قرآن حفظ نہیں کیا اُن کو لازم ہے کہ حافظ عبدالجلیل مارہروی اثنا عشری سے مطالب آیات حل کر لیویں بے سمجھے بوجھے (منومنتان) کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے اہل سنت کے کل حفاظ کو چاہیئے کہ بعد حفظ علمائے شیعہ سے مطلب سمجھ لیا کریں کیونکہ یہ ہی علمائے وارث علوم اہلبیت ہیں اور تمام

علم خاندان نبوت کے فیض سے دنیا میں اشاعت پذیر ہوئے ہیں جن لوگوں نے اُن کی پیروی کی وہ
مرکز صحیح پر قایم ہوئے اور جو گروہ اُن کے سامنے منھ موڑا کر کھڑا ہوا وہ ٹیڑھے خطوط کی طرح کج فہم و تیرہ
رائے ہوکر جادۂ اعتدال سے ہٹ گیا۔

آیۂ دوم مثبت استحقاق امامت آئمہ مندرجہ آلِ عمران

ان اللہ اصطفیٰ آدم و نوحاً و آل ابراہیم و آل عمران علی العالمین ذریۃ بعضہا من بعض تحقیق کہ برگزیدہ کیا خدا
نے آدم و نوح و آل ابراہیم و آل عمران کو تمام عالم پر اور اُن کی بعض ذریت کو بعض سے لفظ اصطفیٰ مندرجہ
آیہ سے اجتبیٰ و اصطفیٰ مراد ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ایک جماعت سے چند آدمیوں کو کسی خاص کام کے لیے منتخب
کر لیا جائے دیکھو جناب ابراہیم کے لیے ارشاد ہوا ہے (اجتباہ و ہداہ الی صراط مستقیم) حضرت یونس کی بابت
میں ہی (فاجتباہ ربہ فجعلہ من الصالحین) پھر ارشاد ہوا ہے (اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلا و من الناس)
ان آیات سے ظاہر ہوا کہ اصطفیٰ مندرجہ بالا بعہد عصمت و امامت مبنیہ ہے چونکہ آل نبی آل ابراہیم میں داخل
ہیں لہذا اُن کی عصمت متحقق ہوکر باعث استحقاق امامت متصور ہوئی۔ آنحضرت کو بوجہ آل ابراہیم ہونے
کے بمفاد آیہ مصطفیٰ کا خطاب ملا اور حضرت امیرؑ کو مرتضیٰ کا جو کہ باہمدگر متحد المعنی ہیں جس کو خدا نے جمیع عالم سے
انتخاب فرما لیا اُس کے مستحق بہ امامت ہونے میں سوائے ناصبی کے اور کون کلام کر سکتا ہے۔

آیۂ سوم مثبت استحقاق آئمہ بہ امامت مندرجہ احزاب

النبی اولیٰ بالمومنین من انفسہم و ازواجہ امہاتہم و اولوا الارحام بعضہم اولیٰ ببعض فی کتاب اللہ من المومنین
والمہاجرین) یعنی نبی اولیٰ و اقدم ہیں مومنین سے بمقابلہ اُن کے نفوس کے اور ازواج نبی مادر مومنین
ہیں اور پیغمبر کے ذوالارحام اولیٰ ہیں باہمدگر جمیع مومنین و مہاجرین سے اس آیۂ وافی ہدایہ میں نہایت صاف
و روشن لفظوں سے حضرت امیر کی افضلیت و اولویت کو بیان کیا گیا ہے جو شخص کہ نبی کے ذوی الارحام
میں اقرب ہی وہ دیگر قریبی رشتہ داران اور مہاجرین و مومنین سے اولیٰ ہے جبکہ باتفاق مخالف و موافق
حضرت امیرؑ نبی صلعم کے ذوی الارحام میں سب سے بہمہ الوجوہ فایق ہیں تو اُن کے اولیٰ ہونے میں کیا کلام ہے
بعد رسول جو اولےٰ ہے وہ ہی مومنین کے نفسوں سے بزرگ تر اور اُن کا سرتاج ہے یہ ہی اولویت معنی خلیفہ

میں نزاعی ہے اسکا فیصلہ قرآن میں موجود ہے حضرات اہلسنت ارشاد فرمائیں کہ نبی کے ذوالارحام میں انھوں نے کس کو اولے قرار دیا ابوبکر و عمر وغیرہ تو اس شرف سے قدرتاً محروم ہیں کیونکہ ایک بزرگ اول بکر بنی عدی ہیں اور دوسرے (عمر) بنی تیم میں حضرت کا شریک رحمی بنی ہاشم میں ہونا چاہیے اسکو دریافت کیا جاتا ہے کہ کون ہے اور جسکو سنیوں نے تجویز کر رکھا ہو اس کی اولویت نے کیا ثمرہ دیا آیا وہ مومنین مہاجرین کا بعد نبی بحکم آیہ سردار مانا گیا لوگوں نے خلاف قرآن اسکو تابعدار بنایا جس سنی کی نظر سے یہ رسالہ گذرے جواب کو اپنے ذمہ فرض سمجھے خود بچا نا تا ہو علماء سے تسکین بخش جواب لے اگرچہ بحبر مجبر کر کے چبا چبا کر بتائیں سنی پورہ چھوڑ کر شیعہ نگر میں چلا آئے بعد ازاں میں یہ دکھلاتا ہوں کہ کلام پاک میں جس جس جگہ آں حضرت کے ذوالارحام اولے کہے گئے ہیں وہاں حضرت امیر سے مراد ہی خود جناب نے اپنی ذات عالی صفات کو اولی فرمایا ہے۔ واحدی نے تفسیر مسمّی بہ اسباب النزول میں لکھا ہی کہ طلحہ بن وعباس بن عبد المطلب ایک دوسرے پہ اپنا فخر ظاہر کیا طلحہ نے کہا انا اولی بالبیت لان المفتاح بیدی یعنی کعبہ معظم میں میرے حقوق کو ترجیح ہے کیونکہ میں اس کا کلید بردار ہوں حضرت عباس عم رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا انا اولی انا صاحب السقایۃ والقایم علیھا) میں اولی ہوں کیونکہ حاجیوں کو پانی پلانا مجھ سے علاقہ رکھتا ہے جب دونوں اپنی ترجیح کی وجوہ بیان کر چکے اسوقت حضرت امیر نے فرمایا انا اولی الناس ایماناً واکثر جہاداً یعنی میں سب آدمیوں سے اولی ہوں از روئے ایمان وکثرت جہاد کے جب یہ گفتگو ختم ہوئی اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن آمن باللہ والیوم الآخر وجاہد فی سبیل اللہ لا یستوون عند اللہ الی آخرہ

خلاصہ آیت یہ ہوا کہ طلحہ و عباس کی مفاخرت اس شخص کے مقابلہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتی جو کہ خدا کی وحدانیت اور روز آخرت پر ایمان لایا اور راہ خدا میں جہاد کیا جس شخص کے کامل الایمان ہونے اور قیامت پر یقین کرنے اور جہاد میں جان لڑانے کی خود جناب باری گواہی دی اس سے بالاتر اسلام میں کسی کا مرتبہ نہیں ہو سکتا اور ایسا ہی صاحب رتبہ یہ اقتدار رکھتا ہے کہ بعد نبی امت پر حکمران ہو۔ ارباب تحقیق کو نظر کرنی چاہیے کہ صفات بالا کا مسلمانوں میں کون حامل تھا جب اہل دانش غور فرمائیں گے سوائے حضرت امیر کے کسی دوسرے کو ان صفات سے موصوف بنائیں گے اور اگر کوئی شخص ہو تو اہلسنت اسکا نام بتلائیں اور جہاد میں جو اس نے کارنمایاں کیا ہو اسکی فہرست پیش کریں جن لوگو پر سنی صاحب چھچہ بھر خون نثار کرتے

ہیں انشاء اللہ اُن کا نام بھی نہ لے سکیں گے جو مجاہد فی سبیل اللہ تھا وہ بھی خدا اور روز قیامت پر ایمان رکھتا تھا۔ زمخشری نے تفسیر کشاف اور علامہ سیوطی نے دُرِ منثور میں آیہ بالا کا نزول بحق جناب امیرؑ بیان کیا ہے جبکہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مابین صحابہ صیغہ مواخات پڑھا تو حضرت امیرؑ کو کسی کا بھائی نہ بنایا آپ نے بصد افسردگی عرض کیا کہ یا حضرت مجکو شرف اخوت سے آپ نے باز رکھا حضور نے فرمایا کہ تم کبیدہ خاطر نہو انت اخی ووارثی قال علی ما ارث منک یا رسول اللہ قال صلعم ما ورث الانبیاء قبلک قال صلعم کتاب اللہ وسنۃ نبیہم آنحضرت نے فرمایا کہ اے علی تو میرا بھائی اور وارث ہے حضرت امیرؑ نے پوچھا کہ حضور وہ وراثت کیا ہے جو کہ آپ سے مجکو پہنچے گی جواب دیا کہ وراثت انبیا کتاب اللہ وسنت انبیاء مراد ہے اس حدیث سے حضرت امیرؑ کا وارث انبیاء ہونا ثابت ہوا خدا فرماتا ہے واورثنا الکتاب ۔ جو شخص کہ از روئے علم وارث انبیاء ہے اور جس کے ایمان وجہاد کی خدا شہادت دیتا ہے اور جو کہ بوجہ مواخات نبی کا برادر ایمانی ہے وہ ہی بعد رسول مسند امامت پر جلوہ فرما ہونے کا استحقاق رکھتا ہے اور وہی وارث کتاب خدا ہے جس کی ہاتھ میں وراثتاً قانون خداوندی ہے وہ ہی ولی امت ہے ۔

آیہ چہارم مثبت استحقاق ائمہ بہ امامت مندرجہ انفال

"یا ایہا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین" یعنی اے نبیؐ تیری مدد کے لئے خدا کافی ہے اور مومنین سے وہ شخص جو کہ تیرا تابع ہے اس موقع پر یہ دیکھنا ضروری ہے کہ زمرہ مومنین میں کون نفس بزرگ ایسا تھا جو کہ بہ انعام اطاعت نبی کی امداد کے لئے کافی تجویز کیا گیا اہل ایمان کو متوجہ ہونا چاہئے کہ جس کی حمایت وکمک کو خدا اپنی حفاظت کے مثل بتلائے اور اس مددگار نبی کی مومنیت کو تصدیق فرمائے اس سے افضل واعلیٰ اور مستحق تر بہ منصب امامت کوئی نہیں ہو سکتا ۔ چونکہ ذکر مدد آیت میں آیا ہے لہذا اہل اسلام سے وہ شخص مقصود نہیں ہو سکتا جو کہ نبی کو ہمیشہ ترغۂ کفار میں چھوڑ کر نوک دُم ہوا اور مدام مخالفت پر کمر بستہ رہا ہو حضرت امیرؑ المومنین ایسے تھے کہ ہر معرکہ میں حضرت کے ساتھ سر بکف رہے اور کفش برداری کو فخر سمجھا حافظ ابو نعیم نے کتاب نزول القرآن وحلیۃ الاولیاء میں ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے و نزلت ہذہ الایہ فی علی ابن ابیطالب یعنی یہ آیت درباب علی ابن ابیطالب نازل ہوئی ہے ۔ علامہ سمعانی کتاب فضائل الصحابہ میں درباب تفسیر آیہ ہو الذی ایدک بنصرہ وبالمومنین سعید بن جبیر سے ناقل ہیں کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ جب ہم معراج کو گئے تو ساق عرش

پر جانب راست یہ لکھا ہوا دیکھا محمد رسول اللہ ایدتہ بعلی ونصرتہ بعلی) یہ مضمون حلیۃ الاولیاء میں بھی درج ہے جس شخص کی نصرت بمفاد الٰہی پر ثبت ہو وہ ہی بہ مفاد آیہ استحقاق امامت رکھتا ہے نہ کہ وہ جس نے کبھی نبی کی نگہبانی اور دین کی پاسبانی نہ کی ہو۔

آیہ پنجم مثبت استحقاق آئمہ بہ امامت مندرجہ سورۂ تحریم

وان تظاہرا علیہ فان اللہ ہو مولاہ وجبریل وصالح المومنین والملائکۃ بعد ذلک ظہیرا حضرت عائشہ وحفصہ کی تنبیہ کے لئے خدا فرماتا ہے کہ اگر تم دونوں نبی کی ایذا دہی پر کمر بستہ ہو تو اسکو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا بدیں سبب کہ خدا وجبریل وصالح المومنین وملائکہ اس کی امداد ونصرت کے لئے موجود ہیں خدا وجبریل وملائکہ سب جانتے ہیں مگر صالح المومنین کی تشخیص ضروری ہے تاکہ واضح ہو کہ مومنین میں ایسا ذی مرتبہ کون ہے جو کہ نبی کی پشت پناہی حسب منشاء خدا کر سکتا ہے۔ ابو نعیم اصفہانی وثعلبی وامام ابو یوسف وابن طلحہ صاحب مطالب السئول وکلبی ومجاہد وابو صالح معتزلی وسدی مفسر بسند ابن عباس واسماء بنت عمیس بیان کرتے ہیں کہ صالح المومنین سے علی ابن ابی طالب مراد ہیں بعد ازیں مجکو یہ عرض کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ صالح کوئی معمولی لفظ ہے یا کہ خاص عزت رکھتا ہے قرآن شریف میں اس جملہ کا استعمال انبیاء ذوالکرام کی ذات مقدس پر کیا گیا ہے جو کہ باتفاق معصوم ہیں اندریں صورت اس صالح کا جو کہ پشتیبان نبی ہو معصوم ہونا ضروری ہے جناب ابراہیم علیہ السلام کے باب میں ارشاد باری ہوا ہے (وانہ فی الآخرۃ لمن الصالحین) جناب لوط علیہ السلام کے بارے میں وارد ہوا ہے (وادخلناہ فی رحمتنا انہ من الصالحین) جناب اسحاق ویعقوب ونوح وداود وسلیمان وایوب ویوسف وموسیٰ وہارون وذکریا ویحییٰ وعیسیٰ والیاس علیہم السلام کے لئے سورۂ انعام میں (کل من الصالحین) آیا ہے حضرت یوسف علیہ السلام نے (والحقنی بالصالحین) دعا میں عرض کیا ہے حضرت ابراہیمؑ سے جناب باری نے ارشاد فرمایا ہے (وبشرناہ باسحاق نبیا من الصالحین) (وانہ فی الارض لمن الصالحین) ان آیات سے واضح ہوا کہ صالح بہ شان انبیاء وارد ہوا ہے چنانچہ ایک نبی بھی اس نام سے موسوم ہیں (صالح علیہ السلام) حضرت امیر کو جناب صالح علیہ السلام سے ایک خاص نسبت بھی ہے بہ روایت طبرانی وغیرہ سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ نے فرمایا کہ یا علیؑ شقی ترین اولین وہ ہے جس نے ناقہ صالح کو پے کیا یعنی پیر کاٹ ڈالے اور بد ترین آخرین وہ ہوگا جو کہ تمہارے سر پر تلوار لگائیگا (ابن ملجم) مخاطب خبردار ہو جائیں ابن ملجم نے

حضرت کے سر پر تلوار لگانے کے جرم میں شقی ازلی دیدہ ترین و نجس ترین کا خطاب پایا آپ نے ہتوڑا لگا یا ہی دیدہ یا بد آپ کا چالان تلوار لگانے والے کے ساتھ ہوگا یا کوئی شدید دفعہ قایم کی جائے گی ہماری دانست میں مخاطب اُس سے بالا تر قعر میں بیٹھنے کی قابلیت رکھتے ہیں۔ اُس نے زندہ سے بے ادبی کی اور یہ حضرت مردہ کے ساتھ گستاخانہ و وحشیانہ حرکت سے پیش آئے

آیہ ششم مثبت استحقاق امامت آئمہ مندرجہ سورہ انبیا

اَنَّ الارض یرثہا عبادی الصالحون یعنی خدا کی زمین بندگان صالح کی وراثت ہی جو صالح ہیں وہ وارث زمین خدا ہیں اور طالح و بدسرشت غاصب جیسکہ فرعون وغیرہ تھے آیہ بالا میں صالح امت کا فیصلہ ہوگیا ہے لہذا وارث ہیں حضرت امیرؑ کا حصہ ہی اور وہ ہی بعد نبی امامت بلافصل کا استحقاق رکھتے ہیں اہل سنت بوجہ حکومت و سلطنت ہر حاکم زمین کو خلیفہ حق اور امام واجب الاطاعت جانتے ہیں خواہ وہ عادل ہو یا فاسق جس کی بحث اوراق بالا میں گذر چکی اُنکو توجہ فرمانی چاہیے کہ زمین خدا صالحین کی وراثت ہے نہ کہ طالحین کی۔

آیہ ہفتم مثبت استحقاق امامت آئمہ مندرجہ سورہ شوریٰ

قُل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ یعنی اے محمد صلعم کہدے اپنی امت سے میں نے جو تمکو راہ ہدایت دکھلائی اور خراب رستہ سے سیدھی راہ پر لایا اس کی بابت کوئی مزدوری از قسم نقد وجنس و پارچہ و دیگر اشیا نہیں چاہتا مگر یہ کہ میرے اقربا سے محبت کرو اس موقع پر معترض گنجایش کلام پیدا کر سکتا ہی کہ بہر حال نبی نے اپنی اجر رسالت لینا چاہا گو وہ صلہ روپیہ پیسہ سے متعلق نہ تھا مگر اپنے کنبہ کی محبت دلانا تو مقصود تھا اگر اسکو اجر رسالت نہ کہا جائے تو اور کیا نام تجویز کیا جائے گا ہر انسان جو جایداد پیدا کرتا ہے اُس سے منشا یہ ہی مقصود ہوتا ہے کہ میری اولاد چین سے بعزت و آبرو بسر کرے چونکہ جناب رسالتمآب نے اپنا ایک گروہ بنا لیا تھا لہذا اُسکو ہدایت کی کہ میرے کنبہ کی محبت کرنا اس جملہ میں سب آگیا۔ ناظرین کو معلوم ہو جائے گا کہ آنحضرت کا امت کو یہ محبت تحریص کرنا صرف اُمت کے مفاد آخرت کے واسطے تھا اُس محبت سے آنحضرت کی آل کو کوئی فائدہ یا جلب منفعت نہ تھا خدا اے کریم ارشاد فرماتا ہے (قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی

یحببکم اللہ جو لوگ کہ خدا سے محبت رکھتے ہیں لازم ہے کہ اُسکا اتباع کریں معلوم ہوا کہ محبت کے اصلی معنی اطاعت کرنے کے ہیں ظاہر ہے کہ جو شخص کسی سے محبت کرے گا اس کی رفتار و کردار پر ضرور عامل ہوگا خدا سے جو محبت رکھتا ہی وہ کے ڈنکے دیتا ہے اُن کا دینا یہ ہی ہے کہ حدود خدا سے باہر قدم نہ رکھیں اوامر و نواہی کی پوری تعمیل کریں اس اطاعت کا فائدہ خدا کی ذات اقدس کو کچھ بھی نہیں البتہ محبت کرنیوالوں کو دینی اور دنیوی دونوں قسم کا مفاد ہو جاتا ہے اطاعت خداوندی سے عبادت کا سیدھا رستہ مل جاتا ہے جس سے وہ دربار حضور تک رسائی کی قابلیت پیدا کر لیتے ہیں یہ ہی مطلب آنحضرت کا اہلبیت کی محبت پر تحریص دلانے سے تھا کہ امت بعد ہمارے معدن علم و نبوت کے اطاعت کرے احکام قرآن اُن سے سیکھے جس چیز کو وہ بُرا بتلائیں اُسکو ترک کرے اور جس بات کا حکم دیں اُسکو بجا لائیں تاکہ اُن کو رستگاری ہو جائے فرمائے اس میں خاندان نبوت کا فائدہ ہے یا امت کا میں اپنے دعوے کو آیہ قرآن سے ثابت کرتا ہوں خدا فرماتا ہے کہ (قل ما سئلتکم من اجر فہو لکم یعنی ہم جو متعلق بہ اجر سوال کرتے ہیں وہ تمہارے ہی فائدے کے واسطے ہے اب صرف یہ بات باقی رہ گئی کہ وہ کون بزرگوار ہیں جنکی محبت ہم پر فرض کی گئی ہے تاکہ اُن کے احکام کی پوری پوری تعمیل کرکے ہم مستحق جنت ہو جائیں علامہ زمخشری و صاحب شواہد التنزیل و قاضی بیضاوی و امام رازی بہ تفسیر کبیر و ابو اسحٰق ثعلبی و مسند امام احمد بن حنبل وغیرہ آیہ مودۃ القربیٰ کی تفسیر میں لکھتے ہیں (انہ لما نزلت ہذہ الآیہ قالوا یا رسول اللہ صلعم من القربیٰ الذی یجب علینا مودتہم فقال صلعم علیؑ و فاطمہؑ و ابناہما۔ یعنی جبکہ آیہ مودت نازل ہوئی تو صحابہ نے دریافت کیا کہ یا حضرت جنکی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے وہ کون ہیں حضرت نے فرمایا کہ علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ سوائے ازیں طبرانی نے معجم کبیر اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر اور حاکم نے مناقب اور واحدی نے تفسیر وسیط اور حافظ ابو نعیم نے حلیتہ الاولیاء اور فرائد السمطین وغیرہ میں لکھا ہے کہ یہ آیہ حق علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ نازل ہوئی ہے بخاری اور مسلم نے گو کہ کمال دیانت سے حضرات موصوفین کا نام نہیں لکھا مگر اتنا ضرور تحریر فرمایا ہے (سُئل ابن عباس عن ہذہ الآیہ فقال ابن جبیر ہی قربیٰ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اس موقع پر میں ایک اور آیت پیش کرتا ہوں جس سے یقین اقربائے آنحضرت بوجہ اتم ہو جائے گا سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد ہوا ہے (و آت ذا القربیٰ حقہ) یعنی اپنے قریبوں کا حق ان کو دیدے حافظ ابو نعیم ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں (قال لما نزلت و آت ذوالقربیٰ حقہ دعا رسول اللہ فاطمہ فاعطاہا فدک) جبکہ یہ آیت نازل ہوئی تو رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ نے حضرت فاطمہ کو بلا کر فدک اُن کے حوالہ کر دیا صاحب مقصد اقصیٰ لکھتے

ہیں بعضے گویند حضرت رسالت بسوئے فدک حضرت امیرالمومنین علی را فرستاد و مصالحہ بر دست امیرالمومنین واقع شد بر آں ہیچ کہ امیر قصد او شاں نہ کنند و حوایہ خواص ازاں حضرت باشد پس جبرئیل فرود آمد و گفت حق تعالیٰ می فرماید کہ حق خویشاں بدہ رسول اللہ فرمود کہ خویشاں کیستند و حق ایشاں چیست جبرئیل گفت فاطمہ است حوایط فدک بدو بدہ و آنچہ ازاں خدا و رسول ہست در فدک ہم بدو بدہ پیغمبر علیہ السلام فاطمہ را بخواند برائے وے حجتے نوشت و آں صحیفہ بود کہ بعد وفات رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پیش ابوبکر آورد و گفت ایں کتاب رسول خدا است کہ برائے من و حسن و حسین نوشت۔ علاوہ بریں سیوطی نے دُرِ منثور میں لکھا ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے بازار شام میں ایک شامی سے جبکہ وہ آنکو اسیر دیکھ کر شماتت کرتا تھا فرمایا کہ ایہا الشیخ تونے قرآن پڑھا ہے اس نے کہا پڑھا کیا معنی میں سارے قرآن کا حافظ ہوں آپ نے پوچھا یہ آیت پڑھی ہے دوات ذالقربیٰ حقہ) جب وہ اقرار کر چکا تو آپ نے فرمایا کہ اے پیرمرد وہی کے قرابت دار ہم ہیں واہ کیا حافظ تھے اتنی بھی خبر نہوئی کہ اس آیت کے کیا معنی ہیں غالبًا ایسے ہی حافظ ہوں گے جیسکہ بالفعل سینوں میں ہیں ہمارے مخاطب بھی حافظ ہیں آنکو بھی مثل شامی معلوم نہیں کہ آنحضرت کے اقربا کون ہیں اگر جانتے تو منہ توڑا ہے کر اُن کے سامنے نہ آجاتے بحمداللہ ثابت ہوگیا کہ آیہ مودت کے منشاء و مراد آئمہ اہلبیت ہیں ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اہل بیت نبی پانچ چیزوں میں پیغمبر کے شریک ہیں، فی السّلام فی الصلوٰۃ و فی الطہارۃ و فی التحریم الصدقۃ و فی المحبۃ) اب میں اہلبیت کی محبت کے نتائج پر ناظرین کو توجہ دلاتا ہوں خطیب و ابن عساکر نے جو کہ علمائے اہل سنت سے ہیں لکھا ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم حب علی یاکل الذنوب کما تاکل النار الحطب، یعنی آنحضرت نے فرمایا کہ علی کی محبت تمام گناہوں کو اسطرح کھا جاتی ہے کہ جیسے آگ لکڑی کو۔ دیلمی معاذ صحابی سے ناقل ہیں آنحضرت نے فرمایا حب علی ابن ابیطالب حسنۃ لایضر معہا سیئۃ و بغضہ سیئۃ لا ینفع معہا حسنۃ (حب علی ایک نیکی ہے جسکو کوئی بدی ضرر نہیں پہنچا سکتی، اور بغض علی ایسا بُرا عمل ہے جسکو کوئی نیکی نفع نہیں پہنچا سکتا۔

لمولف جو لوگ نماز و روزہ کے پابند ہیں متواتر حج بھی کئے ہیں مسجدیں بھی بہت بنوائی ہیں اور بیوہ عورتوں کو تنخواہ بھی دی۔ پیران پیر کے روضہ پر بھی چڑھاوا بھیجا اور خاندان نبوت سے کج طبیعت رہے ہیں وہ کبھی صورت فلاح نہ دیکھیں گے اُن کے اعمال حسنہ ضبط ہو کر اُن لوگوں کے فرد اعمال میں درج ہو جائیں گے جنھوں نے بمتابعت حکم باری اہلبیت نبوی سے محبت رکھی ہے علامہ خطیب ابن عباس سے

روایت کرتے ہیں (عن ابن عباس قلت للنبی للنار جواز قال نعم قلت ما ہو قول حب علی ابن ابی طالب)
ابن عباس سے روایت ہی کہ میں نے آنحضرت سے عرض کیا کہ آتش کے لئے جواز ہے یعنی کوئی ایسی چیز ہے
کہ جس کے سہارے سے پل صراط کا گذر ممکن ہو آپ نے فرمایا کہ ہاں وہ محبت علی ابن ابی طالب کی ہی اور صحیح
مسلم کی کتاب الایمان و صحیح ترمذی و نسائی میں زرین بن جیش سے مروی ہے (قال علیؑ والذی خلق الحبة
و برء النسمة انہ لعہد النبی الامی الی ان لایحبنی الا مومن و لایبغضنی الا منافق) زرین کہتے ہیں فرمایا علی نے قسم
ہے اس خدا کی جس نے شگافتہ کیا دانہ کو اور پرورش کیا انسان کو یا تصدر نبی امی نے مجھ سے فرمادیا ہی کہ نہ دوست
رکھے گا مگر مجھ مومن اور نہ دشمن رکھے گا مجھے مگر منافق سوائے ازیں اکثر احادیث متعلق بہ ثمرۂ محبت اہل بیت
ہیں جسکو شوق ہو مودۃ القربیٰ وینابیع المحبت میں دیکھکر اپنی تسکین کر لیوے محمد سالم بخاری رسالہ اصول ایمان
کے صفحہ ۱ پر لکھتے ہیں (در حدیث آمدہ ہر کہ دوست دارد مرا و دوست دارد حسن و حسین را و پدر و مادر ایں
ہر دو را ہمراہ من باشد در بہشت بروز قیامت رواہ احمد و الترمذی عن علی علیہ السلام فطوبیٰ للمحبین یعنی خوشی
برائے دوستان باد)

زہے سعادت آنکس کہ یافت بہرہ زری　　بدیں بشارت عظمیٰ ز حب آل نبی

پھر کتاب مذکور کے صفحہ سطور پر لکھتے ہیں (وابو عبداللہ محمد بن علی بن حکیم ترمذی کہ از معتقدیان دین است روایت
کردہ کہ حضرت رسالت پناہی فرمودند (حب آل محمد براءۃ من النار و حب آل محمد جواز علی الصراط و الولایۃ لآل محمد
امان من العذاب یعنی دوستی آل محمد برات از آتش و دوستی آل محمد گذشتن بر صراط ست و دوستی آل محمد امان
ست از عذاب۔ چونکہ حضرات اہل سنت شاہ صاحب کے اقوال کو زیادہ معتبر سمجھتے ہیں لہذا تحفہ کے صفحہ ۱
پر کید نود و یکم کو ملاحظہ فرمائیں انشاء اللہ مضمون صدر کو مطابق پائیں گے اصول ایمان کے صفحہ (۱۱) پر لکھا ہے
کہ آنحضرت فرمود آگاہ باش کسیکہ بمیرد بر دوستی آل محمد بمیرد شہید۔ آگاہ باش کسیکہ بمیرد بر دوستی آل محمد بخشش
کردہ شود مرا و را۔ آگاہ باش کسیکہ بمیرد بہ دوستی آل محمد کشادہ شود در قبر دے دہ دروازہ از بہشت آگاہ باش
کسیکہ بمیرد بر دوستی آل محمد بگرداند خدائے تعالے زیارت کنندہ قبر وے فرشتگان رحمت۔ آگاہ باش کسیکہ
بمیرد بر دشمنی آل محمد بیاید روز قیامت و نوشتہ شود میان ہر دو چشم دے کہ ایں کس نا امید ست از رحمت خدا
و آگاہ باش کسیکہ بمیرد بر دشمنی آل محمد نیابد بوئے بہشت علامہ زمخشری نے بھی بہ مقام تفسیر آیہ مودت حب
بالا تحریر فرمایا ہے۔ جبکہ محبت کے معنی اطاعت تجویز ہو چکے اور اہل سنت کو در باب دینیات آیمہ اہلبیت سے کوئی

تعلق نہیں بلکہ اُن کا مذہب غیر طریقۂ ائمہ ہے تو تمام بشارت محبت سے سینوں کا حرمان لازم آگیا۔ الحاصل جن کی محبت کا یہ ثمرہ ہو اُن سے زیادہ امامت کا مستحق اور کون ہو سکتا ہے منصفین اہلسنت سے مجکو امید ہے کہ تحریر حقیر کو بہ نگاہ لطف ملاحظہ فرما کر ضرور کچھ انصاف فرمائیں گے زیادہ بھی نہیں تو اہلبیت سے تمسک تعصب ہی ترک فرمائیں گے اور مخاطب آئینہ امامت پر منہ ہوڑا لگانے سے ندامت کش ہو کر فرط حجاب سے تالاب خجالت میں غوطہ لگائیں گے۔

آیہ ہشتم مثبت استحقاق امامت آئمہ مندرجہ سورہ واقعہ

والسابقون السابقون اولئک المقربون یعنی جو کہ سب سے اول ہمارے فرستادہ نبی کی بات کا تصدیق کرنے والا ہے وہی خدا کا خاص بندہ ہے اس آیت میں سبقت سے سبقت الی الایمان مراد ہے یعنی جو لوگ کہ ایمان میں مسبوق ہیں وہ ہی مقربان بارگاہ ایزدی ہیں۔ اب تحقیقات طلب یہ امر ہے کہ سابق الایمان کون ہے جو شخص کہ گروہ اہل اسلام سے اس شرف کا حامل ہوگا وہی مقربان بارگاہ جناب باری میں داخل ہو کر بعد نبی مستحق امامت سمجھا جائے گا ہر چند کہ جناب امیر علیہ السلام و آنحضرت ایک نور سے پیدا ہوئے ہیں ایک دم کو باہم گر جدا نہیں ہوئے روز ولادت بھی ایسے ہی صاحب ایمان تھے جیسیکہ جوانی میں مگر چونکہ دنیا عالم ظاہر ہے۔ لہذا بلحاظ اول کے ایمان لانیوالوں میں سب سے اول و اقدم آپ ہیں یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ معاذ اللہ پہلے کافر تھے اور بعد میں ایمان لائے کیونکہ آپ کی تمام باتیں تعجب انگیز ہیں ایسے ہی واقعات اسلام ظاہری ہیں آپ نے بچپنے میں جبکہ تکلیف شرعی ان پر نہ تھی۔ آنحضرت کے نبی برحق ہونے کا اقرار کیا بایں وجہ سابق الاسلام کہے گئے۔ ابن روزبہان نے باوصف اہتمام شدت سنیت لکھا ہے سباق الامم ثلاثہ مومن آل فرعون و حبیب نجار و علی ابن ابی طالب و لاشک فی ان علیا سابق الاسلام صواعق محرقہ میں حضرت ابن عباس سے نقل ہوا ہے قال النبی صلعم السباق ثلاث فالسابق الی موسیٰ یوشع بن نون۔ والسابق الی عیسیٰ صاحب یٰسین و السابق الی محمد علی ابن ابیطالب۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام پر جو سب سے پہلے ایمان لائے وہ یوشع ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام پر اول ایمان لانے والے آل یٰسین حبیب نجار ہیں اور آنحضرت پر جس شخص نے سبقت بہ ایمان کی وہ علی ابن ابیطالب ہیں پس ثابت ہو گیا کہ اسبق بالایمان حضرت امیر ہیں دیکھنا چاہیے کہ جو شخص سابق ہوا اُس کے مدارج پیش خدا کیا ہیں آیۂ مندرجہ میں سابقین کو و اولئک المقربون کہا گیا ہے دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے ثم اورثنا الکتاب

الذین اصطفینا من عبادنا فمنہم ظالم لنفسہ ومنہم مقتصد ومنہم سابق بالخیرات باذن اللہ ذالک ہو الفضل الکبیر
جنات عدن یدخلونہا الی آیہ ۔ یعنی ہم نے کتاب کا وارث کیا اور اپنے بندوں میں سے انتخاب کر لیا ہمارے
بندوں میں بعض ظالم النفس خود ہیں اور بعض اوسط درجہ رکھتے ہیں اور بعض نیکی میں گوئے سبقت لے گئے ہیں بحکم
خدا اور یہ فضل بزرگ ہے وہ لوگ ہمیشہ جنت میں رہیں گے آیۂ بالا میں خدا نے تین قسم کے آدمیوں کا ذکر فرمایا ہے
اول ظالم النفس دوم درجہ اوسط سوم مسبوق بالخیرات انہیں سے قسم آخر یعنی سابق بالخیرات کو وارث کتاب قرار دیا
ہے جس سے ثابت ہو گیا کہ بوجہ سابق الاسلام ہونے کے حضرت امیرؑ یہ اقتدار رکھتے ہیں کہ کتاب اللہ کے
موافق احکام صادر فرمائیں حافظ ابن مردویہ نے اس آیت کا نزول شان حضرت امیرؑ تحریر کیا ہے اور ابن روزبہان
نے ابطال الباطل میں لکھا ہے رعلی من جملتہ ورثۃ الکتاب لانہ عالم بحقایق الکتاب یعنی علی وارث کتاب ہیں
کیونکہ وہ حقایق قرآن کے عالم تھے ۔ تفسیر ابن عباس میں بہ روایت عکرمہ حضرت عباس سے منقول ہے فرض اللہ
ان استغفار لعلی فی القرآن علی کل مسلم یعنی خدا نے تمام مسلمانوں پر فرض کیا ہے کہ حضرت علیؑ کے لئے استغفار کرتے رہیں
کیونکہ وہ سابق الاسلام ہیں جس آیت پر استدلال کیا ہے وہ یہ ہے روالذین جاؤ من بعدہم یقولون ربنا اغفرلنا
ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان سوائے ازیں اکثر صحابہ مثل ابن مسعود وعفیف بن قیس الکندی ومعقل بن یسار
رضوانی و ابوایوب انصاری و اسماء بنت عمیس و ام ایمن و جابر ابن عبد اللہ انصاری و ابوذر غفاری و ابورافع
و انس بن مالک و زید ابن ارقم و سلمان فارسی و اکثر تابعین مثل سدی و عباد بن عبد اللہ الاسدی وغیرہ
معتقد بہ سبقیت حضرت امیرؑ تھے دیکھو شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ۔ ابو داؤد الطیالسی نے ابن عباس سے
نقل کیا ہے رقال ابن عباس اول من صلی من الرجال علی ، یعنی جس نے پہلے نماز پڑھی وہ علی ہیں جناب
مرتضیٰ کا سابق الاسلام ہونا درجۂ تواتر سے گذرا ہوا ہے در باب سابق الاسلامی خود حضرت امیرؑ کا ارشاد
ابن طلحہ نے مطالب السئول میں اس طرح نقل کیا ہے رسبقتکم الی الاسلام طرّاً غلاماً بلغت اوان حلمی ، یعنی
میں بچپنے میں ایسے وقت ایمان لایا جبکہ حد بلوغ پر نہ پہنچا تھا ۔ بحمد اللہ بوجوہات عدیدہ ثابت ہو گیا کہ حضرت
امیر علیہ السلام سابق الاسلام کے شرف میں بلا شراکت غیرے ممتاز مالک ہیں حضرات اہل سنت کی طینت میں داخل
ہے کہ حتی الوسع اُن کے مراتب کے مٹانے یا نقص پیدا کرنے میں جد و جہد کرتے رہتے ہیں عزت سابق الاسلامی
کے ضبط کرنے میں تو کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی ۔ ہاں اسکو تسلیم کر کے درپئے تنقیص ہوئے ابن ابی الحدید نے شرح
نہج البلاغہ کی جلد سیزدہم میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ و ابو عثمان جاحظ ابوبکر اسکافی سے بہت سی باتیں ان کے

اس کے متعلق نقل کی ہیں از انجملہ یہ کہ ان ابابکر اسلم وہو ابن اربعین سنۃ وعلی اسلم وقد بلغ الحلم فکان اسلام ابی بکر افضل واسلام علی اعجب علیہ الحکم فی تلک الاسیان یعنی ابوبکر چالیس برس کی عمر میں ایمان لائے اور علی ایسے وقت میں مشرف باسلام ہوئے کہ تکلیف شریعت او پر عاید نہ ہوسکتی تھی بہ این وجہ ابوبکر افضل ہیں۔ مطلب اُن کا یہ ہے کہ جو فعل پختہ کاری سے کیا جاتا ہے وہ تمام مفاد و مضرات پر نظر ڈال کر باستقلال و فہم سلیم عمل میں لایا جاتا ہے اور بچے جس کام کو کرتے ہیں وہ بوجہ کم فہمی و ناعاقبت اندیشی اس کے نفع و ضرر پر نظر نہیں کرتے۔ ابوبکر جو اسلام لائے انھوں نے بوجہ پیرانہ سالی عواقب امور پر نظر کرکے دائرہ اسلام میں قدم رکھا اور علی کا اسلام بچوں کا کھیل تھا بہ این وجہ حضرت ابوبکر کے لئے درجہ افضلیت حاصل ہے۔

افسوس ہے کہ حضرات اہل سنت خاندان رسالت کو بہ چشم حقیقت نہیں دیکھتے انکو مثل عوام الناس معمولی آدمی سمجھتے ہیں مولانا روم کی مثنوی کو بھی سمجھ کر نہیں پڑھتے جس میں صاف لکھا ہے ؎

توبہ تاریکی علی را دیدۂ — زاں سبب غیرے برو بگزیدۂ

یعنی اے شخص تونے آنکھ کھول کر علیؑ کو نہیں دیکھا کہ وہ کیا چیز ہیں اسی واسطے دیگر اشخاص کو اُنپر فوق دیتا ہے اور اُن سے بلند مرتبہ پر مانتا ہے اوراق بالا میں حضرت عبداللہ ابن عمر کا یہ قول نقل ہوچکا ہے کہ حضرت اُنپر زمرۂ اصحاب میں شمار نہیں ہوسکتے کیونکہ وہ اہلبیت رسول ہیں تعجب ہے سنیوں کے علما پر کہ بجرم صغرسنی حضرت علی کے ایمان کو ناقابل اطمینان کہتے ہیں کاش قرآن سمجھ کر پڑھتے تو معلوم ہوجاتا کہ حضرت یحییٰ و جناب عیسیٰ علیہ السلام کو بچپنے میں نبوت دی گئی۔ اگر صغرسنی کا ایمان قابل اعتبار نہیں تو انبیاء موصوف الصدر کی نبوت پر کیا خیال کیا جائے گا۔ غالبًا سنی صاحب اُسکو بھی غیر مستقل سمجھتے ہونگے۔ حقیر نے رسالہ اصل الحقیقت بردّ الحقیقت میں اس مضمون کو بہ وضاحت عرض کیا ہے۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے حضرت امام حسن و امام حسین علیہ السلام کے باب میں تحریر فرمایا ہے کہ دونوں صاحبزادے صغیر عاقل تھے اور احادیث نبوی کا تحمل بحالت صغرسنی کیا تھا علامہ عسقلانی فتح الباری شرح بخاری میں لکھتے ہیں ان الحسن فی ہذا السن کان یطالع اللوح المحفوظ ان علومہم لدنیہ وہبیہ لاکسبیہ۔ یعنی حضرت امام حسن اس چھوٹی عمر میں جس کی حد غایت پانچ یا چھ برس سے زیادہ نہیں لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے تھے اُن کا علم لدنی وہبی بلا تعلیم تھا نہ کہ مثل سائر الناس کسبی و تعلیمی بہ اتفاق جمیع شیعہ و سنی آنحضرت نے بحق حسنین علیہم السلام فرمایا الحسن والحسین سیدا شباب اہل الجنۃ وابوہما خیر منہما۔ یعنی حسن و حسین سردار جوانان بہشت ہیں اور

اُن کے باپ اُن دونوں سے بہتر ہیں اس موقع پر ایک دلچسپ حکایت جس سے ایمان کو روشنی ہو سنانا ہوں چند علمائے اہل سنت نے جن کے نام نامی یہ ہیں ابو عمر احمد القرطبی بہ کتاب عقد مزید و ابن خلکان و ذہبی بہ کتاب العبر و سیوطی بہ بغیۃ الوعاۃ لکھا ہے کہ ماموں رشید نے یحییٰ بن اکثم شیخ البخاری و اسحاق فقیہہ بغدادی سے درحالیکہ چالیس عالم اور بھی حاضر دربار تھے پوچھا کہ جس روز خدا نے نبی کو مبعوث بہ رسالت کیا اس دن بہترین عمل خیر کیا تھا۔ اسحاق نے جواب دیا کہ بخلوص نیت کلمۂ شہادتین پڑھ کر مسلمان ہونا ماموں رشید نے کہا کہ بحکم آیۂ (والسابقون السابقون) اس روز کا ایمان لانے والا بوجہ سبقت الی الایمان افضل ہے یا نہیں اسحاق نے کہا کہ بے شبہ افضل ہے۔ ماموں رشید نے کہا کہ سوائے علی ابن ابیطالب کے اس ابتدائے وقت میں اور کون تھا جس نے شہادتین کو ادا کیا ہو پس آپ کے بیان سے حضرت علی کا افضل امت ہونا ثابت ہوا۔ اسحاق نے کہا کہ علی اسوقت حدیث السن یعنی نابالغ بچے تھے اُنپر بوجہ غیر مکلف ہونے کے احکام شرع نفاذ پذیر نہ ہو سکتے تھے۔ ماموں رشید نے کہا ہر گاہ آپ علی کو مسبوق باسلام مانکر پھر بوجہ نابالغ ہونے کے تکلیف شرعی سے بری بتلاتے ہیں لہذا تین باتوں سے ایک ضرور ماننی پڑے گی۔ اول یہ کہ وہ بدوئی الہام ایمان لائے دوم یہ کہ نبی نے تکلیف ایمان دی۔ سوم یہ کہ اپنی طبیعت سے اسلام کو حق سمجھ کر قبول کیا اگر آپ شق اول کو اختیار کریں گے تو خدا پر الزام آجائیگا کہ ایسے شخص کو کیوں مورد الہام کیا جو کہ قیود شرع سے آزاد تھا شق ثانی نبی نے ہدایت کی اسپر بھی وہ ہی اعتراض ہے جو کہ اول پر تھا حضرت نے غیر مکلف کو کس لئے تکلیف دی بلا یہ کہنا پڑے گا کہ وہ مثل سائر الناس و عامۂ خلایق نہ تھے۔ بلکہ بوجہ وحدت نور نبوی اُن کے احکام خاص تھے۔ شق ثالث از خود دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے معترف ہو گی تو بالضرور ماننا پڑے گا کہ علیؑ لڑکپن میں ایسے عارف باللہ تھے کہ جیسے ابوبکر بڑھاپے میں اور خدا نے اُن کو ایسی عقل ممیزدی تھی کہ صغر سنی میں وحدانیت و نبوت کی حقیقت کو محسوس کر لیا تھا بہر صورت علی اکمل و افضل ہوں گے اسحاق یہ سنکر ایسے خاموش ہوئے کہ شقوق ثلاثہ سے ایک شق سوائے خاموشی اختیار نہ کر سکے۔ کیوں جناب مخاطب خدا جبکی بوجہ سبقت اسلام تعریف کرکے مقرب بارگاہ بتلائے اُس کے مستحق بہ امامت ہونے میں کیا چون و چرا کی گنجایش ہے۔

آیۂ دہم مثبت استحقاق امامت آئمہ مندرجۂ سورۂ رعد

قل کفیٰ باللہ شہیداً بینی و بینکم و من عندہ علم الکتاب یعنی اے محمد کہدے لوگوں سے کہ میرے صداقت نبوت کے لئے اللہ کی شہادت کافی و وافی ہے اور اُس شخص کی کہ جس کے پاس علم کتاب ہے تفسیر ثعلبی میں ابوبکر سبعی سے روایت کی گئی ہے و من عندہ علم الکتاب علی ابن ابی طالب علاوہ بریں حافظ ابونعیم اصفہانی و صاحب تفسیر اتقان و حافظ سیوطی نے بھی حسب تصریح صدر حضرت امیر کا و من عندہ علم الکتاب ہونا تحریر کیا ہے اس جگہ بعض متعصبین اہلسنت کو سخت مشکل واقع ہوئی اگر شیخین کو منشاء آیت بیان کرتے ہیں تو وہ علوم سے قطعی بے بہرہ تھے حضرت امیر کو تسلیم کرتے ہیں تو دل نہیں مانتا۔ لہذا اُنھوں نے فرمایا کہ آیت میں جسکو من عندہ علم الکتاب کہا گیا ہے وہ عبداللہ بن سلام یہودی ہے۔ کیونکہ وہ عالم توریت تھا یہودیت ترک کرکے جب دائرہ اسلام میں داخل ہوا اور زمرہ صحابہ میں معدود کیا گیا تو چونکہ عالم کتاب تھا لہذا شاہد کہا گیا واضع اول کے وضع مضمون پر تعجب آتا ہے کیونکہ جس صورت میں یہ آیہ قل کفیٰ داخل ہے وہ مکہ معظمہ میں قبل از ہجرت نازل ہوئی تھی اور عبداللہ بن سلام مدینہ طیبہ میں مطیع اسلام ہوا تو کیونکر قیاس کیا جا سکتا ہے کہ قبل از قبول اسلام اُس کی تعریف داخل قرآن ہو گئی ہو میں یہ بھی دکھلاتا ہوں کہ علمائے یہود کا آنحضرت کی نظر میں کیا وقار تھا اور جو لوگ اُن کی کتب کو مضامین پر فریفتہ ہو کر اُن کو پڑھتے تھے وہ بارگاہ نبوی میں کیا عزت رکھتے تھے کتب اہل سنت میں وارد ہوا ہے کہ ایک مرتبہ کہیں سے پھٹے پرانے اوراق توریت حضرت عمر اُٹھا لائے اور عالم وجد میں جھوم جھوم کر پڑھنا شروع کیا حضرت کے سامنے بھی لائے آپ نے اُن کو رعیت دیکھ کر فرمایا کہ اگر تم موسیٰ علیہ السلام کو پاتے تو مجھکو چھوڑ دیتے حالانکہ اُن کو سوائے میری تقلید کے چارہ نہوتا اس وقت حضرت عمر نے توبہ و استغفار کرکے توریت کے اوراق پارینہ کو ہاتھ سے پھینکدیا یہ واقعہ حضرت عمر کے ایمان پر خاص اثر ڈالنے والا ہے دیکھو مشکوٰۃ شریف میں یہ عبارت ہے عن جابر ان عمر ابن الخطاب الی رسول اللہ صلعم بنسخۃ من التوراۃ فقال یا رسول اللہ ہذہ نسخۃ من التوراۃ الی آخرہ۔ عجب ہے کہ قاری توریت حضرت عمر پر آنحضرت محض بجرم قرات غصہ فرمائیں اور بہ ادراک جناب موسیٰ اُن کے ترک اسلام پر گواہی دیں اور خدا عالم توریت عبداللہ ابن سلام کو بہ مثل خود شاہد نبوت قرار دے یہ بات بھی قابل ملاحظہ ہے اگر دو چار علمائے اہل سنت بہ مخالفت آئمہ کسی آیت و حدیث کے اُلٹے معنی یا مطلب بیان کرتے ہیں تو اُسی گروہ کے دیگر بزرگوار اُن کی تکذیب کے درپے ہو جاتے ہیں چنانچہ ثعلبی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں در روے انہ سئل سعید بن جبیر و من عندہ علم الکتاب عبداللہ بن سلام

قال لا وكيف هذه السورة مكية وقد روي عن عبد الله ابن عباس لا والله ما هو الا علي ابن ابي طالب لقد
كان عالماً بالتفسير والتاويل والناسخ والمنسوخ (یعنی سعید بن جبیر سے پوچھا گیا کہ جس کے پاس علم کتاب ہے
کیا وہ عبداللہ ابن سلام ہے اُس نے جواب دیا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے یہ آیت مکی ہے ابن عباس سے روایت ہے
کہ وہ جناب علی ابن ابیطالب ہیں کیونکہ وہ کتاب اللہ کے ہر پہلو سے واقف تھے آیات ماول وغیر ماول و ناسخ
و منسوخ کے جاننے والے تھے) نطنزی نے بھی اس مضمون کو اسی طرح نقل کیا ہے - مخاطب انصاف فرمائیں
جس کے پاس علم کتاب ہو وہ ہی مستحق امامت بلافصل ہے ایسے ہی صاحب علم کی موجودگی میں کسی کو منصب امامت
اختیار کرنے کا حق نہ تھا جس نے بلا علم کتاب ادعاء امامت کیا وہ امام جاہل تھا -

آیہ دہم مثبت استحقاق امامت مندرجہ سورہ یونس

افمن یهدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یهدی الا ان یهدی (مفاد آیہ ہوا کہ ہادی الی الخلق ہونے کا مرتبہ
اُسکو حاصل ہے جو کہ محتاج غیر نہو جس شخص کو راہ حق معلوم نہو اور دوسروں کے بتلانے سے اُسکو آگاہی ہو وہ یہ
منصب نہیں رکھتا کہ ہادی امت ہونیکا دعوے کر سکے جاننا چاہیے کہ ہادی مطلق تو ذات اقدس الہٰی ہے
اور پھر اُسکا رسول چونکہ سلسلہ ہدایت کبھی ختم ہونیوالا نہیں ہے اس کی ہر وقت میں ضرورت ہے لہذا لازم آیا کہ
بعد نبی بھی کوئی ایسا شخص ہونا چاہیے کہ بجمیع الجہات اپنے معاصرین سے اعلیٰ و اکمل ہو جو بزرگ ایسا پایا جائیگا
اسی کی ہدایت مثل ہدایت خدا و رسول ہے اور اطاعت امور دین اُسی کی ذات سے وابستہ سمجھی جائے گی
اُسی کی فرمانبرداری اصولی اعتقادی ماننی پڑے گی حق طلب لوگوں پر واجب و لازم ہے کہ دفتر اسلام کی ورق
گردانی کرکے یہ نتیجہ نکالیں کہ آنحضرت امت کو بتلا گئے یا نہیں کہ بعد ہمارے فلاں شخص تمہاری ہر ضرورت
دینی کو مثل ہمارے پورا کر سکیگا اور علوم میں محتاج غیر نہو گا مسلمان صاحب بالا جنبہ احدی جب اس طرف
توجہ فرمائیں گے تو پتہ چلا لینا کچھ مشکل نہو گا حدیث ثقلین و حدیث سفینہ پر جب حق طلب گہری نظر فرمائیں گے
معلوم ہو جائے گا کہ آنحضرت ہادی کو امت کی ٹٹول پر نہیں چھوڑ گئے بلکہ امت کے ہاتھ میں اُسکا
ہاتھ دے کر خوب کان کھولکر سمجھا گئے ہیں کہ خبردار اسکو مضبوط پکڑے رہنا ایسا نہو کہ باد مخالف کا تیز جھونکا
اس کے دامن کو تمہارے ہاتھ سے چھڑا دیوے - اگر تم نے اسکو چھوڑ کر کسی دوسرے دروازے کو جھانکا تو
وادی ضلالت کے قوی بازو اور گرگ از دنداں بھیڑئے تمہارے بدن کو تکہ تکہ کر ڈالیں گے جو کشتی کہ نوح نہ

زورق نوح علیہ السلام میں نے تمہارے لئے تیار کی ہے اگر اسپر سوار ہوئے تو بیدھڑک بلا صدمات امواج و تلاطم میرے پاس حوض کوثر پر پہنچکر آب سرد وشیریں سے سیراب ہو گے بصورت دیگر جہنم کا کھولتا ہوا پانی تمکو پلایا جائے گا۔ آفتاب محشر کی تابش سے بچنا مدنظر کرکے اگر زیر لواء الحمد آنا چاہو تو اس طریقہ سے آنا کہ میرا خاندان آگے آگے ہو اور تم اُن کا دامن دولت سنبھالے ہو ئے ہذا امامنا کے نعرے بلند کرتے ہوئے پیچھے پیچھے نظر آؤ۔ اگر تم دوسرے لوگوں کی پیروی کرنیوالے ثابت ہوئے تو یاد رکھنا آفتاب قیامت کی سخت گرمی تمہارے جسم کو جلا کر ایسا کر دے گی کہ جیسے بعض کفار کا بدن چتا پر جھلس جاتا ہے۔ دیکھو اہلبیت کی پیروی ایسی لازمی اور ضروری ہے کہ تابع ثلاثہ حضرت مخاطب کو بھی دیباچہ مطرقہ میں اپنے آپ کو راکب سفینۂ نوح ومتمسک بالثقلین ہونیکا غلط دعوے کرنا پڑا اوراق بالا میں حدیث ثقلین اور اس پر شاہ صاحب کا اقرار بہ توضیح تمام معرض بیان میں آچکا ہے۔ نیز وہ بعض احادیث بھی نقل کر دی گئیں ہیں جن میں آنحضرت نے فرمایا ہے کہ میری اور علی کی فصاحت و درایت ایک ہے میرے اہلبیت کسی کے سمجھانے کی احتیاج نہیں رکھتے وہ سب سے اعلم ہیں۔ اسموقع پر اعلمیت و عدم احتیاج اہلبیت کا ثبوت مزید کتب اہل سنت سے بہ نظر اطمینان ناظرین پیش کرتا ہوں۔ مولوی عبید اللہ بسمل امرتسری نے حضرت امیر کی سوانح عمری لکھ کر لاہور میں چھپوائی ہے اُس کے صفحہ (۱۲۲) سے نہایت (۱۴۴) پورے (۴۴) صفحہ پر حضرت امیر کا اعلم بہ جمیع علوم ہونا بیان کیا ہے جسکو شوق ہو حسب نشان صدر ملاحظہ فرمالیوے اجگہ دو ایک باتیں تبرکاً لکھ دیتا ہوں امام احمد بن حنبل لکھتے ہیں کہ سعید بن مسیب سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کبار میں کوئی صاحب سوائے جناب امیر کے ایسے نہ تھے جس نے کہا ہو کہ جو کچھ پوچھنا ہو وہ مجھ سے پوچھو صفحہ ۱۲۵ سطر ۹ واضح ہو کہ جب کوئی مسئلہ مشکل پیش آتا تو اصحاب رسول حضرت امیرؑ سے رجوع کرتے تھے حضرت عمر جیسا جلیل الشان خلیفہ بھی آپ ہی کے فتوے پر چلتا تھا سعید بن مسیب روایت کرتے ہیں کہ امام احمد ابن حنبل نے کہا تھے کہ خلیفہ دوم خدا سے پناہ مانگتے تھے اس مشکل مسئلہ میں جس میں ابوالحسن نہوں۔ خجندی کہتے ہیں کہ جب حضرت امیر سخت و دشوار مسائل کو حل فرما دیتے تھے تو حضرت عمر غایت خرمی سے فرمایا کرتے تھے کہ یا علی تمہارے بعد خدا مجکو زندہ نہ رکھے۔ استیعاب میں ہے کہ جناب عمر نے ایک عام گشتی حکم جاری کر دیا تھا کہ جب مسجد میں حضرت امیر موجود ہوں کوئی شخص دین کے متعلق فتوے نہ دے سوائے ازیں لولا علی لہلک عمر ایسا مشہور عالم ہے کہ جس کو سب مسلمان جانتے ہیں پس ثابت ہوا کہ آنحضرت کے بعد سوائے حضرت امیرؑ کے کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ ہادی قوم بنکے

مومنین بایقین کو چاہیے کہ ایسے ہادی کی اطاعت کو داخل اصول سمجھیں جو کہ منجانب قدرت ہدایت یافتہ ہوکر کسی غیر کی تعلیم کا محتاج نہ ہو نہایت خنکیہ باری ادا کیا جاتا ہے کہ فرقہ حقہ امامیہ نے انہیں بزرگوار ونکی امامت کو داخل اصول کیا جائے جنکہ معلم قدرت سے تعلیم پائے ہوئے تھے اور جن کو آنحضرت صلعم نے اپنا جگر گوشہ فرمایا ہے

التماس مؤلف

جمیع علمائے اہلسنت اور بالخصوص جناب مخاطب کا یہ مذہب ہے کہ قرآن میں امامت کا کنایتہً بھی ذکر نہیں حقیر نے (۱۴) آیات مشعر بہ امامت اور گیارہ مثبت بہ استحقاق امامت ہیں ۲۵ آیتیں پیش کی ہیں اگر سینوں میں کچھ انصاف ہوگا تو سمجھ لیں کہ اُن کے علمار قرآن دانی میں کیا مرتبہ رکھتے ہیں منصفین اہلسنت دونوں قسم کی آیات ملاحظہ فرما کر مخاطب کو اس بیان میں کہ ادنیٰ ادنیٰ باتوں کا قرآن میں ذکر ہے مگر امامت کا نہیں صحیح القول نہ سمجھیں گے بلکہ بیاد اشس غلط فہمی اُن کے منہ میں بالو شاہی یا کچھ اور دیں گے۔ چونکہ حضرات اہلسنت کو اعذار بارد کرنے اور بوقت دار وگیر مرکز صحیح سے ہٹنے اور پہلو بہ پہلو ہونے میں ایک خصوصیت ہے۔ لہذا یہ فرما سکتے ہیں کہ قرآن میں اشارہ دکنایہ سے کیوں کام لیا گیا صاف طور پر حضرت امیرؑ کا نام کیوں نہ لکھدیا تا کہ کوئی جھگڑا ہی نہ رہتا کیا خدا سنیوں سے ڈرتا تھا جو اس موقع پر تقیہ سے کام لیا۔ لہذا عدم الذکر ائمہ کی بابت کچھ عرض کیا جاتا ہے عجب نہیں کہ اہل عقل اُس سے کوئی فائدہ اُٹھائیں۔

واضح ہو کہ قرآن پاک کا محفوظ از نقصان ہونا اسلام کا مجمع علیہ امر نہیں بعض شیعہ اور اکثر سنی آیات قرآن کی کمی کے قائل پائے گئے شیعہ کے یہاں تو صرف نقصان سورہ آیات وارد ہوئی ہیں اور حضرات اہل سنت کے بڑے بڑے معزز علمائے سوائے نقصان آیات کثیرہ سات قسم کی غلطیاں قرآن موجود میں بتلاتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ سوائے اس قرآن کے ایک اور قرآن آنحضرت پر نازل ہوا تھا آپ اُسکا تحمل و تحفظ نہ کر سکے اور بہ وفور مادہ نسیان بھول گئے۔ عائشہ صدیقہ سے ایک روایت ہے کہ بہت سا حصہ قرآن کا اُن کے تختہ کے نیچے سے کھینچکر بکری کھا گئی بعض قائل ہوئے ہیں کہ لفظ سے لفظ بدلا گیا بعض کا بیان ہے کہ آدمیوں کے مضامین شامل قرآن ہو کر خلط ملط ہو گیا کسی عالم کا مقولہ ہے کہ کاتب کی غلطی سے کچھ کا کچھ لکھا گیا۔ حقیر نے اسباب خاص میں ایک جداگانہ مبسوط رسالہ لکھدیا ہے جسکا نام بحث قرآن ہے اور مطبع ریاض فیض نگینہ ضلع بجنور میں بہ اہتمام خواجہ منیر حسین صاحب چھپ کر شائع ہوا ہے لطف یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر سے جو قرآن کے حصہ کثیر تلف ہو جانے کی

روایت وارد ہوئی ہے اُسکو جناب مخاطب نے بھی اپنی جلیل القدر کتاب ہدایات الرشید میں تسلیم فرمایا ہے
حقیقت الامر یہ ہے کہ بعد نبی خازن علوم الٰہی معطل کرکے گھر میں بٹھا دئے گئے اور چند آدمی درستی قرآن پر
بجائے خلفاء مامور کئے گئے چنانچہ شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں «بعد از آنکہ قرآن شریف در مصحف
مجموع شد فاروق اعظم سالہا در فکر تصحیح او صرف نمود مناظرہ با صحابہ میکرد گاہے حق بر وفق مکتوب ظاہری شد
پس آنرا باقی میگذاشت و مردمان را از خلاف آں باز میداشت و گاہے حق برخلاف مکتوب ظاہری شد دریں
صورت مکتوب را حک می فرمود و بجائے وے انچہ محقق می شد مینوشت» حضرت عمر دس سال سے زیادہ جلوہ
فرمائے تخت خلافت رہے تا ختم زمانہ خلافت ترمیم جاری رہی کبھی ردّ و قدح کرکے ایک آیت لکھی گئی گاہے
دو نکالدی گئیں آج منادی نے آواز دی کہ اس طرح پڑھو۔ کل غل ہوا کہ وہ پڑھنا غلط تجویز ہوا یوں
کہنا چاہیے حضرت ابوبکر کا زمانہ اسی طرح گذرا عمر صاحب کے ایام اسی کاٹ تراش میں گئے۔ عثمان صاحب
نے آخر حصہ حیات میں درست کرکے قرآن موجود شایع کردیا گویا اتنے عرصہ تک دنیا میں کوئی صحیح قرآن
نہ رہا دانشمند غور فرمائیں کہ جس کتاب میں اسقدر مدت تک کاٹ تراش رہی ہو ممکن نہیں کہ وہ اپنی اصلی
حالت پر قائم ہو۔ شاہ صاحب نے تحفہ میں لکھا ہے کہ الفاظ غیر منزلہ و قنوت و تفسیر سب قرآن میں ملاکر
لوگ پڑھتے تھے جب حضرت عثمان خلیفہ ہوئے اُنھوں نے سب بادی النظر چھانٹ کر معتدل بنا دیا۔ علامہ
قوشجی لکھتے ہیں «لما اراد عثمان ان یجمع الناس علی مصحف واحد و یرفع الاختلاف بینهم فی کتاب اللہ طلب
مصحفہ» رائے مصحف ابن مسعود منہ فابی ذلک مع کان فیہ من الزیادۃ و النقصان فلم یرض ان یجعل
موافقاً لما اتفق علیہ اجلۃ الصحابہ فادبہ عثمان «یہ عبارت علامہ قوشجی نے اس اعتراض پر لکھی ہے جو کہ
جناب عثمان کی نسبت دربارۂ زدوکوب ابن مسعود کیا گیا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ عثمان نے بغرض رفع اختلاف
ابن مسعود سے قرآن طلب کیا بایں وجہ کہ وہ زیادتی و کمی پر شامل تھا ابن مسعود اُس کے دینے پر راضی
نہوا اس لئے اُن کی کچھ مرمت کردی گئی۔ حقیر نے رسالہ بحث قرآن میں علمائے اہل سنت کے بیان سے ثابت
کردیا ہے کہ جناب عثمان نے ابن مسعود کو قرآن کے نہ دینے پر اسقدر پٹوایا تھا کہ اُن کی بڈی ٹوٹ گئی تھی
تحریر بالا سے بھی یہ بات ثابت ہوگئی کہ عہد عثمان غنی تک قرآن نہایت ابتر حالت میں تھا اور مسلمانان موجود
الوقت میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا کہ جو صحیح قرآن موافق تنزیل اپنے پاس لکھتا یا پڑھ سکتا ہو الحاصل
جناب عثمان نے اطراف عرب سے غلط قرآن جمع فرما کر سبکو بآسانی دکھلائی اور اپنا جمع کیا ہوا شایع کیا

شاہ عبد الحق محدث دہلوی شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں را ختلاف است در عدد مصاحف کہ فرستادن
بہ آفاق مشہور ست بقولے پنج بودند و ابوداؤد گفتہ شنیدم از امام سجستانی را کہ می گفت ہفت مصحف بود کہ فرستاد
آنہا را بمکہ و شام و یمن و بحرین و کوفہ و بصرہ و نگاہداشت یکے را در مدینہ چونکہ جناب عثمان پر صدہا قرآن
کے جلانے کا سخت الزام وارد ہوتا ہے سنی صاحب یہ سنکر کہ اُنھوں نے قرآن جلائے نادم ہوتے ہیں
اور تا مقدور جلانے سے انکار کرتے ہیں مگر شکر خدا کہ مخاطب نے ہدایات الرشید میں قبول کر کے شیعہ سے فتوے
طلب کیا ہے کہ پھٹے پرانے کاغذات کے چیرنے پھاڑنے جلانے سے کیا الزام شرعی وارد ہوتا ہے حقیر نے اسکا
جواب رسالہ بحث قرآن میں بہت دلچسپ دیا ہے غرضکہ عرصہ کثیر تک قرآن ترمیم و اصلاح میں رہا۔ اہل عقل
غور فرمائیں خاندان نبوت خانہ نشین ہے کسی بات میں اُن کو دخل نہیں ہے غیر لوگوں کے ہاتھ میں قرآن ہے
رات دن ردّ و بدل میں قلم گھس رہے ہیں ایسی حالت میں امام کا نام اُڑا دینا کون بڑی بات تھی ترتیب و اصلاح
کا کام انہیں لوگوں کے ہاتھ میں تو تھا جو کہ خاندان نبوت کے قطعی دشمن تھے اس مجمع میں اہلبیت کا خیر اندیش
کون تھا جو کاتب کا ہاتھ پکڑ کر کہتا کہ اس طرح نہ لکھئے۔ میں انشاء اللہ ثابت کر دوں گا کہ بالخصوص تمام عرب
و خصوص اہل مدینہ جو کہ ترتیب دہ قرآن تھے حضرت امیر سے عداوت شدید رکھتے تھے ابن حجر مکی صواعق
محرقہ میں لکھتے ہیں (اخرج السلفی فی الطیوریات عن عبد اللہ بن احمد بن حنبل قال سئلت ابی عن علی و معاویۃ قال
اعلم ان علیا کثیر الاعداء) علاوہ بریں ابن ابی الحدید نے جعفر اسکافی سے شرح نہج البلاغۃ میں نقل کیا ہے
کان اہل البصرۃ کلھم یبغضون علیا و کثیرا من اہل المدینۃ و اما اہل مکۃ فکلھم یبغضونہ قاطبۃ و کان قریش کلھا
علی الخلافۃ۔ خلاصہ ان روایات کا یہ ہوا کہ حضرت علی کے دشمن بکثرت تھے اور بصری و مکی و مدنی سبکے سب آن
کی عداوت پکڑے ہوئے تھے عداوت و محبت دونوں کے لئے کوئی سبب ضرور ہوا کرتا ہے جبکہ تمام عرب
حضرت امیر سے برسر عناد تھے تو ضرور ہے کہ اُن میں کوئی عیب تھا یا عداوت کرنے والے رہرو مسلک نار اتنی
تھے اس امر کی تنقیح و توضیح کے لئے کتب اہل سنت کی طرف رجوع کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے سنیوں کے بڑے
عالم کامل شاہ عبد الحق محدث دہلوی رسالہ تکمیل الایمان میں لکھتے ہیں از امام شافعی پرسیدند کہ علت نفرت
خلایق و عدم اجتماع ایشاں بہ حضرت مرتضیٰ چہ باشد گفت آنکہ وے در اظہار حق بروئے کسے مبند ہدد از
ہیچ احدے مبالاتے نداشت و مداہنت نمیکرد زیرا کہ وے زاہد بود و زاہد را بہ دنیا و اہل دنیا مبالاتے نباشد
و عالم بود و عالم را مداہنت نبود و شجاع بود و شجاع را ترس از کسے نبود و شریف بود و شریف را پروائے

گمان نباشد۔ ناظرین کو وہ وجوہ خوب معلوم ہوگئیں جو کہ حضرت امیرؑ سے اہل عرب کو باعث کشیدگی و آزردگی تھیں وجوہات مندرجہ بالا سے یہ بھی نتیجہ برآمد ہوا کہ جن خلفاء پر عرب فریفتہ و دلدادہ تھے وہ صفات مذکورہ بالا سے ایک بھی نہ رکھتے تھے اگر وہ ہی ان خصائص کے حامل ہوتے تو بصری و مکی و مدنی اُن سے بھی برسر عناد و فساد رہتے المختصر جن جن مقامات متبرکہ پر حسب تصریح صدر جناب عثمان نے نقول قرآن ارسال فرمائی تھیں وہ بوجہ زہد و شرافت و شجاعت و علمیت حضرت امیر سے نفرت رکھتے تھے سوچنا چاہیئے کہ یہ کثیر التعداد دشمن آئمہ اُن کے اسمائے گرامی کو قرآن میں درج دیکھ کر خوش ہوتے یا رنجیدہ جن لوگوں نے حقوق و نفوس آئمہ کے مٹانے میں ایمان مارنی کی بوقت ترتیب قرآن نام الگ کر دینے میں کیا کسی پہاڑ کا اُلٹ دینا تھا جو لوگ کہ عہد خلیفہ ثالث میں قرآن کی درستی کر رہے تھے اُن کے نام بھی سن لیجئے شاہ عبدالحق شرح مشکواۃ میں لکھتے ہیں۔ امر کرد عثمان زید بن ثابت و عبداللہ بن زبیر و سعید بن العاص و عبدالرحمٰن بن الحارث را پس نوشتند آنہا صحفہا یہ بھی بزرگوار حضرت امیر سے دشمنی رکھتے تھے ایسے لوگوں نے اگر اپنے دشمن نام کو اڑا دیا ہو تو کیا تعجب ہے دراصل اکثر لوگوں کی طبائع سوائے بعض عارفین کے حضرت امیر سے برگشتہ تھیں یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ رسول مقبول کے زمانہ میں صحابہ حضرت امیرؑ سے محبت رکھتے تھے اور بعد میں برخلاف ہوگئے بلکہ حضرت ہی کے عہد میں مخالف تھے علامہ زمخشری اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ان الذین یوذون اللہ و رسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا و الآخرۃ و الذین یوذون المومنین والمومنات یعنی جن لوگوں نے اللہ و رسول و مومنین کو اذیت دی وہ ملعون ہیں رکا نزول اُن منافقین کے حق میں ہوا ہے جو کہ حضرت امیر کو اذیت و تکلیف دیگر ان کی خدمت میں بے ادبانہ سب و شتم کرتے تھے عبارت یہ ہے انہا نزلت فی ناس من المنافقین کانوا یوذون علیا و یسمعونہ جبکہ حیات حضرت میں منافقین امت کی یہ حالت تھی تو بعد میں سارے ملک کا دشمن ہونا کیا بڑی بات ہے بہ نظر تسکین ناظرین عرض کیا جاتا ہے کہ جو لوگ حضرت علی سے مخالف تھے وہ عام لوگ ہی نہ تھے بلکہ وہ تھے جن کا شمار خواص اصحاب میں کیا جاتا ہے چنانچہ صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ بعد وفات جناب سیدہ اہل مکہ و مدینہ نے حضرت امیرؑ سے طریق ادب چھوڑ کر وہ شیوہ اختیار کیا جو کہ حضرت امیر کے مناسب شان نہ تھا لوگوں کی روگردانی معائنہ کر کے آپ ایسے مضطر ہوئے کہ مجبوراً ابوبکر سے صلح کرنے پر آمادہ ہوگئے اور خلیفہ نے اُن سے کہلا بھیجا کہ آپ مجھ سے تنہائی میں ملاقات نہ کریں کہ کوئی دوسرا آپ کے ساتھ ہو امام مسلم لکھتے ہیں کہ شخص دوم سے حضرت امیرؑ کی

مراد خلیفہ دوم سے بھی کیونکہ وہ عمر کی عداوت دیکھا مکروہ جانتے تھے۔ قرطبی نے مفہم شرح مسلم میں اور صاحب
جامع الاصول نے کتاب الامارۃ میں مضمون بالا کو لکھا ہے پس ایسے پر فتور اوقات میں جبکہ تمام عرب و
خاندان نبوت پر تلا ہوا تھا اور وہی لوگ ترتیب قرآن کی کمیٹی میں بھرتی ہو رہے تھے تو کیونکر ممکن ہوسکتا
ہے کہ اسمائے ائمہ کو قرآن میں باقی رکھتے۔ شاہ صاحب تحفہ کے باب مکائد میں کید ہفتاد و ششم لکھتے ہیں اور دوم
موصل بسبب ہمسائگی تمام مائل بہ مذہب نواصب بود و بغض کہ عرب کا چوپا چوپا دشمن ہو رہا تھا آنحضرت بعلم نبوت جانتے
تھے کہ یہ نامسلمان میری آل سے روگردانی اختیار کریں گے لہذا بطور تنبیہ ہمیشہ اُن کے گوش گزار کرتے رہتے کہ علی و
فاطمہ و حسنین میری روح ہیں میرا اور اُن کا خون ایک ہے جو انکو اذیت و تکلیف دیگا گویا اُسنے مجکو دی مگر وہ حضرات
ایسے کاہے کو تھے کہ نبی کے ارشاد پر چلتے چپکے چپکے سنکر دلوں میں کہا کرتے تھے کہ آپ ذرا آنکھ بند کریں پھر دیکھنا
ہم ان کی کیسی عزت کرتے ہیں کنز العمال کی چھٹی جلد کے صفحہ (۹۶) پر ایک طولانی عربی عبارت ہے جسکو [illegible]
نے دلیل المتحیرین کے صفحہ (۲۱۲) پر نقل کیا ہے اسکا اردو یہ ہے حضرت علی سے منقول ہے کہ مجھ سے آنحضرت نے
فرمایا کہ یا علی تمہارا اسوقت کیا حال ہوگا جبکہ لوگ نفرت کریں گے آخرت سے اور رغبت کریں گے دنیا سے
اور کھا جائیں گے مال میراث کو اور دین خدا کو مکر و فریب بنائیں گے یعنی گندم نمائی و جو فروشی اختیار کریں گے
حضرت علی نے عرض کیا کہ میں چھوڑ دوں گا انکو اور اس چیز کو جس سے وہ رغبت کریں گے بلکہ میں اختیار کروں گا
اللہ اور اس کے رسول اور خانہ آخرت کو اور صبر کروں گا مصائب دنیا اور اس کی بلاؤں پر یہاں تک کہ آپ سے
ملحق ہوں انشاء اللہ تعالیٰ یہ جواب حسرت آمیز سنکر آنحضرت نے جواب دیا کہ اے علی سچ کہا تم نے خدایا توفیق
دے علیؑ کو وہ ایسا کرے جو لوگ کہ حسب خبر مخبر صادق دین کو دنیا سے بدل ڈالنے والے تھے اور عداوت
خاندان نبوت اُن کا عین ایمان تھا اگر انھوں نے اسمائے آئمہ کو قرآن سے علیحدہ کردیا ہو تو کیا مقام تعجب
ہے حسب اقرار علمائے اہلسنت قرآن میں اکثر مواقع پر بصراحت اہلبیت حضرت امیر کا ذکر تھا چنانچہ ابن حجر مکی
صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں (اخرج الطبرانی و ابن حاتم عن ابن عباس قال ما نزل اللہ یا ایہا الذین آمنوا
الا علی امیرہا و شریفہا و لقد عاتب اللہ اصحاب محمد فی غیر مکان و ذکر علیاً الا بالخیر و اخرج ابن عساکر
عنہ قال فانزل فی احد من کتاب اللہ تعالیٰ ما نزل فی علی و نزل فی علی مائتہ آیہ) یعنی جس جگہ خدا نے اہل
ایمان کا ذکر فرمایا ہے وہاں سردار و امیر و شریف مومنین حضرت علی کو قرار دیا گیا ہے اور اکثر مواقع پر صحابہ
سے خطاب بہ عتاب ہوا ہے مگر علی کو سوائے کلمات خیر و خوبی یاد نہیں کیا گیا ابن عساکر کا قول ہے کہ قرآن

میں جس قدر ذکر علیؑ ہوا ہی اس قدر کسی کا نہیں ہوا حضرت امیرؑ کی شان میں تین سو آیات آئی ہیں ناظرین
منجملہ اُن کے صرف چوبیس آیتیں منبر و مثبت امامت حقہ نے پیش کر دی ہیں - اگر یہ ثبوت خلاف مقصود ہی
تو مخاطب فرمائیں کہ اسقدر عبارت قرآن کی کہاں گئی حضرت عائشہؓ کی بکری کھا گئی یا عثمان صاحب
نے گرم پانی سے دھوڈالا یا دس برس کی کاٹ چھانٹ میں حضرت عمر نے قلمزن فرما دیا آخر اُن کو ہوا کیا
یا یہ کہ آپ کے علماء حجر مکیؒ وغیرہ تقریر بالا میں غلط گو ہیں آنحضرت جو آیات کہ در باب اثبات و بشارت ثبت
ہم نے پیش کر دیں ہیں باوصف نام نہ ہونے کے بھی بجز سوائے حضرت امیرؑ کے اور کسی سے متعلق نہیں ہو سکتیں
علمائے اہل سنت کے بیان سے انشاء اللہ میں یہ بھی ثابت کئے دیتا ہوں کہ آیات قرآن میں حضرت امیرؑ کا
نام تھا مگر بوقت ترتیب قرآن اُسکو علیحدہ کیا گیا - تفسیر دُر منثور اور مفتاح النجا میں درج ہی کہ مصحف ابن
مسعود میں وکفی اللہ المومنین القتال بعلی ابن ابی طالب لکھا تھا - عہد عثمان میں اُسکو الگ کر دیا گیا ابن
مسعود معمولی لوگوں میں نہ تھے بلکہ اجلہ صحابہ میں اُن کا شمار تھا روایات اہل سنت میں درج ہی کہ آنحضرت نے لوگوں کو
ہدایت کی تھی کہ علم قرآن ابن مسعود سے سیکھو - یہ بھی سنیوں کی روایات میں وارد ہوا ہے کہ ابن مسعود
اپنے قرآن کو بہت صحیح جانتے تھے اسیواسطے عثمان گردی میں اُنھوں نے پٹنا گوارا کیا مگر اپنا قرآن جناب
ثالث کو جلانے کے واسطے نہ دیا علمائے اہلسنت نے یہ بھی لکھا ہی کہ ابن مسعود کیا کرتے تھے کہ اگر مجکو دسترس
ہوجائے تو عثمان کی ترتیب دے ہوئے کو اسی طرح جلا دوں جیسا کہ میرے مصحف کو جلایا ہے حافظ
ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں اور مرزا محمد بن معتمد خان بدخشانی نے مفتاح النجا میں اور سیوطی نے دُر منثور
میں نقل کیا ہی وعن عبداللہ ابن مسعودؓ قال کنا نقرء علی عہد رسول اللہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک
من ربک ان علیاً مولی المومنین وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس یعنی آیہ بلغ میں
حضرت امیرؑ کا نام داخل تھا اور عہد رسول اللہ میں برابر پڑھا جا رہا تھا - امام المفسرین ثعلبی نے اپنی تفسیر میں
لکھا ہے کہ قبل از ترتیب عثمانی اس طرح پڑھا کرتے تھے ان اللہ اصطفی آدم و نوحا وآل ابراہیم وآل محمد
علی العالمین الغرض دشمنان اہلبیت نے گو کہ اسماء آئمہ کو قرآن سے نکال ڈالا مگر نور خدا کو کون مٹا سکتا
ہے - پھر بھی قرآن متداول میں اتنا رہ گیا کہ شیعہ اسی سے اپنے مخالفوں کا منہ بند کر دیتے ہیں دیکھ لیجئے
کہ جو آیات میں پیش کر چکا ہوں اور جو عنوان سے کہ انپر استدلال کیا ہے روئے زمین پر کوئی سنی اُنکو
باطل کرنے پر قادر نہیں وہ چند الفاظ بھی لکھتا ہوں جو کہ قرآن میں دست بُرد عثمانی سے باقی رہ گئے

اور سوائے ائمہ کسی سے اُن کا تعلق نہیں مثلاً انما ولیکم اللہ من یشری نفسہ ابتغاء یامر بالعدل۔ اولی بالارحام۔ مودۃ قربی۔ الیاسین۔ اہل الذکر۔ راسخون فی العلم۔ حبل اللہ۔ عروۃ الوثقیٰ۔ اولی الامر۔ بقیۃ اللہ صالح المومنین۔ ہو علی صراط مستقیم۔ اولی الناس۔ والسابقون السابقون۔ المقربون۔ نور اللہ۔ والنور الذی انزلنا۔ نورٌ علی نور وغیرہ وغیرہ

امید ہے کہ وجوہات صدر پر نظر کر کے اب مخاطب یا اُن کے ہم خیال لوگوں کو یہ مجال نہ رہی گی کہ متن قرآن کو ذکر آئمہ سے خالی بتلا سکیں۔ مخاطب نے فضول قرآن حفظ کیا بلا فہم مطالب عبارت کے یاد کرنے سے کیا فائدہ یوں تو طوطے بھی اللہ اللہ اور رام رام کہ لیا کرتے ہیں۔ مگر یہ نہیں جانتے کہ اللہ اور رام کیا چیز ہے چونکہ مخاطب اور جمیع حضرات اہل سنت جناب شاہ صاحب کو امام المتکلمین جانتے ہیں اور اُن کے ہر کلام کو صحیح و واجب العمل اعتقاد فرمائے ہوئے ہیں گو کہ جناب مخاطب نے شاہ صاحب کا نام گم کر کے مضامین مطرقہ کو الہامی بتلایا ہے۔ لیکن یہ اُن کا دعویٰ صحیح نہیں از جز تا کل سب مطالب تحفہ سے لیے ہیں۔ چنانچہ میں برابر ہر موقع پر دکھلاتا چلا آرہا ہوں اور انشاء اللہ آخر تک ظاہر کرتا رہوں گا۔ اصل بحث مخاطب نے یہ قایم فرمائی ہے کہ ذکر خلافت قرآن میں نہیں بدیں وجہ وہ داخل اصول نہیں ہو سکتی اور جبکہ خارج از فرد اصول ہی۔ لہٰذا اُسکا منکر کافر بھی نہیں ہو سکتا موضوع رسالہ صرف یہ ہی ایک بات ہی۔ لہٰذا مناسب سمجھا جاتا ہے کہ شاہ صاحب کے بیان سے ثابت کرایا جائے کہ حضرت امیرؑ کی خلافت آیات و احادیث قطعیہ سے ثابت ہی اور جو شخص اسکا منکر ہی وہ کافر ہے۔ شاہ صاحب تحفہ کے باب دوازدہم میں آخر مقدمہ ششم پر لکھتے ہیں۔ وعلو درجہ ایمان حضرت امیر و بہشتی بودن ایشاں و لایق خلافت پیغمبر بودن از روئے احادیث بلکہ آیات قطعیہ متواترہ ثابت ست پس منکر ایں امور کافر باشد براہ کرم گستری حضرت مخاطب وہ احادیث و آیات قطعیہ متواترہ جو کہ مثبت خلافت مرتضوی ہیں ہمکو بھی دکھلائیں تاکہ آیات محررہ بالا میں شامل کر کے ترقی دے دیجائے حضرت مخاطب آپ کو قسم ہی حضرت عایشہ کے اس ناقہ کی جس پر معظمہ سوار ہو کر حضرت امیرؑ سے مصروف بحرب ہوئی تھیں آیات امامت کے انکار میں حضور سچے ہیں یا کہ احادیث و آیات قطعیہ متواترہ کے لکھنے میں شاہ صاحب برسر راستی ہیں اور خدام دولت حسب تجویز شاہ صاحب بجرم انکار آیات کافر ہوئے یا اب بھی شاخ مسلمانی پر سوار چلے جاتے ہیں اگر کچھ حیاء ایمان ہی تو لکھ پڑھ کر کیوں کافر ہوتے ہو آؤ سیدھے ہمارے گھر چلے آؤ بفضل خدا و طفیل سرور کونین

وائمہ ہدا اجداد باایمان بطرق کفر آپ کی گردن سے کاٹ کر پھینک دیں گے واہ حضرت آپ پر خوب الہام ہوا گلا سڑا ایمان بھی دے بیٹھے عداوت اہلبیت کا یہ ادنیٰ ثمرہ ہے بخدا اب کوئی باایمان سنی آپ کو سوائے کافر کے مسلمان نہ کہے گا اور اگر کہے تو ہماری پاپوش سے آپ کا مسلمان سمجھنے والا شاہ صاحب کی غلط نویسی کا معتقد ہوگا غرضکہ ہمارا دفتر خالی نہ رہے گا اس میں ضرور ایک نہ ایک کا چہرہ لکھا جائے گا جناب مخاطب یہ آپکی تیز کلامی اور منہ زوری کا نتیجہ ہے۔ حقیر نے بنظر اختصار چند آیات لکھدی ہیں ورنہ حضرت امیر کے فضائل و مناقب میں باقرار علمائے اہل سنت صدہا آیات ہیں تاریخ الخلفاء مطبوعہ لاہور کے صفحہ ۱۷۱ سطر ۳ پر لکھا ہے کہ حضرت امیر کی شان میں تین سو آیتیں وارد ہوئی ہیں (اخرج ابن عساکر عن ابن عباس قال نزلت فی علی ثلثمائۃ آیۃ) چونکہ مخاطب ممدوح نے بہت زور سے دعوے کیا ہے کہ اوراق قرآن ذکر امامت سے خالی ہیں۔ لہذا کتب اہل سنت سے کچھ اور ثبوت دیتا ہوں۔ علامہ ابونعیم اصفہانی بکتاب منقبۃ المطہرین و علامہ ابن المغازلی بکتاب مناقب طولانی مضمون بزبان عربی لکھتے ہیں اسکو نہایت صحت سے اردو میں عرض کرتا ہوں (ابن عباس کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم مع علی مرتضیٰ کے در انحالیکہ ہم بھی حضور انور کے ساتھ تھے کوہ ثبیر پر تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچکر چند رکعات نوافل ادا فرمائیں۔ بعدہٗ خدا سے ملتجی ہوئے کہ موسیٰ بن عمران نے تجھ سے سوال کیا جو کہ پورا ہوا۔ الہٰی میں محمد ہوں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میرے بھائی علی کو میرا وزیر کردے تاکہ وہ شریک ہوکر امر نبوت میں میرا ایسا مددگار رہے جیسے کہ ہارون موسیٰ کے معاون تھے ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک منادی غیب کی ہم نے آواز سنی جس نے حضرت کو یہ مژدہ دیا کہ اے میرے حبیب تیری دعا کو میں نے قبول کیا اس وقت آنحضرت نے فرمایا کہ قرآن چار حصہ پر نازل ہوا ہے ایک چوتھائی تو خاص اہلبیت کی شان میں ہے اور ایک حصہ دشمنان دین کے بارہ میں ایک جز و حلال و حرام کی توضیح میں اور ایک فرائض و احکام میں۔ کیوں جناب مخاطب یہ آپ کے علماء قدیم رہرو مسلک ناراستی ہیں یا حضور جو کہ ذکر امامت سے قرآن کو خالی بتلاتے ہیں۔ خاندان نبوت کی عداوت سے مخاطب ذیشعور ایسے بہکے کہ اپنے علماء سے خلاف راہ چلنے لگے۔ شکر خدا کہ یہ تمبر اس توضیح سے بیان کیا گیا کہ لوگوں کا دل بول اٹھے گا کہ قرآن سے کس طرح امامت کو ثابت کیا گیا ہے مخاطب کی تمام تحریر میں یہ ہی ایک بات تھی اور اسی پر انھوں نے بھروسہ کرکے معطرفہ کا بھاری بوجھ اٹھایا تھا۔ قدرت سے انہیں کے سر پہ وہ ٹکرا ایسا ہتوڑا لگا ہے کہ تمام عمر سر کھجاتے رہیں گے۔

باب چہارم

احادیث نبوی حسب روایات صحیحہ مثبت امامت دفتر اسلام میں بکثرت موجود ہیں اب بفضلہ جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ احادیث پیش کرتا ہوں جو کہ مشہور و مثبت امامت ہیں۔

واضح رہے کہ در باب ہوش ہو کہ بااتباع حکم حضرت عزت جناب ختمی مرتبت نے اکثر مواقع پر جناب امیر کی امامت کے لئے احادیث ارشاد فرمائی ہیں اور واضح طور پر امت کو سمجھا دیا ہے کہ بعد میرے فرمان روائے ملک اسلام ہمارے اہلبیت ہیں مگر چونکہ حضرات اہل سنت ایسے نظر نہیں ڈالتے یا یہ کہ دیکھتے ہیں مگر نتائج پر غور نہیں کرتے لہذا بغرض تکمیل و تنقیح در ماین کے چند احادیث پیش کرتا ہوں اول احادیث مثبت استحقاق امامت دکھلاؤں گا ازاں بعد مثبت امامت کہ حق طلب بہ توجہ نظر ڈالیں

حدیث اول مثبت استحقاقِ امامت

باتفاق جمیع مخالف و موالف آنحضرت نے فرمایا خلقت انا و علی من نور واحد یعنی خدا نے مجکو اور علی کو ایک نور سے پیدا کیا یہ حدیث مسمی بہ حدیث نور مشہور ہے اس حدیث کے متعلق ایک پوری جلد مجلدات عبقات الانوار سے طبع ہو کر جلی بخش چشم عالم ہو چکی ہے امام احمد بن حنبل و ابراہیم بن عبداللہ ابو صالح الیمنی بہ کتاب الاکتفاء و علی ہمدانی بہ مودۃ القربی حدیث بالا کی تشریح و تفسیر بہ این الفاظ کرتے ہیں قال رسول اللہ صلعم خلقت انا و علی من نور واحد یسبح اللہ علی متن العرش من قبل ان یخلق اللہ آدم باربعۃ آلاف عام فلما خلق آدم صرنا فی صلبہ ثم نقلنا من کرم الاصلاب الی مطہرات الارحام حتی صرنا فی صلب عبدالمطلب ثم انقسمنا نصفین فصرنی فی صلب عبداللہ وصار علی فی صلب ابی طالب فاختارنی بالنبوۃ واختار علیا بالشجاعۃ والعلم والفصاحۃ و اشتق لنا اسمین من اسمائہ فاللہ محمود وانا محمد واللہ الاعلی وہذا علی یعنی آنحضرت نے فرمایا کہ مجکو اور علی کو خدا نے ایک نور سے پیدا کیا قبل از ولادت آدم علیہ السلام جبکہ حضرت ابوالبشر پیدا ہوئے تو وہ نور ان کے صلب میں ودیعت کیا گیا اسی طرح اصلاب کرام سے ارحام مطہر میں منتقل ہوتے ہوئے صلب عبدالمطلب میں پہنچا وہاں اس کے دو ٹکڑے ہوئے آدھا نور صلب عبداللہ میں گیا اور آدھا ابی طالب میں۔ مجکو خدا نے نبوت کے لئے منتخب کیا اور علی کو شجاعت و علم و فصاحت میں حصہ وافی عنایت فرمایا ہم دونوں کے نام خدا نے اپنے

مبارکہ سے اخذ فرمائے وہ محمود ہے اور میں محمد وہ اعلیٰ ہے اور میرا بھائی علی ہو مضمون حدیث سے چند فوائد
ہوئے اول فائدہ یہ ہو کہ جن اصلاب میں خدا نے انوار قدسیہ کو جگہ دی اُن کا طاہر ہونا لازمی ہوا
کیونکہ نور خدا کا حامل کفار و بت پرست لوگوں کا صلب و رحم نہیں ہو سکتا چونکہ حضرات سنیہ آنحضرت کے
آبا و اجداد کو کافر بتلاتے ہیں اور ایسا ہی باوصف حمایت نبوی جناب ابو طالب کو بتلاتے ہیں۔ اگر بقول
اہل سنت انکا کفر صحیح ہو تو کفار مرد اور کافرہ عورت کا صلب و رحم کیونکر طیب و طاہر ہو گیا شیعہ کہتے ہیں کہ
آنحضرت کے جمیع اجداد جن جن میں نور نبوی مستقر ہوا خدا پرست تھے۔ اگر سنیوں کے عقیدہ کو مانا جائے
تو حدیث غلط ہو جائے گی اور بروئے مذہب شیعہ لباس صحت سے آراستہ نظر آئے گا ہم اپنے عقیدہ کی تقویت
اہل سنت کے بیان سے بھی کرتے ہیں در جامع الاصول میں لکھا ہے روا اہل البیت یزعمون ان ابا طالب مسلماً یعنی
اہل بیت کے زعم میں حضرت ابو طالب نے اسلام پر وفات پائی۔ گو کہ لفظ زعم لکھ کر اہلبیت سے گستاخی و بے ادبی
کی ہو کیونکہ اس لفظ کے معنی گمان ناقص کے ہیں جو کہ بالکل منافی شان خاندان رسالت ہو مگر چونکہ سنیوں کو
غیر محتاط الفاظ بہ شان اہلبیت کہنا معیوب نہیں بلکہ جائز ہے لہذا اُس سے قطع نظر کر کے اتنا نتیجہ نکل آیا
کہ زعم باطل ہو یا خیال صحیح لیکن بہ اتباع اہلبیت شیعہ آنحضرت کے اجداد کو با ایمان جانتے ہیں اور سنی
خلاف اُس کے۔

فائدہ دوم یہ کہ نور نبوی نبوت کے لئے منتخب ہوا اور نور مرتضوی علم و شجاعت و فصاحت کی واسطے امام کر کے
ہر دو صفات بالا اشد ضروری ہیں جس میں مادہ علم و شجاعت نہ ہو وہ ہرگز امام خلایق نہیں ہو سکتا جاہل و بزدل
و جبان سے خدا نے منصب امامت کو روک لیا ہے دیکھو خدا قرآن میں فرماتا ہے ان اللہ اصطفیٰہ علیکم و زادہ
بسطۃ فی العلم والجسم یعنی خدا نے مرد شجاع و صاحب علم کو منتخب و برگزیدہ کیا ہے
مضمون آیہ سے واضح ہو گیا کہ علم و شجاعت اہل ہدایت کے لئے دونوں ضروری ہیں اور وہ تمام امت میں
بہ وجود گی حضرت امیر کسی کو حاصل نہ تھی گو کہ اور لوگ بھی جماعت مومنین سے عالم و شجاع مان لئے جائیں۔ مگر
تاہم جنکو سنی بعد نبی امام خلق کہتے ہیں وہ تو ہرگز عالم و قوی پنجہ نہ تھے اُن کی علمیت و شجاعت کی نفی
صدہا کتابوں کے اندر درج ہے جن کی تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں۔

فائدہ سوم یہ کہ حضرت امیر علیہ السلام فصیح البیان تھے نبی اور امام کے لئے فصاحت ایسی لابدی ضروری
ہے کہ جناب موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے دعا کی تھی کہ بھائی ہارون کو میرا شریک کر دے کیونکہ وہ فصیح الکلام ہے

در حقیقت تلوار سے وہ کام نہیں نکل سکتا جو کہ زبان سے ہو جاتا ہے ۔ حضرت امیر کی فصاحت نے جو اثر قلوب خلائق میں پیدا کیا اُسکا نمونہ دکھلاتا ہوں ۔ کانپور میں محمد علیم صاحب رعد کے مطبع میں جو جنتری سنہ ۱۹۰۶ء میں چھپی ہے اسکی صفحہ (۵۹) پر واقعات عالم متعلق تاریخ اسلام کی سرخی دیکے چند واقع لکھے ہیں از انجملہ واقعہ نمبر ۲۱ پر یہ عبارت لکھی ہے کہ محرم سنہ ۱۰ ہجری یوم سہ شنبہ مطابق ۹ ۔ اپریل سنہ ۶۳۱ء حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو رسول اللہ صلعم نے یمن کو روانہ کیا آپ کی تقریر سے ایک ہی دن میں یمنیوں نے اسلام قبول کیا اس کے بعد عربستان مغلوب ہو گیا (سبحان اللہ کیا اعجاز بھری تقریر تھی جس نے ایک دن میں تمام شہر کے قلوب کو مسخر کر لیا جو لوگ کہ فتوحات عمری کو ترقی اسلام کا سبب قرار دیتے ہیں وہ اس لشکر جرار کی خونریزی اور اس اسیبکر اسلام کی تقریری اثر پر ضرور توجہ فرمائیں اصلی ایمان اُن لوگوں کا تھا جو کہ مواعظہ حسنہ سے دائرہ ایمان میں داخل ہوئے ۔ یا کہ اُن کا جو کہ بزور شمشیر بخوف جان یا بہ طمع ایمان لائے جبکہ ہندوستان کی چوہڑے چمار و دیگر اراذل عہد سلاطین میں مسلمان ہوئے تھے ۔

فائدہ چہارم یہ کہ نبیؐ و علیؑ کے نام نامی نے اسمائے خداوندی سے حسن اشتقاق پایا اس سے بالاتر حضرت امیر علیہ السلام کے لئے اور کیا شرف ہو سکتا ہے کہ خدا نے اپنے اسم پاک سے اون کا نام برآمد کیا ۔ سید علی ہمدانی نے حدیث اول الذکر کے تمام الفاظ نقل کرکے اتنا اور بیان کیا ہے فیَّ النبوۃ و فی علی الخلافۃ یعنی آنحضرت نے فرمایا کہ مجکو نبوت ملی اور علی کو خلافت دی گئی سوائے علی ہمدانی اس جملہ کو ابن مغازلی و محمد واعظ ہروی و صاحب جواہر النفائس و صاحب فردوس الاخبار و صاحب زین الفتیٰ نے بھی نقل کیا ہے ۔ کیوں جناب مخاطب جس نفس کی یہ شان ہو اُس کے استحقاق امامت کے لئے آپ کے نزدیک یہ حدیث کافی نہیں اگر ثلاثہ کے باب میں آپ کوئی حدیث مصون عن القدح پیش کر سکتے ہوں تو دکھلائے حدیث نور مسند آنکہ کو شاہ صاحب نے بھی تسلیم فرمایا ہے صرف اسقدر لکھتے ہیں کہ ابوبکر و عمر و عثمان کا نور بھی آنحضرت کے ساتھ رہ کر اصلاب طاہرہ سے ارحام طیبہ میں انتقال کرتا رہا ۔ حقیر نے نقود برغالب و مغلوب میں اس پر بہت کچھ گفتگو کرکے حدیث پیش کردہ شاہ صاحب کی غلطی دکھلائی ہے چونکہ صاحب تحفہ نے حضرت ابوبکر و عمر و عثمان کے آباء کا صلب پاک قرار دیا ہے لہٰذا مخاطب صاحب سے پوچھا جاتا ہے کہ کیا ان بزرگواروں کے آباؤ اجداد مسلم تھے جو اُن کے صلب پاک قرار دئے گئے ۔

حدیث دوم مثبت استحقاق امامت

آنحضرت نے مابین صحابہ صیغہ اخوت پڑھا یعنی ایک کو دوسرے کا بھائی قرار دیا چونکہ جمیع صحابہ باطلاع یاں تھے سعید وشقی مومن ومنافق ہر طرح کے آدمی آپ کے ساتھیوں میں موجود تھے لہذا آپ نے سعید کو سعید کے ساتھ اور شقی کو شقی کے ساتھ رشتہ مواخات میں آویزاں کر دیا بہ ثبوت دعویٰ حدیث وآیت نقل کرتا ہوں ابن مغازلی بہ روایت حذیفہ نقل کرتے ہیں اٰخا رسول اللہ بین المہاجرین والانصار کان یو اخی بین الرجل ونظیرہ ثم اخذ بیدی ابن ابی طالب فقال ہذا اخی (یعنی حضرت نے مہاجرین وانصار میں اُن لوگوں کی باہم عقد مواخات کیا جو کہ ایک دوسرے کا نظیر تھا۔ ازاں بعد حضرت امیر کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ یہ میرا بھائی ہے) امام احمد بن حنبل لکھتے ہیں کہ جسوقت آنحضرت نے حضرت امیر کو اپنا دینی بھائی بنایا تو یہ آیہ شریفہ پڑھی (اخواناً علی سرر متقابلین المتحابون فی اللہ ینظر بعضہ الی بعض۔

اس آیت نے بالکل ثابت کر دیا کہ یہ بھیا چارہ اُن میں واقع ہوا جو کہ صفات بد ونیک میں ایک دوسرے کا مثل ونظیر تھا اسموقع پر مناسب سمجھ کر صواعق محرقہ سے ایک مضمون نقل کیا جاتا ہے۔ یحییٰ بن الحسن ابن البطریق نے چند باتوں میں حضرت امیر و رسول مقبول کی مماثلت ومشاکلت دکھلا کر حدیث مواخاۃ کو لکھا ہے صاحب صواعق نے عالم موصوف کے بیان کو عربی میں طولانی عبارت سے نقل کیا ہے حقیر اُسکا خلاصہ اردو میں کرتا ہے وہ یہ ہے حدیث مواخاۃ سے حضرت امیر کی کمال مدحت اور انتہائی منزلت ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ آنحضرت نے مابین صحابہ جو بھیا چارہ قایم کیا ہے اس میں یہ بات ملحوظ کی گئی تھی کہ جو شخص جسکا مثل ونظیر تھا وہ اُسکا بھائی قرار دیا گیا تھا رسول خداؐ کا علی کے ساتھ مواخاۃ کرنا صریح طور پر دلالت کرتا ہے کہ سوائے نبی کے کوئی اُن کا مثل ونظیر نہ تھا عالم موصوف نے بہ ثبوت اسکے کہ علی نظیر نبی تھے بہ نظر مطابقت چند واقعات پیش کئے ہیں۔ مثلاً نسب علی نبی کے حقیقی چچازاد بھائی تھے دونوں کا دادا ایک تھا پس جن دو شخصوں کا جد ایک ہو وہ نسب میں ایک دوسرے پر فوق نہیں رکھ سکتے علی عصمت میں بہ مفاد آیہ تطہیر نظیر نبی تھے نبی بلا اختلاف ولی امت ہیں علی کے باب میں انما ولیکم اللہ نازل ہوا ہے۔ سورہ برات کی تبلیغ علی سے بہ این وجہ مخصوص ہوئی کہ آنحضرت کو حکم دیا گیا کہ یہ امر عظیم ہے اسکو آپ پہنچائیں یا وہ جو کہ مثل آپ کے ہو بہ این جہت نبی نے علی کو بیکر مامور فرمایا کہ اس ہم اعظم کو سوائے ہمارے یا تمہارے کوئی انجام

نہیں دے سکتا۔ نبی مولائے امت ہیں علی کو بھی بحکم (من کنت مولاہ) وہی رتبہ حاصل ہے نبی نے حکم دیا کہ سوائے میرے اور علیؑ کے کوئی شخص بحالت جنابت مسجد میں نہیں آ سکتا آنحضرت نے حکم دیا کہ سمت مسجد سے سب کے دروازے بند کر دئے جائیں مگر ہمارا اور علی کا بدستور کھلا رہے انتہائے توحد و یکتائی یہ ہے کہ آیۂ مباہلہ میں نفس نبی تجویز کئے گئے۔ الحاصل حدیث موصوف الصدر کے ناقل علمائے اہل سنت سے اشخاص ذیل ہیں۔ امام احمد بن حنبل بہ مسند خود۔ اخطب الخطبار ابوالموئید بہ کتاب فضائل ابن مغازلی بہ کتاب مناقب محمد زرین العبدری بہ جمع بین الصحاح ستہ جزو ثالث۔ ابوداؤد بہ کتاب سنن۔ ابراہیم بن محمد الحمود بکتاب فرائد السمطین۔ ابن شہرویہ بکتاب الفردوس۔ صحیح ترمذی۔ علامہ کمال الدین محمد بن طلحہ بہ کتاب مطالب السئول۔

اگر تمام علماء کے بیان وقف خامہ کئے جائیں۔ تو طوالت باعث ملالت ناظرین ہوگی اسجگہ صرف علامہ کمال الدین محمد ابن طلحہ کا بیان کتاب مطالب السئول سے پیش کیا جاتا ہے۔ علامۂ موصوف نے طولانی عبارت متعلق بہ حدیث مواخات درج کتاب ہے جس کے بعض فقرات کا اردو میں ترجمہ یہ ہے علامہ فرماتے ہیں کہ حدیث مواخاۃ سے وہ مطلب نہیں جو کہ یک مادر و یک پدر بھائیوں سے علاقہ رکھتا ہے بلکہ یہاں ایک دوسرے کا بھائی وہ تجویز کیا ہے جسکو شرع میں اخوت اسلامی کہتے ہیں یعنی باہمدگر ہو کر مددگار رہنا۔ چنانچہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ اپنے بھائی کی مدد کرنی چاہئے خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم حاضرین جلسہ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت مظلوم کی امداد تو حاجت تفصیل نہیں رکھتی۔ مگر ظالم کی امداد کے کیا معنی ہیں آپ نے فرمایا کہ اسکو ظلم سے روکنا حرکات ناشائستہ سے باز رکھنا بزور پند و نصائح کردار بد سے اسکی طبیعت کا ہٹانا عین مدد دینا ہے پس آنحضرت نے نصرت کو لوازم اخوت قرار دیا حضرت نے اپنے اصحاب میں اس طرح جوڑ لگایا تھا صدیق اکبر کو فاروق اعظم کا بھائی بنایا۔ عثمان غنی کو عبدالرحمان کا طلحہ کو زبیر کا ابوذر کو مقداد کا۔ معاویہ کو خبات کا حضرت امیر کو اپنا بصیغہ اخوت ایسا جلیل المرتبہ تھا کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ والہ بہ نظر عزت افزائی حضرت علی سے فرمایا کرتے تھے کہ (انت اخی فی الدنیا والآخرۃ) یعنی اے علی تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو اور جناب امیر حالانکہ آپ کے برادر عموں زاد تھے مگر بہ مقام فخر فرمایا کرتے تھے (انا عبد اللہ و اخو رسول اللہ) لمؤلف سوچنا چاہئے کہ تمام مخلوقات بندۂ خدا ہے حضرت علی کا ایسے شرف پر فخر کرنا اور بمقام مباہات اپنی ذات کو بندۂ اللہ بتلانا جس میں جملہ خلائق

مساوی حصہ رکھنی سے کیا معنی پیدا کرتا ہے اسکا صاف وصریح مطلب یہ ہے کہ بمقابلہ دیگر اشخاص آپ
عبد خالص ہونے کا اعتقاد رکھتے تھے ۔ علی ہذا آنحضرت کے مثل حضرت امیر جعفر و عقیل بھی بھائی تھے
پھر اس اختصاص کا کیا سبب تتمہ کلام یہ ہے "لا یقول احداً بعدی الا کذاب" یعنی سوائے ہمارے
جو نبی کے بھائی ہونیکا دعوے کرے وہ کاذب ہے اس جملہ سے واضح ہو گیا کہ خدا کے خاص بندے اور نبی کے
خالص بھائی حضرت امیرؑ تھے اور دار آخرت میں یہ دونوں ایک درجہ میں ہوں گے ۔ میں وہ کام بھی
دکھلانا چاہتا ہوں جو کہ ان سب بھائیوں نے انجام دیا ۔ اور حقوق مواخات کو عملاً ثابت کر دیا حضرت
عمر نے جناب صدیق کی یہ مدد کی کہ سقیفہ میں اُنکو خلیفہ بنایا منکرین بیعت کو جوڑ توڑ کر کے خلیفہ کا تابع کیا
خاندان نبوت پر دربار بیعت طلبی ایسا سخت زور ڈالا کہ اُن کا گھر جلانے پر آمادہ ہو گئے ۔ خود
منیجر ریاست ہو کر مہمات خلافت کو انجام دیا سادہ طبیعت بھائی کے کام کو بگڑنے نہ دیا حضرت ابوبکر
نے ایسے جان نثار بھائی کی دہل جزاء الاحسان الی الاحسان پر نظر کر کے وہ مدد کی کہ بخلاف سنت رسول
اپنا قائم مقام بنایا ۔ عبد الرحمان ابن عوف نے اپنی ردیف (عثمان) کو مجلس شورٰے میں خلافت کے
لئے منتخب کیا ۔ جناب طلحہ و زبیر نے بہ مخالفت مرتضوی وہ اتحاد ظاہر کیا جس سے بطون کتب بھرے ہیں
حضرت مقداد و ابو ذر نے یک جہتی سے درماندہ وفاقہ کش (اہلبیت) لوگوں کی جو خدمت کی مثل آفتاب
روشن ہے رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ نے حضرت امیر کے ساتھ یہ سلوک کیا کہ مثل خود تمام مومنین کا مولیٰ
بنایا ۔ اپنی پیاری اکلوتی بیٹی کو اُن کی زوجیت میں دیا ۔ اُن کی اولاد کو اپنی اولاد بنایا تمام علوم الٰہی
کا اُنکو مالک کیا ۔ حضرت امیرؑ نے جو اپنے ہادی و پیشوا کی خدمت کی محتاج بیان نہیں ۔ شب ہجرت آنحضرت
کے بستر پر آمادہ بہ جان نثاری ہو کر لیٹ رہے ۔ جہاد میں جو کار نمایاں کئے وہ حاجت اظہار نہیں رکھتے
صرف جنگ احد کا مجملاً حال بیان کرتا ہوں جبکہ اس لڑائی میں تمام لشکر اسلام کے پیر اکھڑ گئے اور
سب نے حضرت کو میدان جنگ میں بالکل یکہ و تنہا چھوڑ دیا اسوقت حضرت علی نے بجان واحد جو
کام کیا مدارج النبوۃ سے دکھلایا جاتا ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جناب امیرؑ کو مصروف دیکھ کر ختمی مرتبت سے
عرض کیا کہ یا نبی اللہ این کمال مواسات و جوانمردی است کہ علی بجا می آرد پیغمبر فرمود کہ علی منی و انا منہ
یعنی یہ انتہا کی خصوصیت و ہمدردی و اطاعت ہے جسکو علی بہ مقابلہ معاندین دکھلا رہے ہیں بجواب حضرت نے
فرمایا کہ اے اخی جبرئیل علیؑ مجھ سے ہے اور میں اُن سے ہوں پھر اُن کی یہ کد و کوشش لائق استعجاب نہیں

بجواب جبریل نے نہایت خوشنودی و فرحت سے فرمایا انا منکما میں تم دونوں ہی سے ہوں۔ غرضکہ قسام نے تقسیم قدرت سے علی کو نبی کے برادر ایمانی ہونیکا ایسا شرف دیا ہی کہ جس سے اُن کے مخالف بھی انکار نہیں کر سکتے۔ چنانچہ فضل ابن روز بہان نے جو کہ متعصب ترین علمائے اہل سنت سے ہیں ابطال الباطل میں لکھا ہی احدیث المواخات مشہور و معتبر ولاشک ان علیا آخ رسول اللہ و محبہ وحبیبہ وکان لرسول اللہ شدید الحب لہ و ہذا کلہ یاخذ من صحاحنا وعن مذہبنا ولاکن لا یدل النص یعنی حدیث مواخاۃ مشہور و معتبر ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ علی رسول کے بھائی اور محب وحبیب پیغمبر تھے نیز نبی کو اُن کے ساتھ الفت بھی بدرجہ غایت تھی اور یہ تمام باتیں ہماری کتب صحاح میں موجود ہیں اور ہمارے مذہب کے مخالف بھی نہیں لیکن یہ حدیث ادن کی خلافت پر نص نہیں ہے ہم صاحب ابطال کا از حد شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انھوں نے ان باتوں کو قبول تو فرمالیا تعجب ہی کہ عمر کا بھائی خلیفہ ہو جائے اور نبی کا بھائی منہ تکتا رہجائے یہ عجب انصاف ہی اگر منصفین اہل سنت نگاہ لطف فرمائیں گے تو حدیث مواخاۃ کے ثبوت بہ استحقاق امامت ہونے میں چون و چرا کو دخل ندیں گے۔

حدیث سوم بثبت استحقاق امامت

انا مدینۃ العلم وعلی بابہا فمن اراد المدینۃ فلیات الباب یعنی آنحضرت نے فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہی۔ جو شخص کہ شہر میں داخل ہونیکا ارادہ کرے لازم ہے کہ دروازے سے داخل ہو مطلب حضرت کا یہ ہی کہ مجکو اس قدر علوم ہیں کہ جنکو بوجہ کثرت بمنزل شہر سمجھنا چاہئے۔ میرے علوم سے اگر کسی کو کچھ حصہ لینا ہو تو لازم ہے کہ علی سے سیکھے کیونکہ وہ میرے علم کے دروازہ ہیں شہر میں کئی طرح سے جاسکتے ہیں مثلاً شہر پناہ پھاند کر بھی آسکتے ہیں نابدان یعنی بدرو سے بھی داخل ہوسکتے ہیں۔ نقب سے بھی داخلہ ممکن ہی مگر ہر صورت میں گرنے۔ دبنے۔ مرنے۔ ٹانگ ٹوٹنے۔ پکڑے جانیکا اندیشہ ہی اور دروازہ سے داخل ہونے میں سراسر فائدہ ہی کوئی ضرر نہیں آنحضرت کے کلام بلاغت نظام کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے علوم کا حصول بوساطت علی ایسا ہے کہ جیسا بے تکلف دروازہ سے شہر میں آنا اور دیگر راہ سے اس کی خواہش کرنا خواہ مخواہ مجرموں میں نام لکھانا اور آوارہ گردوں میں اپنا چالان کرانا ہی واضح ہو کہ حدیث بالا باتحاد مطلب و اختلاف الفاظ کئی طرح سے وارد ہوئی ہے مثلاً انا دار الحکمۃ یا انا دار العلم وغیرہ اکثر علمائے اہلسنت

نے حدیث موصوفہ بالا کی صحت کو تصدیق کیا ہے از انجملہ چند علمائے سنیہ کے نام نامی حوالہ قلم کرتا ہوں۔
ترمذی۔ جلال الدین سیوطی۔ علامہ بغوی۔ طبرانی۔ عقیلی۔ بزاز۔ حاکم صاحب مستدرک۔ کمال الدین
صاحب مطالب السئول۔ علی الہمدانی صاحب مودۃ القربی۔ ابن المغازلی ابو المؤید موفق بن احمد بہ کتاب
مناقب۔ علامہ حموینی بہ کتاب فرائد السمطین۔ ابن شہرویہ دیلمی۔ ابو نعیم بکتاب حلیۃ الاولیا۔ ابن حجر صاحب
صواعق محرقہ۔ فضل ابن روزبہان۔ چونکہ حدیث مدینہ احادیث مشہورہ سے ہے لہذا زیادہ نقل عبارات کرنا
طوالت سمجھ کر صرف فضل ابن روزبہان کا کلام الطال الباطل سے نقل کرتا ہوں ہذا یدل علی وفور علمہ واستحضار
اجوبۃ الوقائع واطلاعہ علی شتات العلوم والمعارف وکل ہذہ الامور مسلمۃ ولا دلیل علی النص یعنی یہ حدیث
دلالت کرتی ہے۔ حضرت امیر کے کثرت علم و استحضار پر یہ امر مسلمات سے ہے کہ اون کی معلومات حد غائت پر
پہنچی ہوئی تھی لیکن باایں ہمہ نص نہیں ہے کہ جس سے انکو امام منصوص سمجھا جائے فاضل موصوف نے حدیث
مندرجہ کو صحیح مان لیا اور جناب امیر علیہ السلام کے کمال علم پر پوری شہادت دے دی مگر باایں ہمہ اسکو
خلافت کے لئے نص نہیں سمجھا خیر یہ اپنا اپنا پندار ہے۔ ہمکو صرف اسموقع پر اتنی بات دکھلانی منظور تھی کہ علوم
نبی کے حامل حضرت امیر تھے انبیاء کی نیابت کے لئے علم کی ضرورت ہے جس کو علم نہیں اور دستار جہالت
باندھے ہوئے ہو اگرچہ کسی اتفاق سے وہ حاکم امت ہو جائے مگر بحکم ہل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون
عالم و جاہل برابر نہیں ہو سکتے نبی کے مقام پر ایسا معلوم ہوگا کہ جیسے مشعل کی جگہ ٹمٹماتا ہوا چراغ۔ اب میں
مؤیدات حدیث پیش کرتا ہوں۔ قاضی ابو محمد الحسین بن المسعود البغوی نے لکھا ہے۔ ان رسول اللہ خصص
جماعۃ من الصحابۃ کل واحد بفضیلۃ وخصص علیا بعلم القضا فقال اقضاہم علی یعنی رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ و
السلام نے جماعت صحابہ کو خاص خاص فضیلتوں سے مخصوص فرمایا۔ مگر علی کو علم قضا میں مخصوص کرکے کہدیا کہ
قاضی ترین امت علی ہے واضح ہو کہ علم قضا یعنی مقدمات شرعی کو فیصل کرنا تمام علوم پر محیط ہے جو شخص کہ مجموعہ
علم ہوگا وہی قاضی ہو سکتا ہے خطیب ابن مغازلی نے لکھا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا جو چیزیں مجکو تعلیم کی گئی
وہ بالتمام میں نے علی کو سکھا دی پس وہ میرے علم کا دروازہ ہے یہ کہ کر آنحضرت نے جناب امیر کے حق میں دعا کی
اور فرمایا کہ اے علی آپ کی صلح اور آشتی میری اور آپ کے ساتھ جو حرب کرے وہ عین میرے ساتھ لڑتا ہے
بعد میرے درمیان میری امت کے تم اک نشان ہو۔ عبارت متعلق بمضمون بالا یہ ہے فما علمت شیئا
الا علمتہ علیا فہو باب علم مدینتی ثم دعاہ الیہ فقال یا علی سلمک سلمی وحربک حربی وانت العلم بینی وبین امتی بعدی

اخطب خوارزم نے کتاب مناقب میں لکھا ہے (اعلم امتی من بعدی علی ابن ابیطالب) آنحضرت نے فرمایا کہ بعد ہمارے اعلم امت علی ابن ابیطالب ہیں سید علی ہمدانی و حکیم ترمذی و موفق بن احمد خوارزم نے لکھا ہے (وقال رسول اعلم عشرۃ اجزار فاعطا علیاً منہا تسعۃ و ہو بالجزء العاشر اعلم الناس) نبی کریم نے فرمایا کہ علم دس جزو پر عطا کیا گیا ہے از انجملہ ۹ حصے علی کے حصہ میں آئے اور دسویں حصہ میں کل عالم ہے مگر علی اُس عام حصہ میں بھی شریک اعلیٰ ہیں حکیم ترمذی ابی ذر سے ناقل ہیں (قال رسول اللہ علی باب علمی مبین لامتی) حضرت نے فرمایا علی باب علم ہیں اور میری امت میں علوم بیان کرنے والے ہیں۔ حاکم نے مستدرک میں ابوسعید خدری سے روایت کی ہے (قال قال رسول اللہ بعد الخطبۃ لاتشکوا علیاً فواللہ انہ لاخشی فی ذات اللہ و فی سبیل اللہ۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ علی کی شکایت نہ کرنا بخدا وہ نہایت خشوع کرنے والے ہیں معرفت خدا اور راہ خدا میں جو شخص کہ خاشی و خائف ہو وہ بہ نص قرآن عالم ہے چنانچہ خدا فرماتا ہے (انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء) تحقیق کہ جو کہ خدا سے ڈرتے ہیں وہ علماء ہیں بہرحال عالم علوم ربانی جناب امیر علیہ السلام تھے یہی وجہ تھی کہ امور مشکلہ میں تمام صحابہ اور بخصوص سر دفتر اصحاب حضرت عمر ابن خطاب آپ سے رجوع کرتے تھے۔ مسند امام احمد بن حنبل و فرائد السمطین حموینی و جلد پنجم صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ جناب دوم فرمایا کرتے تھے (لا ابقانی اللہ بارض لست بہا یا ابا الحسن) یعنی خدا مجکو باقی نہ رکھے اس زمین پر جہاں یا علی تم نہو حضرت عمر جو ایسا فرمایا کرتے تھے وہ محبت مرتضوی سے نہ تھا بلکہ غرض سلطنت سے اُس بیماری اور لطف جبری کو مریض کو علاقہ ہوتا تھا اگر حضرت عمر مخالفین کے علمی حملوں کو دفع نہ کرتے تو خلیفہ دوم کی خلافت اور بربنا اس کے اسلام کا وقار نہ رہتا بہ نظر تصدیق کلام چند واقعات ہدیۂ نظر کرتا ہوں۔ عاصمی نے کتاب زین الفتیٰ میں لکھا ہے (جاء الیہود الی ابی بکر وقال انی ارید ان اسئالک عن الاشیاء ولا یعلمہا الا نبی او وصی قال ابوبکر سل عما بدا لک) یعنی حضرت ابوبکر کی خدمت میں ایک یہودی آ کر بیان طراز ہوا کہ میں چند باتیں پوچھنے کا ارادہ رکھتا ہوں سوائے نبی یا اُس کے وصی کے کوئی شخص جواب دینے پر قدرت نہیں رکھتا۔ صدیق اکبر نے فرمایا کہ جو کچھ پوچھنا ہو پوچھیے اس سے آگے صاحب زین الفتیٰ لکھتے ہیں کہ جب یہودی نے فرد سوالات پیش کی (عجز ابوبکر فقال یا ابا الحسن ان ہذا الیہودی سئالنی عن مسائل زنادقۃ الی اجاب علی) ابوبکر کو عجز ہوا حضرت امیر سے فرمایا کہ یہ یہودی مجھ سے ایسے سوال کرتا ہے جیسا کہ زندیق کیا کرتے ہیں بالآخر آپ نے اسکو جواب دے

محب الدین طبری نے ذخائر العقبیٰ میں ابن عمر سے اور ابو محمد عاصمی نے سلمان فارسی سے چند روایات نقل کی ہیں کہ عہد شیخین میں فلاں واقعات صعب و دشوار جنکا تعلق علم سے تھا پیش ہوئے اُن لوگوں کو جواب میں عجز ہوا اور حضرت امیرؑ نے مسکت جواب دے بطور نمونہ دو ایک حکایت سناتا ہوں۔

حکایت از کتاب ذخائر العقبیٰ

چند یہودی حضرت اول کی خدمت میں عرض پیرا ہوئے کہ اے فرماں روائے ملک اسلام اپنے نبی کی اوصاف ہمارے سامنے بیان فرمائیے تاکہ ہم کتب آسمانی والہامی سے اُسے مطابق کریں کہ وہ حامل اوصاف انبیاء بھی پایا جناب صدیق نے ارشاد فرمایا کہ میں غار میں آنحضرتؐ کے ساتھ رہا۔ کوہ حرا پر اُن کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہوئے سیر و گشت کرتا رہا۔ لیکن ان کی صفات بیان کرنے سے عاجز ہوں۔ یہ علیؑ تمہارے سامنے موجود ہیں نبی کے داماد اور بھائی ہیں اِن سے بہتر کوئی شخص اُن کے خصائل حمیدہ کے بیان کرنے پر قادر نہیں ہو سکتا جناب امیرؑ نے آن حضرت کی عادت و طرز معاشرت کو بیان کیا۔

حکایت از کتاب زین الفتی عاصمی

قیصر روم نے راس جالوت کو مع چند علماء کے مدینۂ طیبہ میں بہ این غرض بھیجا کہ مدعی نبوت کے حالات دریافت کرکے رپورٹ پیش کریں کہ اپنے دعوے میں وہ کہاں تک برسر راستی ہیں جبکہ یہ گروہ وارد مدینہ ہوا تو معلوم ہوا کہ آنحضرت وفات پا گئے اور اُن کے خسر داماد کی جگہ حکمرانی کر رہے ہیں راس جالوت وغیرہ نے حضرت ابوبکر سے پوچھا کہ جس بہشت کی آپ مسلمان صاحب بجد توصیف کرکے بلاشراکت غیرے صرف مسلمانان کا مملوکہ بتاتے اور جہنم کو ہم لوگوں کے حصہ میں لگاتے ہیں۔ براہ مہربانی ان دونوں کی حقیقت سے مطلع فرمائیے کہ بہشت کیا چیز ہے اور دوزخ کیا بلا ہے "تاکہ ہم انکو سنکر آپ کے مذہب پر راغب اور اپنے ملت سے متنفر ہوں یہ جملہ سنکر حضرت صدیق نے معاذ بن جبل اور ابن مسعود ہشیار ان دولت کی طرف دیکھا اُس دیکھنے سے منشاء یہ تھا کہ آپ صاحب کچھ جواب دیں۔ مگر افسوس ہے کہ وہ بزرگواران سوائے تحیر کچھ جواب نہ دے سکے راس جالوت نے عبرانی زبان میں اپنے رفقاء سے کہا کہ جس کے یہ لوگ قائم مقام ہیں وہ نبی نہ تھا۔ اگر ہوتا تو جانشین اوصیاء انبیاء کا عاجز ہونا کیا معنی رکھتا ہے حسن اتفاق سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اس

موقع پر موجود تھے فرمایا کہ آپ صاحب میرے ساتھ چلیں ایسے شخص سے ملاؤں گا کہ جو توریت و انجیل و زبور و فرقان کے مطالب کو بوجہ احسن حل کرسکتا ہے بالآخر سب مجمع حضرت امیر کی خدمت میں آیا معاذ بن جبل کہتے ہیں کہ ہم سب دروازہ مرتضوی پر کھڑے ہوئے حضرت کو اطلاع دی آپ برآمد ہوکر بعد سماعت واقعہ مسجد رسول میں بہ نظر اظہار حال وکشف حقیقت جلوہ فرما ہوئے ابن مسعود کہتے ہیں کہ ہم ان علمار کے سامنے بوجہ عجز سر نہ اٹھا سکتے تھے جبکہ علی علیہ السلام نے جواب شافی دیئے اور ہر عنوان سے اس جالوت کو معقول کردیا تو ہمارے تن مردہ میں جو کہ مذلت عدم جواب دہی سے بےحس ہو رہا تھا جان آگئی ناظرین غور فرمائیں کہ نیابت نبی ایسے شخص کو زیبا تھی جو کہ اکفار کے علمی حملوں کو دفع کرکے وقار ایمان کا بڑھا ہوا ہو اور انحضرت کی نبوت کو درجہ صداقت پر پہنچانے والا تھا یا کہ اُن بزرگواروں کو جو کہ جواب سے عاجز ہوکر متحیرانہ ایک دوسرے کا منہ تکتے تھے چونکہ حدیث مسند لہ مثبت خلافت مرتضوی ہے لہذا شاہ صاحب نے نہایت گھبراہٹ سے اس کے موضوع ہونیکا اشتہار دے دیا اور اپنی اُن تمام علمار کو جنھوں نے تصدیق حدیث بالا کی ہے جھوٹا قرار دے دیا چنانچہ تحفہ کے باب ہفتم میں لکھتے ہیں در این خبر مطعون است قال یحیی بن معین لا اصل لہ وقال البخاری انہ منکر ولیس لہ وجہ صحیح وقال الترمذی انہ منکر غریب الی آخرہ مجلدات عبقات الانوار سے ایک خاص جلد حدیث کی توثیق میں ترتیب دی گئی ہے اس میں شاہ صاحب کے تمام ایراد کا جواب دیا گیا ہے تخالطب اسکو ملاحظہ فرمائیں اگر ائش کے حجم وضخامت سے گھبرائیں تو کتاب مستطاب مفاتیح المطالب مصنفہ جناب مولوی سید اعجاز حسین صاحب رئیس امروہہ مصرعہ اوراق اول اگر از صفحہ ۵۹ لغایت صفحہ ۹۲ لم ملاحظہ فرمائیں قبل از این کہ تخاطب مجلدات موصوفہ سے کسی جلد کو دیکھیں پہلے شاہصاحب کی نوعیت قایم فرمائیں کہ وہ سچے تھے یا کیا حضور ممدوح نے تحفہ میں جہاں اعتراض کیا ہے وہاں یہ بات لکھی ہے وقال الترمذی انہ منکر غریب یعنی ترمذی نے حدیث مدینہ کو منکر وغیرہ کی صفت سے یاد کیا ہے۔ دنیا میں صحیح ترمذی کی ہزاروں جلدیں ہیں کہیں بھی لفظ منکر و غریب نہیں لکھا شاہ صاحب نے اپنا دل خوش کرتے اور سنیوں کو دھوکہ دہی کے واسطے لکھدیا ہے۔ ورنہ صحیح ترمذی میں محض لفظ غریب موجود ہے اگر میرا لکھنا غلط ہوا تو لکھو ورنہ شاہ صاحب کو ایسا ہی سمجھو جیسا کہ خلاف نویس کو سمجھا کرتے ہیں چونکہ صحیح ترمذی میں (غریب لکھا ہے) اور شاہ صاحب نے (منکر غریب) لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اصطلاح محدثین سے ناظرین کو آگاہ کیا جائے کہ لفظ غریب جس سے شاہصاحب نے گریز کی ہے

کیا اثر رکھتا ہے شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں الحدیث صحیح ان کان روایتہ واحدًا یسمیٰ غریب)
یعنی جس حدیث کا راوی ایک شخص ہو وہ صحیح ہی اور اسکو بہ لفظ غریب بولتے ہیں وان کان اثنین یسمیٰ
عزیزًا و ان کانوا اکثر یسمیٰ مشہورًا اور جسکو اکثر آدمی بیان کریں وہ مشہور کہی جاتی ہی افسوس ہی شاہ صاحب
کی دیانت پر کہ غریب کو بقصد عداوت حضرت امیر منکر غریب لکھ کر ناصب کا دل خوش کر دیا جو حضرات
بہ نظر تطابق صحیح ترمذی سے مقابلہ فرمائیں گے غالبًا شاہ صاحب کی روح سے وہ ہی برتاؤ کریں گے جو
شیعہ کرتے ہیں یہ بھی قدرت خدا ہی کہ اگر ایک شخص بعداوت اہلبیت کتمان فضائل پر کمر بستہ ہوتا ہی
تو دوسرا اسی وقت اس کی تکذیب پر آمادہ ہو جاتا ہے علامہ سیوطی تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں (اخرج
الترمذی والحاکم عن علی قال قال رسول اللہ صلعم انا مدینۃ العلم وعلی بابہا ہذا حدیث حسن علی الصواب
مریدان شاہ صاحب لفظ احسن علی الصواب) کے معنی سمجھ کر مراقبہ میں جناب ممدوح سے پوچھیں کہ حضور
یہ تحریف لفظی حدیث میں شاید بہ تبعیت عثمان جناب سے عمل میں آئی۔ الحاصل حدیث مدینہ کو جو دیکھے گا
انشاء اللہ مثبت استحقاق امامت پائے گا۔

حدیث چہارم مثبت استحقاق امامت

حدیث عطائے لوائے بروز خیبر ایسی مشہور و معروف ہے کہ جسکو بچہ بچہ جانتا ہے واقعہ یہ ہی کہ آنحضرت نے
بروز محاصرۂ خیبر اپنا علم دو روز حضرت فاروق اعظم و ایک روز جناب صدیق اکبر کے حوالے کر کے قلعۂ خیبر
پر بھیجا تین روز تک دونوں صاحب معرکہ آرا ہوئے۔ مگر صورت فتح نمایاں نہوی تیسرے روز کی شام
کو جبکہ اہل سنت کے (اشداء علی الکفار) یعنی جناب عمر بے نیل مقصد تشریف لائے اور متواتر ناکامی نے مسلمانوں
کی دل شکستگی اور کفار کی ہمت بڑھی تو آنحضرت نے فرمایا کہ صبح میں یہ علم اسکو دونگا جو کہ کرار غیر فرار ہے
خدا اسکو فتح دے گا اور فاتح کو خدا و رسول دوست رکھتے ہیں اور وہ خدا اور رسول کا دوست رکھنے والا
ہے جبکہ حضور نے یہ ارشاد فرمایا تو تمام شب صحابہ میں یہی گفت و شنود رہی کہ دیکھیے کون شخص
اس منصب جلیل پر فائز ہوتا ہی ان ایام میں حضرت امیر کو آشوب چشم اس درجہ تھا کہ شدت درد
و فور کرب سے کسی پہلو آرام نہ تھا علی الصباح بعد ادائے فریضہ آنحضرت نے فرمایا کہ ابوتراب کہاں
ہیں چہار طرف سے آوازیں بلند ہوئیں کہ یا حضرت وہ تو ایسے مبتلائے درد چشم ہیں کہ چل پھر بھی

نہیں سکتے۔ حکم ہوا کہ جس طرح ممکن ہو میرے پاس لاؤ چنانچہ بصد تعب وہ فنت دو آدمی لیکر آئے بعد سلام عرض کیا کہ مجکو بوجہ علالت عدم حضوری خدمت اقدس کا از حد ملال ہے یہ سنکر آنحضرتؐ نے عنایت شفقت سے حضرت امیرؑ کا سر زانوئے مبارک پر رکھ کر آنکھوں میں لعاب دہن لگا یا۔ آنحضرتؐ کی برکت سے چشم زدن میں درد چشم جاتا رہا فرجام کار علم لیکر میدان میں گئے جس قلعہ پر تین دن سے حملہ ہوکر بالآخر پسپائی ہوتی تھی آپ نے بہ مدد دعا ختم المرسلین اسکو فتح کر لیا صحیح مسلم و بخاری و دیگر صحاح وکتب سیر میں خیبر کے متعلق بچند عنوان عبارتیں نقل ہوئی ہیں۔ بخوف طوالت نہیں لکھ سکتا اس جگہ نقل ابن روزبہان کا کتاب ابطال الباطل سے ایک ٹکڑہ متعلق بہ صحت حدیث خیبر حوالہ قلم کرتے ہیں (حدیث خیبر صحیح وہذا من فضائل یعتنہ لامیر المومنین لایکاد یشارکہ فیہا احد الی آخرہ) یعنی حدیث خیبر صحیح ہے اور اس کا شمار جناب امیرؑ کے فضائل عالیہ میں ہے کوئی شخص اس فضیلت عظیمہ میں اُن کا شریک وسہیم نہیں۔ مناسب موقع سمجھکر ناظرین کو حدیث کے چند مقام دکھلاتا ہوں۔ جن پر نظر کرنے سے عمدہ نتائج پیدا ہوتے ہیں۔

مقام اوّل

رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمانا کہ کل ایسے شخص کو علم دوں گا جو کہ قلعہ خیبر کو فتح کرے گا اسبات کا ثابت کرنیوالا ہے کہ آپ فاتح اور اُسکی صفات سے آگاہ تھے با ایں ہمہ تین دن تک کیوں شیخین کو بھاگ دوڑ کرا کے میدان خیبر کی لشکریوں کا سرمہ کرایا لازم تھا کہ اول ہی روز حضرت امیرؑ کو بھیجدیتے تا کہ اول ہی حملہ میں فیصلہ کار ہو جاتا اسکا جواب یہ ہے کہ بے شبہ ختمی مرتبت کو اسکا خوب علم تھا۔ کہ شیخین فتح نہ کر سکیں گے با ایں ہمہ اُن کو تین دن تک حامل لوا کرنا خالی از مصلحت نہ تھا منجملہ مصالح عدیدہ و متکثرہ کے ایک یہ مصلحت تھی کہ صحابہ موجود الوقت اور زمانہ آیندہ کے لوگوں پر ظاہر کر دیا جائے کہ امامت و خلافت کے لئے شجاع ہونا از جملہ ضروریات ہے اور وہ ان دونوں میں نہیں ہے۔ مرد میدان ہزبر علی مرتضیٰ کے مثل کوئی نہیں اور وہ ہی بعد ہمارے مستحق منصب امامت ہے اگر شیخین افسر بنا کر نہ بھیجے جاتے تو ان کے اور حضرت امیرؑ کے فرار کا امتیاز مشکل سے ہوتا مگر جبکہ تین روز تک وہ میدان امتحان میں دوڑا ئے گئے لہذا آپ نے امت کو مطلع کر دیا کہ یہ لوگ بوجہ جبنیت و نا جوانمردی یہ قابلیت نہیں رکھتے کہ ہماری جگہ اجلاس کر سکیں ہم فردا علم اسکو دیں گے جو کہ فرار نہیں بلکہ کرار یعنی مکرر و متواتر حملہ کرنیوالا ہے یہ بھی واضح ہو کہ فتح خیبر سال ہفتم میں ہوئی اُس کی بشارت میں سورۂ فتح نازل ہوئی جسکا ایک جملہ یہ ہے وعدکم اللہ مغانم

کثیرۃ تاخذونہا) اور سال ششم میں ایک سال قبل آیۂ رضوان نے حسن نزول پایا (لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ) یہ بیعت درخت ببول کے نیچے اس شرط پر ہوئی تھی کہ ماریں گے یا مریں گے مگر میدان سے نہ ہٹیں گے پورا ایک سال نہ گذرا تھا کہ جنگ خیبر میں بہ مفاد آیۂ (حتی یمیز الخبیث من الطیب) پورے طور پر تمیز و تفریق ہوگئی کہ کس نے بیعت پر وفا کی اور کس نے بحکم آیہ (فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ) میدان سے منہ پھرا یا اور جنگ سے جان چرائی چونکہ باوصف بیعت رضوان شیخین نے لڑائی میں تندہی نہ کی نظر بران بموجب حکم (فمن نکث) بشارت رضوان سے خارج ہوگئے اس جگہ حضرات اہل سنت نے یہ عذر کیا ہے کہ عدم فتح مستلزم فرار نہیں ہوسکتا شیخین کے فتح خیبر نہ کرنے سے فرار کیونکر لازم آگیا اسکا جواب بر سبیل اختصار یہ ہے کہ بعد نزول آیہ رضوان جس میں فرار از جنگ ممنوع تھا چند مواقع پر جناب شیخین پشت بہ میدان ہوئے سوائے خیبر کے جنگ حنین کا نقشہ دیکھنا چاہیے سورۂ توبہ میں فراریان جنگ کے لئے (ثم ولیتم مدبرین) اے اصحاب محمد ہوئے تم دُبر دکھلانے والے مستعمل ہوا ہے اگر حنین و خیبر میں فرار واقع ہوا نہ تھا تو نبی صلعم نے فاتح کو کرّار اور ناکام لوگوں کو فرّار کیوں کہا یہ الفاظ نبی کی زبان وحی ترجمان پر جب ہی جاری ہوئی جبکہ حاملین لوا جان توڑ کر نہ لڑے اور میدان سے واپس آئے۔ اسبات کو حضرت سے پوچھنا چاہیے کہ آپنے یہ بے محل تقریر کیوں کی اصلیت یہ ہے کہ جب دونوں بزرگوار میدان جنگ میں جاتے تھے۔ حارث خیبری پیر نہ جمنے دیتا تھا آگے یہ اور پیچھے وہ ہوتا تھا تا اینکہ دونوں کو خیریت سے کیمپ میں پہنچا کر واپس چلا جاتا تھا پس اگر شیخین کے فرار کا انکار کیا جائے تو غیر فرار کہنے میں آنحضرت کی فضول گوئی ماننی پڑے گی

مقام دوم

ایک جملہ حدیث خیبر کے متعلق یہ ہی۔ خدا و رسول اسکو دوست رکھتے ہیں اور وہ خدا و رسول کو دوست رکھتا ہے اس تقیید و اختصاص سے واضح ہوگیا کہ مفرورین کو نہ خدا و رسول دوست رکھتے تھے اور نہ وہ خدا و رسول کو اگر میدان سے روگردان ہونیوالے محبان خدا و رسول ہی ہوتے تو آنحضرت صفت مشترکہ ہی حضرت امیر کو مختص نہ کرتے صحیح مسلم و مسند امام احمد بن حنبل و صواعق محرقہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ جب آنحضرت نے تیسرے روز کی شام کو فرمایا کہ صبح یہ علم اوسکو دیا جائے گا جس میں یہ یہ صفات ہونگی یہ اشتہار سنکر حضرت عمر خدا سے ملتجی ہوئے کہ کاش اسکا علاقہ مجھ سے ہو کیونکہ مذکورۂ بالا میں

اُن کی خواہش کا جملہ ان لفظوں سے نقل ہوا ہے ما احببت الامارۃ الا یومئذ یعنی میں نے امارت کو کبھی پسند نہیں کیا مگر آج کے دن۔ جبکو حضرت عمر کی پر ارمان تمنا پر سخت افسوس آتا ہے کہ انھوں نے ایسی خواہش کیوں کی انہیں کے فتح نہ کرنے اور ناکام چلے آنے سے تو آنحضرت نے فرمایا تھا کہ صبح علم اُس کو دیا جائے گا جو کہ ان صفات کا ہوگا نہ معلوم فاروق صاحب نے کس قرینہ سے معلوم کرلیا کہ یہ حکم عام ہے سب لوگ اس بشارت سے مستفید ہو سکتے ہیں قبلہ انھوں نے یہ نہ سنا ہوگا کہ نشان بردار کے لئے عدم فرار کی شرط لگائی گئی ہے اگر وہ اس قید کو سُن لیتے تو من آنم کہ خود دانم پر عمل کرکے کبھی دور از کار تمنا نہ کرتے۔

مقام سوم

خدا و رسول کا کسی کو اپنا دوست جاننا یا آنکہ کسیکا اپنے آپ کو خدا اور رسول کا دوست سمجھنا مدرکات حسیہ سے نہیں ہے یعنی یہ کہ عام خلایق اُسکا احصا کرسکے جیسا کہ دھوپ یا چھاؤں کو معلوم کرسکتے ہیں چونکہ سرور عالم حامل علم کو صفات مخصوصہ سے یاد فرمایا تھا بلا ظہور کسی فعل کے عام لگ ہیں اوس کے احساس سے معطل نہیں۔ مگر جبکہ شیر خدا نے فتح خیبر کرلیا تو عامۃ الناس سمجھ گئے کہ حضرت امیر کرار اور محبوب خدا و رسول ہیں اور ان سے پہلے جو سپہ سالار ہو کر گئے تھے وہ فراری تھے اور خدا و رسول کی محبت اُن کے قلوب میں تھی اور چونکہ ایک قلب دوسرے دل کا آئینہ ہوتا ہے۔ لہٰذا خدا اور رسول بھی اُنکو اپنا دوست نجانتے تھے حضرات منصفین توجہ فرمائیں کہ بعد نبی مسند امامت پر اہل فرار کا اجلاس زیبندہ ہوگا یا شاہ مرداں کا جو کہ کرار یعنی مکرر و متواتر حملہ کرنے والا تھا۔

حدیث پنجم مُثبت استحقاق امامت

چند علمائے اہل سنت نے جن کے نام نامی یہ ہیں (اخطب خوارزم و ابن المغازلی و ابراہیم بن محمد الحموینی و صاحب مناقب فاخرہ وغیرہ ایک مضمون متعلق بہ سد ابواب نقل کیا ہے فرائد السمطین حموینی سے اسکو پیش کرتے ہیں (عن بریدۃ الاسلمی قال امر رسول اللہ لسد الابواب فشق ذلک علی اصحاب رسول اللہ فلما بلغ ذلک رسول اللہ دعا صلوٰۃ جامعۃ حتی اذا اجتمعوا صعد المنبر فلم یسمع لرسول اللہ تحمیدًا و تعظیمًا فی خطبۃ مثل یومئذ فقال یا ایہا الناس ما انا سددتہا و لا انا فتحتہا بل اللہ عزوجل سدہا ثم قرا و النجم اذا ہوی ما ضل صاحبکم

وما غوی و ماینطق عن الہویٰ ان ہو الا وحی یوحیٰ فقال رجل دع لی کوۃ یکون فی المسجد فابی وترک بابالی مفتوحاً وکان یدخل ویخرج منہ وہو جنب (یعنی آنحضرت نے فرمایا کہ جن صحابہ کے دروازہ جانب مسجد ہیں لازم ہے کہ وہ اُنکو بند کردیویں۔ جبکہ یہ گشتی اشتہار اطلاع یابی لکھانے کے لیے پھیر ہی لے گیا تو صحابہ کو یہ امر نہایت ناگوار گذرا آں حضرت ناراضگی احباب کی خبر سنکر منبر پر تشریف لے گئے اور ایک فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا جس کے مثل پہلے نہ سُنا گیا تھا بعد ازاں فرمایا کہ ایہا الناس نہیں بند کرنیکو کہتا ہوں اور نہ کھلا رکھنے کو بلکہ یہ حکم منجانب خدا نازل ہوا ہے۔ پس ازاں آپ نے آیۂ النجم پڑھی جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ نبی ضلالت و غوایت کی طرف حکم نہیں کرتا بلکہ وہی کہتا ہے جو کہ ہم وحی سے بتلاتے ہیں میں نے یہ بند و کشاد کا حکم اپنی طبیعت سے نہیں دیا۔ بلکہ حکم آسمانی ہے حاضرین جلسہ سے ایک شخص نے کہا کہ مجھکو صرف روشندان رکھنے کی اجازت ملجائے مگر منظور نہوا صرف حضرت علیکا دروازہ کھلا رکھا وہ ہمیشہ دروازہ سے مسجد میں آتے اور جاتے تھے اور بحالت جنابت سوائے اُن کے اور کوئی نہ آسکتا تھا صاحب فرید المسطین نے یہ بھی لکھا ہے کہ تین صحابہ نے اس بات کو روایت کیا ہے کہ آنحضرت نے سوائے دروازہ علی کے اور سب کے در جانب مسجد سے بند کردیے

جامع ترمذی میں ابوسعید سے منقول ہے قال قال رسول اللہ صلعم لعلی یا علی لا یحل لاحد ان یجنب فی ہذا المسجد غیری وغیرک (یعنی آنحضرت نے فرمایا کہ یا علی سوائے میرے اور تمہارے کسی کو جائز نہیں ہے کہ وہ مسجد میں جنب ہو چنانچہ آنحضرت نے جناب امیر کے باب میں فرمایا ہے کہ یا علی انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ بہ نظر مطابقت یہ دیکھنا ضروری معلوم ہوا ہے کہ قیام مسجد کے متعلق حضرت ہارون کو کیا حکم ہوا ہے اسکی صورت قرآن میں یہ ہے اوحینا الی موسیٰ واخیہ ان تبوّا لقومکما بمصر بیوتا واجعلوا بیوتکم قبلۃ واقیموا الصلوٰۃ وبشر المومنین یعنی وحی کی ہم نے موسیٰ اور اُس کے بھائی پر کہ اپنے قوم کے لئے مصر میں مکانات بنواؤ اور اپنے گھر دنکو قبلہ قرار دو دیکھو اس آیت میں خدا نے قوم موسیٰ علیہ السلام کو مسجد سے الگ کیا اور اُسکو دونوں نبیوں کے لئے تجویز فرمایا علی ہذا آنحضرت نے اپنی ذات اقدس و ہارون امت حضرت مرتضوی کی واسطہ مسجد کو مثل گھر کے مقرر فرمایا۔ علمائے اہل سنت چونکہ ہمیشہ اس تاک میں لگے رہتے ہیں کہ فضائل حضرت امیر میں شیخین کو خواہ مخواہ حصہ دار بنادیویں لہذا لکھدیا کہ آنحضرت نے قریب وفات حکمدے دیا تھا کہ ایک خوخہ (روزن) ابوبکر اپنے گھر میں

جانب مسجد کھلوا لیویں ساتھ ہی یہ بھی تجویز کر لیا کہ وہ سوراخ استحقاق خلافت پر دلالت کرتا ہی چنانچہ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں وفیہ اشارۃ الی خلافت الصدیق لان الخلیفہ یحتاج الی القرب المسجد بشدت احتیاج الناس الی ملازمتہ لہ الصلوٰۃ (یعنی ابوبکر کی کھڑکی میں روزن کرانا خلافت صدیق پر اشارہ کرتا ہی کیونکہ خلیفہ کو قرب مسجد کی بوجہ امامت نماز وحاجات عامۃ الناس زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ اصلیت یہ ہی کہ معمار اول نے جس طرح بنیاد دیوار رکھی اسی پر اور لوگ ردا رکھتے چلے آئے کسی بھلے مانس نے یہ نہ سوچا کہ جس مکان میں ہم روزن کھلوا کہ رہے ہیں وہاں فی الواقع حضرت ابوبکر کا کوئی مکان مسکونہ تھا بھی یا نہیں علمائے اہل سنت کی تحریر سے ثابت ہوا ہے کہ وہ مدینہ میں سکونت بھی نہ رکھتے تھے بلکہ بیرون شہر مسجد نبوی سے ایک میل کے فاصلہ پر محلہ سنخ میں جس جگہ بنی الحارث و خزرج رہا کرتے تھے۔ چنانچہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں بعد ذکر فاصلہ محلہ مذکورہ بالا لکھتے ہیں (بعد از بعیت یکماہ دران منزل بسر برد ہر روز ازانجا سوار شدہ بہ مدینہ می آمد وصلوٰۃ خمسہ با جماعت در مسجد حضرت رسول اللہ می فرمود و بعد از ادائے خفتن (نماز عشا) باز بہ محلہ سنخ میرفت و گاہے اگر وے ازراہ بشریت حاضر نمی شد امیر المومنین عمر ابن الخطاب بحسب فرمودہ ازراہ نیابت امامت صحاب بتقدیم میرسانید۔ علمائے اہل سنت کی زبردستی پر تعجب آتا ہے خواہ مخواہ حضرت ابوبکر کے گھر کو پھوڑے ڈالتے ہیں کجا مسجد نبوی اور کہاں محلہ سنخ سوائے ازایں ایک اور ثبوت دکھلاتا ہوں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ حضرت صدیق حوالی مسجد میں نہ رہتے تھے بعد وفات آنحضرت جبکہ فرط محبت سے حضرت عمر کی عقل پر زوال آیا اور عالم بیہوشی میں تلوار گھما گھما کر کہنے لگے کہ اگر کسی نے نبی کا مرنا بیان کیا تو ابھی قتل کر ڈالوں گا اسوقت حضرت ابوبکر موقعہ بیعقلی پر موجود نہ تھے اُن کا مکان محلہ مذکور سے فاصلہ پر تھا دیر میں پہنچے۔ عمر صاحب کو اس حالت بیخودی میں دیکھ کر سمجھایا کہ کیوں ہلکی ہوئی باتیں کرتے ہو وہ نبی اور لوگوں کے بشر تھے جس طرح سب مرا کرتے ہیں وہ بھی مر گئے اگر اِن کا مکان زیر مسجد ہوتا تو وہ بھی وہاں موجود ہوتے درحالیکہ بقول ابن روزبہان قرب مسجد اور وہ بھی بذریعہ سوراخ دیوار اشارات خلافت میں داخل ہی تو حضرات اہل سنت انصاف فرمائیں کہ جو شخص نبی کا بھائی [illegible] داماد ہو اور جسکا دروازہ مسجد میں ملا ہوا ہو وہ روزن دار خلیفہ سے بدرجہا مستحق امامت بننے کی قابلیت رکھتا ہی۔ اہل نظر ذرا سوراخ پر نگاہ پڑا لیں روزن سے ہوا آیا کرتی ہے

اتد ورفت اُس سے ممکن ہنیں ہوتی ہماری سمجھ میں ہنیں آتا کہ بُت کے جھروکے سے کیونکر خلایق کی حاجت روائی کرتے ہونگے ۔ (مجہ)

حدیث ششم مثبت استحقاق امامت

چند علمائے اہل سنت نے جن کے نام نامی یہ ہیں امام احمد ابن حنبل بہ مسند وابونعیم الاصفہانی وابراہیم الحموینی وشیخ الاسلام فتح الباری وصاحب ریاض النظرۃ و اخطب خوارزم و زمخشری وامام المفسرین ثعلبی وغیرہا حدیث تبلیغ سورۂ برات کو نقل کیا ہے ۔ عربی عبارت چھوڑکر اردو میں سند امام احمد بن حنبل کا مطلب عرض کرتا ہوں ۔ حضرت امیر فرماتے ہیں جبکہ سورۂ برات کی دس آیتیں آنحضرت پر نازل ہوئیں تو آپ نے ابوبکر کو بُلا کر فرمایا کہ مکہ میں جاکر یہ آیات لوگوں کو سناؤ اُن کے جانے کے بعد مجکو بلایا اور فرمایا کہ تم سوار ہوجاؤ جس جگہ ابوبکر ملیں اُن سے آیات لیکر مکہ جاؤ اور لوگوں کو ہدایت کرو کہ حسب ارشاد باری عمل کریں پس میں نے جحفہ میں اُن کو جالیا اور آیات واپس لے لیں ابوبکر لوٹکر آں حضرت کے پاس آئے اور دریافت کیا کہ میرے باب میں کوئی آیت نازل ہوئی جس سے معزولی عمل میں آئی ۔ حضرت نے فرمایا ہنیں بلکہ جبریل علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ آپ کی طرف سے شخص غیر اس کام کی نیابت ہنیں کرسکتا تم خود جاؤ یا اُس شخص کو بھیجو جو کہ آپ کا جزو ہو آنحضرت نے اس کا جواب جو جناب ابوبکر کو دیا وہ صواعق محرقہ سے نقل کیا جاتا ہے (علی منی وانا من علی لا یودی عنی الا علی یعنی علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں ۔ میری جانب سے کوئی ادائے پیغام کی قابلیت ہنیں رکھتا مگر علی چونکہ اس واقعہ سے حضرت ابوبکر کی سراسر ناقابلیت ثابت ہوتی ہی اور بعد آنحضرت عہدۂ امامت اور نشر احکام شریعت کے لایق وہ کسی طرح ہنیں سمجھے جاسکتے اور حضرت امیر کا تبلیغ احکام میں مثل رسول ہونا خلافت بلافصل کی خبر دیئے دالا ہی ۔ لہذا علمائے اہلسنت کو تشویش ہوئی کہ اس موقع پر کوئی ایسی بات بنائی جائے کہ جس سے حضرت ابوبکر باقی رہیں ورنہ ہر شخص باسانی یہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ جو بزرگ چند آیات کے سنادینے کی خدا کے نزدیک قابلیت نہ رکھتا تھا وہ احکام قرآن پر خلایق کے چلانے کا کیونکر بار اُٹھا سکتا ہے لہذا افضل ابن روزبہان نے قوت عقلی سے یہ بات بنائی کہ رسالتمآب نے ابوبکر کے بعد علی کو اس لئے مامور فرمایا تھا کہ اہل عرب حسب رواج ملکی اُس عہد وپیمان

کو مضبوط و مستقل جانتے ہیں جو کہ عہد کنندہ کی ذات یا ایسے شخص سے ہو جو کہ اسکا ہمقوم اور مزید برآں کالجزو ہو چنانچہ الطال میں عالم موصوف لکھتے ہیں دان العرب کان یعتبرون نبذ العہود والعقدۃ الامن صاحب العہد اومن احدمن قومہ وابوبکر کان منی یتیم مخاف رسول اللہ ان لایعتبر العرب الی آخرہ اس موقع پر یہ بات قابل غور ہے کہ رسومات ملکی سے اہل ملک بطور واجب واقف ہوتے ہیں جبکہ حضرت نے جناب ابوبکر کو مامور فرمایا تھا تو بالیقین اسبابت کو جانتے ہونگے کہ رواج عرب کے خلاف ایک غیر شخص کو جو کہ ہمارا ہمقوم وقبیلہ نہیں بلکہ طائفہ بنی تیم کا ایک معمولی پارچہ فروش ہے اس امر بزرگ و سترگ پر تعینات کرتے ہیں۔ ممکن ہو کہ زمانہ آیندہ میں عرب اس عہد پر جو کہ بذریعہ شخص غیر کیا جاتا ہے قایم نہ رہیں نظر براں حضرت پر واجب تھا کہ اول ہی ایسے شخص کو بھیجتے جس کا ساختہ پرداختہ حسب دستور ملک قابل پابندی ہوتا۔ اگر نبی سے سہو ہوا تھا تو خود حضرت ابوبکر یاد دلاتے کہ جناب مجکو اس خدمت پر مامور نفرماتے خود جاتے یا اسکو حکم فرماتے جو کہ بوجہ ہم قوم وقبیلہ ہونے کے آپکا قایم مقام و مختار کل سمجھا جاوے میرے طے کردہ امر پر عجب نہیں ہے کہ عرب قایم نہ رہیں اور زمام محنت برباد ہو۔ کیونکہ فدوی حضور کا نہ ہمقوم نہ کوئی قرابت قریبہ رکھتا ہے البتہ صرف جناب کا سسرا ہوں اس رشتہ میں بھی مجکو کوئی خصوصیت نہیں کیونکہ مثل میرے اور بہت سسرے ہیں لیکن بمقابلہ بگجدی لوگوں کے کسی قوم میں کوئی سسرا معزز نہیں ہوسکتا۔

اور اگر یہ مان لیا جاوے۔ کہ حضرت ابوبکر کو اختلال حواس تھا تو حضرت عمر اپنی دانشمندی سے ایسی رائے دیتے یہ ممکن نہیں کہ صحابہ سے کسی کو رواج عرب پر اطلاع نہو۔ اگر فی الواقع یہ بات مروج ہوتی تو اول اسکو ملحوظ فرماتے بصورت سہو نبی صحابہ سمجھاتے یہ کیا کہ تمام آدمی بھول بھلیاں میں پڑ گئے اور صدہا برس بعد فضل ابن روزبہان کو اسپر اطلاع ہوئی بعض علما لکھتے ہیں لما رجع ابوبکر الی النبی جزع وقال یارسول اللہ الی آخرہ یعنی جب ابوبکر واپس ہوئے تو رور و کر عرض کرنے لگے کہ یا حضرت آپنے مجکو کیوں معزول فرمایا اگر حسب خیال ابن روزبہان عرب میں کوئی خاص قاعدہ مرسوم تھا تو آنحضرت فرما دیتے کہ آپ کیوں شدت گریہ سے کالبیدہ ہوئے جاتے ہیں ہم نے آپکو بہ اتباع رسم ملک واپس بلا لیا ہے چونکہ ایسی گفت وشنود کا واقع ہونا کسی مورخ یا محدث نے بیان نہیں کیا لہذا سمجھا گیا کہ ناقابلیت باعث عزل ہوئی نہیں

یہ صرف علمائے اہل سنت کی سخن سازی ہے کہ رواج ملک کی وجہ سے ان کی برطرفی عمل آئی یہاں پر ایک سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ ہرگاہ نبی جانتے تھے کہ آیات برات کا کفار کو سنانا در ارتکاب منہیات سے جہلا رعب کو روکنا اور بصورت سرتابی انکو سخت پکڑنا ابوبکر جیسے نرم طبیعت و رقیق القلب وڈرپوک آدمی کا کام نہیں پھر حضرت نے ایک بوڑھے خسرے کو منصب جلیل و بکر معزولی سے بہ نظر عامۃ الناس کیوں ذلیل کرایا ہاں اگر ابوبکر موقع حج پر پہنچکر خدمت مفوضہ کو پورا نہ کرتے اور جیساکہ بعض مواقع پر سرو ارشکر ہوکر ناکام رہے ایسا ہی مکہ معظمہ میں نبی نور برسانے تو قابل معزولی ہوسکتے تھے اس شبہہ کا جواب یہ ہے کہ صحابہ موجود اونکو باور کرادینا تھا کہ یہ شخص بعد ہمارے قابلیت امامت نہیں رکھتا علم الٰہی میں اسکو چند آیات کی تبلیغ کا مادہ نہیں ہے خبردار ہوشیار کبھی انکو پیشوائے دین نہ بنانا۔ علی المرتضیٰ بعد ہمارے لیاقت خلافت رکھتے ہیں اور وہ ہی میرے ہمقوم اور جزو ہیں خیبر میں بھی آپ نے ایسا ہی کیا تھا پہلے انکو علم دار لشکر کیا اور تین روز کے بعد فرمادیا کہ یہ دونوں فراری ہیں اور خدا و رسول کو ان سے الفت نہیں نہ یہ اللہ و نبی کے دوست ہیں اگر ہمارے جواب کو حضرات سینہ قبول فرمائیں تو چونکہ حضرت کو وہ ہی جانتے ہیں اسکا کوئی اور سبب بیان فرمائیں بوجہ وحدت عقیدت اس جواب میں ہم بھی نصفی کے حصہ دار ہیں الحاصل سورۂ برارت کے معاملہ میں حضرت امیرؑ کا استحقاق امامت ایسا ثابت ہوا جسکا اٹھانا کسی طرح ممکن نہیں ہوسکتا۔

حدیث ہفتم مثبت استحقاق امامت

حدیث خاصف النعل متفق علیہ ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ قریش کے چند آدمی اپنے گروہ سے فرار کرکے آنحضرت کی پناہ میں آگئے تھے۔ انھوں نے اپنے مفرورین کی واپسی کے لئے بحضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ درخواست پیش کی آنحضرت نے جناب ابوبکر سے پوچھا کہ قریش جو خواہش کرتے ہیں اس میں آپ کی کیا رائے ہے انھوں نے فرمایا کہ میری دانست میں ان کی استدعا کو منظور فرمانا چاہئے کیونکہ یہ آپ کے ہمسایہ ہیں حضرت عمر سے پوچھا گیا انھوں نے بھی وہی مشورہ دیا دونوں صاحبوں کی رائے حضور کو ناپسند ہوئی۔ کبیدہ ہوکر فرمایا کہ اے گروہ قریش انشاء اللہ تم جب تک نہ سمجھو گے

خدا تم پر ایسے شخص کو مسلط کرے گا کہ جس کے قلب کا خدا نے امتحان کر لیا ہے وہ تمکو گردن مارے گا یہ مژدہ فرحت افزا سنکر حضرت ابوبکر نے عرض کیا حضرت وہ میں ہوں فرمایا کہ نہیں جناب عمر نے اپنے واسطے پوچھا انکو بھی نفی میں جواب ملا۔ حضور انور نے فرمایا کہ یہ وہ شخص ہے جو کہ میری نعلین کے بند درست کر رہا ہے حجرۂ طاہرہ میں نظر کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ خاصف النعل یعنی جوتی درست کرنے والے حضرت امیرؑ تھے مسند امام احمد بن حنبل میں ربعی بن خراش و ابو سعید خدری و عبد اللہ بن حنطب سے اور جمع بین الصحاح ستہ و مناقب اخطب الخطباء موفق بن احمد الخوارزمی و کتاب الفضائل علامہ سمعانی و حلیۃ الاولیاء ابو نعیم اصفہانی و ابن حجر مکی صاحب صواعق محرقہ وغیرہ نے مضمون بالا کو نقل کیا ہے اس جگہ بعض کتب مذکورہ کے ایک ایک دو دو جملہ متعلق بہ واقعہ مذکورہ ہدیۂ نظر کرتا ہوں متوجہ ہو کر ملاحظہ فرمایا جائے۔

عبارت مسند امام احمد بن حنبل بروایت ربعی بن خراش

یا معشر القریش او لیبعثن اللہ علیکم رجلاً منکم [illegible] قلبہ للایمان یضرب رقابکم علی الایمان قیل یا رسول اللہ ابوبکر قال لا قیل فعمر قال لا و لاکن خاصف النعل فی الحجرۃ الی آخرہ

عبارت دیگر از مسند بروایت ابی سعید الخدری

قال صلعم ان منکم من یقاتل علی تاویل القرآن کما قاتلت علی تنزیلہ قال ابوبکر انا ہو یا رسول اللہ قال لا قال عمر انا ہو یا رسول اللہ فقال لا ولاکنہ خاصف النعل

حدیث سوم مندرجہ مسند بروایت عبد اللہ بن حنطب

قال رسول اللہ لوفد ثقیف حین جاءہ لتسلمن او لابعثن الیکم رجلا منی او قال مثل نفسی فلیضربن اعناقکم ولیسبین ذراریکم ولیاخذن اموالکم قال عمر واللہ ما تمنیت الامارۃ الا یومئذ

عبارت کتاب الجمع بین الصحاح ستہ

مثل عبارت مسند مندرجہ اول۔

عبارت مناقب خطب الخطباء احمد الخوارزمی

لبعثن الیکم رجلاً کنفسی طاعتہ وکطاعتی ومعصیتہ کمعصیتی یضلکم اللہ بالسیف

عبارت کتاب سمعانی وحلیۃ الاولیا وابونعیم اصفہانی

حتی یبعث اللہ رجلاً امتحن اللہ قلبہ بالایمان

عبارت صواعق محرقہ

ابن حجر لکھتے ہیں کہ آنحضرت بعد فتح مکہ بہ سمت طائف تشریف لے گئے اور خطبہ میں اس طرح ارشاد فرمایا اوصیکم بعترتی خیراً وان موعدکم الحوض والذی نفسی بیدی لتقیمون الصلوٰۃ ولتوتن الزکوٰۃ اولابعثن الیکم رجلاً منی اوکنفسی یضرب اعناقکم ثم اخذ بید علی ثم قال ہو ہذا

واضح ہو کہ سوائے صواعق محرقہ دیگر کتب میں کہیں امتحن اللہ قلبہ بالایمان کسی جگہ کنفسی اور خاصف النعل کہیں رجلاً منی وغیرہ بطور اشارات فرمایا گیا ہے۔ مگر بہ روایت صواعق محرقہ حضرت امیرؑ کا ہاتھ پکڑ کر دکھلادیا کہ یہی وہ شخص ہے روایات مندرجہ صدر میں چند جملہ ہیں جن کی توضیح مناسب معلوم ہوتی ہے۔ تاکہ ناظرین کو حقیقت الامر پر اطلاع ہو جائے۔

تصریح فقرات اول۔ امتحن اللہ قلبہ۔ دوم یضرب رقابکم علی الدین ۔سوم رجلاً کنفسی ورجلاً منی چہارم طاعتہ کطاعتی۔ پنجم یقاتل علی التاویل ششم بہ مقابلہ شیخین آنحضرت کا لا اولا فرمانا

فقرہ اول امتحن اللہ قلبہ للایمان

جس کے ایمان کا خدا نے حسب شہادت ختمی مرتبت امتحان کر لیا اس سے بالاتر نہایت نبوت میں کس کا استحقاق ہوسکتا ہے افسوس ہے علمائے اہلسنت کی دانشمندی پر کہ نبی علی کے باب میں یہ ارشاد فرمائیں کہ اسکو دفتر خداوندی سے سند ایمان مل گئی ہے اور وہ شبہ سے منجانب خوارج بذریعہ رسوال از جمیع علمائے شیعہ جس پر مخاطب نے بھی بہت زور دیا ہے حضرت امیر کے ایمان کا شیعہ سے ثبوت طلب

فرمائیں اے گروہ سینہ خدارا انصاف سے جواب دو اسلام میں کون شخص ایسا کامل الایمان ہے جسکو مخبر حقیقی نے ایمان کا پاس دے دیا ہے۔

فقرہ دوم یضرب رقابکم علی الدین

آنحضرت کا یہ ارشاد صاف طور پر دلالت کرتا ہے کہ علی کی جنگ محض لوجہ اللہ تائید دین کے لئے تھی اسی واسطے آپ نے اکثر مواقع پر (حرب حرب حربی) فرمایا ہے جو شخص کہ محض ترویج دین کی نیت جنگ کرے وہ ہی استحقاق امامت رکھتا ہے نہ وہ کہ توسیعات مملکت وترقی سلطنت کے لئے قوت جماعت سے لوگوں کے ملک پر چڑھائی کرے جیسے کہ خلفاء نے کی۔

فقرہ سوم رجلاً کنفسی ورجلا منّی

جو شخص کہ آنحضرت کا نفس ہو اور جس کو رسول اکرم مخلوق بخلقت منی فرمائیں اس کے نائب اور خلیفہ بلا فصل ہونے میں کیا وہم پیدا ہو سکتا ہے۔

فقرہ چہارم طاعۃ کطاعتی

جس کی اطاعت کو حضور پر نور اپنی اطاعت فرمائیں وہ ہی امام خلق ہے صحیح مسلم میں ابوہریرہ سے یہ روایت ہے (من اطاعنی فقد اطاع اللہ ومن عصانی فقد عصی اللہ الی آخرہ) ہم بریں بنا اطاعت علی ابن ابیطالب اطاعت خدا ہے۔ دیکھو اس سے بالاتر مرتبہ ممکن نہیں۔

فقرہ پنجم من یقاتل علی التاویل

آنحضرت نے قتال کو دو قسم پر منقسم فرمایا۔ ایک جہاد علی التنزیل دوم علی التاویل قسم اول آنحضرت سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ کفار قرآن کو نہیں مانتے تھے اور اس کے منزل من اللہ ہونے میں چون وچرا کرتے تھے لہذا آپ نے پہلے مواعظہ حسنہ اور بدرجہ آخر عند الضرورت جہاد سے اسکا آسمانی کتاب ہونا ثابت فرمایا۔ قسم دویم کا علاقہ حضرت امیر سے ہوا۔ کیونکہ انکو مسلمانوں سے جہاد کرنا پڑا

وہ لوگ بظاہر کتاب اللہ کو کتاب ربانی جانتے تھے مگر غلط فہمی سے اسکی تاویل میں پہلو بہ پہلو ہوتے تھے چونکہ بحکم وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم حضرت امیرؑ بطون قرآن پر کماحقہٗ آگاہی رکھتے تھے بدایں وجہ ان غلط کاروں سے جہاد کیا۔ تاویل بمقابلہ تنزیل دوسرا امبر رکھتی ہے لہذا حضرت امیر نے وہ ہی کام کیا جو کہ خلیفہ نبی سے بسبب منزد ہونے کے متعلق ہوتا ہی نہایت صاف طور پر ثابت ہوگیا کہ نائب نبی ہونے کا استحقاق اُسیکو ہی جسکا قتال تاویل پر ہوا جو کے مخالف کافر محض تھے اور علی کے مخاصم کافر۔ کلمہ گو۔ حضرت امیر نے تین طرح کے کفار سے قتال کیا۔ قاسطین و مارقین و ناکثین۔ حضرت طلحہ و زبیر و عائشہ صاحبہ و جناب معاویہ و خوارج وغیرہ انہیں اقسام ثلاثہ میں داخل ہیں

فقرہ ششم بجواب شیخین آنحضرت کا لا و لا فرمانا

احادیث مندرجہ صدر میں درج ہے کہ جب حضور نے ارشاد فرمایا کہ جس طرح میں نے تنزیل قرآن پر قتال کیا اسی طرح وہ شخص تاویل پر کرے گا اسوقت حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ کیا وہ میں ہوں گا۔ حضور نے ارشاد کیا کہ (لا) یعنی تم نہ ہو گے عمر صاحب کے سوال پر بھی یہ ہی جواب ملا۔ جن کتابوں کا حقیر نے حوالہ دیا ہے وہ سب عربی زبان کے ہیں۔ شاید مخاطب کو باسانی نمل سکیں لہذا ایک سنی عالم کی کتاب سے حدیث موصوف الصدر کے متعلق مضمون حوالہ قلم کرتا ہوں تا کہ پورے طور پر ملکی عالم کی تحریر سے تشفی ہوجائے مولوی محمد مبین لکھنوی فرنگی محلی اپنی کتاب وسیلۃ النجاۃ مطبوعہ گلشن فیض لکھنو کے صفحہ (۹۸) سطر ۹ پر جو عبارت لکھتے ہیں وہ نقل کی جاتی ہے۔ مولوی صاحب ممدوح نے بحوالہ امام نسائی عربی عبارت لکھ کر ازاں بعد فارسی میں اسکا ترجمہ حسب الذیل کیا ہے (آمدند نزد رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ مروی چند از قریش وگفتند اے محمد ما از ہمسائگان و شریکان تو ایم و مدرستیکہ می آیند غلامان ما نزد تو و نیست اینہارا رغبت در دین و نہ رغبت در فقہ و احکام شرعیہ ملکہ می گریزند از مالیس بازگردان آنہارا بجانب ما حضرت فرمود ابی بکر چہ میگوئی تو ابوبکر گفت راست می گویند پس متغیر گشت چہرہ مبارک رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ۔ بعد ازاں فرمود عمر ابن خطاب راکہ تو چہ میگوئی گفت عمر راست

می گویند پس متغیر گشت چہرۂ مبارک رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ بعد از اں فرمود عمر ابن خطاب را کہ تو چہ میگوئی گفت عمر راست می گویند ایشاں از ہمسائگان تو اند پس متغیر گشت رنگ روئے مبارک وناخوش آمد ایں سخن آنحضرت را بعد از اں فرمود کہ اے گروہ قریش قسم بخدا ہر آئینہ خدا خواہد فرستاد بر شما مردے را از شما کہ تحقیق امتحان کردہ است خدا دل اورا بہ ایمان واو این کامل دارد ہر آئینہ او خواہد زد شمارا بر دین۔ عرض کرد ابوبکر منم آنمرد یا رسول اللہ فرمود نہ پس عرض کرد عمر منم یا رسول اللہ فرمود نہ آں مرد کسے ہست کہ نعل می دوزد و آنحضرت نعل مبارک خود بعلی مرتضیٰ علیہ السلام دادہ بود کہ میدوخت آنرا پس اشارہ بذات مظہر آیات علی مرتضیٰ فرمود کہ او ایں کار را شاید واز دیگرے نہ آید۔

ان تحریروں سے ثابت ہوگیا کہ جناب ابوبکر و عمر کا ایمان محک امتحان پر کسا ہوا نہ تھا اور وہ ایمان کامل نہ رکھتے تھے۔ اور ایسے کج رائے تھے کہ ان کے مشورہ سے حضرت کی طبع اقدس کو تکدر اور تغیر پیدا ہوا اور دین پر لڑنے والے نہ تھے۔ اسوقت انصاف بدست منصفین اہل سنت ہے اگر مناسب سمجھیں تو شیخین کی امامت کا اعتقاد چھوڑ کر بعد نبی اسکو امام جانیں جس کے ایمان کا خدا نے امتحان کر لیا تھا نیز اپنے عموں زاد خوارج اور ان کے مریدوں کو سمجھا دیویں کہ حضرت امیر کے ایمان میں فضول بحث کر کے اپنی عقبیٰ کو خراب نہ فرمائیں ورنہ قیامت میں پچتانا پڑے گا۔

حدیث ہشتم مثبت استحقاق امامت

صواعق محرقہ میں بحوالہ طبرانی و دارقطنی ابن عباس سے نقل ہوا ہے علی باب حطۃ من دخل منہ کان مومناً ومن خرج منہ کان کافرا یعنی علی دار الامن ہے اس میں داخل ہونیوالا مومن ہے اور خارج ہونے والا کافر کتاب مذکور میں بمقام دیگر بروایت خطیب انس صحابی سے نقل ہوا ہے رقال قال صلعم عنوان صحیفۃ المومن حب علی ابن ابی طالب یعنی مومن کی شناخت یہ ہے کہ وہ علی کو دوست رکھتا ہو سوائے ازیں ابراہیم بن محمد حموینی فرائد السمطین میں مخطراز ہیں رقال علی علیہ السلام اصول اسلام ثلثۃ لا ینفع واحدۃ منہن دون صاحبہ الصلوٰۃ والزکوٰۃ والموالاۃ قال الواحدی وہذا منتزع من قولہ تعالیٰ انما ولیکم اللہ الیٰ آیۃ ودام لک ان اللہ

تعالیٰ ثبت الموالاۃ بین المومن ثم لم یبعضھم الا باقامۃ الصلوٰۃ وایتاء الزکواۃ فقال الذین یقیمون الصلوٰۃ و یوتون الزکواۃ فمن والیٰ علیاً فقد ولی اللہ ورسولہ محض روایت ہی کہ اصول بتن ہیں از الجملہ اگر صرف ایک پر عمل کیا جائے تو کوئی نفع نہیں ہوگا پورا فائدہ اسی وقت ہی جبکہ سب پر عامل ہو وہ نماز و زکواۃ و موالات امیرالمومنین ہے اور محبت علی ماخوذ ومقتبس ہے آیہ انما ولیکم اللہ سے پس جس نے علی سے محبت کی اس نے اللہ اور رسول سے کی۔ اہل عقل غور کریں کہ جس کی محبت مثل خدا و رسول ہو کر داخل اصول ہو اس سے بالاتر بعد نبی کون مستحق امامت ہوسکتا ہی

التماس جعفر

یہ چند احادیث بثبت استحقاق خلافت حضرت امیر بصد اختصار پیش کیے گئے ہیں ورنہ اسقدر حدیثیں ہیں کہ خکا احصا ممکن نہیں امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ جس قدر فضائل مجکو علی کے ثابت ہوئے اتنی کسی کے نہیں ہوئے مخاطب یہ مواد استدلال دیکھ کر ضرور متنبہ ہوں گے اگر پکے شیعہ نہیں تو ادھ کچرے ضرور ہو جائیں گے بعد ازاں وہ چند احادیث دکھلاتا ہوں جن میں بہ تصریح اہمیت تجویز خلافت حضرت امیر کے لئے ہوئے ہے۔

حدیث اول مشعر بخلافت حضرت امیرؑ

ابراہیم بن محمد الحموینی فرائد السمطین میں لکھتے ہیں رعن مجاہد عن ابن عباس قال قدم یہودی علی رسول اللہ صلعم یقال لہ نعثل فقال لہ یا محمد انی اسئلک عن اشیاء تلجلج فی صدری فان اجبتنی عنہا اسلمت علی یدک قال صلی اللہ علیہ وسلم سل یا ابا عمارۃ الی روی سوا اللہ عن وصیی یا نہ قال نعثل فاخبرنی عن وصیک عن ہو افما من نبی الا و لہ وصی وان نبینا موسیٰ بن عمران اوصی الی یوشع بن نون فقال صلعم نعم ان وصی والخلیفۃ من بعدی علی ابن ابیطالب و بعدہ سبطای الحسن والحسین تتلوہ تسعۃ من صلب الحسین ائمۃ ابرار قال یا محمد فسمہم لی قال نعم اذا مضی الحسین فابنہ محمد فاذا مضی محمد فابنہ جعفر فاذا مضی جعفر فابنہ موسیٰ فابنہ علی فاذا مضی علی فابنہ محمد ثم ابنہ الحسن ثم الحجۃ بن الحسن فہذہ اثنی عشر ائمۃ عدد نقباء بنی اسرائیل فان مکانہم فی الجنۃ

قال سمی نی در جنتی قال اشهد ان لا الٰہ الا اللہ و انک لہ لرسول اللہ و اشہد انہم الاوصیاء بعدک الی آخرہ اخلاصہ یہ ہی کہ ایک یہودی نعثل نامی جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پیرا ہوا کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس نے وصی نہ کیا ہو ہمارے نبی موسٰی کے یوشع وصی تھے آپ اپنے اوصیا کے نام تبلا دیجئے کہ کیا ہیں آپ نے بارہ اماموں کے نام لیکر فرمایا کہ ہم عدد نقبا بنی اسرائیل یہ بارہ شخص بعد ہمارے امیر امت ہیں ان کا مکان جنت میں میرے ساتھ ہی۔ لمولف حدیث طولانی تھی حقیر نے تمامتر نقل نہیں کی آگے یہ مضمون ہی کہ امام دوازدہم جور اعدا سے غائب ہو جائیں گے جبکہ اسلام بطور اسمی رہ جائے گا اسوقت اُن کا ظہور ہو گا وہ ظاہر ہو کر تجدید دین کریں گے خوشا حال اُن لوگوں کا جو میرے اوصیا و نوابین سے محبت کریں اور ویل و نا امیدی ہو اُس گروہ کو جو کہ میرے ذریت ابرار سے راہ بغض و کینہ اختیار کرے۔ مخاطب کو لازم ہے کہ عبارت بالا کو اصل کتاب میں دیکھیں مطابق پا کر راہ راست اختیار کریں شاید بعض جہلا ر اہل سنت مضمون بالا کو دیکھ کر فرما دیں کہ صاحب فرائد السمطین ہمارے علمائے ذی قدر میں نہوں گے لہذا اسباب معلوم ہوتا ہی کہ عالم موصوف کے وہ اوصاف جو کہ علمائے اہل سنت کے قلم سے نکلے ہیں ہدیہ انظار منصفین کردئے جائیں امام ذہبی جنکو شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے تحفہ میں امام المحدثین لکھا ہی۔ اپنی کتاب معجم مختص میں یہ ایں الفاظ عالم موصوف کے مدحت سرا ہیں۔

ابراہیم بن المویدبن عبداللہ بن علی بن محمد بن حمویہ الامام الکبیر المحدث شیخ المشایخ صدرالدین ابو المجامع الخراسانی۔ اس سے آگے اُن کا سنہ ولادت و پیدایش و مقام مولد و محاسن صفات و مکارم اخلاق کا ذکر کیا ہی۔ ایسے ذی عزت محدث کی تحریر عند السنیہ قابل قبول ہونی لازمی ہی جناب مخاطب آپ فرماتے تھے کہ امامت کا کہیں قرآن میں ذکر نہیں اُسکو ہم نے چوبیس پچیس آیتوں سے ثابت کر دیا اب سلسلۂ احادیث میں دیکھئے کہ کس خوبی سے ثبوت دے رہا ہوں براہ کرم گستری ہماری بلاغت کلام کی داد تو دے دیا کیجئے۔

حدیث دوم مبشر بخلافت حضرت امیرؑ

سید علی ہمدانی جن کے جاہ و جلال و عزت و کمال کا حال کتاب نفحات الانس و اعلام الاخیار و جامع

السلاسل بدخشانی و فواتح میبذی میں مفصل درج ہے۔ نیز شاہ ولی اللہ دہلوی نے رسالہ مسمیٰ بہ انتباہ فی سلاسل اولیاء میں اوراد و وظائف اُن سے نقل کئے ہیں مودۃ القربیٰ میں دسویں مودت یہ ایں عبارت لکھی ہے (عن عبداللہ بن ربیعی قال قال رسول اللہ صلعم انا سید النبیین وعلی سید الوصیین ان اوصیاء بعدی اثنا عشر اولہم علی وآخرہم قایم فاتمہم وروی عن اصبغ بن بناتہ عن عبداللہ ابن عباس قال سمعت یقول انا و علیؑ والحسنؑ والحسینؑ وتسعۃ فی ولد الحسین مطہرون معصومون رواہ الحموینی ایضاً یعنی آنحضرت نے فرمایا کہ میں سردار انبیاء ہوں اور علیؑ سردار اوصیاء تحقیقکہ میرے بارہ وصی ہیں اول اون کے علیؑ ہیں اور آخر قایم اصبغ بن نباتہ عبداللہ ابن عباس سے ناقل ہیں کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا میں اور علیؑ اور حسن و حسینؑ اور نو شخص اولاد حسینؑ سے طاہر و معصوم ہیں حموینی نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔

حدیث سوم مشعر بخلافت حضرت امیرؑ

رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ نے حدیث سیادۃ کو چند موقع پر بہ الفاظ مختلفہ بحق جناب مرتضوی ارشاد فرمایا ہے۔ کہیں سید المومنین اور کہیں سیدٌ فی الدنیا وسید فی الاخرۃ اور بعض جگہ سید الاولین والآخرین اور کسی جگہ سید الوصیین و سید الخلایق بعدی و سید العرب ثبوت میں کتب اہل سنت کا مضمون پیش کرتا ہوں۔

امام احمد حنبل بہ سند خود و ابن مغازلی شافعی بہ کتاب مناقب ہر دو بروایت زہری جناب عبداللہ ابن عباس سے ناقل ہیں (قال نظر النبی الی علی ابن ابیطالب فقال انت سید فی الدنیا وسید فی الآخرۃ من احبک فقد احبنی وحبیبی حبیب اللہ وعدوک عدوی وعدوی عدو اللہ عزوجل ویل لمن بغضک) آنحضرت نے فرمایا کہ اے علی تم دنیا و آخرت میں سید ہو جس نے تمکو دوست رکھا اُس نے مجکو اور جس نے تمکو دشمن جانا اُس نے مجھ سے دشمنی کی اور جو شخص کہ مجھ سے عداوت کرے وہ عدوئے خدا ہے اور دشمن خدا غضب الہٰی میں گرفتار رہیگا سید علی ہمدانی نے بھی مودۃ القربیٰ میں مضمون بالا کو نقل کرتے ہیں۔ علاوہ بریں ابن شاذان و علامہ حموینی جابر ابن عبد اللہ انصاری سے ناقل ہیں (قال کنت یوماً مع النبی فی بعض حیطان المدینۃ و یدی فی یدہ صلعم

حضرنا تنخل فصاح النخل ہذا محمد سید الانبیاء وہذا علی سید الاوصیاء حضرت جابر انصاری رضی عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز ہمراہ آنحضرت تھا وہ اپنا ہاتھ علی کے ہاتھ میں دیئے ہوئے تھے ہمارا گذر ایک درخت کے پاس ہوا بقدرت خدا اس سے آواز آئی کہ یہ محمد سید الانبیاء ہیں اور یہ علی سید الاوصیاء ہیں صاحب مودۃ القربیٰ لکھتے ہیں (عن عثمان بن ربیع قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ انا سید النبیین و علی سید الوصیین) شیخ المحدثین الحموینی عبداللہ بن حکیم الجہنی سے روایت کرتے ہیں (قال قال رسول اللہ ان اللہ تبارک وتعالیٰ اوحیٰ الیّ فی علی ثلاثۃ اشیاء لیلۃ الاسریٰ انہ سید المومنین وامام المتقین وقائد الغر المحجلین) آنحضرت نے فرمایا کہ شب معراج میں مجھ پر وحی کی گئی کہ علی میں تین صفات ہیں سید المومنین وامام المتقین وقائد الغر المحجلین) یہ حدیث طبرانی نے بھی نقل کی ہے۔ ابو الحسن فقیہ کتاب مناقب میں یہ اس عنوان سے قم طراز ہیں (قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ انا سید الاولین و الآخرین وانت یا علی سید الخلائق بعدی اولنا کآخرنا و آخرنا کاولنا) یعنی حضرت نے فرمایا میں سید الاولین و الآخرین ہوں اور اے علی تم بعد میرے کل مخلوق کے سید ہو ہمارا اور تمہارا اول آخر ایک ہے۔ امام بیہقی وحاکم ابن مغازلی وحافظ ابونعیم وصاحب فرائد السمطین وابن طلحہ صاحب مطالب السئول وابن حجر مکی صاحب صواعق محرقہ وغیرہ لکھتے ہیں۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادع لی سید العرب فقالت عائشۃ الست سید العرب فقال انا سید ولد آدم و علی سید العرب فلما جاء ارسل الی الانصار فاتوہ فقال لہم یا معشر الانصار الا ادلکم علی ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا بعدی ابداً فاتو بلیٰ قال ہذا علی فاحبوہ بحبی واکرموہ بکرامتی فان جبرئیل امرنی بالذی قلت لکم عن اللہ عزوجل وعلا۔ جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ سید عرب کو میرے پاس بلا لاؤ عائشہ نے یہ سنکر فرمایا کہ آپ سید عرب نہیں ہیں جواب ارشاد ہوا کہ میں سید اولاد آدم ہوں اور علی سید عرب ہیں جبکہ علی حاضر ہوئے تو آپ نے انصار کو طلب فرما کر ارشاد کیا اے گروہ انصار تمکو آگاہ ہونا چاہئے کہ میں ایسی چیز کے تمسک کی تمکو ہدایت کرتا ہوں کہ اگر اس سے وابستگی کروگے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے انصار نے عرض کیا کہ وہ کون شخص ہے جس کی پیروی کو حضور فرماتے ہیں آپ نے فرمایا کہ وہ علی ہے اسکو دوست رکھو میری محبت سے اور اکرام کرو بہ اعتبار میری کرامت کے میں نے تمکو یہ حکم طبیعت انسانیت کی تکلیف نہیں بلکہ جبرئیل نے منجانب خدا مجکو ایسا کہنے کی ہدایت کی ہے۔

لمؤلف

صحابہ نے خوب ہی ارشاد نبی کی تعمیل کی احترام اہلبیت ایسا کیا کہ ہمیشہ یادگار عالم رہے گا
گھر پر آگ اور لکڑیاں لے گئے بروایت جمع بین الصحیحین بحرمہم ظاہری ہیں ایسا بے ادبانہ برتاؤ کیا
کہ مضطر ہو کر حضرت ابوبکر کو پیغام بھیجا ویا وغیرہ وغیرہ ۶ چہ کافرنہ کنند آنچہ مسلماں کردند۔
ہرگاہ ظاہر ہوا کہ جناب امیر علیہ السلام بوجوہ عدیدہ سید ہیں نظر براں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ لفظ سید
کی توقیر ظاہر کردی جائے تاکہ منکرین کو حضرت مرتضوی کا وقار معلوم ہوجائے یہ خطاب ایسا جلیل
ہے کہ سرور کائنات خلاصہ موجودات جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کے لئے حضرت رب العزت
نے تجویز فرمایا ہے چنانچہ ایک مقدس شاعر نے بھی اسکو اس طرح نظم فرمایا ہے مرحبا سید مکی مدنی
العربی - ایک جگہ قرآن میں بحق جناب یحییٰ علیہ السلام (انہ کان سیدا وحصورا) آیا ہے صحیح مسلم میں
بروایت ابوہریرہ نقل ہے (قال قال رسول اللہ صلعم لا یقولن احدکم عبدی وامتی کلکم عبید اللہ
وکل نسائکم اماء اللہ ولاکن لیقل غلامی وجاریتی ولا یقل العبد ربی مولاہ) ولاکن لیقل سیدی
وفی روایتہ لیقل سیدی ومولائی وفی روایتہ لا یقل العبد لسیدہ مولائی فان مولاکم اللہ نتیجہ تمام
عبارت بالا کا یہ ہے کہ غلام اپنے آقا کو سید کہتے ہیں پس سرتاپا صلی اللہ علیہ وآلہ کا حضرت امیرؑ کو
بعنوان مختلفہ سید فرمانا اسبات پر دلالت کرتا ہے کہ تمام امت غلام ہے اور وہ سب کے سید وآقا
ہیں بعض واعظان اہل سنت سے میں نے بگوش خود یہ مضمون سنا ہے کہ ایک روز حسنین شریفین
نے خلیفہ دوم کے بیٹے کو غلام کہا - ان کے باپ اسوقت فرمانروائے مملکت اسلام تھے روتے
ہوئے اپنے والد سے شاکی ہوئی کہ آبا جان مجھکو حسینؑ نے غلام ہونے کا طعنہ دیا خلیفہ صاحب نے فرمایا
کہ بیٹا اسکا برا نہ مانو وہ فی الواقع فرزند رسول ہیں تم پھر جاؤ اور دست ادب باندھ کر عرض
کرو کہ میں اور میرا باپ دو نو آپ کے غلام ہیں حضور اپنی غلامی میں ہم دونوں کو قبول فرما کر
ایک نوشتہ عنایت فرما دیجئے تاکہ بروز حشر اس دستاویز کے ذریعہ سے ہم آپ کے غلاموں
میں محشور ہو کر رہا ن رستگاری حاصل کریں لفظ سید کو حضرت امیرؑ سے ایسا اختصاص ہے کہ در اتفا
ان کی اولاد کو بھی حصہ ملا ہوا ہے اولاد علیؑ کے سوا کسی کو سید نہیں کہا جاتا ہے ایک مستقل قوم دنیا میں

سادات کی مان لی گئی ہے پس جو شخص کہ آنحضرت کی زبان وحی ترجمان سے سید العرب ہونے کا فخر حاصل کرے وہ کسی کا تابع نہیں ہوسکتا بلکہ سب کا متبوع اور خلیفہ بلافصل وہی قرار پاسکتا ہے جس نے اُن کو بعد نبی خلیفہ لازم الاطاعت اعتقاد کیا اُس نے ہدایت پائی اور جو گروہ تھوڑا بدست ہوکر مقابلہ پر آیا وہ راندۂ درگاہ باری ہوا

حدیث چہارم مشعر بخلافت حضرت امیرؑ

ابن شیرویہ بسند حذیفہ بن الیمان بکتاب فردوس الاخبار و سید علی ہمدانی بہ کتاب مودۃ القربیٰ لکھتے ہیں کہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو یعلم الناس متیٰ سمی امیر المومنین ما انکروا فضلہ سمی امیر المومنین وآدم بین الروح والجسد فقولہ تعالیٰ واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظہورہم ذریتہم واشہدہم علی انفسہم الست بربکم قالوا بلیٰ فقالت الملائکۃ بلیٰ فقال اللہ تبارک وتعالیٰ انا ربکم ومحمد نبیکم وعلی ولیکم وامیرکم سوائے ازاین دیگر محدثین اہل سنت مثل مغربی و یوسف بن کلیب مسعودی وعباد بن یعقوب الاسدی ابی ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ قال دخل ابوبکر علی رسول اللہ فقال اذہب فسلم امیر المومنین فقال یا رسول اللہ وانت حی ثم جاء عمر فقال لہ مثل ذالک او فی روایتہ قال عن اللہ وامر رسولہ قال علی ابن ابی طالب قال عن اللہ وامر رسولہ صلعم تمام عبارات عربی متذکرہ بالا کا خلاصہ مطلب یہ ہے۔ حذیفہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا۔ اگر لوگوں کو معلوم ہو کہ علی کس وقت سے امیر المومنین ہیں تو کبھی کوئی منکر اُن کی فضیلت کا انکار نہ کرے۔ آگاہ ہونا چاہیئے کہ علی اسوقت سے امیر المومنین ہیں جبکہ حضرت آدم علیہ السلام پیدا بھی ہوئے تھے اور خدا نے فرشتوں سے اپنی ربوبیت اور ہماری نبوت اور علی کی ولایت وامارت کا اقرار لیا ہے ابوہریرہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت نے حضرت ابوبکر کو حکم دیا کہ علی کو امیر المومنین کہکر سلام کرو صدیق نے عرض کیا کہ آپ کی موجودگی میں بھی وہ استحقاق امامت مومنین رکھتے ہیں حضور نے فرمایا کہ بے شبہہ۔ جناب عمر سے بھی یہی معاملہ پیش آیا چونکہ ان کی طبیعت آنحضرت پر اعتراض کرنے کی عادی تھی اور ابوبکر سادہ طبیعت تھے انھوں نے بلاچون وچرا السلام علیک یا امیر المومنین کہدیا مگر حضرت دوم نے کچھ اگر مگر کرکے فرمایا

کہ بہ حکم خدا و رسول علی امیر المومنین ہوئے یا کیونکر حضرت عمر یا کہ حکم خدا سے شاید اُنھوں نے بہ اتباع (اول من قاس) بجائے خود قیاس کیا ہو کہ آنحضرت بلا استحقاق علی کو امارت مومنین کی خلعت سے سرفراز کرکے ہم سے اقرار کراتے ہیں یہ جناب ادب شناس تو نہ تھے ورنہ صاحب ما ینطق عن الھویٰ کی بنسبت ایسا خیال نفرماتے مخاطب سوچیں کہ جو شخص قبل از پیدائش ابوالبشر امیر المومنین ہوا اور جس کی امارت کا خدا فرشتوں سے عہد لے اور آنحضرت شیخین کو حکم دیں کہ امیر المومنین کہہ کر علی کو سلام کرو وہ بعد نبی کسی کا تابع نہیں ہوسکتا ہے بلکہ نبی کا خلیفہ بلافصل سوائے اُسکے اور کسی کو نہیں کہہ سکتے۔

حدیث پنجم مشیر بخلافت حضرت امیر

انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی الی آخرہ ، اس حدیث کے متعلق پوری بحث ابتدائے رسالۂ ہذا میں لکھ چکا ہوں غور کرنے کا مقام ہے کہ جن کے سپرد آنحضرت نے امید کو کیا ہے وہ ہی لائق امامت ہے جس جگہ میں نے حدیث ہذا پر بحث کی ہے اُس مقام پر ملاحظہ کرکے فیصلہ کرنا چاہیے کہ اس سے واضح تر دلیل امامت کے لئے ممکن نہیں جس موقع پر میں نے آیات کو ختم کرکے شاہ صاحب کا بیان تحفہ کے باب دوازدہم سے کیا ہے اُسکو چند ورق پلٹ کر دیکھئے۔ عزیز دہلوی نے احادیث و آیات قطعیہ و متواترہ سے حضرت امیر کی خلافت کا اقرار کیا ہے اور منکر کو کافر بتلایا ہے جناب مخاطب یہ ہی وہ احادیث مثبت خلافت ہیں جنکا اقرار شاہ صاحب نے کیا ہے اور اگر کچھ اور ہوں تو اُن سے مطلع فرمائیے تاکہ اسمیں شامل کردی جائیں۔ افسوس کہ مخاطب انکار نصوص کرکے بقول شاہ صاحب بیٹھے بٹھائے کافر ہوگئے۔ شکر خدا کہ آیات و احادیث سے بہ ایں عنوان ثبوت امامت دیا گیا ہے کہ مخاطب اور اُنکے ہم مذہب اگر بترک تعصب نگاہ فرمائیں گے تو اپنے اس عقیدہ سے کہ قرآن میں امامت کا ذکر نہیں توبہ کرکے اعتقاد کریں گے کہ خدا و رسول نے واضح طور پر خلافت مرتضوی کا فیصلہ کر دیا ہے۔ کوئی دقیقہ باقی نہیں رہا

نمبر پنجم تعیین خلافت بدست خدا ہے یا کہ حسب عقیدہ اہل سنت عامۃ الناس کو مثل نمبردار اور چودھری و پدہان و مقدم و چوکڑایت و مہتر وغیرہ اُس کے مقرر کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

خدائے پاک اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے (انی جاعل فی الارض خلیفہ) تحقیقکہ میں قایم کرنے والا ہوں زمین میں خلیفہ کو بمقام دیگر ارشاد ہوا ہے (انا جعلناک للناس اماماً قال ومن ذریتی قال لا ینال عہدی الظالمین) جناب ابراہیم علیہ السلام سے خدا فرماتا ہے کہ میں تم کو جماعت انسانی میں امام قایم کرتا ہوں خلیل اللہ نے عرض کیا کہ میری اولاد کو بھی یہ رتبہ ملیگا ارشاد ہوا کہ جو ظالم ہیں انکو نملے گا جناب داؤد علیہ السلام کے بارہ میں بھی ارشاد ہوا ہے کہ ہم تم کو اپنا خلیفہ قایم کریں گے جناب موسیٰ علیہ السلام خدا سے حضرت ہارونؑ کے لئے ملتجی ہوئے ہیں کہ بار الہا میری زبان کو لکنت ہے بھائی ہارون کو میرا وزیر مقرر کردے کیونکہ وہ میرا اپنا ہے اور مجھ سے اس کی زبان فصیح ہے یعنی صاف گفتگو کرتا ہے جسکو سامعین بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ خلیفہ کا مقرر کرنا بدست خدا ہے نیز دعائے جناب موسیٰ علیہ السلام سے واضح ہوا کہ انبیاؑ نے اس عہدہ کو اپنے اہل میں پسند کیا ہے نہ کہ غیر قوم وقبیلہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خواہش بھی ایسی ہی ہوئی تھی کہ امر امامت کو میری ذریت میں قرار دے ارشاد باری ہوا کہ تمہاری اولاد میں جو ظالم ہوں گے انکو یہ عہدہ نہ ملے گا اس سے ظاہر ہوا کہ آل ابراہیم میں جو صالح و ابرار ہونگے وہ مراتب عالی پائیں گے امام فخرالدین رازی و دیگر علمائے سنیہ نے لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے بھی بمثل جناب موسیٰ علیہ السلام خدا سے دعا کی تھی کہ علی کو میرا قوت بازو اس طرح پر کر دے جیسا کہ موسیٰ کا کیا تھا یہ وجہ ہے کہ آپ نے بہ اتفاق شیعہ وسنی حضرت امیرؑ کے باب میں ارشاد فرمایا کہ انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ اس مقع پر اہل عقل کو سمجھنا چاہئے کہ ہارون وموسےٰ علیہم السلام باہم دو نایب نسبت رکھتے تھے ظاہر ہے کہ ہارون شریک امر نبوت و باعث قوت رسالت تھے دونو صاحبوں میں صرف اتنا فرق ہے کہ جو شاہ و وزیر میں ہوتا ہے علی ہذا آنحضرت نبوت کے مالک مستقل ہیں اور حضرت امیرؑ بدرجہ سرور کونین شریک تھے ۔ اسکو خلافت وامامت کہتے ہیں۔ شاہ صاحب نے اس حدیث منزلت کے متعلق جو تحفہ کے باب ہفتم میں لکھا ہے اس کا پیش کرنا پر لطف سمجھ کر عرض کرتا ہوں حضور ممدوح لکھتے ہیں (در بخاری ومسلم از براد بن عازب روایت آمدہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امیر را در غزوہ تبوک بر اہلبیت از نساء وبنات خلیفہ کرد وگذاشت وخود بغزوہ متوجہ شد حضرت امیر عرض کرد یا رسول اللہ تخلفنی فی النساء والصبیان دپس پیغمبر فرمود)

اما ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ہارون من موسےٰ الا انہ لانبی بعدی یعنی حضرت امیرؑ نے عرض کیا
کہ خلیفہ چھوڑا آپ نے مجکو عورتوں اور بچوں میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ اے علی کیا تم
اسپر راضی نہیں ہوتے کہ میرے ساتھ تمکو ملازمت ہو جوکہ ہارون کو موسےٰ سے تھی فرق صرف
اتنا ہی کہ ہارون نبی تھے اور تم کو رتبۂ نبوت محض اس وجہ سے نہیں مل سکتا کہ بعد میرے کوئی نبی
ہونے والا نہیں ہے اس شرف کا خاتمہ میری ذات پر ہوگیا اگر سلسلۂ نبوت رہتا تو تم ہی ہوتے
تعجب ہی کہ صرف ایک جنگ پر جانے میں جس سے واپسی مدت قلیل میں ملحوظ خاطر تھی آں حضرت
اپنے قبیلہ کو بلا سرپرست وخلیفہ نچھوڑیں اور مہاجرت کلی یعنی پس از ممات کے لئے کچھ انتظام
نفرمائیں اور امت کو اختیار دیدیں کہ جسکو مناسب سمجھیں اپنے اوپر حاکم تجویز کرلیں۔ بالجملہ
حسب عادت اس جلیل الشان حدیث کے بابمیں شاہ صاحب نے بہت کچھ ہاتھ پیر مارے ہیں
اور حتی الوسع کوشش کی ہے کہ اس سے بوئے خلافت بلافصل پیدا نہو۔ مگر ناکام رہی شیعہ نے
تحفہ و بوارق مولبقہ وایک سالم جلد عبقات الانوار وغیرہ سے اُن کی توجیہات کا ایسا ابطال
کیا ہے کہ اس کے جواب میں علمائے اہلسنت عاجز ہوگئے ہیں۔ المختصر بعد تسلیم حدیث موصوف
الصدر شاہ صاحب فرماتے ہیں دایں حدیث ہم دلیل اہل سنت است در اثبات فضیلت حضرت
امیرؑ وصحت امامت ایشاں در وقت خود زیراکہ ازایں حدیث مستفاد می شود استحقاق آنجناب
برائے امامت، بعد کسی قدر فاصلہ کے لکھتے ہیں غایت مافی الباب استحقاق امامت برائے حضرت
امیرؑ ثابت می شود ولو فی وقت من الاوقات وہو عین مذہب اہل سنت، نہایت شکریہ کا
موقع ہے کہ امام العلماء اہلسنت نے بہت چکر کھا کر تسلیم فرمالیا کہ حدیث منزلت ہارون نے
حضرت امیر کی خلافت پر ایسی دلیل بین ہے جوکہ عین سنیوں کا مذہب ہی۔ معلوم ہوا کہ حضرت
امیر علیہ السلام بروئے مذہب اہل سنت بھی خلیفہ منصوص ہیں لیکن فی وقت من الاوقات کا عجب جلبہ
ہے مطلب شاہ صاحب کا یہ ہی کہ جناب امیرؑ علیہ السلام بہ موجب حدیث موصوفہ بالا خلیفہ رسول ہیں
مگر بعد زمانۂ عثمان نہ معلوم حدیث سے یہ مطلب کیونکر اخذ کیا گیا کہ نص نبوی کا اثر فوری بلا
فاصلہ نہوگا بلکہ بعد زمانہ ثلاثہ اگر بحق خلفا وہ کوئی حدیث معتبر خلافت پیش کرتے تو شاید
یہ توجیہ قابل قبول ہوجاتی مگر افسوس ہی کہ وہ اُن کے غیر منصوص ہونے کو اول لکھ چکے ہیں

کہ خلفاء ثلثہ نہ معصوم اند و نہ منصوص بلکہ در افضلیت ہم بحث بسیار ست) اگر بخاطر داشت شاہ صاحب فی وقت من الاوقات کو ہم تسلیم بھی کریں تو ثلاثہ کو اُن کے اوقات حکومت میں غیر منصوص سمجھنا چاہیے اور حضرت امیرؑ کو منصوص ع بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ مخاطب جو امامت کو غیر منصوص خارج از قرآن و حدیث بتلاتے ہیں وہ اُن کے پیر مغان یعنی شاہ صاحب کے بیان سے برباد و فنا ہو گئی ابن ابی الحدید نے بھی حسب خیال شاہ صاحب حدیث منزلت کو نص خلافت یقین کیا ہے۔ چنانچہ شرح نہج البلاغۃ میں لکھتے ہیں رو یدل علی انہ وزیر رسول اللہ نص الکتاب والسنۃ قولہ تعالیٰ (واجعل لی وزیرًا من اہلی ہارون اخی اشدد بہ ازری واشرکہ فی امری) وقال النبی فی الخبر المجمع علی روایتہ بین اہل الاسلام انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی فاثبت لہ جمیع مراتب ہارون ومنازلہ موسیٰ فاذن ہو وزیر رسول اللہ وشاہ ازرہ ولو لا انہ خاتم النبیین لکان شریکا فی امرہ) الحاصل اگر سلسلہ نبوت ختم نہ ہو جاتا تو بضرور حضرت امیرؑ نبی ہوتے چنانچہ جناب مرزا اوج صاحب سلمہ اللہ فرماتے ہیں ؎

اگر جہاں میں نبی بعد مصطفےٰ ہوتے — قسم خدا و پیمبرؐ کی مرتضےٰ ہوتے

اس موقع پر ایک نکتہ بلیغ قابل توجہ ارباب ہوش ہے اور وہ یہ جبکہ آنحضرت جناب امیرؑ کے لئے مجوز نبوت ہو چکے تو معلوم ہوا کہ اُن میں بوقت ارشاد آنحضرت وہ تمام مدارج موجود تھے جو کہ انبیا کے لئے ہونے ضروری ہیں کسی طرح کا کوئی نقص نہ تھا صرف دور نبوت کے خاتمہ نے علیؑ کو نبیؐ ہونے دیا ورنہ ہر طرح کی استعداد و قابلیت اُن کی ذات میں قدرت نے ودیعت کر دی تھی منجملہ فضائل عدیدہ وکثیرہ کے انبیاء کے لئے عصمت لازمی و ضروری ہے پس حضرت امیرؑ کا معصوم ہونا لازمی ہو گیا ورنہ ماننا پڑے گا کہ نبیؐ نے عہدۂ نبوت کا مستحق ایک غیر معصوم کو ظاہر فرمایا بحمد اللہ نص وعصمت ہر دو بقول شاہ صاحب حضرت امیرؑ کے لئے ثابت ہو گئیں کہ جس کے دفعیہ پر کسی کو قدرت نہیں سنی وشیعہ میں بڑا اختلاف عصمت و نص کا تھا وہ بفضلہ اس صفائی سے طے ہو گیا کہ جس کا بیان نہیں بعد ازیں بنظر مطابقت حدیث ایک اور ثبوت پیش کرتا ہوں۔ اکثر علمائے اہل سنت و بالخصوص ابن اثیر و علامہ زمخشری نے لکھا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا یہ امت تمام معاملات میں امم سابقہ اور خصوصًا موسائیوں سے مشابہت

تام رکھتی ہے جو کچھ اُن اُمتوں نے کیا وہی یہ بھی کرے گی اگر وہ سوراخ سوسمار میں گھسی ہیں تو یہ بھی کسی روزن میں مُنہ چھپائیں گے مختصر عبارت متعلق بہ مضمون بالا یہ ہے (لتترکبن سنن من قبلکم حذوۃ النعل بالنعل والقذۃ بالقذۃ الی آخرہ) اب بہ نظر مشابہت ایک واقعہ امت موسی علیہ السلام کا دکھلاتا ہوں جو کہ اُن کے ایام غیبت میں جبکہ وہ میقات پر گئے ہُئے پیش آیا حضرت موسیٰ کی امت نے جناب ہارون سے مخالفت کرکے بہ متابعت سامری گوسالہ پرستی اختیار کی اور ایک شب میں تقریباً اسی ہزار موسائی مرتد ہوکر تابع سامری ہوگئے بعض مسلمان تعجب کیا کرتے ہیں کہ دفعۃً اہل اسلام نے کیونکر حضرت امیرؑ سے راہ مخالفت اختیار کرکے جادۂ ناراستی پر قدم رکھا وہ آنکھ کھول کر دیکھیں کہ جن پہلی اُمتوں سے آنحضرت اپنی امت کو مشابہ کر چکے ہیں وہ بھی ایک وقت میں سر دو عرصہ بدکیشی ہو چکے ہیں غرضکہ جسوقت حضرت ہارون نے اُن مرتدین کو اس نازیبا حرکت سے روکا تو فوراً درپے قتل ہوگئے چنانچہ اس واقعہ کو قرآن پاک میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ نے واپس ہوکر ہارون سے پوچھا کہ یہ کیا ہوگیا کہ ہمارے جاتے ہی تمام قوم بدراہ ہوگئی آپ ان کی روک تھام نہ کرسکے اسوقت جناب ہارون نے عرض کیا (یا ابن ام ان القوم استضعفونی وکادو یقتلوننی) یعنی اے میرے بھائی قوم نے مجھکو ضعیف کردیا اور درپے قتل ہوگئے۔ مخاطب سے پوچھا جاتا ہے کہ بہ نظر مطابقت حدیث کوئی نظیر امت محمدی کی ایسی پیش فرمائیں جس سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ جائے کہ امت کا فلان سامری تھا اور فلاں حامل مرتبہ ہارونی جس نے قوم کی سرتابی سے آزردہ ہوکر وہی الفاظ کہے ہوں جو کہ جناب ہارون نے حسب تصریح صدر کہے تھے ابن قتیبہ اور دیگر علمائے اہل سنت نے لکھا ہے کہ جب ہارون امت محمدی کے گھر پر سلمان صاحب آگ اور لکڑیاں لیکر جلوہ افروز ہوئے اور چلا چلا کر پکارے کہ فاطمہ کے گھر کو مع باشندگان جلادو اسوقت حضرت امیرؑ نے قبر رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کی طرف رُخ کرکے وہ کلمات زبان پر جاری کئے جو کہ حضرت ہارون نے جناب موسیٰ سے کہے تھے۔ جب کہ وارث منزلت ہارون نے قوم محمدی کی شکایت قبر حضرت موسی سے کی تو اہل سنت سامری کی تشخیص کردیں تاکہ تطابق واقع ہوکر تصدیق ارشاد نبوی ہوجائے دو ایک مقام اور دکھلاتا ہوں جس سے آنحضرت کی پیشین گوئی کے صحیح ہونے میں انشاءاللہ تامل نہ رہے گا۔ ہر چند کہ میں

یہ مضمون پہلے لکھ چکا ہوں مگر مناسب مقام سمجھ کر پھر بہ اختصار اعادہ کرتا ہوں۔ ابن مغازلی و اکثر علماء لکھتے ہیں کہ آنحضرت نے مسجد کی جانب سے تمام صحابہ کے دروازہ بند کرا دیئے صرف امیرؑ کی آمد و شد حسب دستور جاری رہی لوگوں نے اعتراضاً کہا کہ علی کی ازدیادی عزت اور دوسروں کی کسر منزلت کے لئے ایسا حکم دیا گیا ہے۔ بجواب معترضین ارشاد ہوا کہ موسے کے ساتھ ہارون اور اُن کی اولاد کو قیام مسجد کا حکم ہوا تھا۔ چونکہ علی بمنزل ہارون ہیں لہذا اُنکو مع اولاد مسجد کی طرف آمد و رفت رکھنا اور بحالت جنابت و جنب ہونیکا اختیار حاصل ہے۔ اور مطابقت ملاحظہ ہو جناب ہارون علیہ السلام کے صاحبزادوں کا نام شبر و شبیر و مشبر تھا یہ نام عبرانی زبان کے ہیں عربی میں ان کا بدل حسنؑ و حسینؑ و محسنؑ ہے صاحب قاموس لکھتے ہیں، شبیر و شبیر و مشبر ابناء ہارون و باسمائہم سمی النبی الحسن و الحسین و المحسن رضوان اللہ علیہم، حضرات اہل سنت کے عقائد کے موافق جناب سیدہ کے صرف دو بیٹے تھے (حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام) مخاطب بتلائیں یہ تیسرے صاحبزادے محسن جو ہمنام پسر ثالث جناب ہارون تھے کب پیدا ہوئے اور اُن کا کیا مآل ہوا۔ سنی سادات اگر جناب سیدہ کو اپنی حقیقی جدہ ماجدہ سمجھتے ہیں تو اس مقام میں رُک کر نظر ڈالیں اگر معلوم ہو جائے کہ اس معصوم کی ہلاکت بہ عنایت حضرت عمر واقع ہوئی ہے اگر صبح کا بھولا شام کو آجائے تو اُسکو آوارہ نہیں کہتے۔ ابھی وقت باقی ہی سیدھے اپنے مقام پر چلے آئیں بہ نظر واقفیت مخاطب و دیگر اہلسنت و خصوص سادات معاویہ شاہی اس بچہ کے حالات کتب اہلسنت سے لکھتا ہوں عجب نہیں کہ وہ اصلی سید جو کسی وجہ سے مروانی ہو گئے ہیں اصل واقعہ سے متاثر ہو کر اپنے پورانے گھروں میں چلے آئیں قبل از صراحت ایک ضرب المثل کی حقیقت دکھلاتا ہوں ہر ادنیٰ و اعلیٰ کی زبان پر لفظ محسن کش جاری ہوتا ہے پس ضرور ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی شخص محسن کا مارنیوالا ہوگا بروئے تحقیقات جس پر یہ الزام قایم ہو جائے وہی کشندۂ محسن ہے جبکہ محسن ہلاک ہوئے اُسی وقت سے یہ مثل زبان زد ہو گئی۔ مسلمانوں کو لازم ہے کہ قاتل محسن کو شمر سے کم نہ سمجھیں بلکہ کچھ بڑھا ہوا خیال فرمائیں معرکۂ کربلا میں سنیوں کے خلیفۂ پنجم (یزید) کے حکم سے خاندان نبوت کا شش ماہہ بچہ شہید کیا گیا اور مدینہ میں خلیفہ دوم نے شکم مادر میں محسن کو ہلاک کیا

حالات جناب محسنؑ از کتب اہل سنت

علامہ شہرستانی ملل ونحل میں لکھتے ہیں ان عمر ضرب بطن فاطمۃ یوم البیعت حتی القت المحسن من بطنہا وکان یصیح احرقوا الدار بمن فیہا وما کان فیہا غیر علی و فاطمۃ والحسن والحسین
کتاب العقد ومیزان الاعتدال میں یہ عبارت ہے ان عمر رکض بطن فاطمۃ حتی سقط المحسن من بطنہا خلاصہ ہر دو روایات یہ ہے کہ خلیفہ عمر نے سیدہ کو ایسا صدمہ پہنچایا کہ محسن معصوم شکم مادر میں شہید ہو گئے۔ معارج النبوۃ میں سیدہ کا سبب وفات اسی قضیہ نامرضیہ کو لکھا ہے۔
چونکہ اس منبر میں یہ امر تصفیہ طلب ہے کہ انتظام امامت خدا کے قبضہ اختیار میں ہے یا کہ بندوں کے لہذا پھر ثبوت مزید کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جناب باری ارشاد فرماتا ہے اذ ارسلنا الیہم اثنین فکذبوہما فعززنا بثالث فقالوا انا الیکم مرسلون۔ یہ آیت درباب جناب عیسی علیہ السلام نازل ہوئی ہے خدا فرماتا ہے کہ پہلے دو آدمی مسیح کے ساتھ بھیجے مگر قوم نے کو ان کو جھٹلایا پھر تیسرا آدمی بھیجا گیا تاکہ ان دو کے بیان کو اس شخص سومی کے قول سے تقویت ہو مفسرین لکھتے ہیں کہ پہلے دو شخصوں میں ایک کا نام صادق تھا اور دوسرے کا صدوق اور تیسرے کا سلوم بعض اہل تفاسیر نے یوحنا اور شمعون لکھا ہے بہر نوع ہر سہ فرستادگان جناب باری زمرۂ انبیا سے نہ تھے۔ بلکہ نوابین وپیشکاران جناب عیسی علیہ السلام تھے جو کہ باجازت وحکم خدا شہر انطاکیہ میں ہدایت کے لیے آئے تھے ایک اور جگہ خدا فرماتا ہے وبعثنا ہم اثنا عشر نقیبا یعنی ہم نے بنی اسرائیل میں بارہ آدمی نقیب مقرر کیے۔ ماہران تفاسیر و تواریخ جانتے ہیں کہ وہ بارہ بزرگ ائمہ اسباط بنی اسرائیل میں داخل ہیں افراد انبیاء میں شامل نہیں یہ آیت صاف طور پر بتلاتی ہے کہ ائمہ کا قائم فرمانا خدا کے اختیار میں ہے نہ کہ خلقت کے اسی واسطے سرور کونین نے بحکم رب العزت اپنی امت کی ہدایت کے لئے بارہ ائمہ مقرر فرمائے اور صحابہ موجود الوقت سے فرمادیا کہ ہم عدد نقبا بنی اسرائیل ہم بارہ ہادی تیرہ قیامت تک کے واسطے مقرر کرتے ہیں چنانچہ صواعق محرقہ میں روایت ابن مسعود منقول ہے سئل کم یملک ہذہ الامۃ من خلیفۃ فقال سئلنا عنہا رسول اللہ فقال اثنی عشر کعدد نقباء بنی اسرائیل رہبر گاہ نقیبان بنی اسرائیل کا منجانب خدا تقرر ہوا تھا تو خاتم النبیین

کے نائبوں کا بھی من عند اللہ مقرر ہونا لازم ہوا۔ شیعہ بارہ نقیب آئمہ دوازدہ کو جانتے ہیں اور
سنّی صاحب معاویہ و یزید و مروان و عبدالملک وغیرہ کو نقیب امّت کہتے ہیں۔ تعجب ہے
کہ امم سابقہ میں امر نقابت بہ تجویز حضرت احدیت وقوع پذیر ہو اور امت محمدی میں کمیٹی و پنچایت
سے ایک اور موقع پر قرآن پاک میں وارد ہوا ہے۔ ولقد کتبنا فی الزبور بعد الذکر ان الارض
یرثہا عبادی الصالحون۔ یعنی بعد ذکر پیغمبر الزمان ہم نے زبور میں لکھدیا ہے کہ بندگان صالح
زمین کے وارث ہونگے پس بعد رسول وراثت ارض متعلق بعباد صالح ہے نکہ طالح۔ بخلاف حکم
قرآن اہل سنت ہر بادشاہ کو بوجہ قبضہ زمین مورث الطاف الہٰی وظل سبحانی کہتے ہیں اس کی
بحث اوراق اول میں پوری ہو چکی ہے کہ سنّی صاحب فاسق و جابر بلکہ رنڈی و غلام تک کو
بوجہ تملک زمین امام مفترض الطاعت جانتے ہیں زمانہ حال کے محقق کامل شیخ احمد حسن کجنوری
المتخلص بہ رسوا اپنی مؤلفہ کتاب الحقیقت میں جسکا جواب جعفر نے اصل الحقیقت برد الحقیقت لاہور میں
چھپوایا ہے لکھتے ہیں دوازدہ امام میں زہد و اتقار و طہارت و نظافت تو بے انتہا تھی مگر
چونکہ حاکم زمین نہیں ہوئے لہذا وراثت خلافت کی بشارت سے خارج ہیں اور یزید چونکہ
حاکم زمین تھا نظر بر آں اس کی خلافت قابل تسلیم ہے۔ غرضکہ خراج گیر و متصرف فی الارض کو اہل
سنت خلیفہ رسول جانتے ہیں خواہ وہ فاسق ہو یا فاجر اور مصنف حقیقت بیں سے مطالب قرآن پر
نظر نہیں ڈالتے کہ خدا نے اس میں (عبادی الصالحون) کی شرط لگائی ہے یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ
صالح اور معصوم قریب قریب بلکہ حقیقتاً ایک معنی کے لفظ ہیں بہمیں اعتبار یزید و معاویہ و مروان
تو بجائے خود رہی خلفاء ثلاثہ بھی امام جائز نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ اہل سنت باوصف سب کچھ جاننے
کے انکو صالح نہیں کہتے ہرگاہ اہل سنت کے ذبعیت خلفاء صفت صلاحیت و عصمت سے بقول
مریدان خود محروم ہیں تو وراثت ارضی میں حسب مرضی خدا ورسول ان کا غیر مستحق ماننا عین الکان
ہی پس واضح ہو گیا کہ تسلط غیر صالحین وراثت منصوصہ کے تحت حکم میں نہیں آسکتا۔ کیونکہ خدا نے
یرثہا فرمایا ہے یقبضہا نہیں ارشاد کیا جس سے ہر قابض و مالک کو خلیفۃ اللہ کہہ سکیں۔ کیونکہ اس
کی نفی کے لئے لاینال عہدی الظالمین۔ منہ کھولے ہوئے ہے۔ تفسیر بیضاوی شریف مطبوعہ
مطبع نولکشور کے صفحہ (٧٦) پر بہ ذیل تفسیر (لاینال عہد الظالمین) جو عربی عبارت ہے اس کا

ترجمہ یہ ہے (امامت ایک عہد ہے منجانب خدا جو کہ ظالم کو نہیں ملتی)۔
لمولف اس سے امامت کا من عند اللہ و نیز اسکا معصوم ہونا لازم ہو گیا اور ایک جگہ ارشاد باری ہوا ہے (ان الارض للہ یورثہا من یشاء من عبادہ (یعنی زمین خدا کی ہے اپنے بندوں سے جسکو چاہتا ہے اسکو وارث کر دیتا ہے پھر ارشاد ہوا ہے (و اورثنا القوم الذین یستضعفون مشارق الارض و مغاربہا اس آیہ مبارکہ نے صاف ظاہر کر دیا کہ خدا کی اُن سلاطین جبار سے مراد نہیں جو کہ معمولی طور پر ہمارے زیر مشاہدہ ہیں۔ کبھی دارا کا ہے سکندر۔ کہیں روس۔ کہیں جاپان وغیرہ وغیرہ بلکہ اس وراثت سے ہدایت خلق مراد ہے جسکا تعلق بجمیع الوجوہ اصفیاء و اتقیا و صالحین و معصومین سے ہے خواہ وہ زمین پر حکومت کریں یا جور اعداء و متغلبین سے کسی جیلخانہ میں مقید ہوں یا کہ تلوار کے گھاٹ پر انکو عبور کرا دیا جائے مگر بمصداق (یرثہا من عبادی الصالحون تمام زمین خدا باعتبار نشر احکام باری اُن کی وراثت ہے جو لوگ کہ انکو مغلوب کر کے باوصف جہالت ہادی خلایق ہونے کے مدعی ہوئے وہ غاصب کہے جائیں گے دیکھو آیات قرآنی سے ملتی ہوئی بلکہ عین مطابق اس معاملہ کے متعلق کافی میں حدیث موجود ہے (عن ابی جعفر علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خلق آدم و اقطعہ الدنیا قطیعۃ فما کان لآدم فلرسول اللہ و ما کان لرسول اللہ فہو للائمۃ من آل محمد (خلاصہ حدیث یہ ہے کہ خدا نے جس زمین کو زیر قبضہ آدم علیہ السلام کیا تھا وہ ہی مقبوضہ آنحضرت تھی اور بعد رسول اُس کی مالک اُن کی آل ہوئی اسی واسطہ کتب احادیث شیعہ میں وارد ہوا ہے (ان الارض کلہا للامام (یعنی تمام زمین ملکیت امام ہی ہے ہزارہا انبیاء ایسے گذرے ہیں جنکو سلطنت دنیاوی نہیں ہوئی دیگر جابر و متغلب متصرف ہو کر اُن بزرگواروں کو اذیت اور آزار پہنچاتے رہے۔ مگر اصل مالک زمین انبیاء ہی تھے علی ہذا القیاس بعد نبی تمام امت زیر فرمان ائمہ تھی جن لوگوں نے اُس کو اپنا مطیع بنانے اور اُن پر سرداری کرنے کی کوشش کی وہ ظالم و جابر سے تھے ایک اور مقام پر جناب باری ارشاد فرماتا ہے (و نرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلہم الوارثین و نمکن لہم فی الارض (یعنی خدا ارادہ کرتا ہے کہ اُن لوگوں پر منت اور احسان کرے جو کہ دنیا میں ضعیف و بیچارے رہے ہیں دین میں انکو پیشوا اور امر خیر و صلاح میں دعوت کرنے والا قرار دیں گے اور زمین میں انکو تمکن و وقار دیا جائے گا۔ آیہ ہذا کے الفاظ

ذیل رجعل آئمۃ ونجعلہم الوارثین بلا دخل تاویل اس امر کے مثبت ہیں کہ وصایت ونیابت ابنیاء کا تعین
وتقرر من عند اللہ ہی جارا چھے برے بچوں کے بخہ میں نہیں ہی یہ اعتراف مفسرین سینہ یہ آیت ان
مستضعفین بنی اسرائیل کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ جنھوں نے دست فرعون سے ظلم تشدید
اٹھائے تھے یہ لوگ ابنیاء تھے اور نہ سلاطین کیونکہ عہد فرعون میں کوئی بادشاہ قوم بنی اسرائیل
سے مالک زمین نہ تھا پس لامحالہ یہ وہی بزرگ نقباء بنی اسرائیل سے تھے جن کا شمار اوصیاء جناب موسیٰ
علیہ السلام میں تھا یہ لوگ قرآن پاک میں آئمہ دین بوجہ حکومت وسلطنت نہیں کہے گئے بلکہ بہ اعتبار
صلاحیت وہدایت چنانچہ زمخشری نے اپنی تفسیر میں آئمہ کے معنی (متقدمین فی الارض والدنیا یعنی
حاکم شریعت کے لکھے ہیں اور ابن عباس (قادۃ یقتدیٰ بہم فی الخیر (اور مجاہد) دعاۃ الی الخیر الخیر
فرماتے ہیں معنی ومطلب سب فقرات والفاظ کے وہی ہیں جنکا ذکر اوپر کیا گیا۔ یعنی امام وپیشوا
وداعی الی الخیر ایک اور مقام پر جناب باری فرماتا ہے (وعدا اللہ الذین آمنو منکم وعملو الصالحٰت
لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضیٰ لہم ولیبدلنہم من
بعد خوفہم آمن یعبدونني لایشرکون بی شیئًا ومن کفر بعد ذالک فاولئک ہم الفاسقون (یعنی وعدہ
کیا اللہ نے جو کہ ایمان لائے ہیں تم میں سے اور عمل کئے اچھے البتہ اللہ خلیفہ کرے گا ان کو
زمین میں جیسا کہ خلیفہ کرے گا ان لوگوں کو جو کہ ان سے پہلے تھے اور جگہ دے گا دین ان
کے کو جو کہ پسند ہے واسطے ان کے اور بدل دے گا ان کے خوف کو امن سے عبادت کریں گے
میری نہیں شریک کریں گے میرا کسی چیز کو اور جو کوئی پھرے بعد اس کے پس وہ لوگ بدکار ہیں
اس آیہ وافی ہدایہ پر اہل سنت بڑا ناز کرتے ہیں کہ خلافت خلفائے ثلثہ کے لئے نص صریح ہے
تمام قرآن میں وہ آیۂ ہذا کو خلفاء ثلاثہ کا مملوکہ ومقبوضہ بلا شراکت غیرے جانتے ہیں ہر پڑھے
لکھے سنی سے جب ذکر خلافت آئے گا سب سے اول اس آیت اور آیہ غار کو تلاوت کرے گا کوئی
مبحث خلافت ایسا نہیں جس نے اس ذکر سے عزت نہ پائی ہو۔ چھوٹے موٹے علماء کا تو کیا ذکر
بڑے چڑھے عالم کامل شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی بھی آیۂ موصوفہ پر مستدل بخلافت ثلاثہ
ہوئے ہیں اور ان کے والد ماجد نے ازالۃ الخلفاء میں تمام تر آیۂ بالا کو خلفاء ثلاثہ کا حق
سمجھا ہے اور بکمال ایمانداری سے حضرت امیرؑ کو بشارت آیہ سے علیحدہ کر کے صاف لکھ دیا

کہ عہد ثلاثہ میں جو غایت ربانی فوج فوج نازل ہوتی تھی وہ اس زمانہ میں بند ہو گئی تھی تمکین دین مطلق نہیں ہوئی۔ مجکو شاہ صاحب کی قوت حافظہ پر تعجب آتا ہے خلافت ثلاثہ کو غیر منصوص بتلاتے ہیں اور پھر آیہ استخلاف پر مستدل ہوتے ہیں

عجب تماشہ ہے خود ہی لکھتے ہیں کہ درباب خلافت کوئی نص نہیں اور آیہ موصوف الصدر کو پیش کرکے فرماتے ہیں کہ یہ آیت مثبت خلافت ثلثہ ہے۔ مخاطب فرماتے ہیں کہ قرآن میں ادنی ادنی مسایل فروعی کو بصراحت بیان کیا گیا ہے مگر خلافت کا مذکور نہیں۔ لہذا جناب شاہ صاحب حضرت مخاطب کے نزدیک بھی غلط گو ہیں۔ دیدہ باید ان اقوال مخالف ومتضاد میں حضرات اہل سنت کسکو سچا سمجھیں گے مجکو منشاء ذرتیب رسالہ اجازت نہیں دیتی کہ اسموقع پر یہ بات طے کروں کہ آیہ استخلاف متعلق بہ ثلاثہ ہے یا کہ کسی اور سے اسکا تعلق ہے۔ آیہ موصوفہ کی تفصیلی بحث اجوبہ تحفہ اور خصوص بوارق میں موجود ہے۔ اگر علمائے اہل سنت میں کچھ قوت ہوتی تو ضرور جواب دیتے۔ مگر چونکہ آج تک عاجز از جواب رہے ہیں لہذا سمجھا گیا کہ وہ آیہ صدر کی نسبت صرف دعوی ہی کرتے ہیں جواب دعوے کا رد کرنا اُن کے امکان سے باہر ہے سوائے بوارق قواصف الاسیاف میں نہایت اہتمام سے اسکا ذکر ہوا ہے تبلیغ البالغ مولفہ جناب شیخ احمد مرحوم مولف انوار الہدیٰ خاص اس بحث میں ہے مفاتیح المطالب میں اس کے تمام جہات پر نظر ڈالی گئی ہے رسالہ اصل الحقیقت بردالحقیقت میں حقیر نے بطرز خاص اس آیت پر گفتگو کی ہے رسالہ الآیات معروف بہ پنج آیت میں حقیر نے اس آیہ مبارکہ کی تفصیلی بحث کی ہے اس جگہ مختصراً آیہ موصوفہ بالا کی نسبت صرف دو تین باتیں ایسی لکھے دیتا ہوں کہ بشرط جیاء ایمان پھر کسی سنی صاحب کو استحقاق استدلال آیہ استخلاف سے نہ رہے گا مقامات ذیل پر نظر ڈالنی ضروری ہے اول آیت میں خدا نے تجویز خلافت کی نسبت اپنا اختیار ظاہر فرمایا ہے چنانچہ فرماتا ہے کہ خلیفہ کریں گے ہم جیسا کہ قبل تمہارے ہم نے خلیفہ کئے ہیں۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ خلیفہ کے بنانے کا اختیار امت کو ہے نہ کہ خدا کو اور اگر خدا عہدۂ خلافت کو خود تجویز کرے تو اس سے مفسدہ لازم آجائے۔ امر ششم میں جو کہ آئندہ لکھا جائے گا شاہ صاحب کے بیان سے انشاء اللہ واضح ہوگا کہ قدرتی خلیفہ باعث مفاسد ہی ہیں جبکہ اکابر سنیہ خدا کی تجویز کو درباب خلافت مفسد بتلاتی

ہیں اور آیہ استخلاف کے مضمون سے خدا کا خلیفہ مقرر کرنا ہویدا ہے تو اہل سنت بخلاف عقیدہ خود
کیونکر آیہ بالا کو مبشر بخلافت ثلاثہ کہہ سکتے ہیں۔ دوم جن پہلے لوگوں کو خدا نے خلیفہ کیا
تھا ضرور ہے کہ وہ معصوم ہوں اور بہ اتفاق جمیع اہلسنت ثلاثہ معصوم نہ تھے اندریں صورت
یہ کب ممکن ہو سکتا ہے کہ جو عہدہ معصومین کے حوالے ہو وہ ہی غیر معصوم کے سپرد کیا جائے
سوم تتمہ آیت یہ ہے ومن کفر بعد ذالک فاولئک ہم الفاسقون یعنی ایسی صفات کے خلفا کی
خلافت سے جو انکار کرے گا وہ فاسق ہوگا اہل سنت خلافت و امامت کو داخل اصول نہیں جانتے
اور بقول مخاطب درحقیقت کفر اسوقت عاید ہوتا ہے جبکہ کسی اصولی امر سے انکار کیا جائے بریں
حالت بربنا رمذہب اہلسنت یہ آیت کسی طرح خلافت ثلاثہ پر منطبق نہیں ہو سکتی۔ ہاں اس کا
انطباق مذہب شیعہ کے عقائد پر اسوجہ سے صحیح ہے کہ اہل حق امامت کو اصولی اعتقادی جانتے
ہیں درحقیقت یہ آیت شیعہ کے اثبات دعوے میں ایک بین دلیل قرآنی ہے مگر اہل سنت خواہ مخواہ
ہماری دستاویز کو اپنی بنائے لیتے ہیں چونکہ اہل سنت باصطلاح خود ثلاثہ کو خلیفہ جانتے
ہیں لہذا قرآن میں لفظ استخلاف دیکھ کر خوش ہو گئے کہ ہمارے خلیفہ تحت آیت آگئے سنیوں
کو لازم ہے کہ اول اپنے عقاید ٹھیک کریں پھر قرآن سے ثبوت بہم پہنچانے کا اہتمام کریں الحاصل آیات
مصرحہ صدر سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ تعین امامت بدست خداوندی ہے نہ کہ بہ تجویز رعایا
جسکو چار خود غرض مہنر تجویز کر کے پگڑی بندھا دیں وہ نائب رسول نہیں ہو سکتا مخاطب پر
لازم ہے کہ قرآن کو خوب سمجھ کر پڑھیں اور غور فرمائیں کہ درباب خلافت انسلاب اختیارات
خداوندی سے وہ اور اُن کے تمام اہل ملت کس حیثیت کے مسلمان کہے جاتے کی قابلیت رکھتے
ہیں۔ نمبر ششم جسکو خدا امام قرار دے اس سے بقول اہل سنت مفسدہ لازم آتا ہے یا کہ حسب
عقیدہ شیعہ اصلاح۔

حضرات شیعہ کہتے ہیں کہ اگر بعد وفات جناب سرور کائنات علیہ الصلواہ و السلام حکومت اسلام
حسب وصیت آنحضرت خاندان نبوت سے متعلق رہتی تو انتظام اسلام اسی پایہ پر رہتا جسکا حکم
خدا و رسول نے دیا تھا کسی قسم کا فتور مسلمانوں میں واقع نہ ہوتا تمام ادیان باطلہ صفحہ عالم سے
مٹجاتے۔ صرف ایک اسلام ہی مثل چادر رحمت کل سطح زمین پر پھیلتا۔ رفتار زمانہ پر نظر کرنے

ظاہر ہوتا ہے کہ جب اصلی خاندان سے حکومت نکل کر غیر قبائل میں چلی جاتی ہے تو مملکت میں فساد برپا ہو کر بعض خاندان قدیم اور اکثر حکومت موجود الوقت سے پیوستگی کر لیتے ہیں اس وقت کی مسلمانوں پر واجب تھا کہ حضرت امیرؑ کو اپنا حاکم بنا لیتے اور سب مل جل کر ہمدردی سے یہ نیک نیتی اجرائے اسلام میں کوشاں ہوتے تو کچھ بھی جھگڑا نہ ہوتا اہل سنت فرماتے ہیں کہ علیؑ ناقابل حکومت تھے اُن کا دماغ فطرتاً امورِ سیاسی و تمدنی کے لئے وضع نہوا تھا۔ حاکم وہ ہو سکتا ہے کہ جمہور رعایا اتفاق کر کے اپنے اوپر حکومت کرنے کے لئے انتخاب کرے کیونکہ وہ اپنے اغراض و مقاصد سے پوری واقف ہوتی ہے خدا کو انتظام عباد میں کوئی دخل نہیں اور اگر وہ خواہ مخواہ دست انداز ہو کر کوئی حاکم اپنی طرف سے تجویز کرے تو ملک میں فساد قائم ہو جائے۔ چنانچہ شاہ صاحب تحفہ کے باب ہفتم میں لکھتے ہیں اگر بہ تامل نظر کنیم معلوم تواں کرد کہ نصب امام از جانب خدا متضمن مفاسد بسیار است واہ سبحان اللہ مذہب و اہل مذہب پر صد تحسین و آفرین جنکا یہ عقیدہ ہے سوائے سنیوں کے دنیا کا کوئی خدا پرست اس گستاخی کی جرأت کر سکتا ہے۔ واقع میں شان عبدیت اسی کی مقتضی ہے کہ اپنے معبود کی تجویز کو مفسد بتلایا جائے تقسیم قدرت سے یہ حصہ حضرات اہل سنت کے محال میں لگایا گیا ہے وہ سنی جو کہ مایل بہ تشیع ہیں اور بعض مصالح دنیاوی و لحاظ قومی سے اظہار حق کرنے میں پس و پیش فرماتے ہیں برائے خدا اپنے ذی عزت علماء کے عقاید کی تصویر کو بغور دیکھیں کیسے خوش نما خط و خال نظر آتے ہیں۔ واللہ اگر کچھ بھی پاس خدا ہوگا اور ایک رتی بھر ایمان سے بھی بہرہ رکھتے ہوں گے تو فوراً خانہ سنیت چھوڑ کر دار الشیعہ میں اپنا اسباب بھیج دیں گے چونکہ خلافت ثلثہ بلا دخل رب العزت انسانی انتخاب سے وقوع پذیر ہوئی ہے لہذا اسوقت امتیاز حق و باطل کی اچھی معیار ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اگر خلفاء اہل سنت سے اصلاح اسلام عمل میں آئی اور کسی طرح کے نزاع و فساد کی جڑ خلافتیں باعث نہیں ہوئیں تو بے شبہ اہل سنت کا یہ ظن کہ خدائے انتظام مفسد ہے صحیح ہو جائے گا اور اگر تمام مفاسد گذشتہ و حال کی یہ ہی حکومتیں سبب اصلی قرار پائیں تو مذہب شیعہ سراسر حق سمجھا جائے گا بہ اعتبار واقعات ظاہری جنکو عنقریب بیان کرتا ہوں ثلاثہ کی خلافت اسلام کے لئے ایک زہریلی پوٹریہ تھی اُس کی سمیت نے جہاں جہاں اثر کیا ہے وہ سب نشان دکھلاتا

ہوں اہل نظر بلا امداد عینک و خورد بین دیکھیں بڑے گہرے زخم جسم اسلام میں معلوم ہوں گے سب سے بڑا گہرا گھاؤ جس میں خرد اور دل ردی کا پتہ نہیں لگتا وہ ہی ہے جسکو تنہا شانی ذی ملل و نحل میں حسب تصریح اول بیان کیا ہے کہ اسلام میں جیسی تلوار نزاع خلافت پر کھینچی ایسی کسی جھگڑہ میں خونریزی نہیں ہوئی۔

لمؤلف

اہل عقل اسے عمل اہل اسلام سے اندازہ فرمالیویں کہ اگر پنجابیتی انتظام اصلح ہوتا اور خدائی مفسد تو خلافت کے جھگڑے میں مسلمانوں کو تلوار پر ہاتھ ڈالنے اور ایک دوسرے کو مثل بکریوں کے ذبح کرنے کی ضرورت ہوتی اب میں اُن بُرائیوں کی فہرست پیش کرتا ہوں جو کہ اجنبیت کے حاکم ہونے اور نااہلوں کے خلیفہ ہونے سے ظاہر ہوئیں۔

فہرست مفاسد

(۱) اگر خیر القرون (اسلام کا ابتدائی زمانہ) کے مسلمان خدا اور رسول کو سچا مانکر بہ اتباع حدیث ثقلین و ہدایت روز غدیر و دیگر وصایائے نبوی خاندان نبوت کو اپنا ہادی مانتے اور حضور انور کی نعش کو بیگور و کفن چھوڑ کر سقیفہ میں نجاتے اور بہ متابعت اہلبیت نیک نیتی سے فدویانہ وفاداری کرکے خدمات اسلام بجا لاتے تو حضرت سیدہ مستغیثانہ حیثیت سے دروازہ عدالت پر دادخواہ ہوتیں اور نہ حضرت امیرؑ و حسنینؑ کی گواہی بمقدمہ ہبۂ فدک رد ہوکر عدم قبول شہادت کا خلیفہ اول پر اعتراض وارد ہوتا۔

(۲) حضرت ابوبکر کو بخلاف قرآن ورثاء انبیاء سے سلب وراثت کرنے میں حدیث بنانے کی ضرورت نہ پڑتی۔

(۳) حضرت فاروق اعظم حسب روایات اہل سنت مندرجہ تشئید المطاعن سیدہ سے وثیقہ عطیۂ ابوبکر لے کر چاک نہ کرتے

(۴) حسب تسلیم بخاری و مسلم جناب سیدہ شیخین پر غضبناک ہوکر ترک کلام نہ کرتیں۔

(۵) جناب سیدہ شیخین کے لئے عدم حضوری جنازہ پر وصیت واقع ہوتی

(۶) حضرت امیرؑ بوقت بیعت تخلیہ جو کہ بقول اہلسنت ابوبکر سے کی تھی جناب عمر کی صورت دیکھنا مکروہ نہ جانتے۔

(۷) حسب اندراج ۲ المجلدات سینہ مندرجہ تشئید المطاعن حضرت عمر دروازہ سیدہ پر آگ اور لکڑیاں نہ لے جاتے۔

(۸) حضرت ابوبکر اقالہ بیعت (خلافت سے مستعفی ہونا) نکرتے اور بہ لفظ اقیلونی اقیلونی لست بخیر کم و علی فیکم یعنی چھوڑ دو مجکو چھوڑ دو مجکو علیؑ کی موجودگی میں میرا امر خلافت پر متصرف ہونا جائز نہیں۔ زبان مبارک سے نہ فرماتے

(۹) جناب ابوبکر کی خلافت کو حضرت عمر ایک امر ناگہانی اور مادہ شرارت نہ بتلاتے۔

(۱۰) مالک بن نویرہ مرد مومن بہ الزام ردت ناحق قتل نہ کیا جاتا۔

(۱۱) خالد ابن ولید جنکو سیف اللہ کہتے ہیں زوجہ مالک مذکور سے ارتکاب ناجائز نہ کرتے

(۱۲) بوقت وفات خود حضرت ابوبکر بصید بیچینی دروازہ سیدہ پر آتش باری کرنے سے محجوب و ندامت کش نہ ہوتے۔

(۱۳) حضرت عمر شیخ الاسلام شجاع الدین ابو لولو کی چھری سے زخم جگر نہ کھاتے

(۱۴) مجلس شوریٰ میں حضرت امیر سیرت شیخین پر کاربند ہونے سے انکار نہ کرتے۔

(۱۵) پندرہ سولہ برس تک اسلامی دنیا قرآن صحیح سے خالی نہ رہتی

(۱۶) حضرت عثمان صدہا قرآن کی خاکستر کرکے بروئے ہوا نہ اڑاتے

(۱۷) جلیل القدر اصحاب نبی مثل ابن مسعود و عمار یاسر دربار میں نہ پٹوائے جاتے۔

(۱۸) ابوذر غفاری مدینہ سے خارج نہ کئے جاتے

(۱۹) حضرت عثمان بہ الزام بے انتظامی شہید نہ ہوتے اُن کی نعش پاک مزبلہ پر نہ پھینکی جاتی موصوف کے جسم شریف کا بعض حصہ کتوں کے مقبرہ معدہ میں دفن ہوتا۔

(۲۰) بہ اشتباہ قتل عثمان صدیقہ سیاں حضرت امیرؑ سے گرم پیکار ہوکر یادگار رستم و اسفندیار نہ ہوتیں۔

(۲۱) امیر معاویہ علم بغاوت بلند نہ کرتے

(۲۲) ام المومنین اپنے سوتیلے نواسہ امام حسن علیہ السلام کے جنازہ پر تیر باراں کر کے اپنی نظیر خود ہی نہ ہوتیں۔

(۲۳) حضرت امیر علیہ السلام شہادت نہ پاتے

(۲۴) اسلام تتر بتر ہو کر بہتر حصوں پر تقسیم نہ ہوتا۔

(۲۵) جناب امیرؑ کو نواصب شام ناسزا نہ کہتے

(۲۶) امام حسن علیہ السلام کو حضرت معاویہ زہر نہ دلواتے۔

(۲۷) امام حسین علیہ السلام شہادت نہ پاتے شیعہ ان کو لے کشتۂ سقیفہ و شور ائے کربلا نہ کہتے

(۲۸) خاندان نبوت کی عورات اسیر ہو کر درباروں میں نہ بلائی جاتیں۔

(۲۹) لشکر یزید کعبہ پر ڈھیلے نہ برساتا حرم محترم کا پردہ نہ جلایا جاتا مسجد نبوی میں گھوڑے نہ باندھے جاتے۔ عورات مہاجر و انصار زنا بالجبر میں مبتلا ہو کر ایک ہزار بچوں سے ترقی دہ امت نہ ہوتیں

(۳۰) شیخین کرام کی روح کو بعض لفظوں سے اذیت نہ پہنچائی جاتی

(۳۱) ایک مسلمان دوسرے کا دشمن نہ ہوتا۔

(۳۲) مسلمانوں میں ناکثین و مارقین و قاسطین نہ ہوتے۔

(۳۳) اشاعت اسلام بزور تلوار نہ پکاری جاتی۔

(۳۴) خواجہ الطاف حسین صاحب حالی اسلام کا مرثیہ لکھ کر لوگوں کو نہ رلواتے

(۳۵) سر سید مرحوم اتفاق اتفاق نہ فرماتے۔

(۳۶) محسن الملک و شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب لیکچروں میں بیش بہا الفاظ سے اتحاد پر رغبت نہ دلاتے۔

(۳۷) خلیفہ بلافصل و تعزیہ و علم پر جھگڑے ہو کر مسلمان جنگی نہ میں بٹ جاتے

(۳۸) کتب مناظرہ کی کتابت سے مصنفوں کے ہاتھ ورم نہ کرتے سنی و شیعہ خریدتے خریدتے مفلس نہ ہوتے

(۳۹) آیہ مبارکہ انما المشرکون نجس مندرجہ سورۂ توبہ کو پس پشت ڈال کر مسلمان کفار و مشرکین کے جھوٹے کھانے پر مثل قحط زدگان مار رواڑ نہ گرتے۔

(۲۰) سنی و شیعہ با وصف مسلمان ہونے کے باہمدگر ترک مناکحت نہ کرتے وغیرہ وغیرہ
ذی علم مخاطب ارشاد فرمائیں کہ اگر خاندان نبوت کی محرومی اور ثلاثہ کی حکومت ان مفاسد کی باعث نہیں ہوئی تو پھر اور کیا عارضہ لاحق حال اسلام ہوا جس سے یہ لا علاج روگ لگ گیا اگر ان مفسدوں کو جنہوں نے یہ بیماری پھیلا دی یہ الفاظ معلومہ یاد کیا جائے تو کیا بیجا ہے ہر چند کہ تحریر بالا میں دلایل شافیہ ثابت کر دیا گیا کہ انتظام خداوندی باعث فتنہ نہیں ہو سکتا نیز اہل ایمان کی عقل بھی اسکو تجویز کرتی ہے کہ خدا کی ذات سے صدور فساد محال ہے لیکن چونکہ اسلام کا ایک کثیر التعداد گروہ اسکو مان چکا ہے کہ اگر خدا خلیفہ قایم کرتا تو اس سے انتظام عباد میں فساد ہو جاتا لہذا اب ہمکو یہ دیکھنا لازم ہوا کہ بہ ایں وسعت علمی خدا کو بھی کچھ خبر تھی کہ میری رائے پر فساد ہی اور اصحاب نبی کی لایق تعریف قرآن کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ خدا پورا خبردار تھا کہ جو لوگ بلا میری رائے کے خلیفہ بنینگے وہ مفسد و ملعون و قاطع رحم ہونگے چنانچہ سورۂ محمد میں فرماتا ہے (فہل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم اولٰئک الذین لعنہم اللہ فاصمہم واعمیٰ ابصارہم (یعنی اے اصحاب محمد تم امیدوار رہو کہ حاکم ہو کر خدا کی زمین میں فساد کرو اور صلہ رحم ترک کر کے اس کی بیخ کنی پر آمادہ ہو جو لوگ ایسا کریں گے ان پر خدا کی لعنت ہے وہ لوگ کانوں کے بہرے اور آنکھوں کے اندھے ہیں۔
یہ خطاب بصیغہ جمع حاضر ان مسلمانوں سے کیا گیا ہے جو کہ آنحضرت کی صحبت میں رہتے تھے غور کرنا چاہئے کہ عالم الغیب نے علم قدرت سے یہ خبر دی ہے اس کا واقع ہونا ضروری اگر سنی خدا کو صادق القول جانتے ہیں تو براہ عنایت فرمائیں کہ وہ کون لوگ تھے جن کی گوشمالی آیت میں کی گئی ہے نیز انھوں نے قطع رحم کر کے زمین خدا میں فساد پھیلایا ہے جو لوگ کہ اس طرح سے حکومت مآب بنے ہونگے یقیناً مسلمانوں نے اجماع کر کے ان کو مسند امامت پر بٹھایا ہوگا حسب خیال اہل سنت جو پنچایت سے خلیفہ ہو وہ مصلح ہو مگر خدا اوسکو مفسد و ملعون و قاطع رحم و بہرا و اندھا بتلاتا ہے نہ معلوم سنیوں کے نزدیک خدا سچا ہے یا کہ وہ خود برسر راستی ہیں اسوقت میں ایک واقعہ پر توجہ دلاتا ہوں اسپر نظر فرمانے سے ظاہر ہو جائیگا کہ خدا نے ملعون کس کو قرار دیا ہے۔ ترجمہ صواعق محرقہ میں یہ صفحہ (۲۳۰) سطر ۱ یہ عبارت بحوالہ بخاری شریف لکھی کہ از علی منقول ست کہ گفت انا اول من یقعد علی رکبتیہ بین یدی الرحمان للخصومۃ یوم القیامۃ

یعنی من اوّل کسے خواہم بود کہ بروز قیامت بدو زانو در آمدہ نزد خدائے تعالیٰ با خصم خود خصومت کنم) چونکہ یہ مضمون بخاری شریف کا ہی لہذا اہل سنت پر لازم ہے کہ بجائے خود امتیاز فرمائیں کہ وہ کون لوگ ہیں جن کی شکایت کو حضرت امیرؑ دروازۂ عدالت پر جائیں گے تفحص کتب سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ آنحضرتؐ کے زمانہ میں تھے چنانچہ امام شعبی جو کہ اجلہ محدثین سنیہ سے ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ سے منقول ہے (اللھم انی استعدیک علی القریش فانھم قطعوا رحمی وغصبونی حقی واجمعوا علی منازعتی امراً کنت اولی بہ) یعنی میں قریش کے ان ظلموں کی شکایت کروں گا جو کہ مجھ پر از قسم غصب حقوق و قطع رحم وغیرہ کئے گئے ہیں اور میرے مراتب سے مجھکو گھٹا کر ان امور پر مجھکو متصرف ہونے دیا جنکا میں لایق تھا جن لوگوں نے قطع رحم کیا اور مخالفت پر مجتمع ہوئے اُن کا نام لکھنا میں پسند نہیں کرتا عاقلاں خود میدانند

صرف پتہ بتلاتا ہوں مخاطب ذیشان ودیگر سنیان جلیہ سے شناخت فرمالیویں یہ وہ بزرگ قریش تھے جن کی بیعت سے حضرت علیؑ نے دل تنگی ظاہر کرکے اپنا حق واولےٰ ہونا ثابت کیا تھا جب اُن لوگوں نے وصیت نبوی کو محو وسہو کرکے خاندان نبوت کو طرح طرح کی دھمکیاں دیکر بیجا دباؤ ڈالے اور حکومت اسلام سے اپنا غاصبانہ قبضہ نہ اُٹھایا اسوقت حضرت نے گوشہ نشینی اختیار کر لی مگر اسپر بھی قریش نے چین نہ لینے دیا برابر عداوت پر تلے رہے تا اینکہ خاندان رسالت کو ایسا مٹایا کہ جس کی نظیر دینے میں دنیا کی تاریخیں خاموش ہیں الحاصل جس طرح خلافت خلفائے ثلثہ سے یہ چند نقصان حقیر نے دکھلائے اہل سنت پر لازم ہے کہ اسی طرح دو چار فائدہ دکھلائیں۔ نیز یہ بھی ارشاد فرمائیں کہ اگر خدا کسی کو حاکم امت مقرر کرتا تو اس سے فلاں فلاں قسم کے مفسدے پیدا ہو جاتے ہم نہایت اشتیاق سے نگراں ہیں کہ اہل سنت اپنے خدا کے انتظام کو کس منطقی دلیل سے مفسد فرماتے ہیں اگر فی الواقع خدا میں صلاحیت کا مادّہ نہیں اور اُس کی طبیعت مایل بہ فساد ہے تو معاذ اللہ ایسے پرانے ناتجربہ کار کج رائے خدا کو کیوں نہ پنشن دے دیکر انہیں کو خدا کیوں نہ کہیں جن کی تجویز سے صلاح اسلام ہوئی مجھکو یقین ہے کہ اگر اہل سنّت اچھی سوی نگاہ بھی ان مضامین پر ڈالیں گے تو سمجھ لیں گے کہ انتظام خدا و نبی کے مفسد بتلانے میں تو بالکل اسلام کو خیرباد کہہ چکے ہفتم درباب انتظام امامت نیا رسا بقین کیا تھی آیا انھوں نے اپنی نائب خود بنائے یا نہیں

خدائے پاک اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے "ومن آبائہم واخوانہم واجتبیناہم وہدیناہم الی صراط مستقیم" مفاد ان آیات سراپا ہدایات کا یہ ہے کہ خدا نے ذریت انبیاء کو برگزیدہ کیا ہے اسی واسطے انبیاء سابقین نے بحکم آیہ لئلا یکون الناس علی حجۃ بعد الرسل بضرورت ہدایت امت و تحفظ دین وملت ونفاذ احکام شریعت اپنے اپنے اوصیاء مقرر فرمائے ہیں۔ چنانچہ جناب آدم صفی اللہ نے بحکم رب العزت اپنے ولد اکبر جناب ہابیل کو وصی کیا دمیری نے حیوۃ الحیوان میں بمقام تصریح لغت غراب لکھا ہے "ان آدم علیہ السلام صح الی مکۃ وجعل ہابیل وصیا علی اولادہ فقتل قابیل ہابیل" بعد شہادت جناب ہابیل حضرت آدمؑ نے شیث کو اور انھوں نے اپنے بیٹے انوش یا شبان کو خلیفہ قائم کیا صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ انوش نے قینان اور انھوں نے مہلائیل کو جانشین کیا۔ اسی طرح حضرت ادریس نے متوشلخ کو اور انھوں نے اپنے بیٹے ملک کو خلیفہ کیا یہی سلسلہ نوح علیہ السلام نے سام اور اس نے ارفخشد کو نائب کر کے علوم انبیاء تفویض کئے علی ہذا جناب موسیٰ علیہ السلام نے یوشع بن نون اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شمعون اور یحییٰ نے فرزند شمعون کو اور دانیال نے اپنے بیٹے یلیخا اور انھوں نے انشو کو خلیفہ کیا غرضکہ ہر نبی نے اپنی امت کو ان کے اختیار پر نہیں چھوڑا اپنے بعد کا پورا انتظام کر کے دنیا سے رخصت ہوئے جناب موسیٰ علیہ السلام کا طرز وصایت حبیب السیر سے دکھلایا جاتا ہے (در بعضے تفاسیر مسطور است کہ چوں بموسیٰ معلوم شد کہ وقت رحلت است مجلس عظیم ساختہ در حضور اکابر و اشراف بنی اسرائیل یوشع را وصی گردانید و شرط وصیت بجا آورد) اور ثعلبی نے قصص الانبیاء میں لکھا ہے "قالت العلماء باخبار الماضین لما حضرت الوفاۃ یوشع استخلف علی بنی اسرائیل کالب بن یوفنا ختن موسیٰ" یعنی یوشع نے کالب داماد موسیٰ کو خلیفہ کیا مفسر موصوف بمقام دیگر حضرت یسع کے حالات میں لکھتے ہیں کہ جب وہ بوڑھے ہو گئے تو فرمایا کہ میں اپنی حیات میں اسکو خلیفہ کرنا چاہتا ہوں جس کے کام کی خود جانچ کرلوں۔ کیونکہ مہمات امت کا انجام دینا سہل بات نہیں۔ ایک جلسہ میں یہ اعلان کیا گیا اس مجمع سے ایک شخص عرض پیرا ہوا کہ میں اس خدمت کے انجام دینے کو تیار ہوں اس روز آپ نے امر وصایت کو ملتوی فرما کر دوسرے روز پھر وہی سوال پیش کیا جس شخص نے روز اول اجابت کی تھی وہی پھر اور مثل اقرار روز گذشتہ پھر اپنے ارادہ پر مضبوطی ظاہر کی حضرت نے اسکو اپنا خلیفہ کیا اسی کی موافق

اسلام کا ایک واقعہ دکھلاتا ہوں ابوجعفر طبری و امام احمد بن حنبل و اکثر علمائے اہل سنت و مورخین یورپ نے لکھا ہے کہ جسوقت آیہ (وانذر عشیرتک الاقربین) یعنی اے محمد صلعم تو اپنے خاندانیوں کو ڈر مطلب یہ کہ عذاب و ثواب سے آگاہ کر نازل ہوئی تو آنحضرت نے حکم باری کی تعمیل اس طرح پر کی کہ تمام اولاد عبدالمطلب کو جمع کر کے ایک طولانی تقریر کی اس موعظہ کے بعض فقرات حوالہ قلم کرتا ہوں (یا بنی عبد المطلب انی النذیر علیکم من اللہ عزوجل البشیر لما یجیی بہ جئتکم بالدنیا و الآخرۃ وقال من یواخینی و یوازرنی و یکون ولیی و وصیی و خلیفتی فاسکت القوم و اعاد و ذالک یسکت القوم و یقول علیؑ انا فقام القوم وہم یقولون لابی طالب اطع ابنک و منزا مر علیک (خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ آنحضرت نے اپنے کنبے کے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا کہ میں جناب خدا سے بشیر و نذیر مقرر ہوں مذاہب باطلہ کو نابود کر کے سچے دین کی روشنی پھیلاؤں گا تم میں کوئی ایسا ہے کہ اس معاملہ میں میری مدد کرے اور پھر میری نیابت و وصایت و وزارت و خلافت اس سے متعلق ہو۔ آپ نے دوبارہ بھی فرمایا مگر اہل کنبہ سے سوائے خاموشی کچھ جواب نہ ملا حضرت امیرؑ اسوقت کم سن بچے تھے۔ جواب نہ ملنے پر غایت دلسوزی سے اٹھ کر کہنے لگے کہ میں آپ کے تمام کام انجام دونگا حضرت نے فرمایا کہ بس تم ہی میرے بھائی و وصی و وزیر و خلیفہ ہو یہ سنکر شیوخ قریش نے بطور دل لگی ابوطالب سے کہا کہ آج سے اپنے بیٹے کو حاکم سمجھ کر اطاعت پر کمربستہ رہئے۔ حقیر نے رسالہ آفتاب خلافت و عطر ایمان مولفہ خود میں ۱۹ علمائے اہل سنت و چار مورخین یورپ کے نام مع عبارت لکھدئے ہیں جسکو اس واقعہ کا تفصیل دیکھنا منظور ہو وہ رسائل مذکور الصدر میں دیکھے تعجب ہے علمائے اہلسنت پر انبیاء ماسبق کے حالات متعلق بہ انتظام خلافت حسب صراحت بالا درج کتب کرتے ہیں اور اپنے نبی کے ارشاد کو بھی جو کہ مشعر بہ تعین خلافت تھا تحریر کرتے ہیں۔ مگر بایں ہمہ جب شیعہ سے مقابلہ ہوتا ہے۔ منکر محض بنجاتے ہیں کہ خدا و نبی نے کوئی انتظام اسلامی دنیا کے لئے خلافت کا نہیں کیا۔ ہر انکار و اقرار کے لئے ضرور کوئی وجہ ہوتی ہے۔ شیعہ جو خلافت رسول کو منصوص من اللہ والرسول کہتے ہیں اُن کے پاس آیات کثیرہ و احادیث عدیدہ مشعر بخلافت موجود ہیں جن میں سے بعض کو ناظرین ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اہل سنت جو انکار کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی ثبوت معقولی و منقولی درباب خلافت ثلاثہ اُن کے ہاتھ میں نہیں ہے سقیفہ بنی ساعدہ میں بہ امداد حضرت عمر و ابوعبیدہ

جراح جناب صدیق خلیفہ بن گئے اور بہ تقویت مخالفان اہلبیت دمبدم زور پکڑتے گئے مگر
کاٹھ کی ہنڈیا آنچ کیونکر سہارے آیت وحدیث کہاں سے لائیں نظر براں انھوں نے سوائے
انکار کوئی چارہ نہ دیکھا صرف حجت اجماع پر مجتمع ہوگئے اسی کو آج تک کہے جاتے ہیں جبر ہے
وہ اجماع بھی صحیح نہیں۔ حضرت عمر نے خلافت ابوبکر کی حقیقت دکھلا دی اپنے عہد دولت میں
سر منبر ارشاد فرما دیا کہ خلافت ابوبکر (فلتتہ) ناگہانی طور پر بلا مشورہ اہل عزت و وجاہت
جلدی میں واقع ہوگئی تھی خدا نے اس کی شر سے مومنوں کو بچایا شاہ صاحب نے بھی تحفہ کے باب دہم
میں مطاعن عمر کے جواب میں اس واقعہ کی تصدیق فرمائی ہے۔ غرضکہ سنیوں کے کعبہ تقریر میں سوائے
نقد اجماع اور کچھ نہیں افسوس ہے کہ اجماع بھی اپنی شرائط کو نہ پہنچا دم بریدہ رہا اجماع کی شکل میں
بتلاتا ہوں کہ کیونکر ہونا چاہیے تھا۔ اگر بہ طریق ذیل صحابہ خلافت صدیق پر اجماع کرتے تو وہ
ضرور ممدوح متصور ہوتا۔

اجماع صحیح و واجب العمل کی صورت

اگر فی الواقع بخلاف طریقۂ انبیاء ماسبق رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے پس از وفات خود انتظام
وصایت نہ کیا تھا اور امت کی رائے پر چھوڑ دیا تھا کہ اجماع کرکے جسکو چاہیں خلیفہ کریں تو اسکا
قرینہ یہ ہوتا کہ اصحاب موجود الوقت رسول اکرم کے کفن و دفن سے جس میں سوائے دو چار گھنٹے کے
زیادہ وقت صرف نہ ہوتا فارغ ہوکر مسجد رسول یا کسی دوسرے مقدس مقام پر جمع ہوکے باہم
مشورہ زن ہوتے کہ جیسی نبی تو وفات پاگئے اب ہم سے کوئی ایسا شخص تجویز ہونا چاہیے جو کہ مثل
رسول اسلامی دنیا کا انتظام کرسکے شریعت کا پورا واقف اور اسکا عامل ہو علم و فصاحت کلام میں
سرآمد معاصرین خود ہو تمام علماء یہود و نصاریٰ و دہریہ وغیرہ پر عند البحث حقیقت اسلام ثابت
کرسکے شجاعت و صولت میں یگانۂ زمانہ ہو اجرائے حدود الٰہی و نفاذ احکام شریعت میں کسی کا محتاج
ہو زہد و اتقا و پرہیزگاری میں اپنا مثل رکھتا ہو۔ نصرت دین حق و حمایت اسلام اسکا فرض منصبی
ہو سرکشان عرب کو نہ تیغ کرکے کفر کی بستیوں کو اس نے اجاڑا ہو عرب میں اسکی دھاک بیٹھی ہو عدل و
انصاف اسکا شیوہ ہو عزیز و بیگانہ کا جانبدار نہ ہو سب مسلمانوں سے یکساں برتاؤ رکھنے کا خوگر ہو

مزاج میں سادگی ہو فظاظت و غلاظت کے پاس نہو۔ اخلاق کریمانہ اُسکا پورا عمل ہو اس عنوان کے ساتھ اگر کوئی شخص منتخب کیا جاتا تو اجماعی خلیفہ کہنا بیجا نہ تھا۔ مگر واقعات سقیفہ میں گہری نگاہ ڈالنے سے واضح ہوتا ہے کہ منجملہ شرائط مذکورہ کے وہاں ایک پر بھی بحث نہیں کی گئی صرف دو شخصوں کی رائے سے حضرت ابوبکر کے سر پر آدہ سیر سوت لپیٹ دیا گیا دیگر پگڑی باندھی گئی اُسکا نام حضرات سنیہ نے اجماع رکھا ہے اگر با انصاف اہل سنت شرایط اجماع مندرجہ صدر کو ملاحظہ فرمائیں گے تو میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ حقیر کی رائے سے اختلاف نکریں گے چونکہ حضرات اہلسنت خلافت کے لئے اجماع ایک اہم اور ضروری اعتقاد کئے ہوئے ہیں۔ لہذا اُن کے بڑے عالم کامل کا بیان دکھلائے دیتا ہوں جس سے۔ معلوم ہو جائے گا کہ سوائے اجماع اُن کے پاس کوئی ثبوت خلافت نہیں علامہ تفتازانی مواقف کے مقصد چہارم میں لکھتے ہیں المقصد الرابع فی الامام الحق بعد الرسول وھو عندنا ابوبکر وعند الشیعہ علی یعنی امام حق سنیوں کے عقیدہ میں ابوبکر ہیں اور شیعہ کے نزدیک علی علامہ موصوف اس سے آگے لکھتے ہیں امام دو وجہ سے ہوتا ہے نص و اجماع سے نص کسی کے واسطے نہیں رہا اجماع وہ ابوبکر کی ذات سے متعلق ہے نص و اجماع کی حقیقت ناظرین پہلے معلوم کر چکے ہیں۔ چوبیس آیات و چند احادیث سے حضرت امیر کا منصوص من اللہ و الرسول ہونا ثابت کیا گیا ہے علامہ موصوف نے جو تحریر فرمایا ہے کہ نص کسی کے لئے ثابت نہیں وہ ہمارے پیش کردہ ثبوت سے باطل ہے۔ رہا اجماع اس کی کیفیت بھی معلوم ہو چکی رسالہ عطر ایمان مطبوعہ نگینہ مولفہ خود میں حقیر نے ثابت کر دیا ہے کہ حسب اصول مقرر کردہ اہل سنت تینوں خلافتیں باطل ہیں بعض جہلا سنیہ جو قرآن سے اثبات خلافت کے مدعی ہوتے ہیں وہ اپنے مذہبی اصول سے بے خبر ہیں از انجملہ ایک شیخ احمد حسن صاحب ساکن لال کرتی واقع میرٹھ ہیں صاحب ممدوح سررشتہ بارگماسٹری ہیں سب اورسیر تھے پنشنر ہو کر گھر تشریف لائے طبیعت میں کچھ چلبلاہٹ معلوم ہوئی ہر چلا بیٹھنا پسند نہوا۔ مذہبی پیمایش کے لئے فیتہ جیب سے نکال کر ناپ تول شروع کر دی وہ یہ کہ ایک رسالہ پانچ چار ورق کا لکھ ڈالا جس کا نام ڈیڑھ فرلانگ میں آتا ہے (تنویر العینین و الجنان فی اثبات خلافت شیخین عن القرآن) تعجب ہے کہ علامہ تفتازانی و شاہ صاحب و مرزا حیرت و مخاطب وغیرہ علمائے اہل سنت انکار فرمائیں کہ خلافت منصوص نہیں اور قرآن میں ادنیٰ

ادنی فروعی مسایل کا ذکر ہوا اور اسکا اشارتاً بھی کہیں مذکور نہیں بخلاف جمہور سب اور سیر صاحب یہ دعوے کریں کہ میں قرآن سے شیخین کی خلافت کا ثبوت پیش کرتا ہوں نہ معلوم سنیوں کی نگاہ میں کون سچا ثابت ہوگا سب اور سیر صاحب کو کہیں سے قرآن کا ترجمہ ملگیا دس پانچ آیتیں جو کہ صحابہ اخیار کی شان میں نازل ہوئی ہیں لکھ ڈالیں اور نازکناں ہوئے کہ ہم نے خلافت شیخین کو قرآن سے ثابت کردیا مقام افسوس ہی کہ اس زمانہ کے جاہل مصنف بننے کے شوق میں قلم اٹھا بیٹھے ہیں جسکا نتیجہ بدنامی اور پشیمانی ہے نواب اشارت علیخاں صاحب رئیس میرٹھ نے بزور شاعری تحریر مذکور کی تقریظ لکھدی۔ ایسے کبیر السن آدمی کو باوصف صحبت علما اتنی بھی خبر نہیں کہ خلافت نصی ہے یا اجماعی ہے حیفر سے چند روسا شیعہ شہر میرٹھ نے ارشاد فرمایا کہ سب اور سیر صاحب کی کتاب کا جواب لکھدیا جائے میں حیران ہوں کہ ایسے ذی لیاقت اور صاحب فہم سے کیا گفتگو کروں جنکو اپنے گھر کے دروازہ کی بھی خبر نہیں کہ شمالی ہے یہ جنوبی۔ مگر ایک مختصر جواب جدا اگانہ اُن کو بھی دیا گیا۔ شاید تنبیہ پذیر ہوکر آیندہ کچھ لکھنے سے باز رہیں المختصر حسب تصریح صدر ثابت ہوگیا کہ انبیا نے اپنے وصی خود قایم کیے ہیں تاکہ ہدایت منقطع نہو یہ کسی نے نہیں کیا کہ اپنی امت کی تجویز پر اس عہدہ کو محول کیا ہو سوائے انبیا دستور زمانہ پر نظر کرنی چاہیے کہ جب کوئی سردار قوم مرنے لگتا ہے۔ خواہ وہ خدا پرست ہو یا بُت پرست عادل ہو یا فاسق۔ بادشاہ ہو یا نواب بڑا تعلقہ دار ہو یا ادنی زمیندار انتظام مابعد ضرور کرجاتا ہی صحرا نشین درویش بھی گو کہ ایک خرقہ گدائی رکھتا ہی مگر گدڑی کمبل لاٹھی بوریا کونڈی سونٹا اپنے چیلوں میں سے ضرور کسی کو دیجاتا ہے تعجب ہے سرور عالم کی دانشمندی پر جانتے تھے کہ بعد ہمارے کوئی ہادی آنے والا نہیں ہی۔ مگر باایں ہمہ علم و آگاہی امر خلافت کو معطل چھوڑ کر امت کے ہاتھ میں بین ہاتھ کا جوتہ دے گئے کہ باخودنا لڑا بھڑ کر مدام مصروف خون و خرابہ رہیں آنحضرت بعلم نبوت جانتے ہوں گے کہ سب سے پہلے میری امت مسئلہ امامت میں مختلف ہوکر تلوار بدست ہوگی خود میرے گھر انے کے آدمی عزل ابوبکر میں بحدے کو شاں ہونگے کہ جبتک جبرئیل اسلام عمر سے آگ لگا دینے کی دھمکی نہ سُن لیں گے اپنے ارادے سے باز آئیں گے یہی اختلاف مسلمانوں کی جڑ اکھاڑ کر پھینکدے گا اسی کیوجہ سے دیوار اسلام میں

بہتر رخنہ ہو جائیں گے اسی کی وجہ سے ہم تین دن تک بیسر د زمین ہو نیگے ۔ العجب یا این ہمہ علم و آگاہی تسنہ بند کر کے رحلت فرمائے عالم بقا ہو گئے اور جماعت امت کو بے والی و وارث اس طرح چھوڑ گئے کہ جیسے ایک چرواہا سونے جنگل میں بھیڑ بکریوں کو درندوں کی فاقہ شکنی کے لئے چھوڑ دیتا ہے اس جگہ حضرت ابو بکر و عمر کی شایستہ لفظوں میں تعریف کی جاتی ہے کہ انھوں نے اس ضرورت کو اچھی طرح محسوس کر لیا تھا کہ بلا قیام امام فساد ہو کر باعث خرابی اسلام ہو گا لہذا ہر دو صاحبان نے سنت انبیاء سابقین کا پورا اتباع کیا اور مطلق پروانہ کی کہ اپنے نبی کی مخالفت ہوتی ہے حضرت عمر نے سقیفہ میں جناب ابو بکر کا انتخاب کیا انھوں نے دہل جزاء الاحسان الا الاحسان پر عمل کر کے چلتے وقت سکہ و دوات جناب عمر کے حوالہ کیا ۔ وہ شوریٰ کی بنا قایم فرما کر عبدالرحمان کو پریسیڈنٹ بنا گئے ۔ جنھوں نے عثمان کو مسند پر بٹھایا خلیفہ ثالث کو مصریوں کی شورش میں مہلت نہ ملی ورنہ بجوش مادۂ صلہ رحمی خلافت کا فرمان مروان کے نام پر لکھ جاتے حضرت امیر معاویہ نے پورا استخلاف کیا دامن خلافت کے جتنے خار تھے سب کو صاف کر کے یزید کو اپنے سامنے مستقل خلیفہ کر گئے تمام مخالفین کا ناطقہ بند کر دیا حضرت عائشہ اس مقدمہ میں کچھ الجھیں بقصد بہ تقریب دعوت بلا کر ایک خس پوش گڑھے میں ڈال دیا جس سے ان کی حرارت عزیزی ٹھنڈی ہو گئی رسالہ اصل الحقیقت بر د الحقیقت میں حقیر نے روایات قتل عائشہ نقل کر دی ہیں بعد از این ایک اور امر قابل ملاحظہ ارباب عقل ہے اور وہ یہ کہ ہر دعویدار بہ حیثیت مدعیانہ ثبوت دعوے میں ادن امور سہل آسان کو اختیار کرتا ہے جنکو بلا دقت نہایت آسانی سے ثابت کر کے ڈگری حاصل کر سکے دنیا بہ مقدمۂ خلافت سنی و شیعہ ہر دو مدعیانہ حیثیت رکھتے ہیں شیعہ خلافت حضرت امیرؑ کے مدعی ہیں اور اہل سنت حضرت صدیق کی امامت کے ان دونوں مدعیان خلافت نے جواز خلافت کے لئے جداگانہ راہیں اختیار کی ہیں سنی صاحب اجماع و استخلاف و شوریٰ و قہر غلبہ کے قایل ہوئے ہیں جنکو میں اول ثابت کر چکا ہوں ۔ ہر چہار باتوں کا ثبوت دیدینا سنیوں کو ایسا سہل ہے کہ جیسا بوڑھی دندان شکستہ کو حلوا کھانا ۔ کیونکہ جس طرح ظاہری طور پر خلافتیں وقوع پذیر ہوی ہیں اسیکو صحت خلافت کا آلہ قرار دے لیا اس میں نہ ہلدی خرچ ہوئی نہ پھٹکری باتوں باتوں میں رنگ چڑھ جاتا ہے شیعہ یہ کہہ رہے ہیں کہ خلیفۂ رسول وہ ہو سکتا ہے جس کے باب میں قرآن کی آیت

اور نبی کی حدیث ہو نیز وہ معصوم ہو۔ بالانصاف غور فرمائیں کہ ہر سہ امور کا ثابت کرنا بچوں کا کھیل
ہیں شیعہ نے ایسی دشوار گذار و عسیر المرور راہ اختیار کی ہے کہ اُس کی مشکلات رستم و اسفندیار کی
ہفتخوان سے سخت تر ہیں یہ بات امکان بشری سے باہر ہے کہ کسی شخص کو منصوص من اللہ والرسول
و معصوم ثابت کر دیا جائے سوائے مدد خدا ممکن نہیں کہ ایسی نادر الوجود باتیں کسی شخص کی
ذات میں دکھلائی جائیں۔ شیعہ کا فرقہ بمقابلہ اہل سنت بہ اعتبار کثرت و ثروت ایسا ضعیف
و ناتواں کہ جیسا روم کے سامنے ایران اور اسپر یہ بلند دعوے کہ جس کی اونچائی کوہ ہمالہ کی
بڑی سے بڑی چوٹی سے بھی دس ہیں فٹ ابھری ہوئی ہے دیکھو ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے
اس درہ سے فرقے نے سنیوں کو وہ تنگ کیا اور ایسا ناک چنے چبوائے کہ ایک ایک بات کی ہزار ہزار
جواب دیئے۔ تمام کتب سنیہ کے شیرازہ کاٹ ڈالے فہرست جوابات جو اول پیش کی گئی ہے اس کو
دیکھ کر ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ شیعہ کی کتابیں سنیوں کی کیت پر چڑھی ہوئی ایک ایک کا لہو چوس رہی ہیں
جس کا بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ سنیوں کو کہنا پڑا کہ ہمارے علمائے متقدمین نے صرف مطاعن
کا جواب دیا اصول شیعہ کے ابطال میں قلم نہ اُٹھایا دیکھو تحریر محمد اسحاق سہارنپوری تذکرہ و مندرجہ
اوراق بالا جو کہ شیعہ کو بوجہ عدم بطلان اصول ہر دمیدان مناظرہ تبلاتے ہیں خود مخاطب کو بھی
اقرار ہے کہ علمائے سابقین سے کسی کو رد اصول شیعہ کا خیال ہوا سنیوں کی بے بسی و کوتاہ دستی
کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر ملک میں لوگوں نے خانہ سنت سے کھسکنا اور اسباب اٹھا کر دار الشیعہ میں مقیم
ہونا شروع کر دیا کوئی ہفتہ کوئی مہینہ ایسا نہیں ہوتا جو سنی شیعہ نہ ہوتے ہوں بحمد اللہ یہ نمبر بھی
بحث شیعہ مفصل ہوا۔ امام کا نجات سے منتخب ہونا بہ این عنوان ثابت کیا گیا ہے کہ اہل
انصاف کا قلب منصف خود بخود داد دینے پر آمادہ ہو جائے گا۔

نمبر ہشتم انحصار نجات بروئے مذہب فریقین اقرار امامت پر ہے یا کہ بخلاف اس کے یہ بات
ظاہر ہے کہ حضرات اہل سنت منکر خلافت شیخین یا اُن پر بعض کلمات معلومہ وارد کرنے والے
کو کافر فرماتے ہیں چنانچہ شاہ صاحب تحفہ میں لکھتے ہیں خدائے تعالیٰ در آیہ استخلاف منکر و
خلافت شیخین را کافر فرمودہ و علی ہذا جو لوگ کہ حضرت امیر کو ناقابل خلافت یا تابع دیگر خلفا
تبلاتے ہیں انکو شیعہ کافر کلمہ گو کہتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ بہ اتفاق فریقین اقرار و اعتقاد خلافت پر

نجات منحصر ہے ہرگاہ خلافت ایسی با جلالت ہی تو اسکا داخل اصول ہونا لازم آگیا تعجب ہے کہ جس چیز کا انکار منکر کو کشاں کشاں وادی برہوت کی سیر کرائے اور جہنم کا کھولتا ہوا پانی پلوائے وہ باعتقاد مخاطب فرعی علی سے بھی ذلیل تر ہے۔

امر ہم عند السنیہ خلافت داخل اصول ہی گیا

حقیر انشا اللہ چند ثبوت ایسے پیش کرے گا جس سے ثابت ہو جائے گا کہ علمائے محققین اہل سنت نے بھی امامت کو اصولی مانا ہے سگر بعداوت شیعہ اسکو داخل ارکان اصول نہیں کیا یہ نمبر معرکۃ الآراء ہے ناظرین خوش آئیں ملاحظہ فرمائیں کہ بعنایت الٰہی یہ حقیر کیونکر اس منزل دشوار گذار کو طے کرتا ہے

خلافت نبوی کے اصولی اعتقادی ہونے کا کتب اہل سنت سے پہلا ثبوت

جلال الدین سیوطی رسالہ صدر انافہ میں تحریر فرماتے ہیں ان الخلافۃ رکن عظیم من ارکان الاسلام اخبر بہا الشرع وردت بہا الاخبار واحادیث (یعنی خلافت اسلام کے ارکان عظیم میں داخل ہے اس کی خبر شریعت نے دی ہے اور اندریں باب احادیث واخبار وارد ہوئے ہیں۔ العجب اسلام رکن اعظم جس کی خبر شریعت اور حدیث میں ہو اس کو مخاطب خارج از قرآن بتلا کر نا قابل اعتقاد بتلاتے ہیں

دوسرا ثبوت

شاہ ولی اللہ شروع ازالۃ الخفا میں رقمطراز ہیں۔ لاجرم نور توفیق الٰہی در دل ایں بندہ را مشروع و مبسوط گردانید تا آنکہ بعلم الیقین دانستہ شد کہ اثبات خلافت این بزرگواران اصلی ست از اصول دین تا وقتیکہ این اصل را محکم نگیرند ہیچ مسئلہ از مسائل شریعت محکم نشود ہر کہ در شکستن ایں اصل سعی می کند در حقیقت ہدم جمیع فنون دینی می نماید درحالیکہ بقول شاہ صاحب خلافت ایسا اصول دین ہی کہ بے اس کے کوئی مسئلہ شرعی صحیح نہیں ہوسکتا

اور جو شخص کہ اس کی برہم زنی میں کوشش کرتا ہو وہ درواقع انہدام بنیاد اسلام کرنے والا ہے تو مخاطب ارشاد فرمائیں کہ وہ بذات خود نادم دین کی تخریب میں داخل ہو کر اسلام سے شل تیر نکل گئے یا نہیں۔ لازم ہے کہ اپنے عقیدہ سے توبہ کرکے درباب خلافت ہم عقیدہ شاہ صاحب ہو جائیں اور اوراق مطرقہ پتنگ بنانے کے لیئے بازار کے لونڈوں یا پڑیہ باندھنے کے لئے دوا فروشوں کے حوالے فرما دیں۔ مخاطب اپنے ہی عالم کے بیان سے بنیاد اسلام کے توڑنے والے قرار پا گئے۔

تیسرا ثبوت

تفسیر بیضاوی کے مولف نے کتاب منہاج میں لکھا ہے دان المسئلۃ الامامۃ من اعظم المسائل اصول دین (یعنی مسئلہ امامت اصول دین کے بزرگ ترین مسائل سے ہے۔

چوتھا ثبوت

امام فخر الدین رازی تحت آیہ استخلاف لکھتے ہیں کہ یہ آیہ اکثر مسائل اصول دینیہ پر مشتمل ہے اور منجملہ اُن کے مسئلہ امامت ہے۔

پانچوان ثبوت

شہرستانی ملل ونحل میں لکھتے ہیں دو بالجملۃ کل مسئلۃ بتعین الحق فیہا بین المتخاصین فہی من الاصول ومن العلوم ان الدین اذا کان منقسم الی معرفۃ وطاعۃ والمعرفۃ اصل والطاعۃ فمن تکلم فی المعرفۃ والتوحید کان اصولیا ومن تکلم فی الطاعۃ والشریعۃ کان فروعیاً والاصول ہو موضوع علم الکلام خلاصہ کلام شہرستانی یہ ہے کہ دین دو قسم پر ہے اول معرفت دوم طاعت از انجملہ معرفت اصول ہے اور طاعت فرع جو شخص کہ توحید خدا اور معرفت میں گفتگو کرے وہ اصولی ہے اور طاعت وشرع کی بحث فروعی۔

لمولّف تعریف طاعت ومعرفت

بربنار توضیح کلام علامہ شہرستانی عرض کیا جاتا ہے کہ معرفت کسی چیز کو واجب الاطاعت سمجھ کر اوسپر ایمان لانے کا نام ہے مثلاً وحدانیت ونبوت وغیرہ اور اطاعت عمل کرنے کو کہتے ہیں جیسکہ نماز وروزہ وحج وزکواۃ وجہاد ودیگر اعمال جیر بعد سمجھ لینے اس کلیہ کے دیکھنا چاہیے کہ شیعہ جو امامت کو داخل اصول کرتے ہیں یہ بزیل معرفت معدود ہوسکتی ہے یا طاعت ظاہر ہے کہ امامت فہرست اطاعت میں درج ہنیں ہوسکتی ہے کیونکہ امام سے کوئی کام از قسم عبادت وغیرہا ہنیں کیا جاتا پس لامحالہ اُسکا شمار بزمرۂ معرفت ہوگا چنانچہ معرفت کی تائید اس حدیث مسلمہ فریقین سے بھی ہوتی ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ جسکو معرفت امام ہنوئی وہ کفر پر مرا بہ این وجہ امامت کا فرد اصول میں درج کیا جانا لازمی ہوگیا۔ علامہ شہرستانی نے جو معرفت وطاعت کو اصول وفروع کا آکہ قرار دیا تھا اُس سے امامت کو داخل اصول سمجھنا نہایت صحیح ہوگیا تمام دنیا کے عقلا اگر جمع ہوجائیں توامامت کو سوائے معرفت۔ طاعت ہنیں بتلا سکتے اس بحث کو کہ امامت فرعی عملی ہنیں بلکہ اصولی اعتقادی ہے حقیر نے ابتدائے رسالہ ہٰذا میں بہت توضیح سے بیان کردیا ہے۔ بعد ازاں معرفت واطاعت کا اقتدار بھی دکھلایا جاتا ہے۔ تاکہ ناظرین کو اس کی کما حقہٗ حقیقت معلوم ہوجائے۔

اقتدار معرفت وطاعت

اول بیان طاعت

اول میں طاعت کو بیان کروں گا از اں بعد معرفت کو اگر کوئی شخص طاعت وعبادت نماز وروزہ وحج وزکواۃ وجہاد وغیرہ کا تارک ہو مگر منکر نہ ہو تو اسپر بہ اعتبار ظاہر احکام اسلام جاری ہیں گے۔ جیسا کہ اب لکھو کھا مسلمانوں میں سے ایک شخص بھی نماز ہنیں پڑھتا مگر صرف اقرار شہادتین سے مسلمان کہا اور سمجھا جاسکتا ہے اور اُس کے ساتھ کھانا پینا جائز ومباح ہے مگر ہاں اس میں شک ہنیں جو لوگ احکام بالا پر عمل ہنیں کرتے یا یہ کہ اُسکو سہل وخفیف سمجھ کر جہالت وبیدینی سے اُس کے بالقصد تارک ہیں وہ اشد درجہ کے گنہگار بلکہ ضرور ہیں

دوم بیان معرفت

امام کی امامت کا چونکہ اعتقاد کیا جاتا ہے لہذا وہ اصولی اعتقادی اور معرفت میں داخل ہے اگر کسی کو اُس سے انکار ہو تو وہ کافر محض سمجھا جائے گا تعجب ہے علمائے اہل سنت پر کہ یہ الفاظ صاف وصریح امامت کو اسلام کا رکن اعظم و اصل اصول دین بھی بتلاتے ہیں نیز عدم معرفت امام سے کافر ہو کر مرنا بھی کہتے ہیں مگر با ایں ہمہ اُسکو فروعی عملی لکھ کر اصولی اعتقادی ہونے کے مُنکر ہیں اگر اُن سے پوچھا جائے کہ بہ متابعت حدیث شریف (من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاہلیۃ) (یعنی جو شخص بلا جانے امام زمانہ کے مر او وہ کفر پر اُٹھے گا) تم کسکو زمانہ کا امام کہتے ہو تو اِدھر اُدھر متحیرانہ دیکھ کر کسیکا نام نہ لے سکیں گے کیونکہ اُن کے امام حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و معاویہ و یزید و مروان وغیرہا اسوقت موجود نہیں جنکا نشان دیدیں ہم سے اگر ایسا سوال کیا جائے تو امام دوازدہم کی طرف اشارہ کرکے جتلاویں گے اور کتبُ اہل سنت سے اُن کے وجود مسعود کا پتہ دے دیں گے اور جامع الاصول کا یہ فقرہ پیش کریں گے المہدی من ولد فاطمہ وما الخلافۃ الا فیہم، حضرات اہلسنت کو خوب کان کھول کر سننا چاہیئے کہ اگر مجرد اعتقاد وحدانیت و نبوت کافی ہوتا تو آنحضرت ناشناس امام کا کفر پر مرنا امت کو نہ بتلاتے یہ حدیث کہ رہی ہے کہ امامت ایسا محکم و ضروری اصول ہے جسکا انکار جہنم میں لے جائے گا۔

اس جگہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ درحالیکہ منکر امامت کافر ہے۔ لہذا شیعہ سنیوں سے ترک مواکلت و مشاربت و مناکحت مثل سایر زمانہ کیوں نہیں کرتے اُس کی وجہ یہ ہے کہ اصول اسلام میں وحدانیت و نبوت و قیامت میں ان اصول سہ گانہ میں شیعہ و سنی متفق ہیں گو بعض جزویات وحدانیت و نبوت میں اختلاف ہی مگر نفس امر میں اتفاق ہے مناسب موقع سمجھ کر وہ چند باتیں دکھلاتا ہوں جن کا خدا و رسول کی نسبت سنی بخلاف شیعہ اعتقاد رکھتے ہیں

اختلاف اہل سنت از شیعہ درباب وحدانیت

سنی مثل شیعہ خدا کو ایک تو جانتے ہیں مگر اُسکو دیکھنے والی چیز قرار دے کر اعتقاد رکھتے ہیں کہ

خدا کا قیامت میں دیدار ہوگا اور مسلمان اسکو حالت اصلی میں دیکھیں گے حالانکہ یہ عقیدہ بدیہی البطلان ہے۔ کیونکہ جو چیز نظر آئے گی وہ جسم و شکل و ہیئت و لمبائی و چوڑائی و موٹائی و گولائی ضرور رکھتی ہوگی اس کی نفی قرآن پاک میں موجود ہے (لیس کمثلہ شیئٌ) یعنی خدا کسی چیز کے مثل و مانند نہیں ہے۔

اگر خدا کو مخلوق دیکھ سکتی تو جناب موسیٰ علیہ السلام سے (لن ترانی) نہ کہا جاتا جس سے ثابت ہوا کہ ہرگز ہرگز کبھی اور کسی زمانہ میں اُسکو نہ دیکھ سکیں گے سوائے ازیں ذات اقدس الٰہی میں علمائے فرقہ سنیہ نے ایسی بے ادبانہ تشبیہات کا استعمال کیا ہے جنکو لکھتے ہوئے قلم کانپتا ہے۔ مگر چونکہ اہل خلاف کی وقعت ایمانی دکھلانی منظور ہے لہذا نقل کفر کفر نباشد پر عمل کرکے کچھ ہدیہ نظر کرتا ہوں۔ علامہ ذہبی نے بحوالہ حضرت عمر و پسر ش دیگر صحابہ کتاب العرش و العلو میں چند احادیث نقل کی ہیں از انجملہ اول یہ کہ خدا عرش پر بیٹھا ہے اور اسقدر موٹا ہے کہ با ایں وسعت عرش اسکے جسم کو نہیں چھپا سکتا ہے۔ چار چار انگشت سطح عرش سے خدا کا جسم نکلا ہوا ہے۔ خدا بھاری اور بوجھل اس قدر ہے کہ عرش جنبش کھا کھا کر چرچراتا ہے۔ دوم یہ کہ آسمان اول پر بیٹھ کر ہر شب جمعہ کو خدا نیچے جھانکتا ہے اور عرش و کرسی و خلایق و زمین و آسمان کے پیدا کرنے سے پہلے ایک نوری مچھلی پر چڑھا چڑھا پھرا کرتا تھا۔ علامہ بغوی تفسیر معالم التنزیل میں بمقام تفسیر آیہ مندرجہ سورہ ق (و نقول جہنم ہل من مزید) رقمطراز ہیں کہ جب تمام عالم کے گنہگار اولین و آخرین دوزخ میں بھر دئے جائیں گے اس وقت جہنم شکایت کرے گا کہ خدایا میرا پیٹ نہیں بھرا۔ میں تو بھوکا رہ گیا کچھ اور خلایق جھونک دیجئے اُسوقت اللہ اپنی ایک ٹانگ لٹکا کر دوزخ کی بھوک بجھا دیگا اس سے معاذ اللہ خدا کا جہنمی ہونا لازم آگیا علامہ شہرستانی ملل و نحل میں لکھتے ہیں کہ ایکمرتبہ خدا کی آنکھیں آشوب کر آئیں فرشتے یہ خبر سنکر کہ خدا پٹی باندھے ہوئے درد چشم سے کرب میں ہے عیادتاً حاضر ہوئے نیکہ بعد نزول طوفان نوح خلایق کی تباہی و بربادی سے خدا اتنا رویا کہ شدت گریہ سے آنکھیں سوج گئیں عبارت یہ ہے (تا لو اشتکت عیناہ و عادتہ الملٰئکۃ و بکٰی علیٰ طوفان نوح حتّٰی رمدت عیناہ) ملا جلال الدین دوانی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور اُن کے تابعین خدا کی جسمیت کے

کے قایل تھے واضح ہو کہ ابن تیمیہ تمام سلفیوں کے پیشوائے امت ہیں صواعق خواجہ نصر اللہ اور اسکا ترجمہ تحفہ سب انہیں کے فکر بالغ کا نتیجہ ہے۔ کتاب طبقات سبکی و ہدایت العلما محسن کشمیری میں درج ہے کہ ابو اسمعیل انصاری و علامہ ذہبی بلکہ امام احمد بن حنبل تمام ترجمہ تھے میزان الاعتدال و تلبیس ابلیس ابن جوزی میں مقاتل ابن سلیمان و نفع ابن حماد کو بھی اسی مذہب کا لکھا ہی یہ دونوں بزرگ شیوخ حدیث سے ہیں۔ علامہ جلال الدین شرح عقاید میں لکھتے ہیں و اکثر المجسمۃ ہم الظاہریون المتبعون بظواہر الکتاب و السنۃ واکثرہم محدثون یعنی اکثر خدا کی جسمیت کے معتقد وہ لوگ گذرے جو کہ کتاب اللہ و سنت کے ظاہری معنی پر گئے ہیں اور وہ بیشتر محدثین ہیں علامہ ابن جوزی نے بھی تلبیس ابلیس میں یہ ہی تحقیق کیا ہے قرآن میں جو الفاظ۔ استوا اور یدین اور وجہ وغیرہ وارد ہوئے ہیں لہذا اکابر ملت سنیہ نے سب اعضا جوڑ کر اک اچھا موٹا تازہ خدا بناکر عرش پر بٹھا دیا۔ ملل و نحل میں داود الجواری عالم کامل کا عقیدہ اس طرح لکھا ہی کہ خدا کے سب اعضا مثل انسان کے ہیں اسکا ہر عضو بتلا سکتا ہوں صرف اسکی ریش اقدس و فرج مکرم کے بتلانے میں تامل ہے عالم موصوف کا یہ بھی عقیدہ ہی کہ خدا خون و گوشت و جسم سے مرکب ہے اُس کے ہاتھ پاؤں و زبان و سر و آنکھیں سب کچھ ہیں ڈاڑھی مثل سیاہ بھونرے کے ہے اور سر کے بال پیچیدہ یعنی گھونگھر والے ہیں مضمون بالا کے متعلق ایک جملہ نقل کیے دیتا ہوں وقال اعفو عن الفرج و اللحیۃ و اسئلونی عما وراء ذلک و بعض اہل سنت اس کے قایل ہوئے ہیں کہ خدا کی صورت مثل گھوڑے کے ہے دلیل المتحیرین میں حقیر نے اہل سنت کے ان عقاید باطلہ کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے ملل و نحل و شرح مواقف و نہایۃ العقول کے مضامین سے ہویدا ہی کہ اہل سنت دس خدا ؤنکو مانتے ہیں ایک خود اللہ میاں اور نو اس کی صفات کو جو کہ زاید از ذات باری ہیں اور مثل اس کے قدیم ہیں یہ مذہب بالکل مثل دیانند سرستی آریہ کے ہے جو کہ خدا کے ساتھ روح اور مادہ کو بھی قدیم جانتے ہیں

اختلاف اہل سنت از شیعہ درباب وحدانیت

صحیح بخاری مطبوعہ محمدی پریس بمبئی سنہ ۱۲۸۰ ہجری کے صفحہ (۱۰ لم ۵) پر لکھا ہی کہ آنحضرت اور زید

بن عمر ابن نفیل سے اس زمانہ میں جبکہ آپ پر وحی نازل نہ ہوتی تھی بہ مقام بلدح ملاقات ہوئی کھانے کے لیے دسترخوان بچھا حضرت نے زید کی بھی تواضع کی اُس نے انکار کیا کہ میں ایسا کھانا نہیں کھا سکتا تم لوگ اپنے انصاب (بتوں پر) قربانی کرکے کھاتے ہو اور ہم وہ گوشت کھاتے ہیں جس پر خدا کا نام لیا گیا ہو۔ اس روایت بخاری سے نبی کے مذہب کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

فخر الدین رازی امام سنیوں نے اس آیۃ مبارکہ کے ووجدک ضالا فھدی (یعنی اے نبی تو گمراہ تھا ہم نے ہدایت کی) یہ معنی لکھے ہیں کہ آنحضرت قبل از بعثت مثل سائر کفار بت پرستی کیا کرتے تھے تفسیر درمنثور و کتاب ظفر الامانی فی شرح مختصر جرجانی مولفہ مولوی عبدالحی لکھنوی میں بشرح تمام تر لکھا ہے کہ رسولخدا وقت تلاوت سورۂ والنجم جب اس موقع پر پہنچے افرایتم اللات والعزیٰ و مناۃ الثالثۃ الاخریٰ، دفعتہً شیطان نے اُن کی زبان پر یہ کلمات جاری کرائے (تلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتھن لترتجیٰ)، اسی وقت پیغمبر سجدہ میں جھک گئے کفار یہ سمجھ کر کہ محمد تو ہمارے بتوں کی تعریف کرتے ہیں نہایت خوش ہوئے اور سجدہ میں حضرت کے ساتھ شرکت کی۔ شرح مواقف کے باب پنجم میں دربارہ معصیت انبیاء اپنے نبی کی نسبت لکھا ہے کہ اُن سے گناہ کبیرہ کا وقوع ناممکن نہ تھا اور صغیرہ عمداً و سہواً دونوں طریقہ سے واقع ہوتے تھے سنیوں کا عقیدہ ہے کہ عصمت انبیاء اسوقت ضروری ہے جبکہ وہ فرائض منصبی کو ادا کریں دیگر اوقات میں اُن کے اقوال و افعال کا جامہ معصومیت سے آراستہ ہونا ضروری نہیں۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں بحوالہ مسند امام احمد بن حنبل لکھتے ہیں کہ ایک موقع پر معاذ اللہ پیغمبر نے فضیخ کی پیالی پی (ایک قسم شراب کی ہے)، لوگوں نے اسجگہ ایک مسجد بنا کر اسکا نام مسجد فضیخ رکھدیا بخاری و ترمذی میں پیغمبر کا ناچ گانا سننا بلکہ اپنی بی بی کو جلسہ رقص و سرود دکھانا بھی لکھا ہے۔ علمائے اہل سنت نے یہ بھی لکھا ہے کہ عائشہ کی چبائی ہوئی مسواک سے حضرت نے دانتوں کو صاف کیا اور نبی پر جب سکرات ہوا تو دم نکلنے میں دیر ہوئی فرشتوں نے حضرت عائشہ کی تصویر دکھائی بشوق لقائے معظمہ فوراً روح پرواز کر گئی مولوی محمد قاسم نانوتوی نے ہدیۃ الشیعہ میں بمقام بحث دوات و قلم لکھا ہے کہ بارگاہ ایزدی سے چودہ مرتبہ حضرت کی رائے رد ہوئی اور حسب منشاء جناب عمر نزول وحی ہوا قصہ کوتاہ باوجود ایسی خرابیوں کے ہم

شیعہ سنیوں کو صرف مسلمان ظاہری سمجھ کر اکل و شرب سے بوجہ شرکت کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پرہیز نہیں کرتے ورنہ اگر ان کے عقائد باطلہ پر نظر کی جائے تو قابل اس کے نہیں کہ ان پر سلام بھی وارد کیا جائے۔

التماس بخدمت اہل سنت

براہ مہربانی میری تحریر سے آپ ناراض نہوں کہ ہمکو قابل سلام بھی نہیں جانا انصاف کا مقتضا یہ ہے کہ جو باتیں میں نے لکھی ہیں اگر وہ جھوٹ ہیں تو میں ہر قسم کی سزائے زبانی کا مستحق ہوں بصورت دیگر آپ خود فیصلہ کریں کہ جو لوگ باوصف دعوی اسلام خدا و نبی کی نسبت ایسی بیہودہ خیالات رکھتے ہوں وہ اس قابل ہیں کہ کوئی بھلا مانس اُن کو آدمی بھی سمجھے۔

چھٹا ثبوت

محمد اسمعیل شہید جو کہ علمائے اہل سنت میں اعلی درجہ پر شمار ہوئے ہیں کتاب درجات امامت کی فصل اول میں بایں عبارت رقم طراز ہیں داز جملہ کمالات امامت در این مقام ثبت ست رقال اللہ تعالے ولقد اخذنا میثاق بنی اسرائیل وبعثنا منہم اثنا عشر نقیبا وظاہر ست کہ ایں دوازدہ بزرگوار نبیا اللہ نبودند روقال اللہ اذ ارسلنا الیہم اثنین فکذبوہما فعززنا بثالث فقالوا انا الیکم مرسلون الایات وظاہر ست کہ ایں بزرگواران از حواریین حضرت عیسیٰ بودند نہ انبیا وقال اللہ تعالے وقال لہم نبیہم ان اللہ قد بعث لکم طالوت ملکا وقال جعلنا ائمۃ یہدون بامرنا لما صبروا وکانوا بآیاتنا یوقنون روقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ ان اللہ یبعث لہذا الامۃ علی راس کل مآئۃ سنۃ من یجدد لہا دینہا۔ پس واضح گشت کہ مرتبہ ہر کمال کہ در انبیاء اللہ ثابت ست اگر آثار آں مرتبہ ہماں کمال کہ در اولیائے مومنین واقع باشد مقابلہ کند کہ متصل مرتبہ ایشاں واقع ست بوجہی معنی مماثلت ظاہر خواہد گردید کہ بجز علام الغیوب بحقیقت کہ در نفس الامر فیما بینہما متحقق ست کسے دیگر نخواہد رسید پس کسے کہ بمرتبہ از مراتب کمال متصف باشد ہمون ست شباہہ بہ انبیاء دراں کمال پس میگویم کہ امامت در ہر کمال عبارت ست از حصول مشابہت تامہ انبیاء اللہ

دران کمال پس مشابہت باانبیاء در علم یا مجتہدین مقبولین باشند یا ہمیں محفوظین۔ پس کسیکہ ہمہ این کمالات مذکورہ با انبیاء البتہ مشابہت داشتہ باشد۔ امامت او اکمل باشد از سائر کاملین پس لابد درمیان این امام اکمل و درمیان انبیاء البتہ امتیاز ے ظاہر نخواہد شد الا بہ نفس مرتبۂ نبوت۔ پس در حق تمثیل این شخص تواں گفت کہ اگر بعد خاتم الانبیاء کسے بہ مرتبۂ نبوت فائز می شد ہر آئینہ ہمیں اکمل الکاملین فائز میگردید چنانچہ در حدیث (لو کان بعدی نبیا عمر) و در حق حضرت علیؑ انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی وارد است

لمؤلف

اس بزرگ عالم اہل سنت کی تحریر سے چند نتیجے پیدا ہوئے

اول یہ کہ امام خدا کی جانب سے مقرر ہوتا ہے نہ کہ پنچایت کی تجویز سے جیسے کہ بنی اسرائیل میں بارہ آدمی اور جناب عیسیٰ علیہ السلام حواری مقرر فرمائے۔ یہ ہی امر اس تجویز میں ثبوت طلب تھا۔

دوم یہ کہ امام اور نبی کا مرتبہ باہم یک دیگر ایسا مشاکل و مماثل ہے کہ سوائے خدا کے افراد عالم سے کوئی شخص امتیاز نہیں دے سکتا کہ فلاں امام ہے اور فلاں نبی۔

سوم یہ کہ امام سوائے مرتبہ نبوت اور سب باتوں میں ہمتا ہے نبی ہوتا ہے۔

تنبیہ در باب حضرت امیر شیعہ کا یہ ہی عقیدہ ہے کہ سوائے منصب نبوت باقی جملہ فضائل میں نبی کا مثل و مانند جانتے ہیں۔

چہارم یہ کہ سوائے محفوظین اور کسی میں قابلیت نبوت نہیں ہوتی۔

تنبیہ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی تحفہ میں گو کہ حضرت امیر و دیگر آئمہ کو معصوم نہیں مانتے۔ مگر محفوظ ضرور تسلیم کرتے ہیں لیکن خلفاء ثلثہ کو اس درجہ پر نہیں کہتے جبکہ بقول مولوی محمد اسمٰعیل صاحب سوائے محفوظین اور کوئی شخص درجہ رفیعہ امامت پر نہیں پہنچ سکتا تو شیخین کی ذات گرامی سے بوجہ محفوظ ہونے کے سلب امامت ہوگیا۔

پنجم دو شخصوں میں قابلیت نبوت تھی ایک حضرت امیر دوم حضرت عمر ہیں جو حدیث کہ درباب جناب عمر متبر بہ نبوت بیان ہوئی ہے اس میں سوائے چند احتمالات کے ایک بڑا احتمال یہ ہے کہ

حضرت ابوبکر باوصف صدیق ہونے کے مستحق نبوت نہوئے اور عمر حالانکہ فظ و غلیظ طبع تھے وہ منتخب کئے گئے۔ خدائے کریم آنحضرت کے باب میں ارشاد فرماتا ہے کہ اے محمد اگر تو نرم طبعت وخوش خلاف نہ ہوتا اور فظاظت و غلاظت (تندمزاجی و بدخوی) کو اپنا شعار کرتا تو لوگ تجھ سے علیحدہ ہو جاتے اور بوجہ کج خلقی کوئی پاس نہ آتا سورہ نسا میں یہ آیت دیکھو (ولو کنت فظاً غلیظ القلب لانفضوا من حولک) تعجب ہے کہ جس صفت کو خدا مذموم تبلائے اوس کے حامل کو نبی پس از وفات خود نبوت کے لئے انتخاب فرمائیں یہ کسی طرح ممکن نہیں۔ علاوہ بریں نبوت عمر یہ کی حدیث کذبہ اہل سنت سے برآمد ہوئی ہے اور حضرت امیرؑ کے باب میں اتفاقی ہے بقاعدہ عقلی اتفاقی قابل قبول ہے اور اختلافی لایق نفی بہرحال حضرت امیر کی امامت منجانب اللہ تھی اور ان میں اور نبی میں بجز مرتبہ نبوت کوئی امتیاز نہ تھا بحمد اللہ علمائے اہل سنت کے بیان سے امامت بجائے خود رہی حضرت امیر کا مستحق نبوت ہونا ثابت ہوگیا۔ امید ہے کہ مخاطب یہ مضامین دیکھ کر امامت کے فرعی علی عقیدہ سے باز آئیں گے اور سمجھ لیں گے کہ یہ وہ مرتبہ جلیل ہے کہ سوائے خدا کے آدمیوں کے دینے سے نہیں دیا جاسکتا۔

نمبر دہم یزید کے خلیفہ ماننے سے مذہب اہل سنت کیونکر قائم نہیں رہ سکتا۔

واضح رائے ارباب انصاف ہو کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ نے بہ اتفاق روایات سنی و شیعہ ارشاد فرمایا ہے کہ بعد ہمارے بارہ خلیفہ ہونگے جیسے کہ بنی اسرائیل میں بارہ بزرگوار باسم نقبا گذرے ہیں وہ سب کے سب ہادی خلق اور نیک راستہ تبلانے والے ہونگے شیعہ بہ اتباع ارشاد نبوی ان بارہ خلفا کو آئمہ اثنا عشر سے تعبیر کرتے ہیں جن کے اول حضرت امیرؑ اور آخر جناب صاحب الامر علیہ السلام ہیں حضرات اہل سنت حدیث موصوفہ بالا کو تو بحدے صحیح مانتے ہیں کہ مسلم و بخاری شریف وغیرہ کتب صحاح میں بطریق مختلف درج کرتے ہیں بلکہ ہدایات الرشید میں صفحہ (۱۰۶) پر جناب مخاطب نے بھی اسکو صحیح یقین فرما کر لکھدیا کہ وہ بارہ خلیفہ نیک و پاک راہ ہدایت دکھلانے والے ہوں گے اور اُن کے اوقات حکومت میں وقوع فتنہ نہوگا وہ اپنے اعدا پر غالب رہیں گے۔ مگر باین ہمہ آل نبی کی امامت کو مقصود حدیث نہیں تبلاتے بلکہ معاویہ و مروان و یزید و ولید وغیرہ کو خلیفہ نبی کہتے ہیں اور اق ابتدائی

میں حقیر نے اس بحث کو مع اس کے نتائج کے بوضاحت لکھدیا ہے پس اہلسنت اگر معاویہ و یزید و مروان کو خلیفہ رسول نہ مانیں تو دروازہ امام کو تسلیم کریں ان کے اعتقاد امامت سے شیعہ ہوجانا سینت ہاتھ سے جاتی رہی۔ بنا بران مذہب اہل سنت کے لئے امامت یزید کا اعتقاد لازمی ہے بلا اقرار امامت یزید کسی طرح مذہب اہلسنت صحیح نہیں رہ سکتا شکر خدا کہ نمبر اول کے تحت میں جس امر تنقیح طلب قرار دیے تھے وہ پورے طور پر ثابت کئے گئے اب مخاطب کے باقی نمبروں کا جواب دیتا ہوں ناظرین بغور ملاحظہ فرمائیں۔

باب پنجم

مخاطب نے اپنے نمبر حل طلب قایم فرماکر انحصار بہ فیصلہ خلافت کیا ہے از انجملہ نمبر اول کا جواب باب سوم و چہارم میں ہے اور (۲۵) کا تفصیلی جواب باب ہذا میں دیا گیا ہے

نمبر دوم جناب علی کرم اللہ وجہہ کا بلا فصل خلیفہ ہونا

نمبر اول میں چند آیات قرآن و چند احادیث نبوی مثبت و مشعر امامت پیش کردی گئیں ہیں جس شخص کے حق میں وہ صادق ہوں وہ ہی خلیفہ بلافصل ہے ابھی ابھی مولوی محمد اسمعیل صاحب کی کتاب درجات امامت سے نقل کر آیا ہوں کہ انحضرت نے درباب جناب امیر فرمایا کہ اے علی بعد میرے تم نبی ہوتے مگر چونکہ سلسلہ نبوت ختم ہو گیا بہ این وجہ تم نبی نہیں ہوسکتے مخاطب دل میں انصاف فرمائیں کہ جو شخص ہر طرح سے قابلیت نبوت رکھتا ہو مگر ایک امر خاص کے عارض ہونے سے درجہ رفیعہ نبوت پر نہ پہنچ سکا ہو اس میں اور نبی میں کوئی فاصل نہیں ہوسکتا وہ خود ہی بلافصل سمجھا جائے گا بخیال اطمینان مخاطب کو تہ نظر اور چند وجوہ پیش کئے دیتا ہوں جن سے حضرت امیر کا خلیفہ بلافصل ہونا عند العقلا ثابت ہو جائے گا وجہ اول تو وہ ہی رسالہ مراۃ الامامت جسکا مخاطب جیسے خوش دماغ سے باوصف ورود الہام جواب نہیں دیا گیا۔ سنی و شیعہ میں حضرت امیرؑ کی خلافت امر متنازعہ نہیں ہے۔ کیونکہ چوتھے درجے پر دل خواستہ و ناخواستہ سنی بھی اُن کو ظاہرا خلیفہ کہتے ہیں البتہ جس قدر

جھگڑا ہی وہ بلافصل نہیں ۔عبقات جسکے بعض مقامات کا مراۃ الامامۃ خلاصہ ہی اسی بحث میں ترتیب پذیر ہوئی ہی اگر مخاطب کا ملہم کچھ پرزور ہوتا تو گود میں بٹھا کر قلم پکڑوا کی رسالہ موصوف کا جواب اسطرح لکھتا کہ جیسے معلم اطفال ابجد خوان سے تختی لکھوایا کرتے ہیں یا وقیتاً نبوت مند جسپالہ موصوف کو مخاطب باطل بغرا ہیں سمجھیں کہ علی کی خلافت ایسی بلا فصل ہی جسکو تا قیام قیامت شیعہ سے پانچوقت اذان میں سنکر اہل سنت شدت تعصب سے جیں بہ جبیں ہوتے رہیں گے حضرت امیرؑ کو جو جناب ختمی مرتبت نے منصب ہارون نے عنایت فرمایا تھا تو تمام صفات حضرت ہارون کا آپ کی ذات میں موجود ہونا ضروری ہوا مخاطب توجہ فرمائیں کہ حضرت ہارون جناب کلیم اللہ کے خلیفہ بلافصل تھے لہذا اُسے عنوان کا استحقاق جناب امیر کو بوجہ اتم حاصل ہے اسی واسطے نعمت خان عالی مرحوم نے فرمایا ہے ؎

بعد نبی مرتضیٰ من زعلامان او
مہر چو گردد غروب ماہ نماید طلوع

ابن حجر مکی نے جو کہ معتمدین علمائے اہلسنت میں ہیں بہ مقابلہ شیعہ صواعق محرقہ ایک کتاب لکھی ہی اُسکا عربی سے فارسی میں ایک عالم اہل سنت نے ترجمہ کیا ہے اُس ترجمہ کے صفحہ (۱۳۴) سطر ۱۱ پر لکھا ہی بروایت ابن سمان مرویست کہ چون ابوبکر و علی شش روز بعد از وفات سرور بجہتہ زیارت قبر شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آمدند ۔علی گفت اے خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیش شو ۔ابوبکر گفت تقدم نمی کنم بر مردے کہ شنیدم از رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کہ در حق وے گفت منزلت علی نزد من ہمچون منزلت من است نزد پروردگار مقام تامل ہی کہ جس شخص کی بیش نبی وہ منزلت ہو جو کہ نبی کی خدا کے سامنے تو اب نبی و علی میں کون آڑے پر وہ بنکر بلافصل سے بافصل کر سکتا ہے مجکو حضرت ابوبکر کی تہذیب پسند طبیعت پر حیرت ہے ایک قدم آگے پیچھے چلنے میں بہ ادب اور ممبر نبوی پر وہ اچھل کود حضرت ابوبکر کی بوڑھی عقل پر تعجب آتا ہی خود ہی اقرار کرتے ہیں کہ یا علی تم میں اور نبی میں وہ نسبت ہی جو کہ خدا و نبی میں پھر ایسے شخص سے جو کہ بقول اُن کے اور در حقیقت یہ رتبہ عظیم رکھتا ہو بیعت طلب کی اور جبکہ اُس نے انکار کیا تو گھر پر آگ اور لکڑیاں لے کر چڑھ گئے و اقع میں انتہا کے باادب تھے چھ روز بعد قبر شریف کی زیارت کو جانا بھی قابل توجہ ارباب خرد ہے تین دن تک انصار سے بلا ہتیار محض بقوت دست و باز و مصروف جہاد رہے دو تین روز امر بیعت میں مشتغل رہے اب چھ روز کے

بعد قبر پر فاتحہ پڑھنے چلے ہیں بمخاطب حق طلب اگر میری تحریر کو دل لگا کر دیکھتے ہے تو انشاء اللہ
اُن کی تسکین خاطر کے لیے تو دُہ ثبوت خلافت بلافصل پر حاضر کروں گا چھوڑ دوں گا نہیں
ضرور اُن سے کہلواؤں گا کہ بے شبہہ اتنی عمر اُن کی جادہ ناراستی پر گذری ۔ ترجمہ صواعق محرقہ
کے صفحہ (۱۲۳) سطر ۲۲ پر لکھا ہو انس روایت کردہ زمانے با رسول اللہ در مسجد بودم دریں
اثنا علیؓ آمد چوں سلام کرد استادہ تا جائے دیدہ بہ نشیند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم در وجوہ
اصحاب نظر میفرمود تا بنید کہ کدام یک از ایشاں جائے ویرا بدہد آنگاہ ابو بکر کہ بر دست راست
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نشستہ بود از جائے خود دور شدہ گفت یا ابو الحسن اینجا بہ
نشیں آنگاہ علی میان آنحضرت و ابو بکر نشست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از ایں معنی مسرور
ومبتہج گشتہ گفت اے ابو بکر فضیلت اہل فضل بمیداند مگر اہل فضل را ابو بکر صاحب کا نبی کے پہلو
سے دور ہونا اور علیؓ کا ہم پہلوئے نبی ہونا اور آنحضرت کا فضل ابو بکر سے مسرور ہونا اور اُن کو
ممیز اہل فضل بیان کرنا صاف دلالت کرتا ہے کہ نبیؐ و علیؓ میں کوئی فاصل نہیں اسی واسطے
نہایت ادب سے حضرت ابو بکر نے وہ جگہ چھوڑ دی جہاں کہ وہ بموجودگی حضرت امیر وہ نہ
بیٹھ سکتے تھے کاش بعد وفات رسول بھی وہ اہل فضل کی تمیز کرتے تو اسلام میں یہ ہنگامہ
بے تمیزی برپا نہ ہوتا جو کہ اب ہو رہا ہے اسی کتاب کے صفحہ مذکور پر لکھا ہے دار قطنی روایت
کردہ در وقتیکہ ابو بکر بر سر ممبر رسول بود حسنؑ گفت فرود آئی از جائے پدر من ابو بکر گفت
راست گفتی واللہ کہ ایں جائے پدر تست ۔ آنگاہ کہ امام حسینؑ آمد وا ہم چنیں سخن ادا فرمود
ہر دو برادران ابو بکر را از ممبر پائین آوردند وحجت ثابت کردند بعد کسی قدر فاصلہ کے
لکھا ہے دحسین را ہیں واقعہ با عمر پیش آمد وقتیکہ بر ممبر بود عمر نیز ویرا گفت واللہ کہ
ایں جائے پدر تست

ہمہہ چونکہ حسنین شریفین کا رد و انکار کرکے شیخین کو ممبر نبوی سے نیچے آنے کی دھمکی دینا
اور اُس مقدس مقام کو اپنے باپ کی جگہ بتلانا بنیاد خلافت کو یکسر مسمار کرنے والا ہے ۔ لہذا
شاہ صاحب نے تحفہ میں لکھدیا کہ حسنین نے بہ مقتضائے لڑکپن ایسا کہا تھا اس کا جواب محیف نے
رسالہ اصل الحقیقت بر دالحقیقت میں نہایت شرح سے دیدیا ہے ۔ مخاطب جلیل الشان آجکل

بلا خلیفہ نہ ہی عقل یا بیان سے کام لیں حسنینؑ کا منبر کو اپنے باپ کی جگہ بتلانا دلالت کرتا ہے کہ سبطین
شیخین حضرت امیرؑ کو خلیفۂ بلا فصل جانتے تھے۔ اگر شیخین منبر نبوی کو اپنا مستقل مقام سمجھتے تو حسنینؑ
کے معترض ہونے پر نیچے نہ آتے اور نہ یہ فرماتے (کہ واللہ این جائے پدر تست) آئمہ علیہ السلام کا
کام اتمام حجت کر دینا تھا جسکو صاحب صواعق محرقہ نے حسب تصریح صدر یہ این الفاظ لکھا ہے رد حجت
ثابت کردند۔ حسنین کے اعتراض سے خجالت اٹھا کر کچھ دیر کے لیے منبر سے خمیدہ گردن ہو کر اتر آئے
تھے۔ مگر پھر وہیں اُچک کر جا بیٹھے۔ دیدہ باید مخاطب حسنین کا ساتھ دیکر اس مقام کو حضرت امیرؑ سے
مختص سمجھتے ہیں یا اب بھی معتقد فضل رہیں گے ہمارے لایق مخاطب اپنے خلفا رسے بھی الگ ہوئے جاتے
ہیں وہ یہ جواب حسنین علیہم السلام حضرت امیرؑ کو مستحق منبر سمجھ کر بلا فصل تسلیم کر چکے مگر یہ جیت گواہ
بنے ہوئے اس میں تین گز کا فاصلہ ڈالتے ہیں معلوم اُن کا حشر کس کے ساتھ ہوگا خلیفہ بلا فصل
کہنے والے حضرت امامین کے ظل حمایت میں ہوں گے یا درجہ چہارم پر سمجھنے والے دشمنان اہل بیت
کے زیر عاطفت۔ قرآن پاک میں خدا نے حضرت امیرؑ کو بلفظ (انفسنا) فرمایا ہے یعنی نبی کے نفس
مقدس۔ اگر نبی و نفس نبی میں کوئی چیز فاصل ہو سکتی ہے تو آپ درجہ چہارم پر بلا فصل خلیفہ ہیں
ورنہ ایسے بلا فصل کہ جیسے وصلی کے ورق اور لیجئے شہاب الدین احمد توضیح الدلایل میں لکھتے ہیں
عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم لما اسری
بی لیلۃ المعراج فاجتمع علی الانبیاء فی السماء فاوحی اللہ الی سلہم یا محمد بما ذا بعثتم فقالوا بعثنا
علی شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وعلی الاقرار بنبوتک والولایۃ لعلی ابن ابی طالب آوردہ شیخ
المرتضیٰ العارف الربانی السید شرف الدین الہمدانی فی بعض تصانیفہ وقال رواہ الحافظ
ابو نعیم (خلاصۂ کلام ابو ہریرہ ناقل ہیں کہ نبی صلعم نے ارشاد فرمایا کہ شب معراج میں جبکہ تمام انبیاء
مجھ سے ملاقی ہوئے تو خدا نے مجھ پر وحی نازل کی کہ اے محمد ان نبیوں سے دریافت کرو کہ تمہاری
بعثت کس بات پر ہوئی ہے بجواب سبھوں نے یک زبان ہو کر جواب دیا کہ خدا کی وحدانیت اور جناب
کی نبوت اور آپ کے بھائی کی ولایت کا اقرار ہمارے مبعوث ہونیکا سبب ہے۔ شرف الدین علی ہمدانی
اور حافظ ابو نعیم نے بھی اسیطرح نقل کیا ہے۔ واضح ہو کہ سوائے علمائے متذکرہ دس عالموں نے
یہ مضمون اپنی اپنی تصانیف میں نقل کیا ہے۔ عبقات الانوار کی جلد نو میں از صفحہ (۵۵۷) تا صفحہ

(۲۷۵) جمیع علماء کے اسمائے گرامی مع عبارات نقل ہیں مخاطب انصاف فرمائیں جب کی ولایت کا خدا نے اپنی الوہیت اور نبی کی نبوت کے ساتھ انبیاء سے عہد لیا ہو اس کے بلافصل ہونے پر کیوں تامل کیا جاتا ہے مودة القربیٰ کے صفحہ (۲۴) پر درج ہے (عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان اخی ووزیری وخلیفتی فی اہلی خیر من اترک بعدی یقضی دینی وینجز موعدی علی ابن ابیطالب علیہ السلام) انس کہتے ہیں کہ رسول پاک نے فرمایا علی میرے بھائی اور وزیر اور خلیفہ ہیں اہلبیت میں اور جو میرا اتروکہ ہے اس سے بہتر ہیں۔ میرے قرض کو ادا اور وعدوں کو پورا کریں گے۔ مقام تامل ہے کہ جو شخص نبی کا بھائی اور اس کا وزیر و اہلبیت پر خلیفہ ہو نبی کے قرضہ کو ادا اور وعدوں کو وفا کرے اس سے بالاتر کون نبی اور اس کے بیچ میں فاصل ہو کر بلافصل سے بافصل کر سکتا ہے افسوس ہے کہ اہل سنت ایسے شخص کے خلیفہ بلافصل کہنے سے آزردہ ہو کر حکام سے استغاثہ کرتے ہیں کہ یہ لفظ شیعہ نہ پکاریں ہمارا دل اس کے سننے سے دکھتا ہے۔ کیونکہ بحث ثلاثہ پہ صریح بہتری ہے۔ سنیوں پر لازم ہے کہ اپنے ان علماء کے ارواح سے بدنشتی پیش آئیں جنھوں نے ایسی احادیث درج کتب کی ہیں جو کہ خلیفہ بلافصل پر بہ اعتبار مفاد گواہی دینے کے لئے بصد زبان گویا ہیں مرزا محمد معتمد بدخشانی کتاب مفتاح النجا میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے وہ اقرار نامہ پیش کیا گیا جس میں ولایت مرتضوی کا میثاق کیا گیا تھا تو خلیل اللہ نے التجا کی کہ خدایا اس باوفا شخص کو میری ذریت میں قرار دے عبارت یہ ہے (اخرج ابن مردویہ عن ابی عبداللہ جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ فی قولہ تعالیٰ واجعل لی لسان صدق فی الآخرین قال ہو علی ابن ابیطالب عرضت ولایتہ علی ابراہیم علیہ السلام فقال اللھم اجعلنا من ذریتی ففعل اللہ ذالک) کمال تعجب ہے کہ جسکو اہل سنت چوتھے درجہ کا خلیفہ بہ ہزار کراہت جانتے ہیں اور شاہ ولی اللہ ازالة الخلفاء میں انہیں کے زمانہ حکومت کو انسلاب رحمت یزدانی کا سبب بتلاتے ہیں اس کی ولایت کے عہدہ پر تو خلیل اللہ و دیگر انبیاء سے دستخط کرائے جائیں اور جناب ابراہیم علیہ السلام اپنی ذریت میں ہونے کے لئے استدعا کریں اور شیخین کی ولایت کا اقرار کسی ادنیٰ درجہ کے مسلمان سے بھی نہ لیا جائے یہ بھی معلوم ہو کہ جسطرح ارواح انبیاء سے خدا نے حضرت امیر کی ولایت کا اقرار لیا تھا اسی طرح فرشتوں سے بھی عہد لیا گیا تھا جس جگہ جعفر نے احادیث عشرہ بہ امامت پیش کی ہیں

وہاں فرشتوں سے اقرار لینے کی حدیث مذکور ہوئی ہے ان سب سے بالا تر ملاحظہ ہو جس طرح کہ خدا نے ملائکہ انبیا سے میثاق بہ ولایت حضرت مرتضوی کیا تھا یہیں عنوان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا میں اپنی صحابہ سے معاملہ کیا۔ جو شخص دائرہ اسلام میں قدم رکھتا تھا اُس سے خدا کی وحدانیت و نبی کی نبوت کے ساتھ حضرت علی کی امامت کا بھی اقرار لیا جاتا تھا۔ مودۃ القربی میں اس کے متعلق یہ عبارت درج ہے۔ عن عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ قال بایعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ علی ان اللہ اللہ وحدہ لاشریک لہ وان محمداً نبیہ وعلیاً وصیہ فان ترکنا الثلاثۃ کفرنا وقال لنا احبوا ہذا فان اللہ یحبہ (عقبہ جہنی کہتے ہیں کہ بیعت کی ہم نے نبی کے ہاتھ پر خدا کی یکتائی اور محمد صلعم کی نبوت اور علی کی وصایت پر اگر ہم ان تینوں چیزوں کو ترک کریں تو کافر ہو جائیں۔ اللہ اکبر جلیل الشان اصحاب پیغمبر اقرار وصایت کے ترک کو منجر بہ کفر سمجھیں اور چودھویں صدی کا خورد سال ملہم مخاطب کو رد وصایت پر الہام فرمائے۔ جبکہ آنحضرت خدا کی الوہیت اور اپنی نبوت اور علی کی وصایت کے اقرار پر بیعت لیتے تھے تو ضرور ہے کہ حضرات ثلاثہ نے بھی اسی قاعدہ کی پابندی کی ہو چونکہ وہ لوگ اُس معاہدہ کے پابند نہیں رہے اور بعد نبی محکوم سے حاکم ہو گئے لہذا مثل طلحہ و زبیر بیعت شکن لوگوں میں داخل ہو کر حکم ناکثین کے تحت میں آگئے مخاطب چونکہ حافظ قرآن ہیں وہ رتبہ اہل بحث سے بخوبی واقفیت رکھتے ہیں۔ مخاطب ذی عزت کو از بس کوشش ہے کہ حضرت امیر کو اُن کے منصب خداداد سے گرا دیویں لہذا یقیناً وہ اس جرم میں صراط پر عبور کرنے سے روک دیے جائیں گے صواعق محرقہ کے ترجمہ میں صفحہ (۲۳۰) سطر ۲ پر لکھا ہے (لایجوز احد الصراط الا من کتب لہ علی الجواز یعنی جس کے پاس پروانہ راہداری دستخطی حضرت مرتضوی نہ ہوگا پل صراط سے نہ گذر سکے گا۔ پرچہ بٹنے کے وقت مخاطب سے خدام حضرت امیر علیہ السلام کہدیں گے کہ آپ تو ہتوڑا لیے ہوئے آئینہ امامت کو توڑنا چاہتے تھے اب پروانہ نجات کیونکر مل سکتا ہے آپ اپنے امام الصدق حضرت امام معاویہ سے رجوع کریں وہ کچھ انتظام کردیں گے میں محترم مخاطب سے نیاز مندانہ عرض کرتا ہوں کہ اب خلفا کی ذات سے اُن کو کوئی فائدہ ملنے والا معلوم نہیں ہوتا پھر خواہ مخواہ کیوں ایسا طریقہ اختیار کرتے ہیں جو کہ منزل آخر سے مراحل دور ہے۔ افسوس ہے کہ ذریت رسول کو کبھی چین نہ ملا حالت حیات میں لوگوں نے خنجر سے اُن کا

تمام کیا اور اب پس از وفات تھوڑا لئے جاتے ہیں کہ اُن کے آئینہ امامت کو توڑ پھوڑ کر ریزہ ریزہ کردیں
اہلبیت یہ ہی کہ خود خلفا اور اُن کے تابعین نے خاندان نبوت سے وہ بدخلقی کی اور زمانہ حال میں
اُن کے اذناب واخلاف کر رہے ہیں جسکا حد و پایان نہیں شبانہ روز اہلبیت کی توہین اور اُن کی
مخالفین کی توصیف میں قلم لئے ہوئے انبار مضامین لگائے جاتے ہیں۔ مثالاً عرض کرتا ہوں کہ
حکومت خلفا میں حضرت امیر کی یہ نوبت پہنچگئی تھی کہ معمولی لوگوں سے بھی کم درجہ پر آپ کا شمار
تھا رفتہ رفتہ مسلمان صاحب بڑے مخالف ہوئے کہ علانیہ مسجدوں میں منبر پر بیٹھ کر گالیاں دیتے
جمع بین الصحیحین میں درج ہی کہ حیات سیدہ میں صحابہ جناب امیر کا فی الجملہ احترام کرتے تھے لیکن اُن کے
مرنے پر لوگوں نے ظاہری رو داری ترک کرکے بالکل روئے توجہ حضرت سے پھیرلی آپ بمرتبہ
مضطر و دل تنگ ہوئے کہ ابوبکر کی بیعت کرنے پر جس سے انکاری تھے آمادہ ہوگئے۔ چنانچہ آپ نے ابوبکر
سے کہلا بھیجا کہ آپ مجھ سے تنہا ملیں کسی دوسرے کو ساتھ نہ لائیں علماء اہل سنت نے لکھدیا ہی
کہ شخص ثانی سے مراد عمر ہے جسکا دیکھنا حضرت امیر نا پسند فرماتے تھے۔ قرطبی نے بھی شرح صحیح
مسلم میں اس مضمون کو لکھا ہے۔ ارباب فہم کو سوچنا چاہئے کہ اصحاب رسول میں وہ کون لوگ تھے
جنھوں نے نگاہ عنایت پھیر کر حضرت علی کو تنگدل کیا تھا عقل حکم دیتی ہی کہ وہ ہی لوگ ہوں گے
جنکی صورت سے آپ کو اکراہ تھا علی کو بے یار و مددگار دیکھ کر حضرت ابوبکر اور اُن کے مشیر باتدبیر
جناب عمر نے لوگوں کو اشارہ کیا ہوگا کہ اُنکو ایسا تنگ کرو جس سے عاجز ہوکر مجبوراً ہماری اطاعت منظور
کریں خلفاء نے خاندان نبوت کے ساتھ وہ سخت جابرانہ برتاؤ کیا ہی کہ پناہ بخدا بالخصوص سیدہ
علیہا السلام پر وہ سختی کی جسکا ذکر زبان قلم میں چھالے ڈالتا ہی معصومہ کا وہ مشہور شعر جس میں آپ نے
روح نبی سے خطاب کرکے فرمایا ہی کہ اے بابا بعد آپ کے مجھ پر وہ بلا پڑی کہ اگر دنوں پر پڑتی تو رات
ہو جاتی سنیوں نے بھی نقل کیا ہے اُن مصائب و آلام سے اشارتاً آگاہ کرتا ہوں جبکہ بعد از واپسی
سقیفہ در باب بیعت حضرت امیر و جناب عمر سے سخت کلامی ہوئی اسوقت بطور رفع الوقتی حضرت
ابوبکر صدیق نے فرمایا کہ اے علی آپ کو اپنے فعل کا اختیار رہے جبتک کہ فاطمہ آپ کے پاس ہیں
میں کچھ تعرض نہیں کرسکتا اوراق بالا میں کتب اہل سنت سے بذیل بیان واقعات جناب محسن معصوم
ثابت کردیا گیا ہے کہ جناب عمر نے سیدہ کو ایسا جسمانی و روحانی صدمہ پہنچایا تھا کہ جس سے اُن کو یقین

کلی معظمہ کے جلد مرنے کا تھا چنانچہ اُن کا مظنہ صحیح نکلا آپ بعد وفات سرور کونین پچھتر دن بایر منہاج بعض روایات سینہ چھ مہینہ بحالت رنجوری دنیا میں رہیں تعجب ہے کہ ابوبکر صاحب کو در حالیکہ وہ پیر شصت سالہ ہو چلے تھے کیونکر ایک جوان لڑکی کے مرنیکا یقین ہو گیا تھا ابوبکر جیسے کبیر السن کو بیدہ کے جلد مرجانے کا یقین اُس ضرب سے حتماً ہو چکا تھا جو کہ بوقت آتش بازی اُن کو پہنچائی گئی تھی۔ اگر حضرت اول بتیقن بمرگ سیدہ نہوتے تو کبھی حضرت امیر کو تاحیات سیدہ مہلت ندیتے۔ واہ کیا اچھے مسلمان تھے جس گھر سے اسلام سیکھا اسی پر ہاتھ صاف کیا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ اہلبیت کو اسلامی دنیا میں اپنی امانت چھوڑیں اُن کے عزت و احترام کے لئے امت کو وصیت کریں خدا الحکم آیۂ مودت والائے خاندان نبوت کو رسالت کا مزد و اجورہ قرار دے۔ مگر مسلمان صاحب نہ خدا کی سنیں اور نہ رسول کی یاد رکھو ہمیشہ محبت و عداوت کی بنیاد خفیف ہوا کرتی ہے۔ بڑھتے بڑھتے کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے۔ علی ہذا اول اول شیخین اور انکی ہوا خواہوں نے احترام ظاہری میں کمی کی آئندہ نسلوں نے بہ اتباع مرشدان و بزرگان خود اس میں ترقی کرکے جو ظلم کئے وہ ہویدا ہیں اسی واسطے کسی شاعر نے کہا ہے ع
ہیچ کافر نکند آنچہ مسلمان کردند رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نظر شفقت بہ حال امت کرکے ہر چند مواعظہ حسنہ سے سمجھایا اہلبیت کے مراتب کا اعلان کیا بقول صاحب مودۃ القربیٰ وابن المغازلی فرمایا کہ (علی باب حطۃ من دخل فیہ کان مومناً ومن خرج کان کافراً (یعنی علی دروازہ نجات ہے جو اس میں داخل ہوا وہ مومن ہے اور جو اس سے خارج ہوا وہ کافر ہے یہ بھی فرما دیا کہ جو شخص بغض علی پر مرا وہ یہودیوں کے ساتھ محشور ہوگا۔ طبرانی بحوالہ ام سلمہ لکھتے ہیں قال رسول اللہ من احب علیاً فقد احبنی ومن احبنی فقد احب اللہ ومن ابغض علیاً فقد ابغضنی ومن ابغضنی فقد ابغض اللہ یعنی سرور کونین نے فرمایا جس نے علی سے محبت کی اُس نے مجھ سے کی اور جو میرا محب ہے وہ اللہ کا دوست ہے اور یہ ہی حال علی سے بغض وعداوت رکھنے والوں کا ہے مگر افسوس ہے کہ کسی نے نبی کے ارشاد پر عمل نہ کیا سوائے بعض مخصوصین تمام اشرار وجہلا بھرتی ہو رہے تھے۔ مخاطب برانہ مانیں کہ صحابہ کو جاہل کہا گیا ہے منافقین کی خبر سے دامن قرآن بھرا ہوا ہے۔ ناہنجار و بد شعار لوگو نپر مواعظ حسنہ کیا اثر کر سکتے تھے بقول فردوسی علیہ الرحمۃ ؎

درختیکه تلخ است وی را سرشت | اگر در نشانی به باغ بهشت
ور از جوئے خلدش بہنگام آب | به بیخ انگبیں ریزی وشهد ناب
سرانجام گوہر بکار آورد | ہماں میوۂ تلخ بار آورد

نتیجہ یہ ہوا کہ اُن نامسلمانوں نے خاندان نبوت کو ایسا درہم وبرہم کیا کہ بقول مشہور اینٹ سے اینٹ ماردی۔ تمام عرب باستثنا بعض مخلصین عداوت پر کمربستہ ہوگیا ابن ابی الحدید کا بیان پہلے لکھ آیا ہوں کہ اہل مکہ ومدینہ وبصرہ وغیرہ کلہم حضرت امیرؑ سے مخالف تھے شیخ عبدالحق دہلوی نے تکمیل الایمان میں وجہ عداوت جو لکھی ہے اُسکو پہلے عرض کرچکا ہوں کہ امام شافعی نے بجواب ایک سایل کے ارشاد فرمادیا تھا کہ علی المرتضیٰ سے عام طبایع کو نفرت بسبب اُن کی شرافت وحق گوئی وزہد وعلم وشجاعت وغیرہ کے تھی۔ مخاطب توجہ فرمائیں کہ اسلام کی کثیر التعداد جماعت جو حضرت امیرؑ سے برگشتہ ہوکر رہرو مسلک نامسلمانی ہوگئی تھی یہ کون لوگ تھے۔ ظاہر ہے کہ وہ تمامتر مخاطب کے ہم مذہب ثلاثہ کے خلیفہ برحق جاننے والے تھے اصل حقیقت اس مخالفت کی یہ تھی کہ قبایل عرب میں جو عداوت ہوجاتی ہے اُسکا سلسلہ مدت ہائے متمادی تک چلا جاتا ہے ثلاثہ وحضرت امیرؑ میں خاندانی عداوت تھی حضرت علی بنی ہاشم۔ جناب ابوبکر بنی تیم حضرت عثمان بنی امیّہ وفاروق اعظم بنی عدی۔ بنی امیّہ وبنی ہاشم کی عداوت مشہور عالم ہے رہی عدی وتیم یہ بھی قدیم سے دشمن تھے چنانچہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے (ان بنی تیم وبنی عدی کانوا اعداء لبنی ہاشم فی الجاہلیۃ) اکثر قبایل باخود ہا متحد اور بنی ہاشم سے مخالف تھے بعد بنی گردش فلکی سے وہ فرمانروائے اسلام ہوئے لہٰذا اُن قبایل ثلاثہ کی مجموعی قوت نے یہ زُور آفرید اکیا کہ عرب کا بچّہ بچّہ دشمن جان ہوگیا رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قراین ظاہری سے سمجھتے تھے کہ میرے ہاتھ پر اسلام لانے والے علی کے پکّے اور سخت دشمن ہیں اُن کی امامت کو کبھی نہ دل سے پسند نہ کریں گے ان لوگوں کو بوجہ جہالت جہنم میں جانا آسان ہے مگر علیؑ کے سامنے سر جھکانا مشکل عداوت باطنی سے مطیع مرتضیٰ ہوکر کبھی جادہ پیمائے صراط مستقیم نہوں گے اپنے قول کی تائید میں شاہ صاحب کا ارشاد بہ سند مشکوٰۃ تحفہ سے عرض کرتا ہوں صاحب ممدوح رقم طراز ہیں کہ صحابہ نے آں حضرتؐ سے پوچھا کہ بعد آپ کے کسکو خلیفہ کریں۔ بجواب حضور نے ارشاد فرمایا کہ اگر ابوبکر کو خلیفہ

کر وگے باامانت پاؤگے اور عمر کو باجاہ و جلالت اور علی کو راہ نجات دکھانے اور سیدھا بہشت میں پہنچانے والا مگر مجکو امید نہیں کہ تم اسکو حاکم تسلیم کرکے مسند خلافت پر بیٹھو دو صحابہ کے ایمان اور طالب آخرت ہونے کی جانچ اسی حدیث محولہ شاہ صاحب سے ہو سکتی ہے غور کرو ہر آدمی اعمال خیر کرکے لذاید دنیا کو اسی واسطے ترک کرتا ہے کہ بالآخر نتیجہ نیک برآمد ہو کر استحقاق دخول جنت ہو جائے مگر صحابہ کرام کو ہرگز یہ منظور نہ تھا کہ احکام شرعی میں متابعت مرتضوی کرکے بہشت کے حصہ دار بنیں اگر اسوقت کے مسلمان بعد رسول حضرت امیر کی خلافت بلا فصل کے معتقد ہو جاتے تو علاوہ بہشتی ہونے کے ایک بڑا فائدہ یہ ہوتا کہ مخاطب وجمیع اہل سنت آپ کی خلافت کے بافصل ہونیکا اعتقاد نکرتے معلوم ہوا کہ جناب کو بھی چنداں بہشت کا شوق نہیں ہے تا تو خلاف حدیث نبوی وہ جناب مرتضوی سے برسر مخاصمت ہوتے رسالہ در پے ہوا میں صاحب تحفہ کی تمام عبارت مع نشان صفحہ لکھدی گئی ہے اب میں حضرت امیر کی اُن مخالفین ومعاندین کا نام لکھتا ہوں کہ جنھوں نے آپ کو نہ خلیفہ بلا فصل سمجھا اور نہ بافصل بلکہ دشمن جان تھے چنانچہ صاحب تحفہ بذیل مطاعن ابو موسیٰ اشعری لکھتے ہیں۔

چوں اہل کوفہ را از رفاقت حضرت امیر منع میکرد بیاست نمود وسوختن خانہ او وغارت کردن اسباب او بدست مالک اشتر بوقوع آمد و حضرت امیر آنہمہ را تجویز می نمود یہ ابو موسیٰ سنیوں کے یہاں نہایت مقدس مانے گئے ہیں ان کی کیفیت مخالفت تحفہ سے سمجھ لی تھی کہ خلایق کو حضرت امیر کی معیت سے روکتے تھے اور جناب مرتضوی بھی انکو اسدرجہ برا جانتے تھے کہ گھر تک جلوادے عبارت صدر کے بعد کسیقدر فاصلہ سے لکھتے ہیں (وقتیکہ حضرت امیر سریر آرائے خلافت راشدہ بیغمبر شدلقدر مقدور در تسکین فتنہ و دفع مخالفان کہ طلحہ وزبیر و ام المومنین عایشہ صدیقہ و یعلی بن امیہ وابو موسیٰ اشعری و دیگر صحابہ کرام بودند کوشش وسعی فرمود واز قتل وقتال و جنگ وجدال با ایشاں باک نفرمود۔

یہ تمام حضرات اہل سنت کے بزرگان دین میں تھے ہزارا حادیث انہیں کے حوالے سے درج صحاح ہیں جبکہ یہ لوگ میدان جنگ میں حضرت سے برسر مقابلہ تھے تو ظاہر ہے کہ کسی درجہ کا بھی اُن کو خلیفہ نہ جانتے تھے اور حضرت امیر علیہ السلام باجہاد خود اُن سبکو نامسلمان وکافر کلمہ گو سمجھ کر قتل وغارت کرنے سے پاک نفرماتے تھے میں مخاطب سے بحلف دریافت کرتا ہوں سچ سچ جواب دیں آپ

حضرت عایشہ و طلحہ و زبیر و ابوموسیٰ وغیرہا معاندین حضرت امیرؑ کو کیسا سمجھتے ہیں بہرحال دو صورت سے
باہر نہیں ہو سکتا اچھا یا برا اگر آپ اُن لوگوں کو جن کے حضرت امیرؑ نے گھر جلائے اور مثل کفار و زنادیق
قتل کیا اور کرایا سواد امت جانتے ہیں تو ذرہ بڑھ کر ہاتھ سے ہاتھ ملائے اور جس کلمہ کے وہ لایق ہیں
زبان پر جاری کیجیے تاکہ ہم بیش یاد کہیں اور اگر مادر مومنین کو افضل النساء عالمین و سردفتر لیڈیان
زمین و طلحہ و زبیر کو حواریین ختم المرسلین سمجھ کر اُن کی مخالفت سے خورسند ہیں اور جو افعال کہ اُن
اشرار و نابکار لوگوں سے روے ظہور لائے آپ کو بدل پسند ہیں تو تمبرًا بہ النزاع پر حسب بلا فصل
کی بحث کی ہی خط سیاہ لگا دیجیے کیونکہ آپ کے بزرگان دین حضرت علی کو خلیفہ نہ سمجھ کر برسر شورش
تھے ہمیر یہ خیال واضح ہوا کہ تابعان عایشہ صدیقہ و حضرت طلحہ و زبیر کا وہ ہی مذہب ہی جو کہ
اُن کے بزرگوں کا تھا پھر خلیفہ فصل و بلافصل کی بحث بالکل غیر ضروری و لغو و عبث ہی دیکھو جناب
شاہ صاحب اشخاص موصوفین کے حالات مخالفت لکھ کر پھر بجوش مادہ ناصبیت مخالفان
حضرت علیؑ کو بہ لفظ (صحابہ کرام) یاد فرماتے ہیں۔ کرام جب ایسے تھے تو نہ معلوم لئام و نافرجام
کس چہرے مہرے کے ہوں گے۔ کوئی شخص دنیا میں کہہ سکتا ہی کہ جو لوگ دشمنان خاندان نبوت
کو اچھا جاننے والے ہیں وہ حضرت امیر کو چوتھے درجہ کا بھی خلیفہ جانتے ہیں ہرگز نہیں جناب
مخاطب کو ہم نے ایسا شکنجہ تحریر میں کھینچ کر کس دیا ہے کہ کتنا ہی کسمسائیں انشاء اللہ دام کلام
سے باہر نہ نکل سکیں گے میں بہ نظر تسکین مخاطب تھوڑی سی قدر علمائے فرقہ سنیہ کے بیان سے دکھلائے
دیتا ہوں کہ دنیا میں جسقدر دشمنان علی ہیں اُن سب کے قدموں پر سنی جان فدا کرنے والے ہیں اور
اپنے بزرگوں کی عیب پوشی میں مدام کوشاں رہتے ہیں اور اہلبیت پر جو ظلم ہوئے اُن کا دبانا
مٹانا مدنظر کرکے ہمیشہ یہ کوشش کرتے رہتے ہیں کہ جو شدائد دست اشقیا سے اُن کی ذوات
قدسیہ پر گذرے ہیں وہ قلب خلایق سے بالکل محو ہو جائیں۔ بطور ثبوت کچھ واقعات ہدیہ
نظر کرتا ہوں ابوموسیٰ اشعری کو عسقلانی نے لکھا ہے (کان ابوموسیٰ ہو الذی فقیہہ اہل البصرہ
واقراہم) اس بصرہ کے فقیہہ اور قاری نے حضرت امیرؑ سے مخالفت کی جس کی پاداش میں حضرت
نے اُن کا جھونپڑا پھونکوا دیا۔ عمر ابن العاص وزیر معاویہ کے باب میں صاحب مدارج النبوۃ
لکھتے ہیں کہ آنحضرت نے بحق مذکور الصدر فرمایا (اللہم صل علی عمر ابن العاص) ان بزرگ اہلسنت

کی عداوت زبان زد عوام ہے جن پر حضرت پیغمبر نے درود بھیجا ہے عبدالرحمان بن خالد کو صاحب
استیعاب بہ ایں الفاظ یاد فرماتے ہیں (کان عبدالرحمان من فرسان قریش و شجاعهم وکان له
هدی حسن وکرم الا انه منحرفا عن علی وبنی هاشم وشهد صفین مع معاویة) تعجب ہے حضرت امیر و بنی
ہاشم سے عبدالرحمان کو منحرف بھی بتلاتے ہیں۔ با ایں ہمہ جنگ صفین میں معاویہ کے ساتھ اُن
کی شہادت کے بھی قائل ہیں چوتھے خلیفہ کے سامنے جو تلوار اُٹھائے وہ شہید کہلائے اور تلاش
سے جو زبانی بخار طبیعت نکالیں وہ رافضی پکارے جائیں۔ ابوعبیدہ جراح کو امین امت کہتے
ہیں یہ بھی بزرگ سقیفہ میں حضرت صدیق کی خلافت کے بنیادی پتھر کو چونہ لگانے والے تھے
حضرت عمر کے ساتھ خانہ سیدہ پر بوقت آتش زنی یہ بھی گرم قدم ہوئے تھے جیش اُسامہ کی متخلفین
پر جو حضرت نے تازیانہ لعن لگایا تھا اُسکا پھندا اُن کے بھی بعض مقام پر لگ گیا ہے آنحضرت ان
سے آزردہ و دل تنگ رہتے تھے۔ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں لکھا ہے (ان رسول الله
یکدر ذالک) یعنی آنحضرت ابوعبیدہ جراح سے مکدر و منغض رہتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ کی جو
عزت اہل سنت کے مذہب میں ہے اُس کے اظہار کی ضرورت نہیں تمام مسائل کی جڑ انہیں کی احادیث
سے قایم ہوئی ہے جن کو اس بزرگ صحابی نے نقل فرمایا ہے۔ بقول شاہ ولی اللہ مندرجہ ازالۃ
الخفا ہر ضرورت کے لئے پانچ ہزار احادیث انھوں نے بیان کی ہیں اُس مشین کا انجن جس میں
نبی کی حدیثیں ڈھلتی تھیں کبھی ٹھنڈا ہی نہ ہوتا تھا حضرت عمر نے اس کی تیز رفتاری سے تنگ
ہوکر حکم دیدیا تھا کہ ابوہریرہ افترا پردازی سے باز آئیں ورنہ خارج البلد کرکے کوہستان دوس
میں بھیجدئے جائیں گے افسوس ہے کہ مخاطب نے کتب مناظرہ پر نظر نہیں ڈالی ورنہ صدہا جگہ پر
کتابوں میں ان باتوں کا ذکر ہوا ہے بالجملہ یہ محدث اہل سنت منکر خلافت مرتضوی ہوکر بیعت
سے دستکش رہے چنانچہ صاحب حبیب السیر بذکر بیعت جناب امیر لکھتے ہیں کہ از مخصوصان جناب
امیرالمومنین عثمان بیعت نہ کردند و عبداللہ ابن عمر و محمد بن سلمہ و حسان بن ثابت و زید بن
ثابت و صہیب بن سنان و کعب بن مالک و نعمان بن بشیر و ابوہریرہ رضی اللہ عنہم بشرف
بیعت شرف نہ گردیدند و نعمان بن بشیر نائلہ زوجہ عثمان را با پیراہن خون آلود عثمان رض نزد
معاویہ برد کیا خوب منکرین بیعت کو صاحب حبیب السیر رضوان اللہ عنہم لکھتے ہیں حقیقت میں

اہل سنت اُن لوگوں کا خاص اقتدار کرتے ہیں جو کہ خلافت حضرت امیرؑ سے انکاری رہے ہیں سنیوں کا
دعویٰ تو یہ کہ ہم آنکو نمبر چہارم پر خلیفۂ حق جانتے ہیں اور منکرین بیعت کے لئے مستدعی ہیں کہ خدا اُن
سے رضامند ہوا ابوہریرہ وغیرہ محض انکار خلافت ہی نہ کرتے تھے۔ بلکہ بحکم معاویہ ایسی روایات
بھی تصنیف کرتے تھے کہ جن سے حضرت امیر کی ذات ستودہ صفات پر قباحت و شناعت لازم
آکر لوگوں کی طبائع کو اُن سے نفرت دلا دیوے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے اپنے اُستاد اسکافی
کا قول شرح نہج البلاغہ میں این الفاظ نقل کیا ہے (ان معاویۃ وضع قوماً من الصحابۃ و قوماً
من التابعین علی روایۃ اخبار قبیحۃ فی علی یقتضی طعن فیہ منھم ابوہریرہ) مخاطب اور اُن کے جمیع اہل
مذہب انہیں صحابہ و تابعین کے تابع و مقلد ہیں جو کہ منقصت خاندان نبوت میں مضامین تراشتے
رہتے تھے جو لوگ کہ اس قسم کی افترا پردازیوں میں شبانہ روز شاغل تھے تو کیا انکی نسبت یہ خیال
ہو سکتا ہے کہ وہ حضرت امیرؑ کو کسی درجہ کا خلیفۂ رسول جانتے تھے۔ مخاطب ہمکو بتلائیں کہ یہ دیں
پرست صحابہ و تابعین درباب خلافت مرتضوی کیا اعتقاد رکھتے تھے آیا بافصل یا بلافصل یا کچھ
بھی نہیں اور باعتقاد مخاطب وہ کس مرتبہ کے مسلمان تھے احادیث ماسبق میں ثابت ہو چکا ہے
کہ دشمنان خاندان رسالت جامۂ اسلام سے بالکل معرا تھے کہنے کو مسلمان اور فی الواقع بڑے سخت
بے ایمان۔ میرے پاس اس امر کی کہ تمام وہ لوگ جو کہ اپنے آپ کو سُنی کہتے ہیں حضرت امیر کو
خلیفۂ رسول نہیں جانتے نہایت روشن اور پختہ دلیل یہ ہے کہ تمام اہلسنت حضرت معاویہ اور عائشہ
و عمر ابن العاص و ابو موسیٰ و عبداللہ ابن عمر و جمیع مخالفان حضرت امیرؑ کو اپنا ہادی و پیشوائے
دین جانتے ہیں اور یہ سب حضرات جناب امیرؑ کو ایک شخص معیوب سمجھ کر مدام اُن کی بیخ کنی میں
کوشاں رہتے تھے عقل باور نہیں کر سکتی کہ اشخاص مذکور الصدر کے مقلد و تابعین اُن کے دوست
اور چوتھی درجہ پر خلیفہ ماننے والے ہوں جن لوگوں کو کچھ حیا و ایمان ہوگی اور مثل مخاطب کلہاڑی
دھر لی زیر بغل رکھ کر باغ نبوت کے درختوں کی کاٹ چھانٹ میں مصروف نہونگے وہ بعجب
تفکر ہو کر سمجھ لیں گے کہ عند السنہ حضرت امیرؑ کا اسی قدر اقتدار ہے جو کہ معاویہ و عائشہ و عمر ابن
العاص کی نظر میں تھا۔ پس جبکہ اکابر اہل سنت نے حضرت علی کو قابل حکومت نہیں سمجھا تو اُن کی
نام لیوا بلافصل کی کیوں بحث کرتے ہیں اگر مخاطب و دیگر اہل سنت اصرار فرمائیں کہ ہم یقینًا

جناب امیر علیہ السّلام کو چوتھے درجہ پر خلیفہ حق اور امام الصدق جانتے ہیں اور جن لوگوں نے
انکو امام واجب الاطاعت نہیں سمجھا اور تلوار لیکر میدان میں اس غرض سے آئے ہیں کہ امر امامت کو
درہم و برہم کر دیویں ہم اُن سے بہ ہزار زبان بیزاری ظاہر کرتے ہیں تو ہم بھی اُن کی تصدیق عقیدت کے
لئے تیار ہیں۔ سنیوں کو لازم ہے کہ ایک ایسی تحریر شایع کر دیں کہ اگر ہمارے سامنے عائشہ و طلحہ و زبیر
و ابوموسیٰ وغیرہ علی سے برسر قتال ہوتے اور بہ مثل مالک اشتر و دیگر رفقاء خود حضرت علیؑ ہمکو حکم دیتے
کہ طلحہ و زبیر کا سر کاٹ لو ابوموسیٰ کا گھر لوٹ کر جلا دو عائشہ کے اونٹ کی ٹانگ کاٹ کر قید کر لو تو
خلیفہ حق کے حکم کی تعمیل فرض ایمان سمجھ کر بلا زد و سب کچھ کرتے نیز ابوہریرہ و عائشہ منکرین ایمان
مرتضوی سے جسقدر احادیث نقل ہوئیں سب نامعتبر سمجھ کر دفتر سے نکالتے دیتے ہیں بخدا ممکن نہیں
کہ سنیوں کا علام زادہ بھی اسکو پسند کرے زبانی دعوے ولائے اہلبیت کرتے ہیں اور اُن کے
دشمنوں کی خاک قدم کو کحل الجواہر سمجھ کر آنکھوں میں لگاتے ہیں۔ ہر چند کہ ہم نے ہذا کی بحث میں حقیر
نے بوجہ تام ثابت کر دیا ہے کہ جناب امیرؑ علیہ السلام آنحضرت کے بلا فصل جانشین ہیں اور سنی جو دعویٰ
کرتے ہیں کہ ہم اُن کو خلیفہ چہارم جانتے ہیں یہ بالکل غلط ہے لیکن مزید اطمینان مخاطب و دیگر اہل
سنّت کچھ اور واقعات حوالہ قلم کرتا ہوں جس سے سنیوں کی حالت معلوم ہو جائے۔ اصل حقیقت یہ ہے
کہ فرقہ سنیہ کے پیشوایان دین حضرات ثلاثہ نے بایں عنوان خاندان نبوّت کے برباد کرنے میں
سعی فرمائی کہ جسکا پایان نہیں اول اُن کے گھر سے حکومت اسلام کو نکالا ثانی جائداد فدک کو
جس کی آمدنی حسب تسلیم علمائے اہلسنت مندرجہ دلیل المتحیرین مولفہ جعفر دو لاکھ روپیہ سالانہ تھی مع
دیگر متروکات نبی اُن کے قبضہ سے جدا کی ثالث حقوق شرعی خمس وغیرہ کو ضبط کر کے محتاج بنایا رابع
خاندان نبوت سے کسی کو بلکہ اُن کو بھی جو کہ اُن کی موالات کا دم بھرتے تھے کبھی مالی یا فوجی خدمت
نہ دی۔ خامس اُن کے احترام ظاہری کو قلوب خلایق سے مٹایا قاعدہ ہے کہ جس شخص کی طرف
سلاطین کا گوشہ خاطر نہیں ہوتا اور معتوب نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے اُس سے سب کنارہ کرنے لگتے ہیں یہ
ہی وجہ تھی کہ جب بتصریح بالا لوگوں نے حضرت امیرؑ سے انحراف وجود کر لیا تھا جس سے اُنھوں نے تنگ
آکر بقول اہل سنّت مندرجہ صحاح ابوبکر صاحب کی بیعت کر لی تھی بعد واقعہ جناب عثمان جب خلافت ظاہری
آپ سے متعلق ہوئے تو کمتر نے برغبت اور اکثر و بیشتر نے بہ کراہت و مصلحت بیعت کی مگر چونکہ ۲۵ سال تک

بزمانہ خلافت خلفائے ثلاثہ خاندان نبوت سے اُس وقت کے اہل اسلام ہر دو عرصہ محن تقدہ چکے تھے دفعتہً اُن کا سوز اندرونی بھڑک اُٹھا جس آتش حسد کو دل میں چھپائے ہوئے تھے وہ انتقال خلافت بہ خاندان نبوت سے مشتعل ہو کر جہلاء عرب کے خرمن دین و ایمان کے لئے مٹی کا تیل بنگئی۔ کوئی درجہ مخالفت کا مسلمان صاحبوں نے اُٹھا نہ رکھا۔ تمام عرب میں شورش کا ساغر پھیل گیا بی بی عائشہ صدیقہ و معاویہ و عمرابن العاص و ابوموسیٰ اشعری وغیرہا نے زمین کی خاک آسمان پر پہنچادی کُل مسلمان دشمن جان بن گئے بالآخر حضرت امیر شہادت پا گئے۔ بعد ازاں جناب امام حسن علیہ السلام سند آرائے حکومت ہوئے بحکم الاعراب اشد کفراً و نفاقاً، اہل عرب نے بہ مقتضائے شدت کفر و نفاق وہی رفتار بلکہ اُس سے کئی درجہ بالا اُن سے اختیار کی جو کہ اُن کے پدر بزرگوار سے کرچکے تھے سینوں کی ذلیعزت خلیفہ پنجم جناب معاویہ نے جعدہ زوجہ امام کو رشوت دے کر زہر دغا پلوایا بی بی عائشہ صاحبہ کو کوئی موقعہ ایذارسانی مثل جنگ میدان نہ ملا تھا اُنھوں نے لاشہ پر تیر باراں کرا کے حرارت طبیعت کو مٹایا دیکھو اصل الحقیقت برد الحقیقت مولفہ حقیر جس میں معاویہ صاحب کا زہر دلوانا اور بیگم صاحبہ کا تیر چلوانا کتب اہل سنت سے دکھلایا گیا ہے۔ زاں بعد امام حسین علیہ السلام سے کربلا میں جو معاملہ پیش ہوا وہ محتاج بیان نہیں حضرت کے طرفدار تبشّر اور یزیدی جو کہ مثل مخاطب شیخین کو خلیفۃ اللہ کہتے تھے ہزارہا شیعہ و سنی کی ایمان داری کا موازنہ واقعہ کربلا سے بوجہ احسن ہو سکتا ہے میں تمام اہل سنت سے دریافت کرتا ہوں کہ طرفداران یزید حضرت امیر کو خلیفہ بلافصل جانتے تھے یا بافصل چونکہ حضرات اہل سنت جواب دینے کے عادی نہیں لہٰذا میں خود اُن کی جانب سے سچا اور شایستہ جواب عرض کرتا ہوں وہ لوگ ہر دو صفات بالا سے ایک صفت بھی نہ رکھتے تھے اگر حضرت امیر کو خلیفہ بلافصل سمجھ کر شیخین و معاویہ وغیرہ کو متصرف ناجائز جانتے تو ہرگز ہرگز اپنے امام زادہ کے سامنے تلوار نہ اُٹھاتے اور اگر بافصل کے معتقد ہوتے تب بھی خلیفہ چہارم کے بیٹے سے معرکہ آرا ہوتے پس ثابت ہوا کہ یہ گروہ مثل مخاطب امامت کا بے اصل محض جاننے والا تھا طرفداران یزید جناب شیخین کی نسبت یہ ہی حسن عقیدت رکھتے تھے جو کہ جناب مخاطب کو ہے جس طرح یہ تھوڑا لئے ہوئے آئینہ امامت کی چکنا چور کرنے پر آمادہ ہیں ایسے ہی وہ لوگ الآن حرب نبی امام کا سینہ و جگر مجروح کرنے پر تیار تھے۔ سب مخاطب کے پیر بھائی اونچا پاجامہ پہننے والے معاویہ

شاہی تھے ۔ بعد واقعہ کربلا نو امام اور ہوئے جو کہ بنی امیہ و عباسیہ کے ہاتھ سے زہر دغا سے
شہید ہوئے ۔ آئمہ اہلبیت کے قتل و غارت کرنے والے وہی لوگ تھے ۔ جنکو حضرت امیر کے خلیفہ
بلا فصل و بافصل ہونے پر مثل مخاطب ان کا رہتا بحمد اللہ ثابت ہو گیا کہ ہمارے مخاطب اسی گروہ کے
اذناب و اخلاف ہی ہیں ۔ بحاصل مسلمانوں کے عہد حکومت میں جس جس مسلمان بادشاہ کو نفوس اہلبیت
پر دسترس ہوا اس نے ان کے گھر جلانے جائیداد ضبط کرنے میراث لینے آبرو ریزی کے وسائل بہم
پہنچانے قتل و غارت کرنے زہر دلوانے ۔ تیر چلوانے جیلخانہ بھیجنے سے جوش اسلام کو پورا کیا جب
ذوات قدسیہ اہلبیت سے زمانہ خالی ہوا اور آئمہ سے ایک بھی سوائے امام دوازدہم کے جو کہ بہ
مصلحت باری نظر خلائق سے مخفی کیے گئے ہیں صفحہ عالم پر نہ رہا ۔ تو پیروان خلفاء ثلاثہ کو فکر ہوا کہ
ہم اپنا جوش اسلام کیونکر اور کس پر نکالیں ہم سے اگر کوئی نمایاں کام روئے ظہور نہ لایا تو خلفاء
اولین کی جماعت میں کس طرح بیٹھ سکیں گے ۔ لہذا ارباب مشورت میں یہ قانون پاس ہوا کہ جسطرح
ممکن ہو سکے دنیا سے ان کا نام اور نشان مٹاؤ چنانچہ اس کے لئے مختلف تدابیر کی گئیں ایک جماعت
نے یہ کوشش کی کہ بذریعہ آلات کشاورزی ان کی قبروں کے نشان مٹا کر کھیتی کی جائے باغات
لگائے جائیں ۔ مگر قدرت خدا سے کسی مویشی نے اس طرف قدم نہ اٹھایا ہل چلانے والوں نے
مارتے مارتے بیلوں کا گوبر نکال دیا مگر انھوں نے جنبش نہ کی حافظ حقیقی نے زنجیر قدرت سے
سب کے پیر جکڑ دیئے جب اس میں ناکامی ہوئی تو دوسرا سہل طریقہ یہ اختیار کیا کہ دریائے فرات
سے ایک شاخ کاٹ کر لائے جس کے لانے سے مطلب یہ تھا کہ مقابر شہدا کو دریا برد کر دیا جائے
پانی کی شاخ قبور شہدا کی طرف آئے مگر مقابر سے کچھ فاصلہ پر ٹھہر گئے آگے نہ بڑھی اس کا نشان
ابتک وادی کربلا میں موجود ہے جسکو بہ لفظ حایر بولا جاتا ہے جب اس ترکیب میں کامیاب
ہوئے تو یہ تجویز کی گئی کہ ان قبور پر کوئی عمارت مثل روضہ و گنبد نہ بنائی جائے امتداد مدت سے
خود بخود نشانات مٹ جائیں گے ۔ کسی کو یاد بھی نہ رہے گا کہ کون مرا اور کہاں دفن ہوا مگر قدرت
خدا دوسری چیز ہے ؎

چراغے را کہ ایزد برفروزد　　　کسے گر تف کند ریشش بسوزد

جو شمع کہ حافظ حقیقی کے زیر دامن ہو اسے صرصر حوادث کب اثر کر سکتی ہے ۔ انجام کار روضہ تیار ہو گیا

اطراف وجوانب سے خلقت گروہ گروہ حصول زیارت کے لئے دوڑنے لگے ۔ تابعان ثلاثہ کو جونکہ ہر نوع کی کوششوں میں ناکامی ہوچکی تھی اور شعل امامت کا اجالا دمبدم مثل چادر رحمت پھیلتا جاتا تھا لہذا اب یہ تجویز کی گئی کہ زائرین پر سخت محصول لگایا جائے ۔ بلا امتیاز فقیر و امیر ایک سنگین رقم لیجائے مطلب یہ تھا کہ روپیہ خرچ کرنا چونکہ ہر شخص کے لئے ازبس ناگوار ہوتا ہے ۔ لہذا لوگ بخوف رقم کثیر اس طرف رخ نہ کریں گے انجام کار روضۂ مبارک مسمار ہو کر منیت و نابود ہو جائے گا ۔ مگر خدائے انتظام میں کسی کو کیا دخل ہے اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے خلایق کے قلوب ایسے مسخر محبت اہلبیت کئے کہ امرا بجائے خود ہے غربا نے بھی اس محصول کو گوارا کر لیا بیوہ عورتوں نے چرخہ زنی و آسیہ سائی کر کے رقم ادا کی ثلاثہ پرست جماعت نے دیکھا کہ موالیان خاندان نبوت نے اس بار گراں کو بھی اٹھایا اور دمبدم ترقی کرتے جاتے ہیں لہذا انھوں نے ایک اور شدید تعزیر تجویز کی کہ جس سے قطعاً آمد و رفت کے بند ہونے کا پورا یقین تھا وہ یہ کہ زائر کا ایک پیر کاٹ دیا جائے جو لوگ کہ خاندان نبوت کے فدائی اور تہ دل سے جان نثار تھے ان کے نزدیک ایک پیر کٹوا دینا کیا حقیقت رکھتا تھا ۔ لوگوں نے اسکو بھی منظور کر لیا صدہا آدمی بشوق زیارت ہاتھ پیر کٹا بیٹھے ۔ چونکہ زمانہ دمبدم شائستگی پذیر ہوتا جاتا ہے لہذا وہ جبر و تعدی نہ رہا مگر اب بھی سلطنت روم بہ اتباع قواعد سابقہ زائروں سے کئی قسم کے محصول لے جاتی ہے ۔ جو لوگ کہ زیارات کو گئے ہیں اس سخت برتاؤ سے واقف ہیں جو کہ ان سے کیا جاتا ہے ۔ غرضکہ جس جس قدر تابعان ثلاثہ نے عزت اہلبیت کے گھٹانے میں کوشش کی اس سے ہزار درجے خدا نے درجہ بلند پر پہنچایا اہل اسلام کے سوا غیر مذاہب کے جو خاندان نبوت سے ہمدردی کی قابل بیان نہیں ہے ۔ ہر شہر و قریہ میں حضرات ہنود بانی و شربت کی سبیلیں رکھتے ہیں تمام راجستان میں بذیل دیگر اخراجات ریاست بجٹ میں محرم کے متعلق ضرور کچھ ہوتا ہے ۔ قوم مرہٹہ جو کشادہ دلی سے صرف کرتی ہے وہ سب پر عیاں ہے ۔ گوالیار میں لاکھوں روپیہ خرچ ہوتا ہے محتاجین و مساکین کو وہ کھانا ملتا ہے جو امرا کو میسر نہیں ہے بابو بینی پرشاد وکیل آگرہ و الہ آباد جو مجالس میں منہمک تھے اس کے جاننے والے ہزاروں ہیں جس بات کو رعیت و سلطنت دونوں مٹانا چاہیں وہ ایسی نابود ہو جاتی ہے کہ کوئی بھولے سے بھی یاد نہیں کرتا ۔ مگر یہ نادر و عجیب بات خاندان نبوت میں دیکھی گئی کہ تمام غربت نے بلا لحاظ شاہ و گدا اہل کر مٹانا چاہا مگر انکے نام کو دمبدم روشنی ہوتی گئی

اور مٹانے والے خود مٹ گئے کوئی مسلمان کبھی چار کوڑی کی ریوڑیوں پر فاتحہ بھی نہیں دلاتا اور اولاد ہی پر لوگ جانیں قربان کرتے ہیں۔ خود تابعان ثلاثہ جن کے بزرگوار اہلبیت کا صفحۂ ہستی سے نام مٹانا چاہتے تھے۔ محرم میں اپنا صرف کرتے ہیں کہ پایان نہیں۔ بدایوں میں سنی صاحبان جو خرچ کرتے ہیں بیان سے باہر ہے شاہجہانپور ملک روہیلکھنڈ میں کلہم اجمعین تیرہ چودہ آدمی شیعہ ہیں مگر تقریباً ڈیڑھ ہزار تعزیے حضرات اہلسنت اٹھاتے ہیں اور از قسم شربت و شیرینی و طعام سب کچھ خرچ کرتے ہیں۔ مختصر جبکہ موالیان خلفا ہر کوشش میں ناکام ہوئے تو بالآخر لاچار ہو کر کمیٹی میں یہ مضمون پاس کیا کہ خلایق کو اذکار شہادت اور خلفاء کے واقعات خصومت بیان کرنے سے روک دیا جائے مطلب یہ تھا کہ جب اس قسم کے مذکور نہ ہونگے تو واقعات شہادت لوگوں کے دلوں سے محو ہو جائیں گے اور صحابہ نے جو خاندان نبوت پر زیادتیاں کیں ہیں وہ غیر وقوعی ثابت ہو جائیں گی۔ چنانچہ امام غزالی نے عام طور پر فتویٰ دے دیا کہ واعظ پر واقعات شہادت حسینؑ کا بیان کرنا اور نیز اُن باتوں کا زبان پر لانا جو کہ صحابہ میں از قسم مشاجرت رُو سے ظہور آئی حرام ہے کیونکہ اُن کے بیان کرنے اور سننے سے بغض اصحاب پیدا ہوتا ہے عبارت صواعق محرقہ میں ہے یحرم علی الواعظ روایت قتل الحسنؑ والحسینؑ وما جری بین الصحابة من التشاجر والتخاصم الیٰ آخرہ مجکو امام موصوف کی تحریر دیکھ کر تعجب معلوم ہوا کہ حالات شہادت کے سننے سے بغض صحابہ کیوں پیدا ہوتا ہے اصحاب ثلثہ ۳۵ھ تک نہفت فرمائے ملک بقا ہو گئے اور شہادت حسینؑ ۶۱ھ تک واقع ہوئی پس اتنے دور تر زمانہ کے شہیدوں کی شہادت کا ذکر ۳۵ھ کے متوفیان پر کیوں بڑا اثر ڈالنے والا ہوا چونکہ خاندان نبوت سے حکومت کا لینے والے ثلاثہ تھے اور وہی سلب حکومت باعث شہادت ہوا لہذا امام غزالی نے دقت نظر سے خیال فرمایا کہ جب لوگوں کی زبان پر ذکر شہادت آئے گا۔ سامعین درپے تفتیش ہونگے کہ سبب وقوع شہادت کیا ہے بالآخر ظاہر ہو جائے گا کہ ثلاثہ نے زمام خلافت اپنے ہاتھ میں لے کر ہر شخص کو حکمران بننے اور اہلبیت پر ظلم کرنے کی جرأت دلائی بدیں وجہ یہ حادثہ عظیم واقع ہوا ہر شخص اصلیت پر مطلع ہو کر صحابہ سے بدظن ہو جائے گا اور اُنکی خلافت کو شہادت کا سبب اصلی قرار دے کر لعن و طعن کہنے پر دریدہ دہنی اختیار کرے گا۔ لہذا انھوں نے ۳۵ھ و ۶۱ھ کے شہیدوں کا

۳۵ھ کے متوفیان کو قاتل قرار دے کر ایسا جملہ تحریر فرمایا اوراق بالا میں یہ مضمون بشرح عظیم لکھا گیا ہی علمائے اہل سنت کو مدام کوشش رہتی ہی کہ یہ ذکر دنیا سے اُٹھ جائے تاکہ خلفاء کی زیادتیاں ظاہر ہو کر منجر بہ نتیجہ نہوں جس عالم کو دیکھو ضرور وعظ میں تعزیہ و علم و مجالس کی خدمت کرتے ہوئے پاؤگے۔ مولوی جہانگیر خاں صاحب شکوہ آبادی اظہار الہدیٰ میں لکھتے ہیں کہ مجلسوں میں سنی ہرگز نہ جائیں زیر فرش اصحاب کے نام لکھ کر پائمال کراتے ہیں اور حلوے پر تبرا پھونک کر سنیوں کو کھلاتے ہیں سُنی کتنے ہی کوشش کریں مگر ثلاثہ کی ذات سے یہ الزام کبھی رفع نہیں ہوسکتا حقیر ثبوت اس کے کہ خلافت شیخین باعث شہادت حسینؑ تھی۔ تاریخ بلاذری سے ایک مضمون نقل کرتا ہی وہ یہ کہ عبداللہ ابن عمر نے بعد واقعۂ کربلا یزید کو دوستانہ سرزنش کی کہ آپ سے یہ کارروائی نہایت نازیبا واقع ہوئی اُس نے جواباً لکھا کہ ہم آراستہ کمروں اور بچھے ہوئے بچھونوں پر استراحت فرما ہوئے ہیں اگر یہ شہادت کوئی جرم ہے تو آپ کے والد اس کے جواب دہ ہیں نہ وہ خاندان نبوت کو معزول کرتے نہ ہم تک ہوائے سلطنت پہنچتی جھوٹا کبھی سچ بھی بولتا ہے جیسا کہ ایک موقع پر شیطان کا سچا ہونا قرآن میں بیان ہوا ہے ایسا ہی یزید کا جوابی کارڈ بالکل مملو از راستی ہی۔ دیکھو اگر معمار پہلی اینٹ ٹیڑھی رکھے گا تو جتنی عمارت اوپر اُٹھائی جائے گی سب کج و ناراست ہوتی چلی جائے گی جو معمار یکے بعد دیگرے آئیگا اُسے پہلے بنیاد پر اینٹ جمانا رہے گا علی ہذا اگر جناب شیخین خاندان رسالت کو بے حقیقت سمجھ کر محروم از حکومت نکرتے تو کبھی کسیکو اُن کے سامنے سر اُٹھانے کا حوصلہ نہوتا تمام وبال شہادت برگردن خلفاء ہے میں ایک صاف بات دکھلاتا ہوں جس سے ہر شخص باسانی سمجھ جائے گا کہ وقوع شہادت و بربادیٔ خاندان نبوت کا سبب اصلی ان لوگوں کی خلافت ہوئی۔ غور فرمائیے کہ اگر کسی خاندان کی عزت حکام وقت کریں بعد اس کی وفاداری و نیک چلنی کر کے یادداشت موجودہ دفتر میں تصدیق کر جائیں تو آیندہ اُن کا جانشین انہیں عنایتوں سے پیش آئے گا جن سے کہ پہلا حاکم آتا تھا اور اگر بوقت تبادلہ حاکم یہ لکھا جائے کہ فلاں خاندان داعیۂ سلطنت رکھتا ہی اور اپنی ذات کو بہ جمیع الوجوہ حقدار مملکت جانتا ہے جہاں تک ہوسکے اس گروہ کو ایسا دبایا جائے کہ بالآخر جڑ بنیاد پر پہنچ جائے۔ چونکہ ہر بادشاہ مدعیان سلطنت کے قلع قمع کرنیکو عین التمدن

جانتا ہے اور بہترین انتظام اُسکو سمجھاتے لہذا جہاں تک ممکن ہوتا ہی اُن کے دبانے مٹانے میں
دقیقہ اُزدقایق فرو گذاشت نہیں کرتا۔ ناظرین رسالہ متوجہ ہوکر دیکھیں کہ رسول پاک دنیا سے رخصت
ہورہے ہیں امت کو بر بسے حدیث ثقلین اہلبیت کی سپرد کرکے امر متابعت فرما رہے ہیں حسب تسلیم طبرانی
فلا تقدموھما فتھلکوا ولا تعلموھم فانھم اعلم منکم اہلبیت پر کسی معاملہ میں سبقت نہ کرو ورنہ ہلاک ہوگے کوئی
تعلیم اُن کو نہ دو وہ ہر چیز کو تم سے بہتر جاننے والے ہیں۔ اگر اُسوقت کے مسلمان جنکو صحاب کبار کہا جاتا
ہے کچھ ایماندار ہوتے تو بہ امتثال حکم نبی اہلبیت کے مطیع ہوتے انکو سردار دارین بناتے اور خود پیشکار
بنکر خدمات اسلام بجالاتے تو کبھی اسلام میں کوئی فساد نہ ہوتا قبل ازیں حقیر ایک طولانی فہرست اُن مفاسد
کی لکھ چکا ہی جو کہ خلافت ثلاثہ سے مترتب ہوئے ہیں مختصر کوتاہ جو ظلم کہ خاندان نبوت پر اشقیای
امت کے ہاتھ سے واقع ہوئے علمائے سنیہ اُسکو ہمیشہ اس طرح دباتے رہے کہ جیسے بلی اپنے گُو کو
پوشیدہ کیا کرتی ہے مطلب اُن لوگوں کا صرف اس پردہ ڈالنے سے یہ ہوتا ہی کہ بانیان ظلم وجور و موسس
اساس بدعت وشقاوت یعنی خلفائے ثلثہ کی وہ زیادتیاں جو کہ خاندان نبوت پر اُن کے
ہاتھ اور اُن کی وجہ سے ہوئی ہیں پوشیدہ رہیں واقعہ کربلا چونکہ تمام منصوبوں اور سازشوں کا ظاہر
کرنیوالا تھا لہذا سب سے زیادہ اہتمام اُس کے مٹانے میں کیا گیا سب طرح کی کوششیں کرکے تھک کر
بیٹھ رہی مگر معاملہ سید الشہدا کو دمبدم ترقی ہوتی رہی ایک بات باقی رہ گئی تھی یعنی انکار شہادت وہ
مرزا حیرت دہلوی مینیجر کرزن گزٹ کے حصہ میں آئی صاحب ممدوح نے اپنے اخبار دربار میں لکھدیا کہ جتنی کتابیں
مشتمل بہ حالات شہادت ہیں وہ سب یکسر غلط و بے بنیاد ہیں امام حسینؑ کربلا میں شہید ہی نہیں ہوئے
بلکہ قسطنطنیہ میں وفات پاگئے وہیں اُن کا مدفن ہی الحق ایسا خوش دماغ و عالی خیال دور اندیش
عالم بعد مولوی حیدر علی صاحب فیض آبادی آج تک طائفہ سنیہ میں پیدا ہوا تھا حیدر علی صاحب
موصوف نے مسلم وبخاری شریف کی اُن احادیث سے جو کہ مثبت ظلم ثلاثہ بحق اہلبیت ہیں قطعی
انکار کرکے لکھدیا کہ ہر دو صحاح میں دو سو دس حدیثیں غلط ہیں۔ نتیجہ مرام یہ تھا کہ ثلاثہ پر جن جن
دفعات سے جرم عاید ہوکر اُن کی ماخوذی کا ثبوت ہم پہنچا ہے وہ یکسر غلط ہیں۔ شاہ صاحب نے
تحفہ میں لکھدیا کہ شیعہ نے موقعہ پاکر ہماری کتابوں میں اپنے مفید مطلب ایسے مضامین لکھدیے کہ
جن سے رزالت صحابہ ثابت ہوتی ہی۔ غرضکہ آفتاب پر خاک ڈالنی اور روز روشن کو سیاہ بتانے

سے اُن کا مطلب یہ ہی تھا کہ تیر مطاعن تلامذہ کا سینہ و جگر فگار کرنے کے لیے کسی کو موقع ہاتھ نہ آئے مگر تمام علمائے اہلسنت میں مرزا حیرت کا تیر ٹھہر رہا اُنھوں نے بقولے سے

دیوان میں ساری ہی جگہ چھوڑ دی ہمنے | مضمون یہ باندھا تری نازک کمری کا

انکار شہادت کر کے شیخین کو شیعہ کے خوفناک حملوں سے بچا لیا۔ فی الواقع خدا نے روح خلفاء پر بڑا ہی احسان کیا حقیقت میں ممدوح الصدر انتہا کے نرم طبیعت اور محسن اموات ہیں۔ یزید کے بُرا کہنے کو بھی آپ نے منع فرمایا ہی چنانچہ اُن کا قول اوپر نقل ہو چکا ہے کہ یزید کو قاتل سید الشہدا لکھنے سے کئی ہزار صحابہ کی بُرائی لازم آتی ہے۔ اگر قدمائے اہل سنت مثل مرزا قوی دماغ ہوتے تو ضرور انکار شہادت میں سبقت کرتے۔ مگر افسوس ہی کہ وہ انکار کرنے پر باین وجہ قادر نہیں ہوئے کہ اُن کی اوقات میں وہ لوگ موجود تھے جنھوں نے بچشم خود میدان بلا میں امام حسین علیہ السلام کو نرغہ اعدا میں گرفتار اور کنارۂ فرات پر تشنہ لب تیر کھاتے ہوئے زخموں سے چور ہو کر گھوڑے سے گرتے ہوئے شمر کا خنجر لیکر سینہ پر سوار ہوتے ہوئے سر اقدس کو نیزہ پر ملبند اور اہلبیت کو پابہ زنجیر سمت شام جاتے ہوئے دیکھا تھا علما نے اُن واقعات کو لکھا کہ جنکو چشم دید لوگوں نے بیان کیا تھا مرزا صاحب کو اتفاق سی تیرہ سو برس بعد انکار شہادت کا موقعہ ملا چونکہ اسوقت بوجہ بُعد مدت کوئی شہادت عینی نہیں مل سکتی لہذا مرزا کا تیر چل گیا گنا ہیں اُن کے ذاتی خیال میں غلط ہیں معائنہ کی شہادت اب بہم نہیں پہنچ سکتی لہذا اُن کی تحریر سنیوں کی نظر میں بوقعت جگہ پا گئی سوائے بعض کے اکثر بجائے خود شادی کناں ہیں کہ خلفاء کی گردن سے بڑی بھاری مضبوط رسی نکل گئی یہ ہی وجہ ہے کہ سنیوں میں اُن کا اخبار بڑی گرما گرمی سے نکل رہا ہے اصلیت یہ ہی کہ ملزم ہمیشہ کوشاں رہتا ہے کہ الزام سے وہ کسی طرح بچ جائے چونکہ شیخین بوجہ سلب حکومت از خاندان نبوت ملزم ہیں اور یہ ہی فعل باعث قتل سید الشہدا ہوا چنانچہ شعرائے قدیم کہہ گئے ہیں۔ شعر۔

کرد شخصے سوال از دانا | کہ بگو کشتہ شد حسینؑ کجا
گفت اندر سقیفہ اش کشتند | بہر دنیائے جیفہ اش کشتند

لہذا وہ دایما کوشش کرتے رہتے ہیں کہ امر شہادت غیر وقوعی قرار پا کر خلفاء کے لئے سبب برات ہو جائے اور جو فرد جرم اُن کو سنا دی گئی ہے وہ غیر ثابت تجویز ہو جائے۔ مقام مسرت ہی کہ مرزا صاحب

نے تیرہ سو برس میں کامیابی حاصل کی کاش اب سے ہزار برس پہلے یہ سلسلہ ناسخ مرزا جلوہ افروز عالم ہوتے تو شیعہ امام حسینؑ کو ۶۱ ء اے کشتہ سقیفہ و شورا و کربلا کہہ کر نہ پکارتے اور نہ شیخین سے بدرستی پیش آنے کا لوگوں کو موقع ملتا افسوس ہے کہ مرزا بیوقت پیدا ہوئے اب کتنی ہی کوشش کریں بیکار ہے۔ ناظرین غور فرمائیں کہ یزید کے حکم سے یہ شہادت واقعہ ہوئی ہے ایام محرم میں اگر کچھ کہا جاتا تو یزید و شمر و ابن سعد وغیرہا اس کے مستحق تھے۔ مگر موالیان خاندان نبوت کی عملی حالت کے معائنہ سے واضح ہوتا ہے کہ اشخاص مذکورین کو ایام محرم میں ضمناً یاد کیا جاتا ہے۔ بالخصوص وہی حضرات زبان زد ہوتے ہیں جو کہ باعث شہادت ہوئے ہیں چنانچہ آٹھویں محرم اسی کے لئے تجویز کی گئی ہے۔ ختم مجلس پر اول اُن ہی کا اسم گرامی لیا جاتا ہے جو کہ اول آول حضرت امیرؑ و سیدہ کی اذیت دہ ہوئے ہیں اور جن کی حکومت باعث وقوع شہادت ہوئی ہے اگر اُن پر الزام شہادت دار د نہوتا تو محرم میں اُن کا نام نہ لیا جاتا۔ مجکو مرزا کے انکار شہادت پر بڑا تعجب ہے یہ ہی بزرگ اپنے رسالۂ خلافت شیخین میں کئی جگہ اقرار شہادت کرتے ہیں اور پھر اسی کے منکر ہیں بہ نظر آگاہی ناظرین بقید صفحہ و سطر وہ عبارتیں لکھتا ہوں جو کہ مخبر شہادت ہیں

عبارت مندرجہ رسالۂ خلافت شیخین مؤلفہ مرزا حیرت مثبت شہادت

(۱) امام حسن علیہ السلام کی مظلومانہ شہادت اور اُس کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کی دردناک شہادت نے اسلامی گروہوں میں قیامت تک عداوت کا بیج بو دیا صفحہ ۷ سطر ۱۹

(۲) حضرت سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام صفحہ ۱۴ سطر ۷

(۳) آپ وطن سے دور نہایت بیکسی کی حالت میں شہید ہوگئے آپ کی شہادت وہ مردانہ شہادت ہوئی ہے جو قیامت تک یادگار زمانہ رہے گی اور جب تک ایک فرد بھی اسلام کا موجود ہے آپ کی شہادت کی دھاک دنیا میں ہمیشہ شجاعان عالم کو سبق پڑھاتی رہے گی صفحہ ۱۱۴

(۴) کاش امام حسین علیہ السلام اپنے بھائیوں کا مشورہ مان لیتے تو یہ حادثہ عظیم کبھی واقع ہوتا اور نہ اسلامی دنیا صدیوں تک آپ کی بیکسانہ شہادت کا ماتم کرتی صفحہ ۲۱۴ سطر ۶

افسوس ہے اہل سنت کے اس جدید محقق و مورخ کی عقل سلیم پر جسکو اپنے کلام میں نقائض و اضداد ہونے سے

سے تعلق رکھتا ہو جو لوگ کہ کرزن گزٹ میں منافی شہادت مضامین دیکھ کر مرزا کی تحریر پر فریفتہ و دلدادہ ہو رہے ہیں وہ اس موقع سے سرسری سے نہ گذریں۔ قانون پیشہ حضرات یا وہ جن کو کہ بوجہ مشاغل مقدمات کتب قوانین پر عبور ہی غور فرمائیں کہ بعد اقرار شہادت مندرجہ خلافت شیخین پھر کرزن گزٹ میں انکار حلف دروغی میں آگیا یا نہیں۔ اگر آگیا ہے تو سب مسلمان ایسے متناقض البیان شخص کو ہمیشہ دروغگو سمجھیں اور خدا سے ملتجی ہوں کہ اُن کو بروز قیامت وہ ہی سزا دی جائے جو کہ امور دین میں جھوٹ بولنے والوں کے لئے تجویز کی گئی ہے علاوہ بر آں مرزا صاحب ملزم بہ دھوکہ دہی ہو کر سزاوار مزید پانے کے بھی مستحق ہیں اس موقع پر میرزا حیرت دبی ہوئی زبان سے یہ عذر کر سکتے ہیں کہ بوقت تحریر خلافت شیخین ہم ورطہ مغالطہ میں اسی طرح غوطہ زن تھے جیسے کہ ہمارے علمائے قدیم مثل بخاری و مسلم و دیگر ارباب صحاح و کتب تواریخ و سیر و شاہ عبدالعزیز صاحب مصنف سر الشہادتین وغیرہ اقرار شہادت سے غلطی کے جال میں پھنسے ہوئے تھے اس عذر بارد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح آپ نے غیر محقق ہو کر اقرار شہادت کیا اور بعد طبع رسالہ خلافت شیخین اس کی بے اعتباری ثابت ہوئی لہذا ممکن ہی کہ دیگر معاملات مندرجہ کتاب ہذا کو بھی غلط ہوں جس کا ایک جزو غلط ہوا وہ کل غلط ہو گئے

الحمد للہ کہ میرزا کے بیان سے خود رسالہ خلافت شیخین نا معتبر ہو گیا۔ جس طرح کہ محققین حال نے تحقیقات بلیغ کر کے فلسفۂ قدیم کی غلطیاں دکھائی ہیں اسی طرح ممکن ہے کہ کسی وقت یہ فلسفہ بھی غیر صحیح قرار پا جائے علی ہذا ہو سکتا ہی کہ مرزا کی تحقیقات بھی جسکا اب تک انھوں نے کوئی اظہار نہیں کیا نا معتبر رہے جبکہ اب اگست ۹۰ء تک ہی کچھ شہادت پر ہی موقوف نہیں بلکہ مرزا صاحب نے ہر اس بات سے انکار کیا ہی جس سے بنیاد خلافت متزلزل ہو کر دھم سے گرنے والی ہی بطور نمونہ اور چند انکار مرزا کے پیش کرتا ہوں جو کہ خلافت شیخین میں کئے گئے ہیں

(۱) مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ شیخین نے دفن سرور عالم پر انتظام خلافت کو مقدم کیا چنانچہ ہمارے مخالف نے بھی ہدایات الرشید کے صفحہ (۱۵۱) پر اس مضمون کو لکھا ہی مرزا کہتے ہیں کہ سمجھ میں نہیں آتا۔ کیونکہ صحابہ نے جنازۂ نبی چھوڑ کر راہ سقیفہ نہ لیا کی بھی معلوم ہوتا ہی کہ قبل از دفن سقیفہ میں جانے کی روایات غلط ہیں۔

(۲) فدک کا قصہ ایسا جان لیوا ہے جسکا پایان نہیں چنانچہ شاہ عبد الحق محدث دہلوی جذب القلوب میں لکھتے ہیں (دو مشکلترین قضیہ قضیہ فاطمہ زہرا است) مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ فدک دراصل کوئی چیز ہی نہ تھا ایک بے وجود چیز کا نام فدک رکھ لیا گیا ہے

(۳) دوات و قلم کے معاملہ کو ٹھن ولا جواب بتلا کر فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ بھی غیر صحیح ہے۔ کیونکہ اس معاملہ کا راوی اک بچہ ہے (حضرت ابن عباس) حالانکہ بوقت وفات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ ابن عباس سولہ برس کے تھے حقیقت میں مرزا صاحب نے خلفاء کے ساتھ وہ وفاداری کی اور اُن کے عیبوں کو اس خوبی سے چھپایا کہ جس کے صلہ میں بروز قیامت وہ اُون کے دامن دولت میں استراحت فرما ہونگے مرزا صاحب نے جو انکار شہادت کیا ہے اسکی خبر اک مرثیہ گو مداح اہلبیت نے آج سے ڈیڑھ سو برس پہلے بطور پیشین گوئی دیدی ہے چونکہ بعض اہلسنت نے معاملہ خلافت وقضیہ فدک وقتل محسن وزہر خورانی امام حسن ودیگر ان معاملات کا جو کہ بر سبیل ظلم اہلبیت سے کئے گئے انکار کیا ہے اور اکثر نے قبول فرما کر اپنی کتابوں میں صاف لکھدیا ہے لہذا عموماً اہل سنت اُن کو چھپاتے ہیں علانیہ ممبر و نیز بیان نہیں کرتے مگر امور انکاری کو جن سے خلفاء کی برات ہوتی ہے خوب جھوم کر بیان کرتے ہیں لہذا مداح موصوف الصدر نے لکھدیا کہ ایام محرم میں جو دس روز بلکہ اس سے زیادہ تا اربعین عزاے امام حسین علیہ السلام کرتے ہیں اور امام باڑوں کو روشنی اور فرش سے زینت دیتے ہیں بہ غرض اعلان ایام غم تاسہ بجاتے ہیں پانی کی سبلیں گذرگاہ خوب پر رکھ کر پیاسوں کو پلاتے ہیں بھوکوں کے لئے کھانا تقسیم کرتے ہیں یہ اس صرف اسوجہ سے ہے کہ عام طور پر مسلمان آگاہ رہیں کہ خاندان رسول کے ساتھ سخت زیادتیاں کی گئی ہیں اگر مسلمان ایسا نہ کریں تو لوگ واقعہ کربلا کو دلوں سے بھلا دیں اور مثل قتل محسن وغیرہ اس حادثہ شدیدہ کو بھی ناشدنی وغیر وقوعی سمجھ لیں ان تمام باتوں پر غائر نظر کرکے ایک ذی عزت سید صاحب دہلوی نے جن کی اولاد میں اب سید احمد مرزا صاحب بفضلہ موجود ہیں - فرمایا ہے

باغ فدک کو چھین لیا اور مکر گئے
حضرت علیؑ کے حق کو لیا اور مکر گئے

محسنؑ تلک شہید کیا اور مکر گئے
حضرت حسنؑ کو زہر دیا اور مکر گئے

اسواسطے یہ دھوم ہے اس شور وشین کی
ایسا نہو کہ مکریں شہادت حسینؑ کی

جیسا کہ شاعر موصوف نے کہا تھا آخر کار مرزا نے انکار کر ہی دیا اسموقع پر اک اور بات قابل نظر ہے

مرزا کے انکار نے ظالم و مظلوم و مستغیث و ملزم کے لئے ایسی معیار بنادی کہ جس سے کھوٹے کھرے داد خواہ و مجرم کی پورے طور پر تمیز ہوسکتی ہی اور وہ یہ ہے کہ تمام عالم کے شیعہ چونکہ اس حق ناحق کے مدعی ہیں لہذا وہ مظلوم و مستغیث سے کبھی گوارا نکریں گے کہ ہمارا مقدمہ خارج ہوکر شہادت غیر ثابت قرار پا جائے کیونکہ آجتک کبھی کسی مدعی نے اپنے مقدمہ کے اخراج میں کوشش نہیں کی داد خواہ و مستغیث و مظلوم گروہ کی تو یہ حیثیت ہے اب ملزم لوگوں کی طرف نگاہ اٹھاکر دیکھو مرزا حیرت اور کرزن گزٹ کے ہزارہا خریدار و دیگر اشخاص پیروی کررہے ہیں کہ امر شہادت غیر واقع ثابت ہوجائے جو لوگ کہ چشم حقیقت بین رکھتے ہیں وہ سمجھ لیں کہ اہل سنت کی یہ تمام کوششیں انہیں ملزموں کی بریت کے لئے ہیں جو کہ اول اوّل بانی شہادت ہوئے ہیں ثبوت خلافت بلا فصل کے نمبر میں اور چند باتیں ایسی دکھلائی گئیں جن سے اقتدار مذہب اہل سنت ہوسر اہل انصاف پر پوری طور پر واضح ہوجائے گا امید ہے کہ مخاطب جلیل الشان ثبوت بلافصل کو معائنہ کرکے اپنی رائے سے ہٹ جائیں گے اور تعلقات دنیا اگر مانع قبول امر حق ہوئے تو عجب نہیں کہ حضرت امیرؑ کے بلافصل ماننے والوں میں داخل ہوکر ہم آواز محبان اہلبیت ہوجائیں

نمبر سوم جناب امام حسن رضی اللہ تعالی عنہ کا خلیفہ دوم ہونا

جبکہ نمبر بالا پر حضرت امیر علیہ السلام کا خلیفہ بلافصل ہونا بدلایل باہرہ ثابت ہوگیا۔ تو چونکہ بعد حضرت علی بلا فاصلہ امام حسن علیہ السلام امام ہیں لہذا درجہ دوم پر اُن کی خلافت بدرجہ فایق قابل یقین ہے۔ یہ معلوم نہیں مخاطب کو کیوں استعجاب ہوا۔ بعد حضرت امیرؑ امام حسن کی امامت ایسی لازمی و ضروری ہے کہ جسکا اکثر علمائے معتبرین اہل سنت نے بھی اقرار کیا ہے عموماً حضرات اہل سنت نے خلافت راشدہ کی مدت تیس سال مقرر فرمائی ہے ۲۹ سال چھ ماہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علیؑ کی خلافت کے بتلاتے ہیں اور چھ ماہ آخر امام حسنؑ کی حکومت کے چنانچہ حضرات سنیہ کے یہاں ایک حدیث وارد و صحاح ہوئی ہے کہ اسلام کی چکی تیس سال تک چلکر رک جائیگی اُس کے بعد ملوک عضوض یعنی کٹکھنے بادشاہ ہونگے حدیث یہ ہی ان الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ ثم ملک عضوض کما فی شرح العقاید ایضاً۔ اُن کٹکھنوں کے اول جناب معاویہ میں ایسی

بہت سے اُن کا شمار بعض کے نزدیک ملوک اسلام میں ہے اگر فی الواقع یہ حدیث صحیح ہو تو جناب معاویہ سے کٹھکھنے کو پوری نسبت ہے کیونکہ معاویہ کا مادّہ عوعو ہے اور یہ ایک آواز کا نام ہے جو کہ کاٹ کھانے والے شکاری جانوروں کے گلے سے مثل بھوں بھوں کانوں میں گونجا کرتی ہے شاہ صاحب تحفہ کے باب ہفتم میں امام حسن علیہ السلام کے ترک حکومت کی یہ وجہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام دانستہ بود کہ زمانہ خلافت منقضی شدہ ووقت پادشاہان گزندہ ودورہ ظلم وبیدادی رسیدہ) (بعد کسی قدر فاصلہ کے لکھتے ہیں) لہذا اہل سنت معاویہ را اول ملوک اسلام گفتہ اند فہو ہے کہ جس کو شاہ صاحب بادشاہ گزندہ وظالم بیداد گر بتلاتے ہیں اسی کی خلافت وامامت کے اکابر اہل سنت ایسے معتقد ہیں کہ امام جائز وخلیفہ صدق فرماتے ہیں ابن حجر مکی کا صواعق محرقہ میں یہ قول دیکھو والحق ثبوت الخلافۃ لمعویۃ من حینئذ وانہ بعد ترک امام حسن اور وہ اُسوقت سے خلیفہ حق اور امام الصدق تسلیم کے گئے ہیں سبحان اللہ سنیوں کا امام درواقعہ اور بقول شاہ صاحب کٹھکھنا تھا علاوہ بریں حضرت پیر دستگیر غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو حضرت معاویہ کی تعریف میں قلم فرسائی کی ہے قابل ملاحظہ ارباب خرد ہے غنیۃ الطالبین مؤلفہ شیخصاحب موصوف کا ترجمہ ملا عبدالحکیم صاحب نے جو کیا ہے وہ بجنسہ ہدیہ نظر کرتا ہوں

عبارت غنیۃ الطالبین مع ترجمہ فارسی ملا عبدالحکیم صاحب

(اما خلافۃ معویۃ بن ابی سفیان فثابتہ صحیحۃ بعد موت علی اما خلافت معاویہ پس ثابت ودرست است پس از موت علی ود بعد خلع الحسن بن علی نفسہ عن الخلافۃ) وپس از برآوردن حسن خود را از خلافۃ وتسلیمہا الی معویۃ) وسپردن خلافت را بہ معویہ لرائی الحسن ومصلحۃ عامۃ تحققت لہ) از جہت اندیشہ کہ دید حسن ومصلحت عام برائے خلق کہ پیدا شدہ بود مر حسن را دوہی حقن دماء المسلمین وتحقق قول النبی فی الحسن) وآن مصلحت نگاہداشت خونہائے مسلمانان از ضایع شدن وراست گردانیدن فرمودہ پیغمبر را در حق امام حسن (ابنی ہذا سید یصلح اللہ تعالیٰ بہ بین فئتین عظیمتین فرزند من این یعنی حسن بزرگ است صلح کرد حق تعالیٰ با او درمیان دو گروہ بزرگ (فوجبت امامتہ بعقد الحسن لہ) پس ثابت شد امامت معویہ بعقد کردن حسن با معویہ فسمی عام الجماعۃ) پس نامیدہ شد سال آن عقد

سال جماعت (لال تفلع الخلاف بین الجمع از جہت برطرف شدن مخالفت از میان ہمہ مردم زوناء اہل المعاویہ) وپیروی کردن معاویہ را دلانہ لم یکن ہناک منازع ثالث فی الخلافۃ زیرا کہ بود است انجانزاع کنندہ سیوم در خلافت (و خلافۃ مذکور فی قول النبی) و خلافت معاویہ مذکور ہست در قول رسول وہو ماروی عن النبی انہ قال لا ذری الاسلام خمسا وثلاثین او ستۃ وثلاثین او سبعا وثلاثین وآن خبر کہ مروی ہست از پیغمبر بدرستی فرمود پیغمبر خواہد گشت آسیا سے اسلام سے و پنج سال یا سی و شش سال یا سی و ہفت سال (و المراد بالرحی فی ہذا الحدیث القوۃ فی الدین ومراد از آسیا در ین حدیث قوت در دین ہست (و الخمس سنین الفاضلۃ عن الثلاثین و پنج سال زاید از سی سال (ہی من جملۃ خلافۃ معویہ الی تمام تسعۃ عشر وشہور (پس از پنج سال از جملہ خلافت معاویہ باشد تا تمامے نوزدہ سال وچند ماہ (لان الثلاثین کملت بعلی ما بینا زیرا کہ سی سال تمام شد بہ علی چنانچہ ما بیان کردیم۔

شیخصاحب کی تحریر سے چند باتیں ظاہر ہوئیں اول یہ کہ شاہ صاحب نے جس زمانہ کو ملوک عضوض یعنی گزندہ اور بیداد گر لوگوں کا زمانہ بتلایا ہے اور امام حسنؑ کے ترک خلافت کو اُسے بات پر محمول فرمایا ہے اسکو بڑے پیر صاحب خلافت صحیحہ کا وقت بتلاتے ہیں نہ معلوم ان دونوں میں سے راستگو کون ہے دوم یہ کہ جماعت حسینی وگروہ معاویہ شاہی کو شیخصاحب بہ لفظ عظیمتین یاد فرماتے ہیں حالانکہ یہ ممکن نہیں ہوسکتا کہ دو مخالف گروہ کسی فرقہ کے نزدیک بزرگ ومقدس کہے جائیں سوم یہ کہ سینوں کا فرقہ اسی سال موسوم بہ اہل جماعت ہوا اس سے پہلے اسلام میں کوئی گروہ بہ تسمیہ اہل جماعت معروف نہ تھا سینوں کو جو شیعہ سنی معاویہ شاہی کہتے ہیں یہ اس اعتبار صحیح ہے چہارم یہ کہ حسب اندراج احادیث صحاح خلافت راشدہ کے تیس سال تھے ہیں معاویہ پرست شیخ نے بہ حمایت امام خود توسیع مدت کے بجائے تیس ۳۰ پینتیس ۳۵ بلکہ سینتیس ۳۷ کردے پس امیر معاویہ بقول پیر صاحب خلیفہ راشد بلکہ ارشد ہوئے پنجم یہ کہ خلافت امیر معویہ کے لئے حدیث رسول موجود ہے اور شاہ صاحب تحفہ میں لکھتے ہیں کہ خلفاء ثلاثہ منصوص نہیں ہیں پس گھٹنا بوجہ نفی خلیفہ ہونے کے ثلاثہ سے بدرجہا بڑھ گیا ششم یہ کہ اہلسنت پیر صاحب کو سید حسینی بتلاتے ہیں اور حسب روایات اہلسنت مندرجہ فصل الحقیقت مولفہ جیفر جناب معاویہ نے حضرت حسنؑ کو زہر دلوایا ہے تعجب ہے اس نئے قسم کے سید سے

کہ اپنی دادا کے قاتل کا مرید ہے اگر دو چار ایسے اور بھی دنیا میں سید ہوتے تو خوب اقتدار سیادت ہوتا شاید کسی بہانہ طلب کو یہ کہنے کی گنجایش پیدا ہو کہ غنیۃ الطالبین پیر صاحب کی نہو گی ورنہ سید ہو کر ایسا نوز بھر امضمون نہ لکھتے۔ لہذا چند علمائے اہل سنت کے بیان سے اُس کی توثیق دکھلاتا ہوں۔ اول ملا حکیم مترجم جنکا بیان پہلے گذر گیا۔

دوم قاضی عصمۃ اللہ سہارنپوری۔ قاضی صاحب رسالہ حدائنا میں باایں الفاظ غنیۃ الطالبین کو شیخصاحب کا بیان ظاہر فرماتے ہیں (فنہا قول القطب الفرد الغوث الصمدانی الشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فی فصل آداب اکل و الشرب فی اجابۃ الاعوانہ من کتاب غنیۃ الطالبین۔

الحاصل حضرات اہلسنت جناب معاویہ سے ایسا دل آویز معاملہ رکھتے ہیں کہ بایان نہیں شاہ ولی اللہ پدر صاحب تحفہ ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں (باید دانست کہ معویہ بن ابی سفیان یکے از صحابہ آنحضرت بود و صاحب فضیلت جلیلہ در زمرۂ صحاب زنہار در حق او سوء ظنی نہ کنی و در ورطہ سب او نہ افتی و مرتکب حرام نشوی) یہ عجیب قصہ ہی شاہ عبدالعزیز صاحب حضرت معاویہ کو ملک عضوض و ظالم بتلاتے ہیں اور اُن کے والد ماجد صاحب فضیلت و جلالت لکھتے ہیں نہ معلوم باپ بیٹے میں سچا کون ہی مخاطب چونکہ اس خاندان کے دلدادہ و خادمان خاص سی ہیں۔ لہذا بتلادیں کہ دونوں میں صادق القول کون صاحب ہیں چونکہ مخاطب نے انکار از خلافت امام حسن کیا تھا لہذا اسقدر طول کلامی کرنی پڑی علاوہ بریں رسالہ عطر ایمان مولفہ خود میں حقیر نے وہ احادیث نقل کردی ہیں جو کہ صحاح اہلسنت میں بشیر بہ خلافت دوازدہ امام وارد ہوئے ہیں مخاطب دیکھ لیویں کہ علمائے اہل سنت نے پانچویں نمبر پر امام حسن علیہ السلام کو تجویز کیا ہی جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی جن کے تصدق و امداد روحانی سے مخاطب پر درود الہام ہو کر یہ کتاب لکھی گئی ہی بجواب خان والاشان کلو خان رئیس موضع ہریال ضلع سہارنپور لکھتے ہیں کہ جن بارہ اماموں کی خبر آنحضرت نے دی ہی اُن کے نام یہ ہیں۔ ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ علی۔ حسن۔ معاویہ۔ یزید۔ مروان عبدالملک۔ ولید۔ عمر ابن عبدالعزیز۔ چنانچہ مطرقہ کی تالیف سے آٹھ سال قبل حقیر پاکیزہ خیال میں بحوالہ حضرت گنگوہی اس واقعہ کو لکھ چکا ہے۔ رسالہ مذکور کا جواب مولوی احمد حسن المتخلص نہوا نے مسمی بہ الحقیقت لکھا ہے انھوں نے تعداد خلفاء مذکور کو منظور کرکے کوئی قدح ہنیں کی کاش

مخاطب اپنی کتب سی کچھ بھی خبردار ہوتے تو اتنے جھٹکے نہ کھاتے۔ شاہ صاحب کا تحفہ مخاطب کے وظیفہ میں داخل ہی اُنھوں نے بھی امام حسن کی خلافت کو تسلیم کیا ہی چنانچہ باب ہفتم میں سنیوں کے عقیدہ ششم کو لکھتے ہیں (اول امام ابو بکر ز اں بعد عمر و عثمان و حضرت امیر و بعد از حضرت امام حسن امام بود و بعد از حضرت امام حسن دیگر ائمہ اطہار استحقاق امامت داشتند مخاطب اپنے پیشوائے ملت کے بیان سے فائدہ اُٹھا کر امامت امام حسنؑ کے معتقد ہو جائیں ورنہ اتباع شاہصاحب سے استعفا داخل کریں سوائے ازاں رسالہ ہذا میں نمبر اول کا جس جگہ حقیر نے ثبوت دیا ہے وہاں بعد آیات جو احادیث نقل کی ہیں اُس کو مخاطب پھر دیکھیں انشاء اللہ بارہ اماموں کی اطاعت اور امام آخری کی پوری حالت معلوم ہو جائے گی بخوف طوالت و تکرار کلام عبارت نہیں لکھا صرف اُردو میں اُس حدیث کا مطلب بیان کر کے مخاطب صحیح المزاج کو تا بہ دروازہ پہنچائے دیتا ہوں ابراہیم محمد الحموینی کتاب فرائد السمطین میں لکھتے ہیں کہ ایک شخص نام یہودی جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پیرا ہوا کہ اپنے اوصیاء کے نام بتلائے کہ کیا کیا ہیں آپ نے بارہ اماموں کے نام لیکر فرمایا کہ ہم عدد نقباء بنی اسرائیل یہ بارہ شخص بعد ہمارے پیشوائے امت ہیں۔ ان کا مکان جنت میں میرے ساتھ ہے امام دوازدہم جو اعدا سے غائب ہو جائیں گے انکا ظہور اسوقت ہوگا جبکہ اسلام فقط اسمی رہ جائے گا وہ ظاہر ہو کر تجدید دین کریں گے خوشحال اُن لوگوں کا جو میرے ذریت ابرار سے راہ محبت اختیار کریں سوائے ازیں سید علی ہمدانی لکھتے ہیں قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احب ان یرکب سفینۃ النجاۃ و یتمسک بالعروۃ الوثقیٰ و یعتصم بحبل اللہ المتین فلیوال علیاً و لیعاد عدوہ ثم بالائمۃ من ولدہ فانہم خلفائی و اوصیائی و حجج اللہ علی خلقہ حزبہم حزب اللہ و حزب اعداہم حزب الشیطان حاصل کلام یہ ہوا کہ سردار دوجہاں نے فرمایا کہ اگر میری امت کے لوگ کشتی نجات پر سوار ہو کر کنارہ عافیت سے ہمکنار ہونا اور بحکم قرآن واعتصموا بحبل اللہ رسن مضبوط پکڑنا چاہیں تو علی سے محبت کریں اور انکے دشمنوں سے عداوت اور یہی عمل دیگر آئمہ سے کریں جو کہ اولاد علی سے ہیں اس لئے کہ وہی میرے خلیفہ اور اوصیا ہیں اُن کا لشکر خدا کا لشکر ہے اور اُن کے دشمنوں کی جماعت شیطانی گروہ ہی جمال الدین محدث روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں کہ جب آیۂ مبارکہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم نازل ہوئی تو صحابہ نے دریافت کیا کہ یا حضرت

کہ یا حضرت خدا اور رسول کو تو ہم جانتے ہیں مگر یہ اولی الامر کون ہیں جن کی اطاعت کا حکم حضور کی اطاعت کے متصل ہی حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اولی الامر اولاد علی ہیں جن کی تعداد بارہ نمبروں پر ختم ہوگی حدیث مندرجہ کتب مذکورہ یہ ہے (قال لما نزلت اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم فقلت یا رسول اللہ خلفائی من بعدی اولہم علی ابن ابی طالب ثم الحسن ثم الحسین ثم علی ابن الحسین الی آخرہ میں امید کرتا ہوں کہ ثبوت مصرعہ بالا سے مخاطب پر ضرور واضح ہو جائے گا کہ جناب امام حسن علیہ السلام آئمہ اثنا عشر سے خلیفہ دوم ہیں اور جبکہ حضرت امیر خلیفہ بلا فصل ثابت ہو چکے اور آپ بعد اپنے پدر بزرگوار کے جلوہ افروز مسند امامت ہوئے تھے تو پھر نمبر دوم پر حضور کی خلافت سے استعجاب کرکے شیعہ کے مقابلہ میں بطور سوال مستفسر ہونا مخاطب کی صحیح المزاجی پر بدنما دھبہ لگتا ہے

نمبر چہارم امام حسن علیہ السلام کا خلیفہ سوم ہونا

سلسلہ امامت میں حضرت امیر امام اول و جناب امام حسن علیہ السلام دوم امام حسین علیہ السلام درجہ سوم پر ہیں نہ معلوم ایسی فضول و لاطایل و بمعنی باتیں بیان کرنے سے کیا نتیجہ جناب مخاطب صاحب نکالتے ہیں اور اصول شیعہ پر اس سے اُن کی دانست میں کیا صدمہ پہنچا ہے۔

نمبر پنجم ہر ایک آئمہ مابعد کا امام ہونا

اس کا جواب نمبر سوم میں بتفصیل و تشریح درج ہے اہل سنت یہ توجہ ملاحظہ فرمائیں کہ امین کے عالم کامل کو امامت آئمہ سے بھی انکار ہے بعض اہل سنت جو کہا کرتے ہیں کہ ہم بارہ اماموں کی امامت کے معتقد ہیں وہ جناب مخاطب کے انکار پر بہ نظر غور نگاہ فرمائیں کیا سنیت اسی کے معنی ہیں کہ اعتقاد امامت سے قطعی دست کشی کی جائے۔ آئندہ کسی سنی کو یہ دعوے نہ کرنا چاہئے کہ وہ خاندان نبوت میں امامت کے ہونے پر اعتقاد رکھتے ہیں بلکہ اُن کے وہی بارہ امام ہیں جن کی فہرست اوپر دی گئی (حسن بن یزید و مروان وغیرہ داخل ہیں یہ نظر اطمینان جناب مخاطب عرض کیا جاتا ہے کہ مولوی عبد اللہ بسمل امرتسری نے حضرت امیر کی سوانح عمری مطبوعہ لاہور کے صفحہ (۳۱۰) سے تا نہایت صفحہ (۳۲۸) یعنی (۱۸) صفحہ پر کتب اہل سنت کی وہ روایات و احادیث تحریر فرمائی ہیں جن سے آئمہ دوازدہ گانہ کی

امامت یکے بعد دیگرے ثابت ہوتی ہی جن صاحب کو ضرورت ہو حسب نشان بالا ملاحظہ فرمالیوے سوائے ثبوت متذکرہ ابجگہ دیگر کتب اہل سنت سے ایسے مطالب نقل کئے دیتا ہوں جن سے معلوم ہوجائے گا کہ آئمہ دوازدہ کا نہ اپنا اپنا وصی قایم کرتے چلے آئے ہیں چند روایات تبایئد کلام خود دکھلاتا ہوں۔

تاریخ الخلفاء کے صفحہ (۱۲۷) پر لکھا ہی۔ اول (الحسن بن علی بن ابیطالب ابو محمد سبط رسول اللہ ریحانتہ وآخر الخلفاء بنصہ یعنی امام حسن علیہ السلام آخر خلفاسے ہیں حضرات اہلسنت کا عقیدہ ہی کہ پانچویں خلیفہ بہ اعتبار خلافت ترتیبی حضرت امام حسن علیہ السلام ہیں بعد ازاں معاویہ و یزید شمار کئے گئے ہیں دوم دروی ابو علی الارجائی عن عبدالرحمان بن الحجاج قال دخلت علی ابی عبداللہ جعفر بن محمد فی منزلہ الی قولہ وہو یدعو و علی یمینہ ولدہ موسیٰ الکاظم یومن علی دعائہ فقلت اجعلت فداک قد عرفت انقطاعی الیک وخدمتی لک فمن ولی الامر بعدک فقال یا عبدالرحمان ان موسیٰ لبس الدرع وسوت علیہ فقلت لا احتیاج بعد ہذا الی شیئی۔ فصول المہمہ صفحہ (۲۴۸)۔ سوم قال الصادق علیہ السلام اشہدوا ان ابنی ہذا واشار الی علی بن موسےٰ الرضا ہو وصی والقایم بامری وخلیفتی من بعدی الحدیث فصول مہمہ صفحہ (۲۵۷)

چہارم قال امام رضا علیہ السلام ما حاجتکم الی ذالک ہذا جعفر قد اجلستہ مجلسی وصیرتہ مکانی وقال انا اہل بیت یتوارث اصاغرنا عن اکابرنا القذہ بالقذہ۔

پنجم (امام علی نقی کان الامام بعد ابی جعفر ابنہ ابا الحسن علی بن محمد لاجتماع الامامتہ فیہ الی قولہ ولثبوت النص علیہ من ابیہ فصول المہمہ (۲۹۳) (ششم) امام حسن عسکری ہو الامام الحادی عشر الی قولہ ثم لنص ابیہ علیہ واشارتہ بالخلافتہ اللہ فصول المہمہ صفحہ (۳۰۱)

ہفتم رتم وصی الحسن المجتبیٰ الیہ الحسین الشہید باہلہ وولدہ وترکتہ وجمیع ما کان وصی بہ الیہ الحسن امیر المومنین علی ابن طالب (ہشتم) صواعق محرقہ میں ہی) واز جملہ پسران او علی بن الحسین ابو جعفر محمد باقر وارث علم وعبادت وزہد بید خود دواز امامان اثنا عشر بود)

مطالب بالا کو دیکھ کر غالبًا ہر اہل انصاف سنی کہہ اٹھے گا کہ دعوے الہام بالکل غلط کیا گیا ہی مخاطب کو خبر ہی نہیں کہ اکثر علمائے اہل سنت قایل ہو چکے ہیں کہ حضرات آئمہ یکے بعد دیگرے اسرار امامت سپرد کرتے

رہے ہیں سوائے دو باتوں کے تیسری ممکن نہیں اول یا وصف افراد علمائے ملہم نے مخاطب کو غلط
باور کرا کے یہ امر قائم کرنے کی جرات دلائی دوم یہ کہ علمائے موصوف الصدر نے خلاف واقعہ تحریر فرمایا
کہ ایک امام اپنے بعد والے کے واسطے نص کرتا رہا لیکن جہاں تک غور کیا جاتا ہے مخاطب کے ملہم پر جھوٹی خبر دینے
کا الزام قائم ہوتا ہے کیونکہ سوائے علمائے بالا دیگر حضرات نے بھی تسلیم کیا ہے شاہ ولی اللہ مقالہ وضیہ
میں لکھتے ہیں (آئمۂ اثنیٰ عشر اقطاب نسبتی بودند از نسبتہا و رواج تصوف مقارن الفرض ایشاں بید تشید
و نص و اشارت ہر یکے بر متاخر یہ اعتبار ہماں قطبیت است) مولوی وحید الزمان صاحب الملقب
بہ نواب وقار نواز جنگ ہدیۃ المہدی کے صفحہ (۱۰۲) پر لکھتے ہیں (بعد ذکر اسمار مطہرہ آئمہ اثنا عشر
ہولاء الائمۃ الاثنی عشر ہم الامراء فی الحقیقت انتہت الیہم خلافۃ سید المرسلین و ریاست الدین
یعنی فی الواقع یہ ہی بارہ امام امیر المومنین ہیں خلافت سید المرسلین اور ریاست دین کی انتہا انہیں
پر ہوئی علاوہ بریں مولوی صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی مقالہ فضیہ کے صفحہ (۴۳) پر لکھتے ہیں
(این آئمہ اہل عبادت و زہد و مراقبت بودند و احسان را کہ قسیم اسلام و ایمان است و حدیث جبرئیل تراز
اشتمل بکثیر در زیدند و چون تدریس علوم ظاہریہ مستدعی اجتماع احزاب متحزبہ و جموع متکثرہ است
و ملوک و سلاطین بنی امیہ و خلفائے عباسیہ با این حضرات بابرکات بخوف زوال ملک خود بد بودند
اشتغال ایشاں باین مصالح اتفاق نیفتاد تا گمان باطن آنہا بالیقین ظاہر بلا حظہ این اسباب
متبدل نہ گردد و منجر بہ فساد دیگر نہ شود معہذا آنچہ از دست بنی اُمیّہ و بنی عباس بالیشان و فرزندان
ایشاں رسید بر احدے از سیر شناسان و تاریخ دانان مخفی نیست) کیوں جناب مخاطب اب تو آپ
پر ظاہر ہو گیا کہ رئیس امت و خلیفہ رسول یہ ہی بارہ بزرگوار تھے ہر رئیس اپنے سے بعد کے لئے نص و
وصیت کرتا رہا اہل سنت کا جو یہ خیال فاسد ہے کہ ائمہ اثنا عشر صرف امام معرفت یعنی صوفیہ تھے اس کی
صدیق حسن خان نے خوب توضیح کر دی کہ بنی امیہ و عباسیہ نے زوال سلطنت کے خوف
سے لوگوں کو ان کے پاس آنے جانے اور اخذ مسایل کرنے سے روکدیا تھا جبکہ بخوف سلاطین
جور کوئی ان سے یہ نسبت استفادہ خیال تک ہی نہ رکھتا تھا تو امور دین کیونکر تعلیم کر سکتے تھے۔ بحمد اللہ
اس امر میں مخاطب کو پوری شکست ہو گئی۔

نمبر ششم امامت کا اولاد امام حسین رضی اللہ عنہ میں منحصر ہونا

سید علی ہمدانی مودۃ القربیٰ میں لکھتے ہیں (عن سلمان دخلت علی النبی فاذا الحسین علی فخذہ وھو یقبل عینیہ ویقبل فاہ ویقول انت سید ابن سید وانت حجۃ ابن الحجۃ ابو حجج تسعۃ تاسعھم قائمھم) سلمان فارسی روایت کرتے ہیں کہ ایک روز میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ جناب رسولخدا صلعم امام حسین علیہ السلام کو پیار فرما کر چشم و رخسار پر بوسہ دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تو سردار ابن سردار اور حجت ابن حجت خدا ہے اور نو حجت جناب احدیت کا باپ ہے جنکا نواں مہدی آخر الزماں ہے سوائے مخاطب کے اور تمام اہل اسلام اسپر متفق ہیں کہ نو امام نسل جناب سید الشہدا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہیں اول جناب امام زین العابدین علیہ السلام دوم امام محمد باقر علیہ السلام سوم امام جعفر صادق علیہ السلام۔ چہارم امام موسیٰ کاظم علیہ السلام پنجم امام رضا علیہ السلام ششم امام محمد تقی علیہ السلام۔ ہفتم امام محمد نقی علیہ السلام ہشتم امام حسن عسکری علیہ السلام نہم امام جناب محمد مہدی آخر الزمان علیہ السلام۔

یہ جملہ حضرات اولاد امام حسین علیہ السلام ہیں ان سب میں حسنی و حسینی دونوں صفات موجود ہیں۔ کیونکہ جناب سید الساجدین علیہ السلام کی شادی حضرت امام حسن علیہ السلام کی بیٹی سے ہوئی اُن سے امام محمد باقر پیدا ہوئے امام موصوف امام حسن کے نواسہ ہیں باقی سات آپ کی انکی اولاد سے ہوئے وہ حسنی و حسینی دونو شرف سے ممتاز ہیں نہ معلوم جناب مخاطب نے اس نمبر کے قایم فرمانے سے بجائے خود کیا فایدہ منصور کیا ہے۔

نمبر ہفتم امام غائب کا صدہا سال تک غائب رہنا

ابن حجر مکی کا بیان صواعق محرقہ کے ترجمہ میں صفحہ (۳۶۰) سطر ۲۵ پر درباب امام حسن عسکری علیہ السلام یہ اس عبارت نقل ہوا ہے (ہیچ فرزند نداشت غیر ابو القاسم محمد حجت کہ در وقت وفات پدرش خیالہ بود لیکن در آں سن خدا تعالیٰ حکمت بوے ارزانی داشت واو را قایم و منتظر نیز می گویند او در ال شہر غائب شد و کس ندانست کہ کجا رفت۔ کیوں جناب مخاطب اب بھی آپ کو اطمینان ہوا کہ امام درازی عمر صدہا سال سے غائب ہیں اگر ابن حجر کو آپ لغو گو نہ سمجھیں تو وجود امام پر ایمان لائیں اور

اُن کی غیبت پر مستبعد ہوں استقصاد الافحام جواب منتہی الکلام میں علمائے اہل سنت کے بیان سے ثابت
کر دیا گیا ہی کہ امام موصوف پیدا ہو کر بعمر پنج سالگی مصلحت باری سے پوشیدہ از چشم خلایق ہو گئے اس کتاب
کا آج تک علمائے اہل سنت کوئی جواب نہ دے سکے اور تا قیام قیامت جواب پر قادر ہیں اہل سنت
کے اکثر علمار کا یہ عقیدہ ہی کہ امام مہدی علیہ السلام پیدا ہوں گے اور شیعہ عموماً مع خواص علمائے اہل سنت
اثبات کے معتقد ہیں کہ پیدا ہو کر غائب ہو گئے ہیں بفرض محال امام آخر کا نہ پیدا ہونا تسلیم کر کے عقلائے
اہل سنت کی خدمت میں عرض کرتا ہوں درحالیکہ وہ پیدا نہیں ہوئے تو اُن کا نام زبان خلایق پر کیونکر
جاری ہو گیا - کیا قبل از ولادت کسی مولود کا نام دنیا میں شائع ہوا ہے اگر اس کی نظیر کسی جگہ مل سکتی
ہو تو مخاطب یا اُن کے خیر طلب ضرور پیش فرمائیں - غالباً حضرات سنیہ فرمائیں گے کہ اُن کے نام اُن کی
امامت و شان و شوکت سے آنحضرت خبر دے گئے تھے اُسوقت میں عرض کرنے کے لئے تیار ہو جاؤں گا
کہ جس کے نام کا قبل از ولادت آنحضرت نے اظہار کر کے امت کو مطلع فرما دیا اُس کے منصوص ہونے
پر کیوں استعجاب ہوتا ہی اور جبکہ مولود غیر موجود منصوص ہی تو اُس کے اب وجد کا منصوص من اللہ
والرسول ہونا لازم آگیا مخاطب کو یاد رکھنا چاہئے کہ اہلبیت نبوی حافظ شریعت ہیں اُن کے
وجود سے کبھی زمین خدا خالی نہیں رہ سکتی ترجمہ صواعق محرقہ کے صفحہ ۲۶۹ سطر ۱۴ پر لکھا ہی فی کل
خلف من اُمتی عدول من اہلبیتی ینفقون عن ہذا الدین تحریف الضالین و انتحال المبطلین و تاویل
الجاہلین الا و ان ائمتکم وفدکم الی اللہ عزوجل فانظروا من توفدون در ہر عقبی از امت من عدول
از اہل بیت من خواہند بود کہ دور کنندہ از ایں دین تحریف و تبدیل گمراہان و نسبتہ بخود دادن
مبطلان و مفسدان و تاویل جاہلان را و بدانید کہ امامان شما اند بہ کشیدن شما بہ سوئے خدائے
عزوجل پس باید کہ در حال وفد خود نظر کنید و تعظیم و تکریم ایشان بجا آورید و بہ ایشاں تمسک جوئید
اس حدیث سے جو کہ معتبر کتاب اہل سنت سے نقل ہوئی ہے ثابت ہو گیا کہ ہر وقت میں ایک عادل
کا جو کہ از جملہ اہلبیت رسول ہو وجود لازمی قرار دیا گیا ہے نیز اُن کے احکام سے تمسک اور اُن کی
تعظیم و تکریم کا بفرض تجویز ہوئی ہے پیشوایان اہل سنت نے جو اہلبیت نبی کا احترام کیا اور اُن کی
علمیت وجلالت کے قواعد و شرایط کی پابندی کی وہ محتاج بیان نہیں یہاں تک کہ ایک مسئلہ
اصول اُنکے احکام سے ماخوذ نہیں ہوا شروع رسالہ میں جو مخاطب کے فقرہ د تمسک بہ اہلبیت اطہار

پر بحث کی گئی ہے اُسکو دیکھو جناب مخاطب توجہ فرمائیں کہ رسالتمآب نے جو ہر اُمت کے عقب میں اپنی اہلبیت سے ہادی کا ہونا لازمی تجویز فرمایا ہی اُسوقت یہ صفت کس پر صادق آسکتی ہی اور قبل از زمانہ خلافت و تابعین و تبع تابعین و دیگر طبقات متاخرین میں اہلبیت سے کون کون بزرگ صفت ہدایت سے موصوف کئے گئے ہیں نہایت تشکریہ کا موقع ہی کہ غیبت امام بایں عنوان ثابت کی گئی کہ اہل سنت کو سوائے اس کہنے کے کوئی چارہ نہوگا کہ رافضیوں نے ہماری کتب میں اپنی مفید مطلب باتیں لکھدی ہیں

نمبر ہشتم امام آخر الزمان کا طویل العمر ہونا

مخاطب ایک بات کو کئی کئی طرح سے بیان فرماکر فضول طوالت کرتے ہیں ثبوت غیبت میں سب کچھ طے ہوگیا۔ مگر چونکہ مخاطب نازک طبیعت کی خاطرداری ازبس ضروری ہی لہذا عرض کرتا ہوں ترجمہ صواعق محرقہ کے صفحہ (۳۰۹) پر یہ عبارت ہی بہ صحت رسیدہ نزد حاکم کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم گفت اے بنی ہاشم درخواستیم از خدائے تعالیٰ از برائے شما سہ چیز یکے آنکہ قایم شمارا ثابت وارد دوم گمراہ شمارا ہدایت دہد سوم شمارا عالم گرداند جبکہ قایم آل محمد کے لئے ثابت صبر قرار رہنے کی آنحضرت دعا کرگئے اور مجیب الدعوات نے اسکو منظور فرما لیا تو اب جناب مخاطب انتظام قدرت میں کیوں دخل دیتے ہیں۔ مجکو سخت تعجب ہی کہ جناب مخاطب امام آخر الزمان کے طول حیات سے کیوں استعجاب فرماتے ہیں مگر کیا کریں ذاتی تو مایہ نہیں رکھتے بقولے ؎

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند　　　آنچہ استاد ازل گفت ہماں می گویم

کے مصداق ہیں جو کچھ اُن کے شاہ عبدالعزیز لکھ گئے ہیں انہیں مضامین کہنہ و مندرس کو اُردو کے سوت سے رفو کرکے بہ نظر عوام الناس و کوتاہ بین صاحب الہام ہونے کا خطاب حاصل کیا تحفہ موجود ہی دیکھ لیجیے اسمیں طول عمر کا اعتراض کیا گیا ہے جناب مرزا محمد صاحب دہلوی اعلی اللہ مقامہ نے نزہہ اثنی عشریہ میں بجواب شاہ صاحب علم نجوم سے ثابت کرکے مثل آفتاب دکھلا دیا ہی کہ جو دلادت اُسوقت واقع ہوئی ہیں کہ صاحب الامر علیہ السلام پیدا ہوئے ہیں وہ مولود ہمیشہ زندہ رہ سکتا ہی حضرت ممدوح نے اس کے متعلق بروئے زائچہ ثبوت دیدیا ہی۔ مولوی

حیدر علی صاحب فیض آبادی نے بجائے جواب تحریر طور پر اُن کو پنڈت کاشمیری کا خطاب عنایت فرمایا ہے پس واضح ہو گیا کہ یہ مضمون مخاطب کی بکر فکر سے نہیں نکلا بلکہ تحفہ و منتہی الکلام اُٹھا کر درج مطرقہ کیا ہے آگاہ ہونا چاہیے کہ عدیم النظیر اور بے مثال چیز و پر تعجب ہوا کرتا ہے اور جس بات کے نظایر موجود ہوتے ہیں وہ لایق استعجاب نہیں ہوتی تمام اہل اسلام چہ سنی و چہ شیعہ بلا اختلاف جناب ادریس و حضرت خضر و جناب عیسی علیہم السلام کے زندہ و موجود ہونے کو فرد اعتقاد میں داخل کیے ہوئے حتی کہ کفار لئام و شیاطین نافرجام دجال و عزازیل وکانے کا فرکی زندگانی کے قایل ہیں مگر سنیوں کو خاندان رسالت سے اس درجہ عداوت و خصومت ہے کہ اس مقدس گھرانے کے ایک متنفس کا بھی زندہ رہنا گوارا نہیں کرتے جب امام آخر کے موجود ہونے کا ذکر آتا ہے مثل مار دم بریدہ صدہا پیچ کھاجاتے ہیں۔ حالانکہ اُنہیں کے فرقے سے چند علما ولادت و غیبت امام دوازدہم کے قایل ہوئے ہیں اور بالفاظ صاف و روشن لکھدیا ہے کہ پندرھویں ماہ شعبان کو ۲۵۵ھ میں اُن کی ولادت باسعادت ہوئی ہے تمام علمائے اہل سنت کے اقوال کا نقل کرنا داخل طوالت سمجھ کر مخاطب سے عرض کیا جاتا ہے کہ پہلے کتابیں دیکھئے پھر گام فرسائے میدان مناظرہ ہوجیے بلا معائنہ کتب جسارت و مبادرت باعث ندامت ہے شیخ سلیمان ابن شیخ ابراہیم المعروف بہ خواجہ کلاں ابن شیخ محمد المعروف بہ باباخواجہ بلخی قندوزی نے ایک کتاب مسمی بہ ینابیع المودہ لکھی ہے ۱۲۹۱ھ ہجری میں باذن ارکین سلطنت روم استنبول میں طبع ہوئے ہیں مخاطب اور دیگر اہل سنت جلد دوم صفحہ ۴۴۱ سے تا صفحہ ۴۷۹ ملاحظہ فرمائیں انشاء اللہ تمام شکوک برطرف ہو کر ولادت و غیبت و موجودگی امام کے اسی طرح قائل ہو جائیں گے جیسے ہم شیعہ لوگ معتقد ہیں صاحب ینابیع المودۃ نے جس ترتیب سے ذکر امام کیا ہے اُن ابواب کی سرخی بقید صفحہ دیجاتی ہے تاکہ دیکھنے والے کو آسانی ہو

الباب السادس والسبعون

فی بیان آئمہ اثنے اعشر باسمائہم صفحہ (۴۴۰) سطر آخر

الباب السابع والسبعون صفحہ (۴۴۴) سطر ۱۵

فی تحقیق حدیث بعدی اثنے اعشر خلیفہ

مخاطب ہر اک بات کو ملاحظہ فرمائیں انشاء اللہ پورا پتہ چل جائے گا اور جو تعجب کہ بہ اتباع شاہ صاحب لاحق حال ہوا ہے وہ دفع ہو جائے گا۔ اگر مہدی ہادی کے وجود کا انکار کیا جائے گا تو خدا پر بڑا الزام وارد ہوتا ہے کیونکہ بہ اتفاق اہل اسلام شیطان تا وقوع قیامت بنی آدم پر مسلط ہے اور اس کا بڑا کام خلایق کو بہکانا اور صراط مستقیم سے ہٹانا ہے۔ کمال افسوس ہے کہ خدا گمراہ کنندہ کو تا قیامت تسلط دے اور اس کے مقابلہ پر کوئی ہادی قایم نفرمائے ہر فرعون نے را موسیٰ مشہور عالم ہے استفادہ عالم

اسی طرح پر ہے کہ ایک کی ہمدردوسرا ضرر مہو دیکھو زہر کے ساتھ اُس کا علاج بھی موجود ہے افیون کی گولی جس بازار سے ملی گی وہیں کھٹائی کی پھانک ہاتھ آجائے گی البتہ یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ ہم کیوں کر سمجھیں کہ امام نے ہدایت کی اور لغزش سے بچا لیا اس کا سیدھا جواب ہے کہ جس طرح آپ شیطان کو بہکاتے ہوئے نہیں دیکھتے اسی طرح امام کی ہدایت پر مطلع نہیں ہوتے۔ ہاں جو لوگ کہ قابل وجود شیطان ہیں وہ بوقت صدور خطا سمجھ جاتے ہیں کہ یہ فعل اُس حرام زادہ کی وجہ سے واقع ہوا علی ہذا معتقدان امام جب کسی فعل مکروہ سے بچتے ہیں اور گمراہی سے محفوظ ہوکر جادۂ راستی پر پہنچ جاتے ہیں تو سمجھ لیتے ہیں کہ ہادیٔ حق نے اس وقت ہماری امداد کی۔ سب باتوں سے قطع نظر کرکے میں ایک اور بات عرض کرتا ہوں وہ یہ کہ منکر حیات امام کبھی مسلمان نہیں ہوسکتا ملاحظہ ہو جمیع اہل اسلام بصد تحتم ووثوق اسبات کے معتقد ہیں کہ سرورعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن تمام کمالات ومعجزات کے مجموعہ ہیں جو کہ دیگر انبیاء کو حاصل تھے چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے سرالشہادتین میں لکھا ہے کہ شہادت حسنین عین شہادت رسولخدا صلعم ہے اگر حضرت معرکۂ قتال میں شہید ہوجاتے تو شوکت اسلام گھٹ جاتی اور لوگ مرتد ہوکر باعث خندید گی اسلام ہوتے چونکہ حسنینؓ آپ کے جزو بدن تھے۔ لہذا دونوں کی شہادت عین شہادت رسول اللہ متصور ہوگی دونوں صاحبزادوں کی شہادت نے آنحضرت کو اُن انبیاء کا رتبہ عطا فرمایا جو کہ شہید ہوئے ہیں اور اسی وجہ سے حضور پرنور جامع اوصاف انبیاء ہوگئے۔ ہمیں بھی حقیر یہ کہنے کا حق رکھتا ہے کہ جن انبیاء کو خدا نے طول حیات کا رتبہ دیا ہے وہ بذریعہ امام آخر اوصاف آنحضرت میں شامل ہوکر تکمیل نبوت کا سبب ہوگیا۔ اگر خدا امام آخرالزمان کو طول عمر نہ دیتا تو آنحضرت کے شرف سے ایک نمبر کم ہوجاتا اگر مخاطب امام غائب کے طول حیات سے متعجب رہیں گے تو ایسا عجب انکو ایمانی ضرر پہنچائے گا۔ چونکہ مجکو اپنے مخاطب کی خاطر ازبس منظور ہے لہذا اُن کی اطمینان طبیعت کے لئے امام احمد بن حنبل کا مسند سے ایک قول پیش کرتا ہوں امام موصوف فرماتے ہیں کہ وقال رسول اللہ صلعم ان النجوم امان اہل السماء فاذا ذہب ذہبوا و اہل بیتی امان لاہل الارض فاذا ذہب اہلبیتی ذہب اہل الارض د سرورعالم نے فرمایا نجوم یعنی آفتاب و ماہتاب ودیگر ثوابت وسیارہ اہل آسمان کے لئے امان ہیں جبکہ یہ زائل ہوجائیں گے کسی کا پتہ نہ رہے گا اور میرے اہلبیت زمین والوں کے لئے امن ہیں جبکہ اہلبیت سے کوئی دنیا میں نہ رہیگا

سب فنا ہو جائیں گے کیوں جناب کچھ اطمینان طبیعت ہوا یا اب بھی کچھ الجھن باقی ہے اگر کسر رہ گئی ہو تو فرمائیے مزید ثبوت کے لئے اور قلم ہلاؤں وجود امام آخر کے متعلق کتب اہل سنت میں بہ ایں کثرت احادیث وارد ہوئی ہیں کہ اُن کے یکجا کرنے سے ایک جداگانہ رسالہ ہو سکتا ہے مگر بہ نظر اطمینان مخاطب اسجگہ دو حدیثیں اور نقل کی جاتی ہیں ابراہیم بن محمد الحموینی الشافعی کتاب فرائد السمطین میں لکھتے ہیں (عن جابر بن عبداللہ انصاری من انکر خروج المھدی فقد کفر بما انزل علی محمد ومن انکر نزول عیسیٰ علیہ السلام فقد کفر ومن انکر خروج الدجال فقد کفر) اسی کتاب میں سعید بن جبیر سے بواسطہ ابن عباس نقل ہوا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا (ان اوصیائی و حجج اللہ علی الخلق بعدی الاثنا عشر اولھم اخی وآخرھم ولدی قیل یارسول اللہ من اخوک قال علی قیل من ولدک قال المھدی الذی یملا الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت جوراً وظلماً والذی بعثنی بالحق بشیراً ونذیراً لو لم یبق من الدنیا الا یوم واحد لطول اللہ ذالک الیوم حتی یخرج فیہ ولدی مہدی فینزل روح اللہ عیسیٰ بن مریم فیصلی خلف ولدی وتشرق الارض بنور ربھا ویبلغ سلطان المشرق والمغرب) خلاصہ حدیث اول یہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا جو شخص خروج مہدی و نزول عیسیٰ و خروج دجال کا انکار کرے گا۔ وہ کافر ہے۔ مخاطب اپنے عقیدہ باطل سے توبہ کریں نیز مقلدین سے بھی کرائیں ورنہ خواہ مخواہ نہ معلوم کیا سے کیا ہو جائیں گے۔

حدیث دوم کا خلاصہ یہ ہے آنحضرت نے فرمایا کہ حجت خدا بعد ہمارے بارہ ہیں اول اُن کے میرے بھائی علی ہیں اور آخر مہدی جبکہ زمین فسق و فجور سے مملو ہو جائے گی تب وہ ظاہر ہو کر عدل و داد سے زمانہ کو روشن کر دیں گے۔

امید ہے کہ مخاطب ان احادیث سے کوئی خاص فائدہ اٹھائیں۔ واضح ہو کہ آئمہ علیہ السلام کی امامت وہ مرتبہ رفیع ہے کہ جسکا اقرار مخالفین نے بھی کیا ہے جیسا کہ ملاحظہ ناظرین ہیں آچکا اس موقع پر ابن روزبہان عالم جلیل الشان کا بیان کتاب ابطال الباطل سے پیش کرتا ہوں آئمہ دوازدہ گانہ کی نسبت فرماتے ہیں (وھم صدور ایوان الاصطفا وبدور السماء الاجتبا ومفاتیح ابواب الکرم ومجادح ہواطل النعم ولیوث غیاض البسالۃ وغیوث ریاض الایالۃ وسحبان مضمار السماحۃ وخزان الفصاحۃ الاعلام الشوامخ فی الارشاد والھدایۃ والجبال الرواسخ فی الفھم والدرایۃ زین صباغ

مالکی نے کتاب فصول المہمہ کی فصل دوازدہم میں بہ صفحہ (۳۰۹) یہ حدیث نقل کی ہے عن زرارہ قال سمعت ابا جعفر یقول الائمۃ الاثنی عشر کلہم من آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم) دل چاہتا ہے کہ معتقدین علماء و اولیاء اہل سنت کے چند اشعار بھی نقل کردوں جو کہ مثبت وجود امام آخر ہوں شاید مخاطب کو اُن سے کچھ فائدہ پہنچے

ملا جامی کتاب نفحات میں لکھتے ہیں

من ز مہر حیدرم ہر لحظہ اندر دل صفاست — از پے حیدر حسن مارا امام و رہنما است
ہمچو کلب افتادہ ام بر آستان بوالحسن — خاک نعلین حسین بر ہر دو چشم توتیاست
عابدین تاج سرو باقر دو چشم روشنم — دین جعفر بر حق است و مذہب موسیٰ روا است
اے موالی وصف سلطان خراسان را شنو — ذرۂ از خاک قبرش دردمنداں را دوا است
پیشوائے مومناں است ای مسلمانان تقیؑ — گر نقیؑ را دوست داری بر ہمہ مذہب رواست
عسکری نور دو چشم عالم ست و آدم ست — ہمچو یک مہدی سپہ سالار در عالم کجا است
قلعۂ خیبر گرفتہ آں شہنشاہ عرب — زانکہ در بازوے حیدر نامہ الافتاست
شاعراں از بہر سیم و زر سخنہا گفتہ اند — احمد جامی غلام خاص شاہ اولیاست

شیخ عطار نیشاپوری کتاب مظہر الصفات میں لکھتے ہیں

مصطفیٰ ختم رسل شد در جہاں — مرتضیٰ ختم ولایت در عیاں
جملہ فرزندان حیدر اولیا — جملہ یک نورند حق کرد این ندا
صد ہزاراں اولیا روے زمیں — از خدا خواہند مہدی را یقیں
یا الٰہی مہدیم از غیب آر — تا جہان عدل گردد آشکار
مہدی ہادی است تاج اتقیا — بہترین خلق برج اولیا
اے ولاے تو معین آمدہ — بر دل و جاں ہا ہمہ روشن شدہ
اے تو ختم اولیاء این زماں — وز ہمہ معنی نہانے جان جاں

اے تو ہم پیدا و پنہاں آمدہ | بندہ عطارت ثنا خواں آمدہ

جلال الدین رومی المعروف بہ مولوی روم دیوان کبیر میں حسب ترتیب حروف تہجی لکھا ہے تحریر فرماتے ہیں

اے سرور مردان علی مرداں سلامت میکنند | وے صفدر مرداں علی مرداں سلامت میکنند

با قاتل کفار گو بادیں و با دین دار گو | با حیدر کرار گو مستاں سلامت میکنند

با درج دو گوہر بگو با برج دو اختر بگو | با شبر و شبیر گو مستاں سلامت میکنند

با زین دیں عابد بگو با نور دیں باقر بگو | با جعفر صادق بگو مستاں سلامت میکنند

با موسی کاظم بگو با موسی عالم بگو | با لتقی قایم بگو مستاں سلامت میکنند

با میر دیں ہادی بگو با عسکری مہدی بگو | با آں ولی مہدی بگو مستان سلامت میکنند

شیخ الشیوخ سعد الدین حموی کتاب الشیوخ میں لکھتے ہیں کہ پیش از پیغمبر ما محمد صلی اللہ علیہ وسلم در ادیان سابق اسم ولی نبود و اسم نبی بود و مقربان حضرت خدا کئی را کہ وارثان صاحب شریعت اند جملہ را انبیاء میگفتند و در ہر دینے از یک صاحب شریعت زیادہ نبود پس در دین آدم علیہ السلام چندیں پیغمبر بودند کہ وارثان او بودند خلق را بدین او و شریعت او دعوت میکردند وہم چنیں در دین نوح و در دین ابراہیم و در دین موسیٰ و در دین عیسیٰ علیہم السلام چوں دین جدید و شریعت جدیدہ بہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نازل شد از نزد خدا اسم ولی در دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا آمد حق تعالےٰ دوازدہ کس از اہلبیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم را برگزید و وارثان او گردانید و مقرب حضرت خود کرد و بولایت خود مخصوص گردانید و ایشاں را نائبان محمد صلی اللہ علیہ وسلم و وارثان او گردانید کہ حدیث العلماء ورثۃ الانبیاء در حق ایں دوازدہ کس فرمود و حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل در حق ایشاں فرمود اما ولی آخرین کہ نائب آخرین است و ولی دوازدہم و نائب دوازدہم می باشد خاتم الاولیاست و مہدی صاحب الزمان نام اوست و شیخ می فرماید کہ اولیاء در عالم بیش از دوازدہ نیستند و اما آں سی صد و پنجاہ و شش کس کہ از رجال الغیب اند ایشاں را اولیاء نمی گویند و ایشاں را ابدال می گویند۔ بحمد اللہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہم کے حالات اس عنوان سے لکھدے گئے کہ انشاء اللہ

مخاطب اور ان کے ہم خیالوں کو سبق ملا مینے دیں گے۔ لیکن بمزید اطمینان کچھ اور حالات لکھے دیتا ہوں کہ مذ بذبین کے لئے باعث از دیاد یقین ہو ملّا عبدالرحمان جامی جو کہ اہل سنت میں نہایت مقدس و با اعتبار عالم مانے گئے ہیں۔ شواہد النبوۃ میں تفصیلی طور پر لکھتے ہیں۔

حالات امام دوازدہم از کتاب شواہد النبوۃ

مادر وے امّ ولد بودہ است صیقل نام وقیل سوسن وقیل نرجس وقیل غیر ذالک ولادت وے در سرمن رائے بودہ است فی الثالث والعشرین من رمضان سنہ ثمان وخمسین ومائتین حکیمہ عمہ ابو محمد زکی رضی اللہ عنہ گفت کہ روزے پیش ابو محمد رضی اللہ عنہ در آمدم فرمود اے عمہ امشب درخانہ ما باش خدائے تعالیٰ مارا خلفی خواہد داد من گفتم کہ ایں فرزند از کہ خواہد بود کہ در نرجس ہیچ از حمل نمی بینم فرمود کہ اے عمہ مثل نرجس ہمچو مثل ام موسیٰ است علیہ السلام کہ حمل وے وقت ولادت ظاہر خواہد شد آن شب آنجا بودم۔ چوں نیم شب رسید برخاستم و تہجد گذاردم ونرجس نیز تہجد گذارد بعد ازاں باخود گفتم کہ وقت فجر نزدیک رسید آنچہ ابو محمد گفت ظاہر نشد۔ ابو محمد رضی اللہ عنہ از مقام خود آواز داد کہ اے عمہ تعجیل مکن بہ آں خانہ کہ نرجس انجا بود باز گشتم دیدم کہ لرزہ بروے لاحق شد وے را باسینہ خود باز گرفتم و قل ہو اللہ احد وانا انزلناہ وآیۃ الکرسی بروے خواندہ ام از شکم وے آواز آمد ہر چہ من خواندم فرزند وے نیز بخواند بعد ازاں دیدم کہ خانہ روشن شد نظر کردم فرزند وے بزمین آمدہ بود و در سجدہ افتادہ وے را بر گرفتم ابو محمد رضی اللہ عنہ از حجرہ خود آواز داد کہ اے عمہ فرزند مرا پیش من بیار پیش وے بردم وبرابر کنار خود نشاند وزبان در دہان وے کرد وفرمود کہ سخن گوئی اے فرزند من بہ اذن اللہ تعالیٰ گفت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلہم ائمۃ ونجعلہم الوارثین) بعد ازاں دیدم کہ مرغان سبز مارا فرو گرفتند ابو محمد یکے از مرغان را بخواند وگفت (خذہ فاحفظہ حتیٰ یاذن اللہ فیہ فان اللہ بالغ امرہ) از ابو محمد پرسیدم کہ ایں مرغ کہ بود وایں مرغان دیگر کیا نند فرمود کہ آن جبریل ودیگراں ملائکہ رحمت اند بعد ازاں فرمود کہ یا عمہ وے را بمادر وے باز گرداں وے را پیش مادر وے

بروم وچوں متولد شد ناف بریده بود وختنه کرده وبر ذراع ایمن وے مکتوب بود (جاء الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زہوقا) روایت کرده اند که چوں متولد شد بدو زانو در آمد وانگشت سبابه بجانب آسمان برداشت پس عطسه زد وگفت الحمد للّٰہ رب العالمین۔ و در روایت دیگر آرند که گفته است که بر ابو محمد رضی اللّٰه عنه در آمدم وگفتم یا ابن رسول اللّٰه خلیفه وامام بعد از تو که خواہد بود وے بخانه در آمد پس کودکے در گرفته که گویا ماه شب چارده بود در سن سه سالگی پس فرمود که اے فلاں اگر نه تو پیش خدائے تعالیٰ گرامی بودے ایں فرزند خود را بتو نه نمودے ایں فرزند ہمنام رسول است صلعم وکنیت ایں کنیت وے (ہو الذی یملأ الارض قسطاً کما ملئت جوراً وظلماً) از دیگرے آرند که گفته است که روزے بر ابو محمد در آمدم بر دست راست وے خانه دیدم پرده بر آں فرو گذاشته گفتم یا سیدی صاحب ایں امر بعد از ایں که خواہد بود فرمود که اں پرده را بر دار بر داشتم کودکے بیروں آمد در کمال طہارت وپاکیزگی بر رخساره راست وے خالی وگیسوان گذاشته آمد وبر کنار ابو محمد نشست رضی اللّٰه عنه وے را گفت (یا بنی ادخل الی الوقت المعلوم) به آں خانه در آمد ومن بوے نظر میکردم پس ابو محمد رضی اللّٰه عنه مرا گفت برخیز وبه بیں که در خانه کیست بخانه در آمدم وہیچ کس را ندیدم از دیگرے آرند که گفته است که معتمد العباسی مرا طلبید با دو کس دیگر وگفت حسن بن علی در سر من رائے فوت شده است زود بر دید وخانه وے را فرد گیرید ہر که در خانه به بینید نزد من آرید رفتیم وبه سرائے وے در آمدیم سرائے دیدم در غایت خوبی وپاکیزگی که گویا حالے از عمارت آں فارغ شده بودند در آنجا پرده دیدم فرو گذاشته پرده بر داشتم سردابے دیدم به آنجا در آمدم دریائے دیدم در اقصائے آں حصیرے بر روئے آب انداخته ومردے بر خوب ترین صورتے بر بالائے آں حصیر در نماز ایستاده وبما ہیچ التفات نکرد که یکے از آں آں دو نفر که با من بودند سبقت گرفت وخواست که پیش وے رود در آب غرق شد واضطراب میکرد تا آں زماں که من دست وے گرفتم وخلاص گردانیدم بعد از اں با آں دو نفر دیگر خواست که پیش رود وے را نیز ہماں حال پیش آمد وے را نیز خلاص کردم۔ من حیران بماندم پس گفتم به آں صاحب خانه از خدائے تعالیٰ واز تو عذرے می خواہم واللّٰه که من ندانستم که حال چیست وبکجائے می آئیم از آنچه کردم به خدائے تعالیٰ باز گشتم وپیش معتمد رفتم وقصه را باز گفتم۔ گفت ایں سر را

پوشیدہ دار و الالیغر مایم کہ نثار اگردن زنند
ملا صاحب موصوف نے بہت حالات امام دواز دہم کے لکھے ہیں میں نے بخوف طوالت اُن کو نہیں لکھا۔ شواہد النبوت کثیر الوجود ہے ہر شخص اصل کتاب میں دیکھ سکتا ہے عالم موصوف الصدر نے غیبت صغریٰ و غیبت کبریٰ اور تعین نواب و سفراء سب کا حال مفصل قلمبند کیا ہے نیز صحاح ستہ کی وہ احادیث بھی نقل کی ہیں جو کہ صاحب الامر کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں علاوہ علمائے متذکرہ بالا دیگر فضلاء نامدار اہل سنت نے بھی بہ ثبوت ولادت جناب محمد بن الحسن العسکری کتابیں تصنیف فرمائی ہیں مخاطب معزز نے اپنی کتابوں پر نظر نہیں کی ورنہ یہ عبارت نفرماتے کاش مطالب السئول فی مناقب آل رسول مصنفہ کمال الدین ابو سالم محمد بن طلحہ کو بھی دیکھ لیتے جس میں بڑی تشریح دلایل و تفصیل عقلیہ سے مصنف ممدوح نے ولادت باسعادت امام زمانہ پر گفتگو کر کے منکرین کے لئے راہ کلام بند کی ہے چونکہ یہ معاملہ معرکۃ الآرا اور سخت بحث طلب ہے۔ لہذا اصید اختصار اور چند ثبوت وجود امام کے متعلق پیش کرتا ہوں جسکو دیکھ کر انشاء اللہ منکرین ولادت و بقاء امام فائدہ اُٹھائیں گے اور اپنے اصرار بیجا سے دست کش ہو کر کبھی گام فرسائے میدان انکار نہوں گے۔ مولوی عبید اللہ بسمل امرتسری نے حضرت امیر علیہ السلام کی سوانح عمری لکھ کر لاہور میں طبع کرائی ہے اس کے صفحہ (۴۳۳) سے تا صفحہ (۴۴۴) پورے گیارہ صفحہ پر امام آخر کے حالات حوالہ قلم فرماتے ہیں اور سرخی ان لفظوں میں دی ہے۔ احادیث مرویہ متعلق وجود صاحب الامر علیہ السلام) اس موقع پر ایک مضمون صفحہ (۴۳۳) سطر ۵ سے نقل کرتا ہوں جسکو دیکھنا ہو جب صاحب صدر دیکھ لیوے

ترجمہ عبارت عربی مندرجہ صفحہ بالا

شیخ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف الکنجی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب المسمیٰ بالبیان فی اخبار صاحب الزمان میں جہاں پر کہ انھوں بعد غائب ہونے امام مہدی علیہ السلام کے اب تک اُن کے زندہ اور باقی ہونے پر دلایل لکھے ہیں ایک دلیل یہ بھی بیان کی ہے کہ مثل عیسیٰ بن مریم اور خضر والیاس کے جو خدا کے دوست ہیں اور اعور دجال و ابلیس لعین کی بقا بھی جو دشمنان خدا میں سے ہیں جناب مہدی علیہ السلام کی بقا رہیں بھی کوئی مانع نہیں اور ان لوگوں کا باقی ہونا کتاب و

و سنت سے ثابت ہے۔
علاوہ بریں جناب مستطاب معلی القاب حامی دین ختم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام خان بہادر جناب شیخ احمد حسین صاحب تعلقہ دار پر یانواں ضلع پرتاب گڈھ ملک اودھ نے ایک مبسوط رسالہ مسمی (بہ کشف الغمہ بمناقب خاتم الائمہ) لکھ کر مطبع قومی لکھنؤ میں چھپوا کر شائع فرمایا ہے امام آخر کی ولادت باسعادت ۲۵۵ھ ہجری میں کتب اہل سنت سے ثابت کرکے عمر پنج سالگی میں اُن کا چشم خلایق سے پوشیدہ ہونا ظاہر فرمایا ہے۔ رسالہ موصوف کے صفحہ (۱۶) پر لکھا ہے کہ سنن ابی داؤد و مستدرک حاکم و سنن ابن ماجہ و جامع الترمذی میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے عن سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول المھدی منا اجلی الجبھۃ اقنی الانف یملا الارض قسطاً و عدلاً کما ملئت جوراً وظلما۔ یعنی آنحضرت نے فرمایا کہ مہدی ہم سے ہیں وہ روشن پیشانی اور بلند بینی ہوں گے اور زمین کو ایسا عدل و انصاف سے بھردیں گے جیسا کہ وہ قبل از ان ظلم و جور سے بھر گئی ہوگی صفحہ (۲۰) پر لکھا ہے کہ علامہ ابن طلحہ شافعی کتاب مطالب السئول میں بذکر فضائل حضرت امام حسن عسکری فرماتے ہیں کہ امام حسن عسکری کے شرف خداداد کے لئے یہ ہی کافی ہے کہ اللہ نے مہدی علیہ السلام کو اُن کے نسب سے گردانا اور اُن کے صلب سے پیدا کیا اور اُسکو امام عسکری کے حزب سے معدود فرمایا۔ کیونکہ سوا اُن کے امام عسکری علیہ السلام کا کوئی فرزند نتھا پس یہ بات امام یازدہم کی منقبت کے لئے کافی ووافی ہے۔
رسالہ موصوف کے صفحہ (۲۰) پر تحریر ہے (فرمایا شیخ محدث فقیہہ ابو عبداللہ محمد بن یوسف الکنجی الشافعی رحمۃ علیہ نے اپنی کتاب البیان فی اخبار صاحب الزمان میں کہ امام مہدی امام حسن عسکری کے فرزند ہیں اور اپنے غیبت کے زمانہ سے اسوقت تک زندہ اور موجود اور باقی ہیں اور صفحہ (۲۱) پر کتاب اسعاف الراغبین پر یہ مضمون نقل ہوا ہے (فرمایا سیدی عبدالوہاب شعرانی نے یواقیت وجواہر میں کہ حضرت امام مہدی حسن العسکری کے فرزند ہیں اُن کی ولادت شب نیمہ شعبان ۲۵۵ھ ہجری میں واقع ہوئی اور وہ باقی ہیں تا وقت ملاقات حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے صفحہ (۵) پر حبیب السیر و روضۃ الاحباب سے یہ عبارت نقل ہوئی ہے (تولد ہمایوں آں دُر دُرج ولایت و جوہر معدن ہدایت بقول اکثر روایت در نصف شعبان سنہ خمس وخمسین ومائتین در سامرہ اتفاق افتاد

ابن صباغ مالکی نے فصول المہمہ میں تسلیم کیا ہے کہ امام آخر باقی ہیں چنانچہ کتاب مذکور کے صفحہ (۱۳۸) سطر ۱۵ پر لکھتے ہیں (اما بقاء المہدی فقد جاء فی کتاب السننۃ اما الکتاب فقد قال سعید بن جبیر فی تفسیر قولہ تعالیٰ لیظہرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکین)

خدا کا بے انتہا شکر ہے کہ یہ نمبر بھی حسب مراد شیعہ ومخالف مخاطب طے ہو گیا۔

نمبر نہم آئمہ کا عدد دوازدہ میں محصور ہونا

ناظرین کی آگاہی کے لئے عرض کیا جاتا ہے کہ مخاطب نے مطرقہ کے صفحہ ۸ سطر ۱۰ پر لکھا ہے کہ جو مضامین ہمارے قلم سے نکلے ہیں وہ علمائے متقدمین کو نہیں سوجھے یہ حضرت مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا فیض باطنی ہے کہ میرا طائر خیال اس جگہ پہنچ گیا کہ جہاں اکابر کا شہباز وہم پر پھیلا کر اوج گیر ہوا مخاطب نے اپنی تفرد کا دعوے محض باطل طور پر کیا ہے ورنہ کل مضامین مندرجہ مطرقہ علمائے اہل سنت کے قلم سے زیب صفحات کتاب مذکور ہو کر عزت جواب پا چکے ہیں کوئی جدید بات نہیں تحریر ہوئی اسی پرانی دیگچی پر جس کے پیندے میں شیعہ نے ہزاروں چھید کر ڈالے ہیں قلعی کر کے مخاطب نے پاؤ بھر دال کی کھچڑی پکائی ہے جس کی خامی چیز دکھلاتا چلا آتا ہے اور چلا جائے گا۔ ملاحظہ ہو شاہ صاحب تحفہ کے باب ہفتم میں لکھتے ہیں دبابد دانست کہ امامیہ قائل اند بہ انحصار آئمہ در عددی (یعنی امامیہ امامت کو معدود کرتے ہیں مطلب یہ کہ اس کی تعداد کو بارہ پر منتہی کرتے ہیں نہ کمی لکھتے ہیں نہ بیشی معلوم ہوا کہ اس نمبر کے قائم کرنے میں مخاطب پر کوئی الہام نہیں ہوا تحفہ سے سرقہ کر کے مضمون لکھا اور جہلائے مذہب کو یقین دلایا کہ پیر کی مدد سے ایسا ہوا ہے بعد اظہار حقیقت عرض کرتا ہوں کہ مخاطب بازار اسلام میں قدم رنجہ فرمائیں اور دوکان دوکان پوچھتے پھریں کہ بھائی مسلمانو! خاندان نبوت میں امام کتنے ہیں انشاء اللہ سب بالاتفاق یہی جواب دیں گے کہ بارہ ہیں بارہ نہ کوئی تین کہے گا نہ تیرہ انحصار دوازدہ کا الزام مخاطب ہم پر قائم فرماتے ہیں حضرت گنگوہی سے کہئے مراقبہ کر کے رسول مقبول سے پوچھیں کہ حضور بخاری ومسلم شریف ودیگر کتب میں لکھا ہے کہ جناب نے فرمایا تھا کہ بعد ہمارے بارہ خلیفہ ہوں گے آپ کے انحصار نے بڑی خرابی ڈالدی اگر جناب کی اولاد طیب کے قائل ہوتے ہیں اور دوازدہ امام نہیں

کو جانتے ہیں جنکو آپ نے فرمایا ہے تو ان تین کو کہاں ٹھونسیں بارہ سے گذر کر پندرہ ہوئے جاتے ہیں اور اگر ذریت عالی سے دست بردار ہوتے ہیں تو یزید و معاویہ و مروان و عبد الملک وغیرہ کو خلیفہ ماننا پڑتا ہے جس سے دو کا انکار بھی ہمکو منتے ہیں کہ یہ یزید پرست ہیں ہم اس خنزیر کو بھی گوارا کر لیتے مگر صد ہا ہم مذہب یزید کا پڑوس چھوڑ کر لبتر لئے بھاگے جاتے ہیں۔ چنانچہ شاہجہانپور میں ہمارے دو نوجوان سجادحسین بارھوی سے یہ مضمون سُن کر کہ یزید کو پہنچے بہ مفاد حدیث خلفاء اثناعشر پانچواں خلیفہ تجویز کیا ہے قدیم مکان سنیت ویران کر کے شیعہ نگر میں جا کر آباد ہو گئے عطر ایمان مولفہ سجادحسین میں یہ تمام قصہ درج ہے۔ ہم کہاں سر دے ماریں ان تینوں کو کہاں کہاں اٹھائے پھریں ہماری جان غضب میں آگئی۔ آپ کے یہ اصحاب کچھ ایسے بے قطع ہیں کہ ان کے سینگ کسی جگہ نہیں سماتے۔ براہ امت پروری اس حدیث کو ترمیم کر کے بارہ کے پندرہ بنا دیجئے امید ہے کہ غوث گنگوہی کی درخواست منظور کر کے حضرت اپنی غلطی کی ضرور اصلاح فرمادیں گے یہ مضمون تو صرف مخاطب کو شرم دلانے کا تھا اب ہم اُن احادیث کو نقل کرتے ہیں جو کہ بشمر بہ دروازہ خلفاء درج صحاح ہوئے ہیں۔

حدیث اول:۔ کتاب جمع الفوائد میں بحوالہ بخاری و مسلم و ترمذی و ابی داؤد بحوالہ جابر بن سمرہؓ لکھا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا لایزال ہٰذا الدین قائماً حتیٰ یکون علیکم اثنیٰ عشر خلیفۃ کلہم تجتمع علیہ الامۃ فسمعت کلاماً من النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم افہمہ فقلت لابی ما یقول قال کلہم من قریش جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا نے فرمایا یہ دین ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ اس میں ایسے بارہ خلیفہ ہوں جن پر امت اجماع کرے اس کی بعد حضرت نے کچھ اور فرمایا جسکو میں سمجھ نہ سکا اپنے باپ سے پوچھا کہ حضرت نے کیا کہا تھا اُنھوں نے جواب دیا کہ وہ بارہ خلیفہ قریش سے ہوں گے چونکہ مجکو اختصار مد نظر ہے لہٰذا بعد نقل حدیث بالا عرض کرتا ہوں کہ حدیث موصوف بخاری میں تین اور مسلم میں ۹ وابو داؤد میں تین و ترمذی میں ایک اور حمیدی میں تین طرق سے وارد ہوئی ہے چنانچہ ہدایات الرشید میں مخاطب نے سبکو مان لیا ہی ہے۔ علاوہ بریں ترجمہ صواعق محرقہ کے صفحہ (۲۱۳) پر لکھا ہے کہ مسلم و بخاری میں درج ہے کہ آنحضرت نے فرمایا لایزال ہٰذا الامر عزیزاً ینصرون علی اعدائہم علیہ اثنیٰ عشر کلہم قریش (ترجمہ) ہمیشہ این امر اسلام غالب و نصرت

می یا بد ہر کسے کہ بہ ایشان دشمنی کند بر امر خلافت تا در دوازدہ کس خلیفہ کہ جمیع ایشان از قریش باشند۔ حقیر نے نمبر اول کی توضیح میں جو گیارہ نمبر برآمد کرکے تصفیہ کیا ہے وہاں بذیل ذکر امامت مزید پوری تصریح کر دی ہے۔ مخاطب براہ نوازش نمبر مذکور پر ایک نظر فرمائیں

چونکہ اہل سنت نے آئمہ اہلبیت کو چھوڑ کر اور حضرات معاویہ و یزید و مروان وغیرہا کو خلیفۃ اللہ و ہادی خلق تجویز کیا ہے اور شیعہ نے بارہ آئمہ اولاد رسول کو لہذا اسجگہ خاندان نبوت کے اقوال پر نظر ڈالی جاتی ہے کہ اُن کے نزدیک بارہ خلیفہ کون ہیں۔ اگر ہم اپنی کتب سے ارشاد آئمہ پیش کرینگے تو اہل سنت ہرگز نہ مانیں گے اکڑ کر کہنے لگیں گے کہ تمہاری کتاب ہم پر حجت نہیں ہو سکتی لہذا لازم آیا کہ انہیں کے کتب خانہ کو ٹٹولیں۔ بقول مشہور ہر جوئیندہ یابندہ ابن صباغ مالکی نے کتاب فصول المہمہ کے صفحہ (۳۰۹) پر لکھا ہے (عن زرارہ قال سمعت ابا جعفر یقول الآئمۃ اثنا عشر کلہم من آل محمد علی ابن ابیطالب واحد عشر من ولدہ۔ یعنی امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا بارہ امام آل محمد سے ہیں ایک علی ابن ابی طالب اور گیارہ اُن کی اولاد سے اس روایت کی سند میں چونکہ امام ہیچم ہیں لہذا حضرات سنیہ چیں بہ جبیں ہو کر فرمائیں گے کہ ہم اس کو کیوں مانیں اس کا سلسلہ تو خاندان نبوت سے ہے۔ اگر ابوہریرہ حضرت عائشہ حضرت انس سعد وقاص و عبداللہ ابن عمر وغیرہ سے روایت ہوتی تو شاید مان لی جاتی لہذا انہیں کے ایک مستند عالم کا بیان پیش کرتا ہوں۔ رشید الدین شاگرد جناب شاہ عبدالعزیز صاحب رسالہ شوکت عمریہ میں جو کہ درباب عدم جواز متعہ انہوں نے تحریر فرمایا ہے لکھتے ہیں (اگرچہ آئمہ اطہار علیہم السلام بحکم احادیثے کہ صاحب رسالہ ذکر کردہ و دیگر احادیث شائعہ مستند امت اند و اخبار آں اخیار مفاتیح معضلات و مصابیح ظلمات و مصادر حکمت و مظاہر شریعت است لیکن کلام در وصول آن اخبار است و بسا اوقات روایت یک فرقہ در طریق خود مسلم میدارد و اخبار مرویہ را در فرقہ مخالف خود مقدوح میدارد انتہیٰ کلامہ

مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ آئمہ اطہار علیہم السلام کا کلام ہدایت نظام مفتاح مشکلات و مشعل ظلمات ہے اس لئے کہ وہ بزرگوار مظہر شریعت و محل صدور حکمت ہیں لیکن اُن کا ارشاد شیعہ کی نزدیک وہ لایق وثوق ہے جو کہ اُن کے طریق میں مروی ہو اور سنیوں کے یہاں اُس کلام کی عزت جو کہ اُن کے سلسلہ میں نقل ہوا ہے جو کلیۃً اعتماد و وثوق کے لئے رشید الدین خان صاحب تحریر فرماتے

ہیں بحمد اللہ وہ اس جگہ بلا خدشہ حاصل ہے کیونکہ ابن صباغ مالکی سنیوں کا عالم ہے وہ امام محمد باقرؑ سے نقل کرتا ہے۔ جو کہ بہرحال سنیوں کے لئے لایق یقین ہے بعنایت الٰہی یہ ایسا ثبوت بہ تعمیل ارشاد مخاطب پیش کیا گیا ہے کہ اگر کچھ بھی جیار ایمان ہوگی تو دوازدہ امام کی معتقد ہو کر ان کے زیر سایہ چلے آئیں گے اور فرقہ یزیدی کو قطعی چھوڑ دیں گے۔ مولوی عبید اللہ بسمل امرتسری سنی المذہب نے جو حضرت امیرؑ علیہ السلام کی سوانح عمری لکھی ہے اس کے صفحہ (۱۰۴) پر یہ سرخی ہے منحصر ہونا امامت کا دوازدہ امام علیہم السلام میں۔ بعد ازاں مثبت بہ آئمہ دوازدہ گانہ احادیث لکھی ہیں

نمبر دہم امام کا معصوم ہونا

محرقہ کے صفحہ ۲ سطر ۱۹ پر جناب مخاطب نے تحریر فرمایا ہے (اہلبیت اطہار عترت ابرار) جبکہ خود انکی طہارت کو تسلیم فرماتے ہیں تو ہم سے عصمت کا ثبوت مانگنا کیا معنی رکھتا ہے دیکھو یہ ایسے معصوم و مطہر ہیں کہ سوائے ان کے تمام اہل اسلام میں خواہ وہ مہاجر ہوں یا انصار۔ ازواج ہوں یا اصحاب کبار اطہار و ابرار نہیں کہہ سکتے یہ اُن کی طہارت و نظافت کا سبب ہے کہ مخاطب ایسے منکر معصومیت کے قلم سے بحکم قدرت وہ ہی سنجیدہ الفاظ نکلے جو کہ ہم معنی عصمت ہیں چونکہ یہ بحث معرکۃ الآرا اور فیصلہ کن ہے لہذا اس کو انشاء اللہ کسی قدر بسط سے لکھا جائے گا۔ ابراہیم بن محمد الحموینی شافعی کتاب فرائد السمطین میں لکھتے ہیں (عن الاصبغ بن نباتہ عن ابن عباس رفعہ انا و علی والحسن والحسین وتسعۃ من ولد الحسین مطہرون معصومون (ابن عباس کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا میں اور علیؑ اور حسنؑ و حسینؑ اور نو شخص اولاد حسینؑ سے مطہر و معصوم ہیں آیہ تطہیر انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس الی آخرہ مثبت عصمت ہے لہذا علمائے اہل سنت کے بیانات اس کے متعلق دکھلائے جاتے ہیں صحیح مسلم میں درج ہے (عن عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا قالت خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم غداۃ غد و علیہ مرط مرحل من شعر اسود فجاء الحسن فادخلہ ثم جاء الحسین فادخلہ ثم جاءت فاطمۃ فادخلہا ثم جاء علی فادخلہ ثم قال انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا (عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول مقبولؐ کے پاس سیاہ بالوں کی ایک کملی تھی آپ نے چاروں تنوں کو اس میں داخل کر کے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ترجمہ صواعق محرقہ کے صفحہ (۲۵۸) پر

لکھا ہی ایں آیت نازل شد در شان امیر المومنین علیؑ و فاطمہ و حسنؑ و حسینؑ رضوان اللہ تعالی۔
سُنن ترمذی میں بعد ذکر مناقب اصحاب اسطرح ہی عن ام سلمہ ان النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جلل
علی الحسنؑ و الحسینؑ و علیؑ و فاطمۃؑ کسا، ثم قال ہولاء اہل بیتی و خاصتی اذہب عنہم الرجس و طہرہم
تطہیرا فقالت ام سلمہ وانا معہم یارسول اللہ قال قفی فی مکانک انک الی خیر ہذا حدیث حسن
صحیح مطلب وہی ہے جوکہ اوپر بیان ہوا صرف اسقدر زیادہ ہے ام سلمہ کہتی ہیں جبکہ آنحضرت نے
علی و فاطمہؑ پر چادر ڈالی اور آیہ تطہیر کو تلاوت فرمایا تو میں نے عرض کیا کہ یا حضرت مجکو بھی
ان میں شامل فرما لیجئے آپ نے جواب دیا کہ تم اسیجگہ بیٹھے رہو مگر انجام تمہارا بخیر ہے۔ علاوہ
برایں طبرانی و ابن جریر و ابن المنذر و حاکم و بیہقی و احمد ابن ابی شیبہ و حافظ جمال الدین
زرندی و محب الطبری وغیرہ نے حسب التصریح بالاتفاق نقل کیا ہے اگر مخاطب سب علماء کی عبارت دیکھنا
چاہیں تو ینابیع المودۃ کی جلد دوم میں صفحہ ۱۰۷ و ۱۰۸ و ۱۰۹ پر دیکھ سکتے ہیں آیہ انما یرید اللہ
سورہ نساء میں حضرت عثمان نے بوقت ترتیب بذیل ذکر ازواج درج کردی جوکہ حضرات سنیہ
اُن کی ترتیب کو جوکہ بعض غیر صحیح ہی صحیح جانتے ہیں۔ لہذا مثل مخاطب اکثر ناواقفوں کا یہ ہی عقیدہ
ہے کہ یہ آیت بحق ازواج نازل ہوئی ہے۔ اہلبیت سے اُسکا کوئی تعلق نہیں ہی بقولے مدعی سست
گواہ چست ازواج سے حضرت عائشہ و ام سلمہ کہہ رہی ہیں کہ بوقت نزول آیت آنحضرت نے فلاں
و فلاں پر چادر ڈالی۔ اگر استحقاق طہارت امہات المومنین کو تہا تو آنحضرت نے دوسرونکی چادر
میں اپنی آل کو کیوں شریک کردیا جس سے وہ ساری حقیقت دبا بیٹھے۔ اگر یہ آیہ بلا شراکت
غیرے ازواج کی مملوکہ تھی تو ام سلمہ نے یہ کیوں عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو میں بھی اس کملی کا
ایک کونہ اپنے سر پر ڈال لوں معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت نے اُن سے چھپایا اور انعام الہی کو
جوکہ خزانہ قدرت سے انکو ملا تہا بجوش خاندان پرستی اپنی ذریت کے حوالے کردیا خیر یہ
بات کچھ بعید القیاس نہیں اب بھی درباروں میں کرسی کے نمبر یا اعزازی خلعت بدلے بدلے
جاتے ہیں۔ مخاطب نے دعوے کیا ہے کہ جو باتیں درج سطر فہ ہوئی ہیں یہ ہمارے علمائے
سابقین کے وہم و خیال میں نہیں آئیں۔ میں جوکہ محض علماء اہل سنت ہوں لہذا عرض کیے
دیتا ہوں کہ مخاطب کا تفرد بالکل لغو ہے شاہ صاحب اول لکھ گئے ہیں کہ علیؑ المرتضی نزد شیعہ

معصوم و نزد اہل سنت صادق ست در بہ مقام دیگر تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امیرؑ کو ہم محفوظ کہتے ہیں اور شیعہ معصوم بنظر آگاہی ناظرین عرض کیا جاتا ہے کہ عصمت آئمہ میں حضرات سنیوں کو یہ چون وچرا کیوں ہے اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ جن لوگوں کو اہل سنت آنحضرت کا خلیفہ کہتے ہیں وہ عصمت کے اُس محلہ رزالت میں دور پڑے تھے کہ جیسے ایران سے امریکا اُن لوگوں نے معصومیت کے قصر عالیشان کی کبھی زیارت بھی نہ کی تھی چہ جا کہ اس میں بیٹھنا اور آرام کرنا متعصب لوگوں کا قاعدہ ہے کہ جو صفت عالی اُن میں یا اُن کے بزرگوں میں نہیں ہوتی اُس کو دوسرے کیواسطے کبھی پسند نہ کرتے بلکہ اگر کسی میں وہ صفت ہوتی ہے تو درپے انکار ہو جاتے ہیں چونکہ اُن کے بزرگان دین معصومیت کی اعلیٰ صفت سے یہ منازل دور تھے لہٰذا اُنھوں نے اہلبیت نبوی کی نسبت بھی انکار کر دیا یہ ثبوت عدم عصمت خلفا تحفہ مطبوعہ مطبع نول کشور کے صفحہ (۲۳۴) سے ایک فقرہ پیش کیا جاتا ہے۔ شاہ صاحب حضرت ابوبکر کے طعن سوم میں جو کہ متعلق بہ تخلف بہ جیش آسامہ ہے حضرت اول کی نسبت تحریر فرماتے ہیں (نہایت کار آنست کہ در عصمت او مخل خواہد شد و عصمت در امامت شرط نیست بلکہ ضروری عدالت ست و انا ر کتاب یک دو گناہ صغیر عدالت برہم نمی شود کیا خوب امام کے لئے عدالت ضروری ہو اور رخدا کے لئے غیر ضروری۔ ملل ونحل کے صفحہ (۹) پر لکھا ہے کہ تخلفین لشکر اُسامہ کی پشت پر آنحضرت نے لعن کا پھندے دار نازیانہ لگایا ہے جسکا نشان مثل ضرب ید کبھی مٹنے والا نہیں اگر یہ دانست شاہ صاحب یہ گناہ صغیرہ ہے تو نہ معلوم کبیرہ کسکو کہا جائے گا۔

تحفہ کے صفحہ (۲۲۸) پر شاہ صاحب لکھتے ہیں (بعد از رحلت پیغمبر و انعقاد خلافت خدا اول خطبہ کہ ابوبکر صدیق خواندہ ہیں بود کہ گفت اے یاران رسول من خلیفہ پیغمبرم لیکن دو چیز کہ خاصہ پیغمبر ست از من نخواہید اول وحی دوم عصمت از شیطان و این خطبہ او در مسند امام حماد و دیگر کتب اہل سنت موجود است و در آخر خطبہ اش این ہم ست کہ من معصوم نیستم۔

ہم حضرت صدیق کے بیان کی تصدیق کرتے ہیں کہ بے شبہ وہ معصوم نہ تھے اور بقول خودش (ان لی شیطانا) وہ ہر وقت ایک شیطان مجسم کی دسترد میں تھے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اگر خلیفہ اول و دیگر خلفا معصوم نہ تھے اور شیاطین کی شیطنت سے اُن کا بچنا محال تھا تو دنیا میں اور کوئی

اور کوئی بھی معصوم نہو۔ علمائے اہل سنت کا عجیب حال ہی کبھی عصمت کا دائرہ ایسا تنگ کرتے ہیں کہ اہل بیت نبوی کو بھی اس میں داخل ہونے سے روکتے ہیں اور گاہے اُسکو ایسا کشادہ کردیتے ہیں کہ ٹموٹم گاڑی۔ چھکڑ۔ بیل سب نکلے ہوئے چلے جائیں دیکھئے ترجمہ صواعق محرقہ کے صفحہ ۴۵ سطر ۴ پر لکھا ہے دکہ اگر حدیث انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ اور من کنت مولاہ فعلی مولاہ کو حضرت علی کی خلافت پر نص سمجھیں تو صحابہ پر الزام وارد ہوتا ہے اور یہ ہو نہیں سکتا کہ صحابہ باطل پر اجماع کریں) زیرا کہ ایشاں معصوم اند ازانکہ اجماع بر ضلالت کنند اب تو ہزاروں بلکہ لاکھوں عصمت مآب گلشن اجماع کی پٹریوں اور روشوں پر سیر گشت کرتے نظر آتے ہیں تعجب ہی کہ اہلبیت معصوم ہوں اور اجتماع بہ خلافت خلفا کرنے والے عفت مآب سمجھے جائیں صاحب صواعق کے بیان سے ایک عمدہ نتیجہ یہ پیدا ہوا کہ اگر اجماع کرنے سے صحابہ پر الزام وہم وخطا عاید ہوتا تو احادیث بالا مثبت خلافت حضرت امیر علیہ السلام بضرور نص گویا صحابہ کا بچاؤ مدنظر کرکے اہل سنت بحق مرتضوی عدم ورود نص کے معتقد ہوئے ہیں یہ فقرہ بعینہ ایسا ہی جیسا کہ مرزا حیرت نے حسب اندراج اوراق بالا لکھا ہے کہ اگر شہادت کا اقرار کرلیا جائے تو اُن ہزار ہا صحابہ پر الزام وارد ہوتا ہی جنھوں نے یزید کی خلافت پر اجماع کرکے اس سے بیعت کرلی تھی اور مرتے دم تک اسپر قایم رہے۔ ابن حجر مکی صاحب صواعق محرقہ تو اسوقت دنیا میں موجود نہیں عالم برزخ میں جناب معاویہ کے ایوان اقدس کی دربانی کرتے ہیں۔ لیکن مخاطب چونکہ اخلاف صالحین سے ہیں لہذا دریافت کیا جاتا ہے کہ جن لوگوں نے بہ ترک رفاقت امام حسن علیہ السلام اجماع کرکے معاویہ صاحب کو خلیفہ بنایا جس کی وجہ سے اُس سال میمنت اشتمال کا نام عامۃ الجماعت رکھا گیا وہ اجماع کنندہ اسموقع پر رہرو مسلک معصومیت تھے اور یزید ومروان وعبدالملک وغیرہ کو بھی جنھوں نے باتفاق آرا خلیفہ بنایا وہ سب اس فعل اجماع میں معصوم تھے۔ بہ ہزار زبان سپاس خداوندی ادا کیا جاتا ہے کہ یہ نمبر بحق اہل سنت ایسا غیر مفید ثابت ہوا ہے کہ جس کا پایان نہیں ناظرین ملاحظہ فرماتے رہیں۔ انشاء اللہ مخاطب کے تمام مایہ استدلال کو سیلاب بحر برہنے ایسا ڈبوتا ہوں کہ ہزار غواصی کرنے پر بھی دُر مدعا نہ ملے گا

نمبر یازدہم امام کا منصوص ہونا

جس جگہ نمبر دو کے ثبوت میں آیات واحادیث مع اقوال علمائے اہل سنت پیش کی گئی ہیں وہاں ائمہ کا منصوص من اللہ والرسول ہونا بایں دلایل ظاہر کیا گیا ہے کہ انشاء اللہ مخالفین کو سوائے دم بخود ہونے اور سر تسلیم خم کر لینے کے چارہ نہ ہوگا مخاطب تکلیف گوارا فرما کر چند ورق پلٹ کے دیکھیں انشاء اللہ نصوص امامت خود بخود گویا ہو جائیں گے اس جگہ بہ خیال تکمیل نمبر ابن مغازلی شافعی کی کتاب مناقب سے ابن مسعود صحابی جلیل القدر کی ایک روایت پیش کرتا ہوں عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلعم انتہت الدعوۃ الیّ والیٰ علی لم یسجد احدنا لصنم قط فاتخذنی نبیاً واتخذ علیاً وصیاً (رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ مجھ پر اور علیؑ پر دعوت ختم ہوئی ہم دونوں نے بتوں کو سجدہ نہیں کیا خدا نے مجھکو نبی کیا اور علی کو وصی موفق بن احمد اعمش وسعید بن جبیر سے روایت ہے حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت میں چار شخص مختلف سوار یوں پر عرصہ محشر کی سیر کریں گے میں براق پر ہوں گا اور اخی صالح اُس ناقہ پر جسکو پے کیا گیا تھا اور میرے عم امیر حمزہ ناقۃ العضباء پر اور علیؑ ایک ناقہ بہشت پر سوار ہونگے جو کہ زیور جنت سے آراستہ ہوگا علیؑ کے سر پر ایک مرصع تاج ہوگا جس کے ستر ہزار گوشے ہونگے اس تاج کی چمک ایسی تین منزل تک پہنچے گی جنکو تیز رفتار گھوڑا طے کر سکے اسوقت اُن کے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا اور یہ ندا دیتے ہونگے (لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ) یہ حالت مشاہدہ کر کے اہل محشر کہیں گے یہ کوئی فرشتہ مقرب ہے یا نبی مرسل یا حامل عرش ہے ناگاہ ایک منادی عرش سے ندا کرے گا (ہذا علیؑ وصی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کتاب الاصابہ میں ابو لیلیٰ غفاری سے نقل ہوا ہے (قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ستکون من بعدی فتنۃ فاذا کان ذالک فالزموا علی ابن ابی طالب فانہ اول من آمن بی واول من یصافحنی یوم القیامۃ وہو الصدیق الاکبر وہو فاروق ہذہ الامۃ وہو یعسوب المومنین یعنی آنحضرت نے فرمایا کہ میری وفات کے فوراً فتنہ برپا ہوگا پس اسوقت علیؑ کی رفاقت اختیار کرنی چاہیے کیونکہ وہ اول مجھ پر ایمان لائے اور سب سے اول قیامت میں مجھ سے مصافحہ کریں گے وہ صدیق اکبر و فاروق امت و یعسوب

سوسین ہیں سوائے ازایں اور چند احادیث ہیں جو کہ حضرت کی وصایت وخلافت کی بہ قول علمائے اہل سنت تصدیق کرتے ہیں مخاطب ینابیع المودۃ کو از صفحہ ۸۱ تا ۸۴ بلکہ کل کتاب کو ضرور ملاحظہ فرمائیں اسوقت انکو معلوم ہوجائے گا کہ علی کیا چیز ہیں سوائے ازیں موفق خوارزم وابن مغازلی وصاحب مناقب وصاحب کنوز الدقایق وغیرہم نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت نے جناب امیر سے فرمایا کہ اے علی میں تمہارا بھائی اور تم میرے بھائی ہو مجکو خدا نے نبوت کے لئے انتخاب کیا اور تمکو امامت کے واسطے میں اور آپ دونوں اس امت کے باپ ہیں آپ میرے وصی ووارث اور ہمارے فرزند حسنؑ وحسینؑ کے باپ ہیں جو آپ کا فرمانبردار وہ ہمارا اور جو آپ کا دشمن ہی وہ ہمارا کبھی دوست نہیں ہوسکتا حوض کوثر ومقام محمود پر ہمارا اور تمہارا ساتھ ہے جس طرح کہ تم اب میرے علم دار لشکر ہو اسی طرح آخرت میں ہو گے ۔ ملائکہ تمہارے ذریعہ سے تقرب خدا کے وسایل ڈھونڈتے ہیں زمین کے رہنے والوں سے آسمان پر تمہارے چاہنے والے زیادہ ہیں بندگان الہی پر تم حجت خدا ہو میرا اور آپ کا قول وحکم ونہی ایک درجہ میں ہے تمہارے اور میرا اطاعت اور معصیت میں سرمو تجاوز نہیں میرا اور تمہارا شکر اللہ کا شکر ہے بعد ازاں آنحضرت نے یہ آیہ مبارکہ تلاوت فرمائی ومن یتولی اللہ ورسولہ والذین آمنوا فان حزب اللہ ہم الغالبون عبارت عربی دیکھ کر اگر اطمینان منظور ہو تو ینابیع کو صفحہ (۱۲۷) سے دیکھو چونکہ حضرت امیر بہ قول بشیر ونذیر امت کے باپ ہیں اور مخاطب اپنی ذات کو از جملہ امت محمدی جانتے ہیں لہذا اگر مخاطب کو نبیؐ وعلیؑ کا بیٹا ہونا منظور ہو تو اس ہتھوڑے کو کسی لوہار کے حوالے کردیں تاکہ توڑ پھوڑ کر کاشتکاروں کے لئے آلات کشاورزی بنا دے مخاطب کے اصلی باپ سے بمرتبہ ابوت حضرت امیر کا لاکھوں درجہ بڑھا ہوا ہے اگر وہ اپنے باپ کے سامنے کسی نزاع خانگی سے بجائے ہتھوڑے کے ایک کھرپی لیکر آمادہ جدال ہوجائیں تو اس بزرگ کو کتنا ناگوار گذرے گا بقول سعدیؒ ؎

اگر با پدر جنگ جوید کسے | پدر بیگماں خشم گیرد بسے

ضرور وہ گھر سے باہر نکالدیں مزید براں عاقنامہ رجسٹری کرادیں علی ہذا یقین ہے کہ حضرت امیر مخاطب کے ہاتھ میں آئینہ امامت کا توڑنے والا آلہ دیکھ کر فرمائیں گے کہ اس خونخوار کو احاطہ حوض کوثر سے نکالدو ۔

نمبر ہفتم میں جو کہ تابع نمبر اول ہے حقیر اس بحث کو پورے طور پر لکھ چکا ہے کہ علمائے اہل سنت
در باب نص مخالف ہیں بلکہ مزید براں یہ فرماتے ہیں کہ جسکو خدا مقرر کرے اس سے مفسدہ لازم
آجائے اور جس سے آدمی رضامند ہوں اور اپنے اوپر حکومت کے لئے منتخب کریں اس سے اصلاح حاصل
ہوجائے اسجگہ مجیب نے کل مراتب طے کردئے ہیں اس نمبر پر مجھکو کوئی ضرورت لکھنے کی نہ تھی۔ مگر
چونکہ میں نے ہر نمبر مجوزہ مخاطب کا جواب تفصیلی دیا ہے لہذا بہ نظر توضیح حال یہاں بھی کچھ عرض
کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ شروع کتاب میں بجانب مخاطب دعویٰ ہوا ہے کہ جو مضامین ہم نے لکھے
ہیں وہ علمائے قدیم کو نہیں سوجھے لہذا اُن کا غرہ انانیت توڑنے کے لئے عرض کیا جاتا ہے کہ مخاطب
سے پہلے شاہ صاحب تحفہ کے باب ہفتم میں بابامت گفتگوئے عظیم کر چکے ہیں وہیں سے سرقہ کرکے جناب
نے یہ پانچ نمبر قایم فرمائے صاحب تحفہ باب مذکور میں لکھتے ہیں۔ عقیدہ چہارم (لے عقیدہ
اہل سنت) امام را لازم نیست کہ منصوص باشد از جانب خدا زیرا کہ نصب او بر ذمہ مکلفین
واجب است امامیہ گویند کہ نصب امام بر خدا واجب است پس می باید کہ منصوص باشد از جانب
خدا اس کے بعد شاہ صاحب نے یہ فیصلہ صادر فرمایا ہے کہ اگر خدا کسی کو امام مقرر کرے تو لوگ اسکی اطاعت
میں سستی کریں اور چار آدمی جسکو مقرر کریں وہ اپنی تقرر کی رعایت مدنظر کرکے مدام اسکی اطاعت میں کوشاں رہیں یعنی
متعلق بہ صواب دید ایشاں (صحابہ) باشد تا در طاعت او قصور نہ کنند و مثل مشہور کہ نواختہ را
نباید انداخت ملحوظ دارند و اگر از جانب خدا منصوص باشد مثل سائر احکام شرعیہ در نصب او
مداہنت و مسالمت بوقوع خواہد آمد و اغراض کہ در نصب امام منظور است ضایع خواہد شد و اگر
نص الٰہی در حق مکلفین کافی می بود در اطاعت و عمل قرآن چہ کمی داشت و حدیث پیغمبر چہ نقصان
نصب امام برائے ہمیں است کہ در احکام شرعیہ مسالمہ روا ندارند و طوعاً و کرہاً مردم را از جادہ
شریعت بیروں رفتن نہ دہد پس اصلح در حق مکلفین ہمیں است کہ تعیین رئیس را بعقل ایشاں وا
گذارند (شاہ صاحب نے دلیل تو بڑی مضبوط لکھی ہی دیکھئے ہماری تعریض کا بھی کوئی جھٹکا
اُٹھا سکتی ہے یا نہیں تائید تحریر شاہ صاحب ترجمہ صواعق محرقہ کے صفحہ ۱۴ سطر ۲۳ سے عبارت
دکھلاتا ہوں (صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجماع کردہ اند بر آنکہ نصب امام از انقطاع زمان
نبوت واجب است بلکہ آنرا از اہم واجبات دانستند از ایں جہت مشغول شدند بہ آں از دفن

آنحضرت ہیں علمائے اہلسنت کے بیان سے واضح ہو گیا کہ امام مقرر کردہ رحمان نہیں ہو سکتا بلکہ مجوزہ انسان سبحان اللہ کیا اچھا خیال اور عقیدہ ہے بہرحال یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ جو طریق بحث نے تجویز کیا تھی وہ جدید ہے نہیں بلکہ علمائے مخاطب جو شرک تک نکل گئے ہیں مخاطب نے بھی اپنی ٹوٹی پھوٹی بالکل اسی پر دوڑائی ہے جو حقیقت اہل سنت بثبوت پیش کردہ حقیر کو ملاحظہ فرمائیں گے مخاطب پر رد و الہام کا منطقہ ہرگز نہ کرینگے بلکہ سمجھ جائیں گے کہ اہل سنت کو دھوکہ دینے کے لئے کسی غرض سے اپنا اختراع بحیلہ الہام ثابت کرنا چاہتا ہے۔ ہائے افسوس لاچاری کیا کچھ نہیں کراتی جبکہ علمائے اہلسنت بمقابلہ شیعہ حضرت امیر کے خلیفہ منصوص من اللہ والرسول ہونے کے رد و ابطال میں پا بہ دست ہوئے تو خدائی انتظام کو صف رتبلا دیا۔ ہمیریں مذاق اگر تعین انبیا بھی بدست خلایق ہوتا تو انکی اطاعت بھی بہ طرز واجب کی جاتی صدہا انبیاء جو قتل ہوئے یہ صرف اسی وجہ سے کہ خدا نے انکو متعین کیا تھا۔ اگر انسانی انتخاب سے نبی قائم ہوتے تو خلایق نواختہ را نباید انداخت پر عمل کرکے اُن کو تلوار کے گھاٹ نہ اتارتی رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کو اگر مکہ مدینہ کے آدمی مل کر نبی بناتے تو حضرت عمر کو بروز صلح حدیبیہ اُن کی نبوت سے بدظنی ہوتی نہ شرکت لشکر اسامہ و قضیہ دوات و خامہ پر جو معاملات وقوع پذیر ہوئے ہوتے افسوس ہے کہ خدا نے اس کام میں جلدی کی ورنہ دس بیس علمائے اہل سنت کی ارواح سے مشورہ لیا جاتا کہ میں ہدایت خلایق کے لئے انبیا متعین کرتا ہوں اب آپ صاحبان کی کیا رائے ہے شاہ صاحب بڑھ کر عرض کرتے کہ ایسا نہ کیجئے ملک میں فساد ہو جائے گا ہزارہا نبی قتل ہو جائیں گے بعض آرہ سے چیرے جائیں گے بعض کو آگ میں پھینک دیا جائے گا جنکو حضور نے خاتم الانبیاء تجویز کرکے سب سے زیادہ اعزاز بخشا ہے انکو لوگ تقسیم غنائم میں غیر عادل کا خطاب دیں گے منہ پر بیہودہ گو کہیں گے۔ جن کے اتباع کا وہ حکم دیں گے اُنکے خلاف کریں گے ہماری صلاح تو یہ ہے کہ اسیاست کو مخلوق کی رائے پر چھوڑ دیجئے وہ جسکو پسند کرکے نبی بنا لیں اسی کی نبوت صحیح ہو ضرور ہے کہ خدا یہ دور اندیشیاں سنکر اپنی تجویز واپس لیتا۔ سخت افسوس ہے کہ علمائے اہل سنت بپاس خاطر تلا نہ وہ بے تکی باتیں اڑاتے ہیں جسے عقلمند تو بجائے خود رہے احمقوں کو بھی ہنسی آجائے چونکہ شاہ صاحب بصد تعدد و مد اسیات کے مدعی ہیں کہ جسکو اہل ملک اپنے اوپر حکومت کرنے کے لئے حاکم تجویز

کریں اُس کی اطاعت میں لوگ کوشاں ہوں اور خدائی انتظام سے روگرداں۔ لہذا مخاطب اور دیگر اہل سنت سے دریافت کیا جاتا ہے کہ انبیاء کو خدا نے مقرر فرمایا یا خلایق نے ضرور جواب دیا جائے گا کہ خدا نے اُسوقت یہ سوال ہوگا کہ ان خدائی بندوں سے فساد ہوا یا اصلاح حال رعایا حضرات کو کہنے پڑے گا کہ سب انبیاء سے اصلاح کار عمل میں آئی نہ کہ فتنہ و فساد بعد ازاں میں یہ پوچھتا ہوں کہ وہ وجہ بتلائیے کہ اگر امام کو بھی خدا بہ مثل نبی تعین کرتا تو اس سے کیوں فساد لازم آتا اور جس خلایق نے نبی کی متابعت کی وہ امام مقرر کردہ خدا سے کیوں مخالفت کرتی تا وقتیکہ حضرات اہل سنت کافی دلیل سے ہمارا اطمینان نفرمائیں گے ہم ہرگز اس کے ماننے پر تیار نہیں ہیں۔ جس بات پر شاہ صاحب نے بڑا زور دیا ہے یعنی یہ کہ جسکو لوگ معزز کریں وہ باعث رفع مفاسد ہوجیتا ہے اسکی کمزوری ناظرین کو دکھلاتا ہے۔ میں حضرات صحابہ ہی کی طرز عمل سے انشاءاللہ ثابت کردوں گا کہ جن بزرگوں نے انتخاب کرکے خلیفہ قایم کیا تھا انہیں حضرات نے نتیجہ میں اپنے منتخب کئے ہوئے کی بیوقاری کی۔

حضرت ابوبکر کو خلیفہ عمرؓ نے باوصف انتخاب کیسا سمجھا

ظاہر ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں سب سے پہلے جناب عمر نے صدیق اکبر کی بیعت کی اور اُنکو امام جائز الاطاعت سمجھ کر اور لوگوں کو بھی رشتہ بیعت میں جکڑ کر باندھا مگر اپنے عہد خلافت میں جلسہ عام پر کہدیا کہ بیعت ابوبکر بلا سوچے سمجھے و مشورہ اہل حل و عقد ناگہانی طور پر واقع ہوئی تھی خدا نے اُس کی شرارتوں سے لوگوں کو بچایا اگر آیندہ کسی شخص نے مثل ابوبکر حصول خلافت میں جسارت کی تو اسکو قتل کردیا جائے گا ناظرین توجہ فرمائیں کہ حضرت عمر کی یہ آپچ کس درجہ ہتک صدیق مضر ہے اور کہاں تک اُنکی اس سے اہانت ہوئی جسکو خود خلیفہ خلعت پہنائیں اُسکی اس عنوان سے توہین کریں۔ حضرت فاروق کے انصاف پر افسوس ہوتا ہے کہ کل جس کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور خلیفۃ اللہ کہتے کہتے مُنہ خشک ہوجاتا تھا آج اسی کو مادہ شرارت بتلاتے ہیں نعوذ باللہ خیر ہم بالکل بے تعلق عمل نہیں کرتے واضح ہو کہ اس قضیہ کے متعلق جو الفاظ فاروق نے فرمائے ہیں اُسکو حدیث (فلتہ) کہتے ہیں تحفہ میں اسکو شاہ صاحب نے بھی

قبول فرمایا ہے دیکھو باب دہم میں مطاعن حضرت ابوبکر

حضرت ابوبکر و عمر و عثمان کو باوصف انتخاب حضرت امیرؑ نے کیسا سمجھا

بہ اعتقاد حضرات اہل سنت حضرت امیرؑ نے ہر سہ خلفاء کو امام جائز الاطاعت سمجھ کر اُن کی بیعت کی مدام اُن کے ساتھ شریک جمعہ و جماعت رہے لیکن صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نے جناب امیرؑ سے فرمایا کہ اے علی تم مجکو اور ابوبکر کو کاذب و غادر و خائن و آثم جانتے ہو حضرت امیرؑ کی رائے صائب و عقل سلیم پر تعجب آتا ہے کہ جنکو خلافت کے لئے انتخاب کریں انہیں کو جھوٹا سمجھیں اس سے لازم آیا کہ آپ نے جھوٹوں کی بیعت کی اور غادر و خائن لوگوں کے پیچھے نماز پڑھی۔ مقام تامل ہے کہ حضرت امیرؑ انتخاب شیخین میں شریک ہوں اور پھر انہیں کو کاذب سمجھیں اور ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ کل جنہیں بحیثیت متفقہ ان لوگونکو اپنا امام قرار اور آج خلعت کذب سے اُنکو آراستہ کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیرؑ متلون مزاج و غیر مستقل تھے اس سے زیادہ تعجب انگیز یہ بات ہے کہ انہیں اپنے اماموں کی سیرت پر چلنے سے مجلس شوریٰ میں انکار کر دیا اس سے خلفاء کی بڑی توہین ہوئی نواختہ را نباید انداخت کو حضرت علی نے بالکل بھلا دیا۔ حضرت عثمان کی بیعت کی اور پھر انہیں کو حسب عقیدہ عائشہ صدیقہ و امیر معاویہ و طلحہ و زبیر قتل کرا کے قاتلوں کو زیر دامن چھپا لیا خلیفہ کے بدن سے ایک ٹانگ کٹتے توڑ کر لے گئے نہ اُن کو ادب ادب کیا نہ نماز جنازہ پڑھی نہ کھڑے ہو کر دفن کرایا۔ مصریوں نے خلیفہ عثمان کے دست حق پرست پر بیعت کی اور پھر اُسی اپنے منصوب کردہ خلیفہ کو بصد بیدردی قتل کر ڈالا۔

ہزارہا بیعت کرنیوالوں سے ایک کی حمیت مقتضی نہوئی کہ اُن کی امداد کرتا حضرت نائیلہ زوجہ جناب عثمان کوٹھے پر چڑھی ہوئی چلا رہی تھیں کہ ارے لوگو دوڑیو کوئی مار گیا سا مگیا مگر خلیفہ بنانے والوں سے ایک نے بھی نواختہ را نباید انداخت پر عمل نہ کیا۔

حضرت طلحہ و زبیر نے حضرت امیرؑ کو بعد انتخاب کیسا تصور کیا

سب کو معلوم ہے کہ ان بزرگواروں نے بہ ہزار رغبت و مسرت حضرت امیر سے بیعت کی ایک ہفتہ

بھی نہ گذرا تھا کہ ہر دو بزرگواران نے زمرۂ ناکثین میں اپنا چہرہ دکھایا۔

رفقائے امام حسن نے نواختہ را نیا بد انداخت پر کیونکر عمل کیا

شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ کے باب سوم میں ابن صباغ مالکی کی کتاب فصول المہمہ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں۔ روساء آنہا پنہاں با معاویہ مکاتبت و مراسلات داشتند و او را بر حرکت بر می انگیختند و علانیہ می نوشتند کہ ہاں زود شو تا امام را بتو سپاریم الی آخرہ نہ معلوم امام حسن کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے معاویہ سے کیوں خط و کتابت رکھتے تھے کیا نواختہ را نیا بد انداخت اسیکو کہتے ہیں غرضکہ ہزارہا شواہد بخلاف شاہ صاحب ہمارے پاس موجود ہیں۔ الحمدللہ کہ شاہ صاحب نے جو کلیہ قائم فرمایا تھا اُسکا شیرازہ ہم نے ایسا توڑ دیا کہ انشاء اللہ کسی جلد ساز سے یہ اوراق پریشان جمع نہ ہو سکیں گے۔ افسوس ہے جناب شاہ صاحب نے واقعات دنیا پر نظر نہ کی اور ویسے ہی علی الاٹکل بلا غور و خوض لکھ گئے۔ اب میں مخاطب کو شرم دلانے کے لئے ثابت کرتا ہوں کہ عند السنیہ بھی امام کا منصوص ہونا ضروری ہے۔

ترجمہ صواعق محرقہ کے ۳۸ سطر ۳ پر لکھا ہے چون رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ بنائے مسجدی کرد سنگی در آن بنائے نہاد با ابوبکر گفت کہ ضع حجرک الی جنب حجری ثم قال لعمر ضع حجرک الی جنب ابی بکر ثم قال لعثمان ضع حجرک الی جنب حجر عمر ثم قال ہولاء الخلفاء بعدی۔

مطلب یہ ہوا کہ جسوقت آنحضرت نے مسجد کا بنیادی پتھر رکھا حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ آپ میرے پتھر کی برابر رکھیں اور عمر آپ کے پتھر کے پاس اور عثمان عمر کے پتھر کے نزدیک جب تینوں صاحب سنگباری کر چکے اسوقت آنحضرت نے فرمایا کہ خدایا یہی بعد میرے خلیفہ ہیں لیجئے جناب مخاطب آپ منکر نص خلافت تھے دیکھئے آپ کے ثلاثہ صرف ڈھیلے پتھر سے خلیفہ ہو گئے کیا اب بھی آپ کو اپنے انکار پر اصرار ہوگا۔ جس خدشہ سے آپ منکر نص ہیں اب تو وہ بھی نزاع حضرت امیر خلافت سے علیحدہ ہو گئے۔ صرح ثلاثہ سے شرم کر کے اب تو اقرار نص فرمائے حضرت رسول ثلاثہ کے لئے (ہولاء الخلفاء بعدی) فرمائیں اور یہ کاسہ لیسی شاہ صاحب مخاطب منکر از نص ہوں میں سخت حیران ہوں کہ اہل سنت کیوں انکار کرتے ہیں مقدمہ خلافت تو یا رگاہ ایزدی سے

طے پاکر منصوص ہو چکا ہے ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں دربارہ نص جو تحریر فرماتے ہیں اُسکو ترجمہ کے صفحہ (۲۵) پر باب عنوان لکھا ہے (فصل سوم در نصوص سمعی کہ دلالت میکند بر خلافت ابوبکر از قرآن وحدیث رسول صلعم اما از نص قرآنی از انجملہ قول خدائے تعالیٰ است دیا ایہا الذین امنو من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبہم ویحبونہ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین یجاہدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ واسع علیم (روایت بیہقی از حسن بصری رضی اللہ عنہ کہ گفت بخدا ئے سوگند کہ مراد باین قوم ابوبکر است) دیکھیے بیہقی سا جلیل القدر ابوبکر صاحب کے منصوص من اللہ ہونے پر قسم کھاتا ہے ابن حجر مکی اپنی کتاب میں باب و فصول مقرر کرکے اُسکو بیان فرما رہے ہیں اور مخاطب ہو ہو کے بڑے ٹھسے سے انکار پر کمر باندھے ہوئے شیعہ کو دھمکا رہے ہیں۔ سوائے آیہ موصوفہ بالا اور چند آیات ترجمہ مذکور میں لکھی ہیں جو کہ اُن کی دانست میں نص بہ خلافت ہیں اسی موقع پر بعد آیہ بالا جو دو احادیث تحریر ہیں از انجملہ ایک یہ ہے (روایت کردند دار قطنی وخطیب ابن عساکر از حضرت امیر المومنین کرم اللہ وجہہ کہ گفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود سألت اللہ ان یقدمک ثلاثا فابی علی الا تقدیم ابی بکر) یعنی رسولخدا از علی فرمود از خدائے تعالیٰ درخواست نمودم سہ مرتبہ کہ مقدم دارد ترا بر ہر سر پس ابا کرد و راضی نہ شد مگر بہ تقدیم ابی بکر۔ جبکہ خدا ایک مرتبہ انکار کر چکا تھا کہ میں علی کو خلیفہ نہیں کرتا ابوبکر و عثمان کو کروں گا تو پھر آنحضرت نے تین مرتبہ کیوں اصرار کیا بعض وقت بیجا محبت ندامت افزا ہوا کرتی ہے نبی کہہ رہے ہیں کہ خدایا علی کو مقدم کردے خدا گردن ہلا ہلا کر فرما رہا ہے کہ میں تو ابوبکر ہی کو کروں گا۔

مگر حضرت نہیں مانتے سیر بھر آٹا باندھ کر خدا کے پیچھے ہی پڑ گئے بالآخر خشک جواب پاکر اپنا سا منھ لیکر رہ گئے خدا ایسے پیٹو نبی سے بجائے حضرت علی کی عقل سلیم پر تعجب آتا ہے۔ ہرگاہ نبی اُن سے کہہ چکے تھے کہ میں تین مرتبہ آپکے لئے کہہ چکا ہوں۔ مگر خدا کسی طرح پکا نہیں ہوتا وہی مرغی کی ایک ٹانگ کہے جاتا ہے۔ لہذا ا نپر واجب تھا کہ شاکر بہ رضائے الٰہی ہو کر چپ ہو رہے۔ حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر فوراً بیعت کر لیتے انکو ہمیشہ بیجا جاننے کا ذنب نہ سمجھتے انکی سیرت پر عمل کرنے سے انکار نہ کرتے مگر یہ حضرت بڑے ضدی تھے جب تک گھر پر آگ روشن نہ دیکھ لی

سیدھے ہی ہوئے اس موقع پر حضرت عمر کی گرم لفظوں میں تعریف کی جاتی ہی کہ اُنھوں نے منبر خدا پر ایسا عمل کیا کہ بر ہم زن خلافت صدیق کے گھر پر آگ اور لکڑیاں لیکر چڑھ گئے اور سخت دھمکی دے کر سیدھے رستہ پر لائے - دیدہ باید ان تعریضات کا جو کہ بر بنا بر روایات اہلبیت بیدا ہوتی ہیں علمائے سُنّیہ کیا جواب دیں گے اور خود مخاطب اپنی ذات کو انکار نص میں سچا سمجھیں گے یا بیہقی و دارقطنی و ابن عساکر و ابن حجر مکّی کو جو کہ خلافت کو منصوص من اللہ والرسول بتلاتے ہیں بحمد اللہ خلافت کا نصّی ہونا بایں دلایل واضحہ ثابت کیا گیا کہ اگر مخاطب مقام معروف تک کا زور لگائیں گے انشاء اللہ کچھ جواب نہ دے سکیں گے سُنّیوں کا بھی عجیب پر اختلاف گروہ ہے جس بات کا ایک شخص انکار کرتا ہے اُس کے دس اقرار کرنے والے موجود ہو جاتے ہیں اور اقرار پر انکاری جماعت صف بستہ نظر آتی ہے

نمبر دوازدہم امام کا اپنے زمانہ میں سب سے افضل ہونا

بہت اچھا افضل نہ سہی سبکا خدمت گار و کفش بردار سہی آپ کو اختیار ہے اپنے اماموں کو جیسا چاہیں سمجھیں امام پیشوا کو کہتے ہیں ہر گروہ کا امام دیگر اشخاص سے ممتاز ہوتا ہے حاجت دلیل نہیں ہے - ہم سُنّیات کو بتلائے دیتے ہیں کہ اہل سنت کیوں یہ خلاف عقل بات کہتے ہیں کہ امام کے لئے افضل ہونے کی ضرورت نہیں اُس کی وجہ یہ ہے کہ جن لوگوں کو یہ حضرات امام قیاس کئے ہوئے ہیں اُن کے ہاتھ میں کسی اسکول فضیلت کا پاس نہ تھا ہر امتحان میں وہ فیل ہو چکے تھے امام کے لئے سب سے زیادہ ضرورت علم کی ہوتی ہے اس میں ان کا مطلق حصہ نہ تھا علوم دینیہ سے ایسے بے بہرہ تھے کہ عورتوں سے بعض مواقع پر الزام اُٹھا بیٹھے ہیں تنقید المطاعن میں اُن کی جہالتیں بشرح دکھلائے گئے ہیں چونکہ اتفاقات وقت سے وہ حاکم شرعیت بن گئے اور فضل و کمال سے بے بہرہ تھے لہذا شیعہ نے منجملہ دیگر اعتراضات کے ایک یہ بھی مزید براں کر دیا کہ اہلبیت رسول کی موجودگی میں جو کہ دریائے علوم تھے ثلاثہ کو کسی طرح استحقاق نیابت نبوی نہ تھا لہذا بعض حضرات نے انکار کر دیا کہ امام کی افضلیت ضروریات امامت سے نہیں ہے چونکہ میں نے چند اسپکٹر اس امر کی تفتیش پر مامور کر رکھے ہیں کہ جن جن علماء کا سہو بہ جبر اکرہ مخاطب نے اپنا

ذاتی مال قرار دیا ہے اور اُس پر یہ نظر دھوکہ دہی دعوے الہام کیا ہے لہٰذا وہ کتب خانوں کی سیر کرکے رپوٹ دیں کہ انھوں نے کہاں کہاں قفل توڑے کس کس جگہ نقب لگا کر غارتگری کی بعض رپوٹوں کے نتائج پہلے عرض کر چکا ہوں آج جو روزنامچہ وصول ہوا اُس سے ظاہر ہے کہ عبدالعزیز دہلوی کے گھر میں سوراخ کرکے تحفہ کے باب ہفتم سے انکار افضلیت کا سرقہ کیا ہے صاحب تحفہ نے باب ہفتم میں سنیوں کے عقاید میں لکھا ہے (عقیدہ ہفتم آنکہ امام را لازم نیست کہ عند اللہ افضل از جمیع اہل عصر خود باشد۔ تعجب ہے کہ مخاطب اوراق تحفہ سے مضمون چرائیں اور ورود الہام کے مدعی ہوں عجب نہیں کہ آیندہ نزول وحی کا دعوے پیش کیا جائے حقیر انشاء اللہ کتب اہل سنت سے ثابت کئے دیتا ہے کہ امام کی افضلیت عند السنیہ بھی ضروری ہے۔ حضرت ابو بکر نے سقیفہ میں جو ابو عبیدہ جراح و عمر کی طرف بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا اس کی نسبت جناب دوم کا قول ابن حجر مکی نے جس طرح نقل کیا ہے وہ صواعق محرقہ کے ترجمہ میں صفحہ ۷ سطر ۹ اپر یہ ایں الفاظ نقل کیا گیا ہے (عمر گفت کہ بخدائے سوگند کہ اگر کسے پیش من آمدے وگردن من ببریدے ما دام کہ گناہ بمن لاحق نشدے دوست تر بود نزد من آنکہ امیر باشم بر قومے کہ ابو بکر درمیان باشد) یہ عبارت صاف کہہ رہی ہے کہ حضرت عمر نے جناب ابو بکر کو اپنی ذات سے افضل سمجھا اگر افضل نہ جانتے تو اپنا قتل ہونا پسند نہ کرتے اس روایت سے چند تعجب پیدا ہوئے جبکہ آنحضرت جناب ابو بکر کو امام جماعت بنا کر اُن کے پیچھے نماز پڑھ چکے تھے اور نیز بوقت تعمیر مسجد اپنے پتھر کے برابر اُن کے پتھر رکھنے کی تصریح بالا رکھ کر (ہولاء الخلفاء بعدی) کہہ چکے تھے تو باوصف ایسی شہادت قوی کے ابو بکر صاحب نے خلیفہ بننے کی طرف کیوں ہاتھ بڑھایا اس سے بڑھ کر یہ کیا کہ ابو عبیدہ کے ہاتھ پر جو متن میں نشانہ تیرہ میں بیعت کرنے کو آمادہ ہو گئے۔ شاید قضیۂ امامت نماز معرض سہو میں آگیا ہوگا۔ عمر صاحب کے باب میں حضرت فرما گئے تھے لو کان بعدی نبی وکان عمر یعنی بعد ہمارے اگر کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے جبکہ بقول خصمی مرتبت حضرت دوم میں مادہ نبوت بھرا ہوا تھا مگر بوجہ انقطاع سلسلہ واختتام نبوت نبی نہ ہو سکے تو ضرور تھا کہ بعد نبی امام ضرور ہوتے تعجب ہے کہ خلیفہ دوم نے ایسے شخص کو امامت کے لئے منتخب کیا جو کہ بہ تمثل اُن کے قابلیت نبوت نہ رکھتا تھا۔ دیکھئے جناب مجاہد

ان روایات سے کسکو سچا بتلاتے ہیں۔ کتاب مذکور کے صفحہ ۱۷ سطر ۲۲ پر یہ عبارت دیکھو کہ امت
کہ سبقت کنند در جمیع خیرات بر ہمہ کس مثل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تحقیقکہ او بہترین ماست (لفظ
بہتر صاف طور پر دلالت کرتا ہے کہ اسوقت کے تمام آدمیوں میں حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کو اعلیٰ
درجہ پر سمجھا تھا جسکو دوسرے لفظوں میں افضل بولتے ہیں سقیفہ کے قصہ میں لکھا ہے کہ جب مابین
مہاجر و انصار خلافت پر جھگڑا ہوا تو خطیب ایشاں برخاست (اے خطیب انصار) خدائے را ثنا گفت
انچہ اہل آنست و گفت اما بعد ما انصار خدائیم و شکر عظیم اسلامیم (خطیب انصار کا اس عنوان سے اُس
مجمع میں خطبہ پڑھنا صاف طور پر ثابت کرتا ہے کہ وہ اپنے گروہ انصار کو افضل و اعلیٰ سمجھ کر مدعی خلافت
ہوا تھا دیکھو ترجمہ صواعق محرقہ کا صفحہ ۱۷ سطر ۸ اور ملاحظہ ہو کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر نے
حسب تصریح بالا جناب ابوعبیدہ کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا وہی عمل حضرت فاروق نے کیا ترجمہ مذکور
صفحہ ۱۹ سطر ۱۵ پر لکھا ہے (عمر اول بجانب ابوعبیدہ آمد کہ بیعت بہ آو کند گفت امین این امتی بہ لسان
رسول صلی اللہ علیہ وسلم ابوعبیدہ گفت ندیدہ بودم مثل تو ضعیف الرائے از ابتدائے زمان تا
ایں زمان مگر ہمیں کلمہ کہ گفتی بیعت می کنی و حالانکہ درمیان ماست صدیق ثانی اثنین) نہ معلوم
حضرت عمر کے دماغ کو سقیفہ میں کیوں چکر آگیا تھا کہ صدیق و ثانی اثنین کو چھوڑ کر امین کی طرف دوڑے
تھے بقول ابوعبیدہ اُن سے ہمیشہ عاقلانہ کام ہوتے رہے مگر اسروز گھبراہٹ میں ایسے بہکے کہ صدیق
کو فراموش کر کے جراح سے جا لپٹے بہر حال نتیجہ یہ ہوا کہ باعتقاد ابوعبیدہ بوجہ صدیق و یار غار ہونے
کے ابوبکر اُس سے افضل تھے بایں معنی اُس نے خود بھی بیعت کی اور عمر صاحب سے بھی کہا کہ میں یہ کیا
غضب کرتے ہو ابوبکر کو چھوڑ کے میری طرف جھکتے ہو در حقیقت حضرت عمر کی رائے سقیفہ میں
صحیح نہ تھی کیونکہ اس واقعہ سے کچھ دیر پہلے اُنپر ایک سخت صدمہ وفات نبی کا پہنچ چکا تھا جس سے
بقول شاہ صاحب مندرجہ تحفہ وہ ذاہل و بیہوش ہو گئے تھے واقع میں جس شخص پر ایسا
صدمہ جانگسل پہنچ چکا ہو اُس کے عقل کب سلیم رہ سکتی ہے۔ تعجب ہے کہ ابوعبیدہ کیوں نہ خلیفہ ہوئے
جبکہ حضرت ابوبکر و عمر دونوں پہلے پہل اُن کی طرف رجوع ہوئے تھے وہ تو دو بزرگ شخصوں
کے انتخاب سے منتخب ہو گئے تھے ایسا انتخاب جبر اتفاق ہو لایق و ثوق سمجھا جاتا ہے۔ چونکہ ابوعبیدہ
بقول اہل سنت امین امت تھے لہذا بمثل شیخین حضرت امیر کی جانچ میں خائن نہ قرار پاتے شاید

امین ہی سمجھے جاتے اسوقت کے لوگوں سے ظاہرا یہ غلطی ہوئی کہ انتخاب شیخین کو صحیح نہ سمجھا ترجمہ مسطورہ کے صفحہ ۲۶۱ سطر ۴ و ۵ و ۲ پر لکھا ہے رمرویست از عمر در زمانے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرمود حضرت علی و زبیر رضی اللہ عنہ و جمیع دیگر کہ با ایشان بودند در خانہ فاطمہ زہرا نشستند و تخلف کردند از بیعت ابوبکر۔ متخلفین نے ضرور ہے کہ حضرت ابوبکر کو ناقابل خلافت سمجھکر راہ اختلاف اختیار کی ہوگی پس افضلیت کی ضرورت ثابت ہوگئی چونکہ حضرات اہلسنت کے عقیدے میں حضرت امیر نے جناب ابوبکر کی بیعت بہ خوشدلی کرلی تھی اور صاحب صواعق محرقہ جناب عمر سے ناقل ہیں کہ علی و زبیر نے تخلف از بیعت کیا تھا لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جو واقعات بوقت بیعت طلبی حضرت امیر و صدیق سے پیش آئے تھے اُن کا ذکر کردیا جائے تاکہ معتقدان بیعت مرتضوی کی آنکھیں روشن ہوجائیں مرزا حیرت دہلوی منکر شہادت امام حسین علیہ السلام نے روضۃ الاحباب کی اس عبارت کا ترجمہ کیا ہے جسکا تعلق حضرت امیر کی بیعت سے ہے لہذا اون کی کتاب خلافت شیخین کے صفحہ (۸۷) سے وہ ترجمہ بجنسہ نقل کیا جاتا ہے جب مہاجر و انصار نے صدیق اکبر کے ہاتھ پر بیعت کرلی تو دوسرے روز ایک بہت بڑا جلسہ قرار دیا گیا ہزاروں صحابہ اس جلسہ میں آکے جمع ہوئے پھر حضرت علی کو اس موقع پر بلایا گیا آپ تشریف لائے اور مناسب موقع پر نشست فرمائی پھر آپ نے دریافت فرمایا تم لوگوں نے مجھے کیوں بلایا ہے حضرت عمر نے جواب دیا آپ کے بلانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ بھی کل صحابہ کے ساتھ اتفاق کرکے داخل جماعت ہوں۔ یعنی جس طرح انھوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا ہے آپ بھی اُس کے ہاتھ پر بیعت کریں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا تم لوگوں نے حضور انور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے قرابتی بیان کرکے انصار کو تسکین دی اور ابوبکر کو خلیفہ بنایا میں کہتا ہوں کہ جو کچھ رسول اللہ سے مجھے قرابت ہے تم میں سے ایک کو بھی نہیں اور اس بات کو کل انصار جانتے ہیں خدائے تعالیٰ سے ڈرو اور انصاف کرو جبکہ تم بھی انصاف کی خواہش رکھتے ہو تو دوسروں کا بھی انصاف کرو عمر نے سختی سے کہا جب تک ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرنے کے میں آپ کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا حضرت علی نے جواب دیا میں ایسی باتوں سے نہیں ڈرتا اور جب تک میری جان میں جان باقی ہے اپنے حق سے کبھی دست بردار نہونگا۔

لمولف

حق طلب ان فقرات پر ضرور نظر ڈالیں۔ کیا بیعت کی یہی شان ہوتی ہے حضرت امیر اپنا حق بخلافت ہونا ثابت فرمارہے ہیں اور عمر دھمکیاں دیتے ہیں کہ آپ کو ضرور بشمول دیگر اشخاص ہماری اطاعت کرنی ہوگی مگر واہ رے پختہ کاری حضرت امیر کس استقلال سے بیخوف ہوکر فرمارہے ہیں کہ میں ان دھمکیوں سے نہیں ڈرتا جب تک کہ رشتہ حیات باقی ہے اپنے حق سے دست کش نہ ہونگا واقع میں جو آپنے اول کہا تھا آخر تک نباہ دیا کبھی اُن لوگوں کو دعوے امامت میں سچا نہ سمجھا بلکہ کاذب دغا در ہی سمجھا کیئے۔ جو لوگ کہ بیعت مرتضوی کو بہ جبر و کراہت نہیں جانتے بلکہ خوشدلی و رغبت پر قیاس فرماتے ہیں وہ فقرات متذکرہ دیکھیں اور پھر عقل ایمان سے جانچ کریں کہ آیا یہ انکار بیعت مرتضوی کس حد تک حق پر ہیں کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ جسکو ابتدا میں بہ این شدت بیعت سے انکار ہوا اُس نے کسی وقت میں اُسکو بہ رضا مندی قبول کر لیا ہوگا

بقیہ حصہ ترجمہ رَوضتہ الاحباب ترجمہ مرزا جبر مندرجہ صفحہ مذکور

اسپر ابو عبیدہ جراح بولے یا ابو الحسن آپ کی فضیلت و سبقت ہم سب پر روز روشن کی طرح نمایاں ہے کیونکہ تم بوجہ اہلبیت ہونے کے خلافت کا استحقاق رکھتے ہو بلکہ خلافت سے بھی زیادہ بزرگی میں تمہارا استحقاق ہے لیکن جبکہ اصحاب رسول نے اتفاق کرکے ابوبکر کو خلیفہ بنا لیا ہے تو تو بھی اُسے خلیفہ تسلیم کرلے تجھے مخالفت کرنا کسی صورت سے زیبا نہیں

لمولف

یہ صاحب حضرت عمر سے بھی تیز رہے۔ خلافت سے بدرجہا حضرت علیؑ کا استحقاق بھی فایق جانتے ہیں اور پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ اب تو ابوبکر مسند نشین ہوگئے تم بھی شریک اجماع ہوجاؤ سبحان اللہ کیا ہی یا انصاف تھے اگر اُسوقت یہ بات طے ہوجاتی کہ نبی کے بوڑھے سسرے کا ہاتھ پکڑ کر مسند امامت سے اتار دنا داخل توہین ہے بطور مسمیٰ یہ خلیفہ رہیں اور مہمات خلافت

کو آپ انجام دیں جبکہ یہ رہ گرائے ملک بقا ہو جائیں اُسوقت حضرت امیرؑ علیہ السلام بلا شراکت غیرے ملک اسلام کے مالک ہوں تو البتہ بجا بھی تھی مگر سخت افسوس ہے کہ نہ اسوقت کسی نے یہ گفتگو کی اور نہ خلیفہ صاحب نے بوقت وفات اسکا خیال کیا بلکہ مرتے وقت حضرت عمر کو سکہ و دولت دے گئے چونکہ سقیفہ میں باصرار تمام فاروق نے صدیق کو خلیفہ بنایا تھا غالباً جزاء احسان سمجھ کر ایسا کیا ہوگا

بقیہ حصہ ترجمہ روضۃ الاحباب

حضرت علیؑ نے فرمایا اے ابو عبیدہ تو مقرب رسالت پناہی اور معتمد اہتی ہوکے یہ کہتا ہے تجھے سچی بات کہنی چاہئے جو فخر کہ حضرت عزت نے خاندان نبیؐ کو بخشا ہے تو دوسروں کے قبضہ میں اُس بزرگی کو نہ کر قرآن ہمارے گھر میں نازل ہوا اور معدن علم و دین و سنت ہم ہیں اوضاع شریعت اور مصالح ملت کو ہم سے بہتر کوئی نہیں جانتا اپنی طبیعت کے اقتضا پر عمل نکرو کہ تمہیں اس سے نقصان پہونچیگا۔

لمؤلفہ

اس عبارت سے چند باتیں ظاہر ہوئیں اول یہ کہ حضرت امیرؑ نے ابو عبیدہ پر الزام خیانت لگایا دوم باوصف امین امت ہونے کے اُسکو سچی بات کا نہ کہنے والا بیان کیا سوم یہ کہ عزت خداداد کا نبی کے گھر سے دوسرے گھروں میں لیجانے والا اُسکو ظاہر کیا چہارم یہ کہ بہ اعتبار اپنی معدن علم و حکمت ہونے کے اپنی ذات کو افضل از جمیع صحابہ اور احق بہ خلافت سمجھا یہی افضلیت کا جس کو حضرت علیؑ نے ظاہر فرماکر استدلال بہ اولویت خود کیا اسجگہ ثابت کرنا منظور تھا بحمد اللہ یہی ثابت ہوئی کہ مخاطب اُسکو دیکھ کر فوز ندامت سے سر نہ اُٹھا سکیں گے خود حضرت عمر کا بھی یہی مذہب تھا کہ افضل لایق امامت ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ تمنا کیا کرتے تھے کہ کاش میں ابوبکر کے جسم کا ایک بال ہوتا چونکہ یہ استدعا بہ مقام تذلل و انکسار تھی لہذا اُسکی ایسی جگہ کا بال ہونا تجویز کرتے ہونگے جو کہ مقام اسفل پر ہو اگر حضرت ابوبکر افضل نہوتے تو جناب عمر اُن کا نہ تمنا

بدن ہونا گوارا نہ کرتے۔
ترجمہ صواعق کے صفحہ ۱۹ سطر ۱۹ پر لکھا ہے (ابوبکر بہ عمر گفت رضی اللہ عنہ دست خود بکشا
تا با تو بیعت کنم عمر گفت تو افضل معلوم ہوا کہ بہ اعتقاد عمر افضل قابل امامت ہوتا ہے ہر گاہ بقول شاہ
ولی اللہ تمام مسایل اصولی و فروعی حسب تصریح اوراق بالا ماخوذ از احکام حضرت عمر ہیں اور
درباب امامت اُن کا عقیدہ موقوف بہ افضلیت تھا تو معلوم ہوا کہ شاہ عبد العزیز صاحب اس کہنے
میں کہ امام را لازم نیست کہ عند اللہ افضل از جمیع اہل عصر خود باشد مخالف حضرت عمر ہیں بلکہ
بھی انکار افضلیت سے مخالفت خلیفہ دوم پر آمادہ نظر آتے ہیں یہ عجیب مذہب ہے کہ جسکو اپنا امام جانتے
ہیں اُسی سے الگ چلتے ہیں۔ اسی ترجمہ کے صفحہ ۱۹ سطر ۱۲ پر تحریر ہے کہ حضرت عمر نے جناب
ابوبکر سے کہا (کہ قوت من تراست بہ از دیادی فضل) صفحہ ۲۰ سطر ۴ پر ہے (واضح ترین دلائل
است بر آنکہ صدیق اکبر افضل است از جمیع صحابہ کرام) اور اسی صفحہ کی سطر ۹ پر ہے امامت قوم کسے کند
کہ اعلم باشد بہ قرآن پس این امر دلیل ست بہ آنکہ صدیق اعلم از باقی صحابہ بہ قرآن بود (واہ رے
انصاف جو کہ زبان نبوت سے بخدا چوس کر پلا ہو جسکو نبی نے اپنے علوم نامتناہیہ کی تعلیم دی ہو اور جسے
علم کا دروازہ بتلایا ہو جس کے حق میں (القرآن مع علی و علی مع القرآن) ارشاد فرمایا ہو جس پر
ہزار ہا باب علوم منکشف ہوں جس کے اعلم ہونیکا اکثر علمائے سنت کو اقرار ہو اسکی موجودگی میں حضرت
ابوبکر اعلم بہ قرآن کہے جائیں حسب تصریح صاحب روضۃ الاحباب مندرجہ بالا بہ مقابلہ ابو عبیدہ
جراح حضرت امیر یہ فرمائیں (کہ قرآن ہمارے گھر میں نازل ہوا معدن علم و دین و سنن ہم لوگ
ہیں) اوضاع شریعت اور مصالح ملت کو ہم سے بہتر کوئی نہیں جانتا اور بعض سنی صاحب خلیفہ
جی کو اعلم قرآن تجویز کریں۔ حالانکہ تشئید المطاعن و استقصاء الافحام میں بہ صراحت وہ مسایل
شرعی بیان کیے گئے ہیں جنمیں صدیق اکبر کو مطلق دخل نہ تھا ایک شاعر صاحب نے کیا ہی
خوب لکھا ہے ؎

آنکہ منسوخ بود تابع شد | اولیں در شمار رابع شد

چونکہ مخاطب راست بیان کا تا بہ دروازہ پہنچانا مقصود ہے لہذا شارح مقاصد کا ایک فیصلہ
درباب افضلیت دکھلاتا ہوں (قال شارح المقاصد لا ینعقد امامۃ المفضول مع وجود الافضل الا

الا فضل اقرب الی انصار الناس لہ واجتماع الامر علی مبایعتہ (یعنی افضل کی موجودگی میں غیر افضل کی امامت منعقد نہیں ہو سکتی اس عبارت کے آگے لکھتے ہیں (فقال اہل سنت الا افضل ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی اگر بقول شاہ صاحب ومخاطب فضلیت کوئی چیز نہیں تو شارح مقاصد نے چار شخصوں پر یکے بعد دیگرے نشان فضیلت کیوں لگائے۔ اگر جناب مخاطب کو یہ کتاب میں نہیں تو تاریخ الخلفاء کے اردو ترجمہ کو ہاتھ میں اٹھائیں جو کہ مطبع صدیقی لاہور میں چھپا ہے صفحہ (۲۷) پر یہ لکھا پائیں گے۔ عبد الرحمان ابن عوف نے مجلس شورے میں جو کہ بعد قتل عمر قایم ہوئی تھی در باب خلافت یہ رائے قایم کی تھی کہ جو افضل ہو وہ خلیفہ ہونا ضروری ہے عجب ہے صحابہ رسول افضلیت کے معتقد ہوں اور مخاطب ہم پر اعتراض کریں یہ عجب اندھیر ہے۔ حضرت مخاطب کو معلوم نہیں ہے کہ ان کے علمائے سابقین نے در باب افضلیت کیا کیا کوششیں کی ہیں غایت الاوطار ترجمہ در مختار مطبوعہ مطبع صدیقی بریلی یا لاہور کے صفحہ (۲۵۳) پر لکھا ہے کہ اگر کسی موقع پر ایسے چند آدمی مجتمع ہوں کہ جن میں ہر واحد کو استحقاق امامت نماز حاصل ہو تو وہاں جب یہ جانچ کی جائے گی کہ جو شخص سب سے افضل ہو وہ نماز پڑھائے۔ علامات افضلیت چند در چند لکھی ہیں جن پر نمازیوں کو نظر کرنی چاہیے از انجملہ بعض وجوہ کا اس جگہ ذکر کرتا ہوں ناظرین مذاق پسند دیکھ کر ہنستے ہنستے بیخود ہو جائیں گے اور مخاطب و فور غیرت سے ماتھوں زمین ندامت میں دھنس جائیں گے

افضلیت امام کی وجہ اوّل

ثم الاحسن زوجۃ۔ یعنی جس امام کی زوجہ دیگر اماماں موجود الوقت کی زوجہ سے صورت و شکل میں اچھی ہو۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنی لازم ہے۔

افضلیت امام کی وجہ دوم

اور اگر اتفاقات وقت سے سب اماموں کی آغوش میں ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر محبوب ادا میں مساوی ہو تو (ثم الاکثر مالاً) پر نظر کرنی ہو گی یعنی مدعیان امامت میں جسکو بڑا مالدار

ساہوکار سیٹھ دیکھیں اُسکا اقتدا کریں۔

افضلیت امام کی وجہ سوم

ممکن ہو کہ دولتمندی میں سبکو یکساں رتبہ حاصل ہو وہاں (ثم الاکثر جاہا) پر نگاہ ڈالنی چاہئے یعنی ان اماموں میں صاحب عزت و جاہ کون ہے جس شخص کو دکی سی۔ ایس۔ آئی یا آنریبل یا خان بہادر کے خطاب سے ممتاز پائیں اُسکا پیچھا دبائیں۔

افضلیت امام کی وجہ چہارم

صفت مرتبت میں اگر تفریق ناممکن ہو تو (ثم الطف ثوبا) پر نظر کریں مطلب یہ کہ جملہ مدعیان امامت کے لباس کو دیکھیں اگر سب جامدانی و شہر بتی و ڈھاکہ پاٹن و زربفت و کمخواب و پشمینہ و نیم زری کے کپڑوں سے آراستہ و زرق برق معلوم ہوں تو اللہ اکبر کہہ کر جھک جائیں

افضلیت امام کی وجہ پنجم

اسباب میں بھی ساوی ہوں (ثم الاکبر راسا) سے امتیاز کریں یعنی مثل بیٹھے کدو کے جس کا بڑا سر دیکھیں اُسکو امام بنائیں۔

افضلیت امام کی وجہ ششم

قدرتی ساخت سے اگر کل امام موجود المسجد کے سر بڑے ہوں اور بڑائی اور چھوٹائی کا امتیاز مشکل ہو اُس جگہ بدرجہ آخر (ثم الاصغر عضواً) کی جانچ ضروری ہوگی بہت غور سے دیکھا جائے گا کہ عضو کس کا چھوٹا ہے چونکہ منیز آخر میں لفظ عضو واقع ہوا ہے اور وہ شامل ہی تمام اعضا جسمانی پر ہنرا بہتر نظر آتا ہے کہ اُس کی تصریح کردیجائے کہ کس عضو سے مراد ہے ترجمہ مذکور میں یہ لکھا ہی کہ سر بڑا اور دیگر اعضا جس کے چھوٹے ہوں اُسکو امام بنانا چاہیے۔ حقیر عرض کرتا ہے کہ مترجم نے جو عضو اصغر کی توضیح کی ہے۔ یہ غیر صحیح ہے۔ کیونکہ جب کہا جائے گا کہ فلاں شخص

کا سر بڑا ہے تو لازم آجائے گا کہ دیگر اعضا ر مقدار سر کے برابر نہیں بلکہ چھوٹے ہیں بہ ایں جہت
ہر کلاں سر کے باقی اجزائے جسمی کی خوردی لابدی ہوگی۔ علاوہ بریں کتاب مذکور میں صرف عضو
لکھا ہے نہ کہ اعضا اگر مجوز وجوہ افضلیت کی مراد تمام اعضا جسمانی سے ہوتی تو لفظ عضو کیوں لکھتا
جو کہ ایک جزو بدن کو ظاہر کرتا ہے اس امر کی تحقیقات کے لئے حضرات اہل سنت کے کتب خانہ پر
نظر ڈالی گئی "درمختار" کے معائنہ سے واضح ہوا کہ عضو صغر مندرجہ درمختار سے عضو تناسل مراد
کیا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے ان المراد بالعضو الذکر۔ بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ سب سے بڑا اور اعلیٰ درجہ کا امام
وہ ہے جسکا عضو تناسل چھوٹا ہو امام کی زوجہ کے حسن وجمال سے جانچ شروع ہو کر مقام مخصوص کی
کوتاہی پر ختم ہوئی۔ جب تصریح بالا جو امام کے لئے چھ درجہ تجویز کئے گئے ہیں منجملہ اُن کے تین
باتوں کی تمیز مشکل اور دو کی سہل اور ایک کسی قدر حیا طلب۔ اوّل کی تین شرطوں میں امام کی زوجہ کا
حسینہ ہونا مشروط کیا گیا ہے۔ بلا معائنہ ماموین اس کا امتیاز مشکل ممکن نہیں کہ بے دیکھے ٹٹولے
قطعی طور پر کہہ سکیں کہ فلاں امام کی زوجہ خوش جمال و تناسب الاعضا دوسرے بدن و سانچہ ناک
کی سجیلی ہے اور فلاں کی اُس سے گھٹی ہوئی۔ بحکو نہایت وثوق ہے کہ جناب مخاطب اپنی کتب کے
مضامین دیکھ کر ضرور یقین فرمائیں گے کہ امام کے لئے افضلیت ایک ضروری و لابدی ہے۔

نمبر سیزدہم آئمہ کا مدت العمر تقیہ میں بسر کرنا

مخاطب کو دعوے تو یہ تھا کہ ہم بہ امداد غیبی بذریعۂ الہام اصول شیعہ باطل کرتے ہیں چنانچہ صفحہ
۷ سطر ۱۲ پر سیفو لکھو ہدایت فرماتے ہیں کہ سوائے اصول کے اور کسی معاملہ میں شیعہ سے گفتگو نہ کرنی
چاہئے اور خود عمل نہیں کرتے۔ تقیہ اصول میں تو کیا فروع میں بھی داخل نہیں بلکہ حفاظت خود اختیاری
کا ایک آلہ ہے جسکو ہر انسان عند الضرورت کام میں لاتا ہے مخاطب کا دعوے تو یہ ہے کہ سوائے
ابطال اصول و کسی معاملہ میں شیعہ سے گفتگو نہ کرنی چاہئے اور پھر تقیہ پر اعتراض فرماتے ہیں جو کہ اصولی
ہے نہ فروعی ہے اگر غیرت سند اہل سنت مناسب سمجھیں تو نی طب سے پوچھ لیں کہ حضرت آپ نے
صدر کتاب میں فرمایا تھا کہ ہمنے مطرقہ کے مضامین بروئے الہام لکھے ہیں علمائے اودھ کو نہیں
سوجھے تقیہ جس پر آپ نے نمبر قائم کیا ہے ایسا مسئلہ ہے کہ بازار کے لونڈے بھی اسکو جانتے ہیں

پھر یہ دعوے بیجا چہ معنی دارد الحاصل ہم کہاں تک ثبوت فضیلت دیں مخاطب تاریخ الخلفا
مطبوعہ لاہور کے صفحہ ۳۲ و ۳۳ پر دیکھ لیں در باب فضیلت کیا لکھا ہے

نمبر چہاردہم آئمہ پر کتاب مختوم بخواتیم الذہب کا نازل ہونا

یہ مضمون بھی الہامی نہیں علمائے قدیم جو لکھتے چلے آئے ہیں اُسیکو بقوئے نقل راچہ عقل جناب مخاطب نے لکھ کر بیچارے سنیوں کو مغالطہ دیا کہ علمائے سابقین کے وہم وخیال میں بھی یہ مضمون نہیں آیا جو کہ قدرت نے ہمارے قلم کی زبان پر جاری کیا ہے مولوی محمد قاسم نانوتوی نے ہدیۃ الشیعہ میں جوکا مفصل جواب تحفۃ الاثنا عشریہ مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی ہی رکافی سے لکھا ہے اکہ آنحضرت پر منجانب خدا اک نوشتہ آیا جس میں بخیار آل محمد کے لئے وصیت تھی اُس پر طلائی مہریں لگی ہوئی تھیں حضرت نے وہ وصیت نامہ علی المرتضیٰ کو دیا تا اینکہ دست بدست حسنینؑ علیہ السلام تک پہنچا اور بعد اُن کے ہر امام نے اسکا معائنہ کیا وصیت نامہ میں ہراک امام کے لئے جُدا جُدا تکالیف مندرج تھیں جس جس امام سے جو جو تکلیف متعلق کیگئی تھی پورے طور پر انجام کو پہنچائی۔ حدیث طولانی ہے دو ایک جملہ ابتدائی لکھے دیتا ہوں تا کہ تلاش کرنے والے کو یہ آسانی ملجائے دعن معاذ بن کثیر عن ابی عبد اللہ قال ان اللہ عزوجل انزل علی نبیہ کتابا فقال یا محمد ہذہ وصیتک الی النجباء فقال ومن النجباء یا جبرئیل فقال علی ابن طالب وولدہ کان علی الکتاب خواتیم من الذہب الی آخر الحدیث) مخاطب نے دھوکہ دینے کی غرض سے محض جھوٹ لکھا تھا کہ آئمہ پر کتاب کا نزول ہوا۔ حدیث میں آنحضرت پر نازل ہونا درج ہے لطف یہ ہے کہ مولوی محمد قاسم نانوتوی موصوف الصدر نے جو کہ مخاطب کے استاد تھے اُنھوں نے بھی آئمہ کی ذات پر ورود کتاب کو نہیں لکھا بلکہ حسب مضمون حدیث آنحضرت پر نازل ہونا بیان کیا ہے۔ مگر شاگرد صاحب ایسے خلف صالح ہیں کہ اپنے بزرگوں سے بھی اختلاف کرتے ہیں یقین کامل ہے کہ سمجھدار سنی بجائے خود سمجھ جائینگے کہ مولوی صاحب نے ناموری حاصل کرنے کے لئے پچھلے علماء کی محنتوں کو ضایع و برباد کر کے اپنا ڈنکا بجانا چاہا ہے۔ کوئی خاص کام قابل قدر نہیں کیا اگلوں کے لکھے ہوئے مضامین میں تغیر لفظی کر کے کچھ جھوٹ اپنی جانب سے اضافہ کر دئے ہیں واقعی بات یہ ہے کہ ہندوستان

ہیں جسقدر علمائے اہل سنت ہیں وہ خود کوئی جوہر ذاتی نہیں رکھتے سب نے تحفہ کو سچا باور کرکے نقل مضامیں کتابیں لکھی ہیں۔ جس کو قلم پکڑنے کی لیاقت ہوئی تحفہ ہاتھ میں لیکر انبار مضامین لگا دیا جاہلوں نے سمجھا کہ آہا یہ تو گدڑے میں لال نکلے۔ مخاطب تو کس شمار میں ہیں اُن کے اُستاذ نانوتوی ابتدا ہدیۃ الشیعہ میں لکھتے ہیں کہ میرے پاس کوئی کتاب شیعہ نہیں جس سے اُن کے دعاوی دکھلاسکوں صرف ایک تحفہ ہے جو کچھ میں نے لکھا اُسی کا فیض ہے مولوی صاحب موصوف نے اتنا تو کیا کہ صاحب تحفہ کو طاق میں بٹھا کر اُن کی تصنیف پر غاصبانہ قبضہ نہیں کیا مخاطب نے یہ بڑا ہی غضب کیا ہے کہ شاہ صاحب کی محنت کو بالکل خاک میں ملا کر اپنا نام بلند کیا

نمبر پانزدہم امام کی موت وحیات اُن کے دست اختیار میں ہونا

ہائے افسوس ہمکو پھر وہی کہنا پڑا جسکو پہلے سے کہتے چلے آرہے ہیں یہ مضمون بھی الہامی نہیں اول سنیوں کے پیر صاحب تحفہ نے لکھا پس ازاں مولوی حیدر علی صاحب نے منتہی الکلام اُن کے بعد محسن الملک صاحب نے آیات بینات میں پھر نانوتوی نے ہدیۃ الشیعہ میں وہاں سے اٹھا کر مخاطب نے درج مطرقہ کردیا۔ سنی بیچارے جو کہ شیعہ کی کتابوں کا دیکھنا حرام جانتے ہیں ان کو کیا معلوم ہے کہ پہلے کیا کیا لکھا گیا ہے وہ مطرقہ دیکھ کر معتقد ہوگئے کہ بے شبہہ پیر دستگیر کی مدد سے جہاز۔ الہام نے اہنیں کے دروازہ پر لنگر کیا ہے۔ بخدا الہام والہام کچھ نہیں ہوا پکی پکائی روٹیاں توڑ توڑ کر مخاطب کھانے لگے ہیں۔ اپنے کیسۂ خالی سے کچھ خرچ نہیں کیا جو کچھ اُن کے پرانے راستہ نکال گئے ہیں اسی پر خطر راہ پر مخاطب گٹھری پوٹلی کمر پر لادکر چلے ہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ شیعہ کے یہاں ایک حدیث ہے ان الائمۃ یموتون باختیارھم جس کے واقعی معنی یہ ہیں کہ آئمہ موت کے لاحق ہونے سے مضطر و پریشان نہیں ہوتے جیسا کہ نوع انسانی کا قاعدہ ہے۔ بلکہ اون کی حالت یہ ہے کہ جب آثار وعنوان مرگ اُن پر طاری ونمایاں ہوتے ہیں تو نہایت استقلال وطیب خاطر سے اُسکو بہ مسرت اختیار کرلیتے ہیں آئمہؑ کی وفات کے حالات کتابوں میں پڑھو کہ کس بشاشت سے ہمنوائے تن بقضا ورداد کو عملاً ثابت کیا ہے پس لفظ اختیار بمعنی اصطفا و پسند واقع ہوا ہے چند آیات قرآن پیش کیجاتی ہیں جنمیں لفظ اختیار حسب معنی بالا مستعمل ہوا ہے

انتہ تک بکلامی و برسالتی) اختار موسیٰ من قومہ سبعین رجلاً اختار الدین علی الآخرۃ غرض کہ انبیا و اوصیا لقاء باری کو پسند کرتے ہیں اور ترک دنیا اپنر شاق نہیں گذرتا انبیاء کے ہاتھ میں سنت کا ہونا بخاری و مسلم میں بھی لکھا ہے (عن عائشۃ ما من نبی یموت حتی تخیر) یعنی موت انبیا کے اختیار میں ہوتی ہے (دیکھو ترجمہ صحیح مسلم مطبوعہ صدیقی لاہور صفحہ (۲۲۴۲) سطر ۱) آئمہ معصومین چونکہ اوصیا رختم المرسلین ہیں اگر ان کے لئے یہ خصوصیت ہو تو کیا تعجب ہے۔ لیکن ہمارا عقیدہ وہ ہے جسکو اوپر بیان کیا گیا کہ آئمہ موت کے لاحق ہونے کو بخوشی پسند کرتے ہیں گھبراتے نہیں یہ بات ان کے کمال و ایقان کی ہے۔

افسوس یہ ہے کہ جناب مخاطب کو اپنے گھر کی خبر نہیں۔ ہماری تو کیا سنیوں کے مذہب کی بھی کتابیں نہیں دیکھیں۔ مولوی عبید اللہ بسمل امرتسری نے حضرت امیر کی سوانحعمری مرتب کر کے لاہور میں طبع کرائی ہے۔ مولوی صاحب موصوف اس کتاب کے صفحہ (۵۳۳) سطر ۹ پر یہ سرخی دیتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب امیرؑ کا قبض روح انہیں کی مشیت (ارادہ) پر موقوف ہونا۔

سرخی کے نیچے ایک طولانی عربی عبارت لکھی ہے اور روایت کا ماخذ کسی عالم اہل سنت کو بایں الفاظ لکھا ہے (اخرجہ الملائی سیرۃ اور بعد عربی عبارت کا یہ ترجمہ دیا ہے) ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ شب معراج میں ہم نے ایک فرشتہ نور کی کرسی پر بیٹھا ہوا دیکھا اور اس کے آگے ایک لوح تھی جس میں وہ دیکھ رہا تھا تمام دنیا اس کے سامنے اور خلایق اس کے زانوں میں تھی اس کا ہاتھ مشرق سے مغرب تک پہنچا تھا ہم نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون ہے جواب دیا یہ عزرائیل ہے آپ بڑھ کر سلام کریں ہم نے سلام کیا اس نے جواب دیا کہا اے احمد آپ کے چچا زاد بھائی علی ابن ابی طالب کیا کر رہے ہیں ہم نے کہا کیا تم علی کو پہچانتے ہو کہنے لگا میں کیوں نہیں پہچانتا خدا نے مجھے خلایق کی ارواح قبض کرنے پر موکل فرمایا ہے بجز آپ کے اور آپکے ابن عم کی ارواح کے کیونکہ وہ آپ دونوں کے ارادہ پر موقوف ہے کیوں جناب مخاطب اگر کچھ حیا ہے تو اس ممبر پر قلم پھیر دیجئے۔

نمبر شانزدہم - امام کا عالم ماکان ومایکون ہونا

حقیقت الامر یہ ہے کہ حضرات اہل سنت شیعہ کے مذہب سے نفرت دلانے کے لئے عوام الناس میں یہ بیان کیا کرتے ہیں کہ امامیہ اپنے ائمہ کو مثل خدا واقعات گذشتہ وآیندہ کا اعتقاد کرکے اُن کے علم کے معتقد ہیں اسی وجہ سے جناب مخاطب نے بہ اتباع علمائے خود یہ اعتراض نمبر قایم کیا ہے لہذا اس کی اصلیت ظاہر کی جاتی ہے ۔ واضح رہے کہ ارباب شعور ہو کہ سُنیوں کا ہم پر یہ اتہام ہی ہے ہرگز ہرگز ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ علم آئمہ علیہ السلام بالکل ایسا ہی تھا جیسا کہ خدا کا علم ہے کیونکہ جن آیات میں علم غیب کی تخصیص ذات اقدس خداوندی سے ہے وہ اس راہ سے ہے کہ خدا کا علم مستقل ہے اور انبیا و اوصیا کا علم استفادی ہے چنانچہ بہت سے انبیاء کو جناب باری نے اکثر غیوب پر مطلع فرمایا ہے لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ بغیر وحی والہام کسی بات پر بذات خود مطلع ہوسکیں بعض غیاب پر ہم بھی اطلاع رکھتے ہیں مثل وقوع قیامت ونزول عیسیٰ وظہور امام آخر علیہم السّلام وخروج دجال وجنت ودوزخ ولوح وقلم وعرش وکرسی وصراط ومقام جبرئیل علیہ السلام وغیرہ وغیرہ مگر ہمارا یہ علم ذاتی نہیں بلکہ استفادی ہے حسب اعتقاد آئمہ علیہم السلام انہیں علوم کے ماہر ہیں جو کہ خدانے بواسطہ رسول مقبول اُن کو خاص طور پر عنایت فرمائے ہیں تعجب ہے کہ محمد اسحاق سہارنپوری مداح مطرقہ وخود مخاطب دعوے کرتے ہیں کہ مطرقہ بروے الہام لکھا گیا ہے اور آئمہ معصومین کی نسبت انکار ہے چونکہ مخاطب کی حقیقت دکھلانی منظور ہے ۔ لہذا اُن کے اوعائے الہام کو باطل کرتا ہوں تعریت مخاطب کا دعوے ہے کہ ہمنے جو مضامین مطرقہ میں لکھے ہیں وہ پہلے کسی عالم اہل سنت کو نہیں سوجھے حقیر نے اوراق بالا میں ثابت کردیا ہے کہ مخاطب صاحب کا دعوے الہام بالکل غلط ہی جتنی باتیں درج مطرقہ ہوئی ہیں یہ سب علمائے قدیم کے قلم سے نکل گئے ہیں یہی حالت اس ایرادکی ہی تحفہ عزیزیہ وغیرہ دیکھو معلوم ہو جائے گا محسن الملک آیات بینات میں آیہ غار کی بحث میں لکھتے ہیں آئمہ شیعہ کے علم کا وہ حال کہ جو کچھ ہوا اور ہوگا سب سے آگاہ جو کچھ گذرا اور گذرے گا سب سے واقف الی آخرہ غرضکہ جملہ مضامین مطرقہ الہامی نہیں سب کتب سابقین سے نقل کیے ہیں میں پہلے بھی بہ تاسف لکھ چکا ہوں اور پھر یہ افسوس کرتا ہوں کہ مخاطب کو مطلق اپنے مذہبی کتبخانہ پر

اطلاع نہیں ورنہ معلوم ہو جاتا کہ اُن کے علمائے آئمہ علیہم السلام کی بنسبت کیا کچھ لکھ گئے ہیں ینابیع المودۃ میں دُر المنظم ابن طلحہ حلبی شافعی سے حضرت امیرؑ کا ایک خطبہ طویل درج ہے اُس کے بعض مقامات اس جگہ بیان کئے دیتا ہوں۔ حضرت مرتضویؑ نے فرمایا دسلونی عن طرق السماء فانی اعلم بہا من طرق الارض، یعنی سوال کرو مجھ سے متعلق بہ آسمان بدرجہ کہ میں اسکا عالم تر ہوں بہ نسبت طرق زمین کے اسی خطبہ کا ایک جملہ یہ ہے فتحت خزاین الغیوب وفتقت دقایق القلوب الخ لا میں نے خزانہائے غیب کو اور شگافتہ کیا نکتہ ہائے قلوب کو بعد ازاں کتاب موصوف الصدر میں حضور کے چند شعر نقل ہوئے ہیں جنکا حاصل مطلب یہ ہے۔

میں نے احاطہ کر لیا ہے علوم اولین و آخرین کو اور وہ میرے قلب میں جاگزین ہیں ظاہر کر دیا میں نے اسرار غیب کو میرے پاس حادث وقدیم دونوں طرح کا علم ہے اگر میں چاہوں تو صرف سورۂ فاتحہ کی ایسی بسیط تفسیر کروں جسکا بار ستر اونٹوں کی طاقت سے باہر ہو یہ علوم مجکو وراثت انبیاء سے حاصل ہوئے ہیں خدا نے قرآن پاک میں ہر چیز کو بیان فرمایا ہے لیکن ہر عقل اُسکا ادراک نہیں کر سکتی ہے اسی کتاب باب ۶۷ میں دُرۃ المعارف عبدالرحمان بن محمد بن علی بن احمد بسطامی سے نقل ہوا ہے کہ علم حروف جناب آدم علیہ السلام سے علی الاتصال سلسلہ وار تا جناب خاتمؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام پہنچا اور اُس علم کے وارث حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہوئے پھر امام حسنؑ و حسینؑ و دیگر آئمہؑ یکے بعد دیگرے وراثتاً مالک ہوتے رہے اسی جہت سے امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ہمارا علم غابر و مزبور و کتاب مسطور فی رق منشور ہے ہمارے پاس جفر ابیض و جفر احمر و جفر اکبر و جفر اصغر و جفر جامعہ اور صحیفہ اور کتاب علی ہے کتاب مذکور میں ہر چیز کی تصریح کی گئی ہے کہ غابر و مزبور وغیرہ کیا ہیں مناسب موقع سمجھ کر اُنکو حوالۂ قلم کرتا ہوں۔

تصریح الفاظ

لفظ غابر:- یہ اشارہ اُن علوم کی طرف ہی جو کہ بہ سلسلہ وراثت اُن کو انبیاء سے پہنچے تھے اُن میں تمام حوادث دنیا کا ذکر ہی۔

لفظ مزبور وہ علم ہے جو کہ کتب الہیہ میں مذکور ہے جنکا نزول انبیاء سابقین کے

کے لئے ہوا تھا۔
لفظ جفر ابیض :۔ یہ ایک ظرف ہی جس میں تمام کتب وصحف منزلہ اور اُن کے اسرار ہیں
لفظ جفر احمر :۔ اس میں وہ کل ساز و سامان ہے جو کہ بوقت حروب آنحضرت کے پاس تہا تھا
وہ جملہ آلات قایم آل محمد کے پاس ہیں۔
لفظ جفر اکبر اسکا تعلق حروف مفردات سے ہے مثلاً۔ الف۔ با۔ تا وغیرہ
لفظ جفر اصغر اسکا علاقہ حروف مرکب سے ہے ابجد قرشت تک
لفظ روا ما الجامعۃ فانہ اشار الی کتاب فیہ علم ماکان و مایکون الی یوم القیامۃ) یعنی جفر جامعہ وہ ہے جسمیں تمام علوم گذشتہ وآیندہ ہیں۔
لفظ صحیفہ یہ وہ صحیفہ ہے جوکہ مصحف فاطمہ کہا جاتا ہے اس میں تمام وقائع وفتن کا ذکر ہے جوکہ قیامت تک واقع ہونے والے ہیں۔
لفظ کتاب علی یہ وہ کتاب ہی جسکو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے اپنی زبان مبارک سی املا کیا اور جناب مرتضوی نے قلم سے لکھا اس میں وہ تمام باتیں درج ہیں جنکا تعلق احکام وقضایا سے ہے مضمون بالا کو ملا جامی نے بھی شواہد النبوۃ میں لکھا ہے عبارت طول ہی اُسکا ایک فقرہ لکھے دیتا ہوں (کتاب جفر مشہور ست ومشتمل ست بر علوم اسرار ایشاں وذکر آں درکلام جناب امام علی بن موسیٰ الرضا رضی اللہ عنہ صریح ست علاوہ بریں شریف جرجانی بہ مقام بحث علم شرح مواقف میں لکھتے ہیں (الجفر والجامعۃ کتابان لعلی کرم اللہ وجہہ ذکر فیہما علی طریقۃ علم الحروف الحوادث التی تحدث الی انقراض العالم فکان الائمۃ المعروفون من ولدہ یعرفونہما ویحکمون بہما) یعنی جفر و جامعہ دو کتاب ہیں علی کرم اللہ وجہہ کی انمیں بطریق علم حروف وہ حوادث بیان کئے گئے ہیں جوکہ تا انقراض عالم (ختم دنیا) واقع ہونے والے ہیں اُن کی اولاد سے جو آئمہ معروف ہیں وہ اُن دونوں کتابوں کو جانتے تھے اور اُن پر حکم دیتے تھے۔ آگے شرح مذکور میں لکھا ہی کہ جب مامون رشید نے امام رضا علیہ السلام سے اصرار کیا کہ آپ میرے ولیعہدی قبول کریں تو حضرت نے اُسکو ایک خط لکھا ہی جس کے بعض جملہ یہ ہیں (انک قد عرفت من حقوقنا) مالم یعرفہ آبائک فقبلت منک ولایۃ العہد الا ان الجفر والجامعۃ یدلان انہ لا یتم) یعنی اے مامون رشید

تو نے ہمارے اُن حقوق کو پہچانا جنکو تیرے آبا نے نہ پہچانا تھا میں تیری ولیعہدی کو قبول کرتا ہوں۔ لیکن جفر اور جامعہ اسبات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ کام انجام کو نہ پہنچیگا علاوہ بریں مولوی ابوالفضل محمد عباس شروانی نے ایک کتاب مسمی بتاریخ آل امجاد لکھی ہے جو کہ مطبع انصاری دہلی میں چھپی ہے اس کے صفحہ (۵۸) سطر ۹ پر لکھا ہے کہ سید شریف جرجانی نے شرح مواقف میں لکھا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا "علمنا غابر و مزبور و نکث فی القلوب و نقر فی اسماع وان عندنا الجفر الاحمر و الجفر الابیض و مصحف فاطمہ وان عندنا الجامعۃ فیہا جمیع ما یحتاج الناس الیہ کتاب حیوۃ الحیوان دمیری میں بہ مقام ذکر نعتہ جفر لکھا ہے) قال ابن قتیبہ فی کتاب ادب الکاتب کتاب الجفر کتب فیہ الامام جعفر صادق لاہل البیت کل ما یحتاجون الی علمہ وکل ما یکون الی یوم القیامۃ ابن قتیبہ کتاب ادب الکاتب میں لکھتے ہیں کہ امام جعفر صادق نے کتاب جفر میں وہ علوم دکھلائے ہیں جو کہ قیامت تک ہونے والے ہیں ابن خلکان عالم جلیل الشان نے بھی مثل صدر لکھا ہے صاحب ینابیع المودۃ امام جعفر صادق علیہ السلام کی نسبت لکھتے ہیں "انہ کان یتکلم بغوامض الحقائق و ہو ابن سبع سنین یعنی وہ جناب غوامض حقائق سے کلام کرتے تھے درحالیکہ اُن کی عمر صرف سات برس کی تھی۔

کیوں جناب مخاطب صاحب سچ کہنا اب بھی آپ کو معلوم ہوا کہ خاندان نبوت کو علوم نادرہ میں کہاں تک ید طولیٰ تھا۔ اہل بیت نبوی تو مقام اعلیٰ میں ہیں علم ما کان و ما یکون تو حذیفہ کو بھی حاصل تھا۔ چنانچہ ابن حجر عسقلانی نے صحیح مسلم سے تقریب التہذیب میں نقل کیا ہے "ان رسول اللہ صلعم اعلمہ حذیفہ بما کان و ما یکون الی یوم الساعۃ"۔

حضرات اہل سنت اپنی کتابیں دیکھتے نہیں خواہ مخواہ بجوش عداوت اہلبیت اعتراض کرنے کے لئے موجود ہو جاتے ہیں۔ افسوس ہے کہ ایسے جلالت شان حضرت مخاطب کو معلوم نہیں کہ آنحضرت نے جناب امیر کے باب میں "انا مدینۃ العلم و علی بابہا" فرمایا ہے پس جو درجہ کہ علوم میں آنحضرت کو حاصل تھا وہی مرتبہ حضرت امیر کو بہ طفیل ختمی مرتبت بارگاہ قدس سے ملا تھا۔ ہمارے مخاطب حدیث مدینہ سے بالکل ناواقف ہیں اگر جزدار ہوتے تو یہ نئی طرز کا اعتراض نہ کرتے حضرت نے اپنی قوت دماغی سے کچھ کام نہیں لیا بقول "نقل را چہ عقل جو کچھ رطب و یابس تحفہ میں دیکھا

وہ ہی لکھ مارا حضرت امیرؑ کا یہ ارشاد کہ سلونی ما تفقدونی یعنی پوچھ لو مجھ سے جو کچھ کہ پوچھنا ہو قبل ازیں کہ میں تم سے جدا ہو جاؤں۔ ایسا مشہور عالم ہی کہ اکثر علماء سنیہ اور خصوص ابن حجر مکی ایسے متبحر نے نقل کیا ہے یہ کلام معمولی آدمی کی زبان سے نہیں نکلتا۔ اسکو وہ ہی کہہ سکتا ہی جس پر ابواب علوم منجانب واہب العطیات کشادہ ہو گئے ہوں مخاطب کو آگاہ ہونا چاہیے کہ حضرت امیرؑ کو اس درجہ تقرب الی اللہ حاصل تھا اور ایسی معرفت الٰہی آپ کو منجانب قدرت عطا ہوئی تھی کہ اس زور پر آپ نے صاف کہدیا کہ اگر تمام پردہ ہائے حجاب میری آنکھوں سے اٹھائے جائیں تو میرا یقین جو کہ معرفت ربانی میں ہی ہرگز ترقی نہ کرے گا۔ مطلب یہ ہوا کہ جیسے میں بلا دیکھے خدا کو سمجھ رہا ہوں کاش اگر دیکھوں تو اس سے زیادہ کچھ نہ سمجھوں جو کہ سمجھ چکا ہوں (لو کشف الغطاء ما ازددت یقینا) سوائے مخاطب کے سب عالموں کو معلوم ہے تمام اہل سنت اور بخصوص حضرت مخاطب کو شکر یہ خدا ادا کرنا چاہیے کہ حضرت علی کے علم کی بدولت اُن کے ذی عزت خلیفہ حضرت عمر ہلاکت سے بچ گئے اگر مخالفین اسلام کے علمی حملوں کو رد کر کے حضرت امیر کفار لئام کو خاموش نہ کرتے (لولا علی لہلک عمر) کیونکر مشہور و زبان زد ہوتا۔

امید ہی کہ جناب مخاطب واقعات صدر پر نظر کر کے ضرور اعتقاد فرمائیں گے کہ جو علوم اہلبیت کو حاصل تھے اُن کے خلفاء کو اُس میں کوئی حصہ نہ تھا۔

ھغدہم آئمہ کا سوائے حضرت رسول صلعم کے تمام خلق سے افضل ہونا

اس نمبر کی تجویز سے معلوم ہوا کہ جناب مخاطب بعد نبی آئمہ علیہ السلام کو دیگر اشخاص سے بہتر جانتے ہیں سبحان اللہ کیا خوب اعتراض کیا ہے جس سے اس پیر سنیاں کی حقیقت ایمان ظاہر ہو گئی شیخ عطار یا اور کوئی بزرگ اہل سنت کا قول ہی ؎

اہلبیت مصطفیٰ با سایر خلق خدا ۔ گر کنی ضرب المثل بحر محیط و شبنم اند

اگر جناب مخاطب سنیوں کو شیعہ سے نفرت دلانے کے لیے اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ شیعہ آئمہ کو آنحضرت سے افضل جانتے ہیں تو البتہ کچھ کار برآری ہو سکتی تھی۔ مجکو یہ یقین ہے کہ کوئی سنی بھی حضرت کی اس تعریض کو پسند نہ کرے گا مولوی روم تو بالکل ہی ناخوش ہو جائیں گے

جو کہ حضرت امیر کو افتخار بر نبی و علی کہہ گئے ہیں۔ کیوں جناب براہ مہربانی اس شخص کا نام ہمکو
بھی تو بتلا دیجئے جو کہ بعد نبی تمام افضل سے افضل ہو معلوم ہوتا ہے کہ عداوت خاندان نبوت
نے مخاطب کو انکار افضیلت پر برانگیختہ کیا ہے۔ ہائے ایسے شخص سے ہمکو گفتگو کرنے کا اتفاق
ہوا جو کہ اپنی کتابوں سے قطعی نابلد محض ہے مدرسہ میں طالب علموں کو بخاری و مسلم شریف پڑھانا
اور بات ہے اور مذہبی امور سے واقفیت اور دوسری چیز ہے۔ تجب ہے جس کشتی نجات پر سوار ہونے
کے شروع کتاب میں مخاطب مدعی ہوئے ہیں انہی کے ملاحوں کی افضیلت سے انکار ہے جو کشتیبان
بعد نبی مخاطب کے زعم میں افضل ہوں انہیں کی نعلین کو طرہ دستار بنائیں غالباً وہ معاویہ و
مروان ہونگے خیر مخاطب تو انہیں کے ساتھ محشور ہوں گے جو کہ ان کے اعتقاد میں اہلبیت سے
افضل ہیں مگر میں دیگر اہل سنت کی آگاہی کے لیے عرض کرتا ہوں کہ اکثر علمائے اہل سنت نے بعد نبی
آئمہ معصومین کی افضیلت کا اقرار کیا ہے۔ نمبروار عرض کرتا ہوں

ثبوت نمبر (۱)

مسند امام احمد ابن حنبل میں یہ روایت عاصم بن زرین منقول کہ بعد وفات حضرت امیر جناب امام حسن
علیہ السلام نے یہ خطبہ پڑھا تھا (آگاہ ہو کہ تم میں سے آج وہ شخص جدا ہو گیا کہ جس کے مراتب
عالیہ پر سابقین سبقت نہیں لے گئے اور نہ متاخرین ان فضائل سے کوئی حصہ پا سکتے ہیں

ثبوت نمبر (۲)

ینابیع المودۃ چھاپہ مصر کے صفحہ (۱۱) پر درج ہے جبکہ خدا نے جسم آدم میں روح پھونکی تو ان کو چھینک
آئی اسوقت حضرت ابو البشر نے الحمد للہ کہا۔ خدا نے وحی کی کہ اے آدم تو نے میری حمد کی میں نے
اپنے دو بندوں کے پیدا کرنے کی غرض سے تجھکو خلق کیا انھوں نے عرض کیا کہ خدایا وہ برگزیدہ کون
ہیں پردۂ قدرت سے آواز آئی کہ وہ محمد و علی ہیں۔

ثبوت نمبر ۳

سید علی ہمدانی جو کہ مشایخ صوفیہ میں اعلیٰ درجہ رکھتے ہیں اور جن کو شاہ ولی اللہ نے اولیائے کاملین
میں شمار کیا ہے مودۃ القربیٰ کی مودۃ ثانیہ میں بزبان عربی جو عبارت لکھتے ہیں اس کا اردو
یہ ہے (سعد بن معاذ سے یہ حدیث منقول ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا کہ خدا نے

زمین سے انتخاب کیا مجکو اور علیؑ اور فاطمہؑ و حسنینؑ کو میں عذاب خدا سے ڈرنے والاہوں اور علی ہدایت کرنے والے ہیں سعد کہتے ہیں کہ بعد از واپسی جنگ خندق حضرت نے یہ حدیث ارشاد فرمائی تھی

ثبوت نمبر ۴

کتاب مذکورہ بالا میں ابو رباح غلام ام سلمہ سے بحدیث مرفوع منقول ہے کہ آنحضرت نے فرمایا اگر خدا کے علم میں علیؑ و فاطمہؑ و حسن و حسینؑ سے بزرگ تر کوئی بندہ روئے زمین پر ہوتا تو مجکو حکم دیا جاتا کہ اُنکو ساتھ لیکر نصاری سے مباہلہ کروں مگر جبکہ انہیں کا لیجانا منظوری باری ہوا تو معلوم ہو کہ وہ ہی افضل ہیں

ثبوت نمبر (۵)

صاحب مودۃ القربیٰ لکھتے ہیں کہ حضرت حذیفہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اکرم کی زبان مبارک سے بگوش خود سنا ہے کہ علی افضل البشر و خیر الناس ہیں اگر کوئی اسمیں شک کرے وہ کافر ہے۔

ثبوت (۶)

کتاب مندرجہ بالا میں حضرت امیر علیہ السلام سے منقول ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے کہ خدا نے تمام مردان عالم میں مجکو اور اے علیؑ تمکو اور تمہاری اولاد کو اور عورتوں میں فاطمہؑ کو برگزیدہ کیا

ثبوت (۷)

ینابیع المودۃ کے صفحہ (۲۴۸) پر لکھا ہے کہ آنحضرت نے حذیفہ سے فرمایا کہ اگر لوگوں کو یقین ہو جائے کہ علی کب امیر المومنین ہوئے تو اُن کی فضیلت کا کوئی انکار نہ کرے علی اُسوقت امیر المومنین ہوئے جبکہ آدم علیہ السلام درمیان روح اور جسم کے تھے۔

ثبوت نمبر (۸)

پھر اسی کتاب میں لکھا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ شب معراج میں جبکہ انبیا میرے پاس جمع ہوئے تو خدا نے وحی کی کہ اے محمدؐ ان سے پوچھو کہ تم کس بات پر مبعوث ہوئے تھے اُنھوں نے جواب دیا کہ خدا کی وحدانیت کے اقرار اور آپ کی نبوت و علی کی ولایت پر

ثبوت نمبر (۹)

غایۃ المرام کے صفحہ (۲۴۹) پر یہ روایت ابن مسعود حسب مضمون بالا درج ہے۔

ثبوت نمبر ۱۰

ابونعیم صفہانی نے حلیۃ الاولیا میں بہ مقام تفسیر آیہ) واسئل من ارسلنا من قبلک من الرسلنا الی آیہ (حسب مضمون صدر لکھا ہے۔

ثبوت نمبر ۱۱

مودۃ القربی حضرت عمر ابن خطاب سے مروی ہے (انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لو ان ایمان اہل السموات والارض وضع فی کفۃ ووضع ایمان علی فی کفۃ و وضع ایمان علی فی کفۃ لرجح ایمان علی ابن ابی طالب) یعنی میں نے رسولخدا صلعم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ اگر ایمان اہل آسمان وزمین کو ایک پلہ میں رکھا جائے اور علی کا دوسرے پلہ میں تو وہی پلہ بھاری ہوگا جس میں ایمان علی ہے

ثبوت نمبر ۱۲

شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفاء در حاکم مستدرک میں لکھتے ہیں کہ ابوہریرہ روایت کرتے ہیں جناب سیدہ نے آنحضرت سے عرض کیا کہ آپنے مجکو ایسے شخص سے پیوند کیا جو کہ فقیر ہے حضرت نے فرمایا کہ اے فاطمہ تمام مخلوق خدا میں دو آدمی ہیں ایک میں اور دوسرا تیرا شوہر

ثبوت نمبر ۱۳

غایۃ المرام کے صفحہ (۱۵۵) پر حسب مضمون بالا درج ہے

ثبوت نمبر ۱۴

پھر اسی کتاب میں ابن شاذان سے منقول ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ علی آسمان وزمین کی مخلوقات میں بہترین ہیں یہ سید الصدیقین وسید الوصیین ہیں۔

ثبوت نمبر ۱۵

فرائد السمطین حموینی میں بہ روایت ابن عباس درج ہے آنحضرت نے فرمایا کہ میرے خلفاء واوصیاء بارہ ہیں اول اُن کے میرے بھائی اور آخر اُن کا میرا فرزند ہے۔ صحابہ نے پوچھا کہ آپ کے بھائی اور فرزند کون ہیں فرمایا کہ میرے بھائی علی ابن ابی طالب ہیں اور فرزند مہدی جو کہ زمین کو پُر از عدل وداد کرے گا جبکہ وہ ظلم وفسق سے بھر جائے گی قسم ہے خدا کی جس نے مجکو پیدا کیا ہے کہ اگر دنیا کا ایک دن بھی باقی رہے گا تو خدا اس روز کو اتنا طول دے گا کہ میرا فرزند بدعات کا قلع قمع

کر دیوے اسوقت اخی عیسیٰ نازل ہوکر اُس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

ثبوت ۱۶

ینابیع المودۃ کے صفحہ (۵۶) پر اور مسند ابن حنبل میں بہ روایت سفینہ غلام آنحضرت منقول ہو کہ نبی کے پاس ایک عورت انصاریہ نے دو طایر اور دو روٹیاں بھیجیں پس آنحضرت نے دعا کی کہ خدایا اُس شخص کو میرے پاس شرکت طعام کے لئے بھیج جو کہ تیرے نزدیک محبوب ترین خلایق ہو دعا کرنے کو بعد علی مرتضیٰ شریک دسترخوان ہوئے واضح ہو کہ یہ واقعہ معروف بہ حدیث طیر ہے ایک پوری جلد از جملہ مجلدات عبقات الانوار اس بحث میں موجود ہے۔

ثبوت نمبر ۱۷

تفسیر ثعلبی میں ابو وائل سے منقول ہو کہ قرأت فی مصحف عبداللہ ابن مسعود ان اللہ اصطفیٰ آدم و نوحاً و آل ابراہیم و آل محمد علی العالمین) یعنی میں نے اُس قرآن میں جو کہ ابن مسعود کے پاس تھا اس آیہ کو بطرح پڑھا مدر سینکہ خدا نے برگزیدہ کیا آدم و نوح و آل ابراہیم و آل محمدؐ کو تمام عالم سے

ثبوت نمبر ۱۸

تفسیر در منثور میں بذیل تفسیر آیۂ مبارکہ (ان الذین آمنو وعملوا الصالحات اولئک ہم خیر البریہ یعنی جو لوگ کہ ایمان لائے اور عمل صالح کئے وہ بہترین خلایق ہیں) لکھا ہے جابر ابن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول مقبول کی خدمت میں حاضر تھے کہ علی آئے حضرت نے اُنکو دیکھ کر فرمایا کہ واللہ یہ شخص بعد میرے بہترین خلایق ہے۔

ثبوت نمبر (۱۹)

مودۃ القربیٰ کی مودۃ ثامنیہ میں ہے کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اسرافیل کی ہیبت و جبریل کی جلالت و میکائیل کی عزت و آدم علیہ السلام کے علم اور نوح کا خوف اور ابراہیم کی خلت اور یعقوب کا حزن اور یوسف کا جمال اور موسیٰ کی مناجات اور ایوب کا صبر اور یحییٰ کا زہد اور عیسیٰ کی عبادت اور یونس کا ورع اور میرا خلق دیکھنا چاہئے۔ لازم ہے کہ وہ علی کو دیکھے۔ کیونکہ وہ فضائل انبیا کا مجموعہ ہیں سوائے اُنکے ذات کے اور کوئی شخص ایسا نہیں ہو کہ جس میں تمام محاسن جمع ہو گئے ہوں۔

ثبوت (۲۰)

ملا جامی شواہد النبوۃ میں لکھتے ہیں "اسماء بنت عمیس از فاطمہ رضی اللہ عنہا روایت می کند کہ گفت در شبے کہ علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ با من زفاف کرد از وے بہ ترسیدم زیرا کہ شنیدم کہ زمین با وے سخن میگفت بامدادآنرا بارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکایت کردم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ دراز کرد پس سر برآورد وگفت اے فاطمہ بشارت باد ترا بپاکیزگی نسل بدرستیکہ خدائے تعالیٰ تفضیل نہاد شوہر ترا برسایر خلق در زمین را فرمود کہ باوے بگو بد اخبار خود را وآنچہ بر روئے زمین خواہد گذشت از مشرق یا مغرب"

ثبوت نمبر (۲۱)

مودۃ القربیٰ میں بروایت حضرت امیر منقول ہے کہ آنحضرت نے فرمایا "یا علی لو ان احد عبد اللہ حق عبادتہ ثم شک فیک واہل بیتک انکم افضل الناس کان فی النار" یعنی اے علی اگر کوئی شخص خدا کی عبادت کرے جیسا کہ حق عبادت ہے اور تمہارے اور تمہارے اہلبیت کے افضل الناس ہونے میں شک کرے وہ کافر ہے

جناب مخاطب اپنے علماء کی تحریر پر نظر کریں کہ وہ درباب مرتضوی کیا کیا تحریر فرماتے ہیں اگر کچھ حیا و ایمان ہے تو اس عقیدہ باطل سے توبہ کریں اور سمجھ لیں کہ بعد نبی سوائے اہلبیت کے اور کوئی افضل الناس نہیں ہو سکتا ۔ جو اسپر بھی نہ تم سمجھو تو پھر تم سے خدا سمجھے

نمبر ہجدہم ائمہ پر تقیہ کا واجب ہونا

ایک بات کو مخاطب کئی کئی طریقہ سے بیان کرتے ہیں نمبر ۱۳ پر تقیہ کو لکھ چکے پھر یہاں بھی وہی رونا رویا مطلب اُن کا یہ ہے کہ سینوں میں سوائے جہلا کے شریف بہت ہی کم ہوتے ہیں وہ لوگ خوش ہو جائیں گے کہ مولوی صاحب نے کیا ہی لاجواب نمبر تجویز کئے ہیں اس کے متعلق حقیر د ۱۳ پر لکھ چکا ہے حاجت اعادہ نہیں

نمبر نوزدہم خلفاء ثلاثہ وام المومنین عائشہ وطلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم سے تبرا کرنا

معاملات مندرجہ نمبر ہائے سابق الذکر میں جملہ معاملات نزاعی طے ہو چکے ہیں اب کوئی ضرورت

قلم فرسائی کی نہیں مگر بنظر تکمیل شق اس جگہ بھی عرض کیا جاتا ہے تبری و تولا دو باتیں ہر مذہب میں ہیں جو مذہب کسی کو اپنا پیشوائے دین جانتا ہے اُس سے تولا کرتا ہے اور جسکو اپنا مخالف سمجھتا ہے اُس سے تبرا یعنی بیزاری اختیار کرتا ہے۔ اگر ہم خلفا ثلاثہ و حضرت وغیرہ کو سوا ایسا خاندان رسالت سمجھ کر ان سے تبرا کریں تو ملزم قرار پا سکتے ہیں مگر جبکہ ہم اُن کو ایسا جانتے ہیں اور تمام مفاسد کی جڑ اُن کو اعتقاد کئے ہوئے ہیں تو پھر ہم سے سوال تبرے کرنا انتہا کی خوش فہمی ہے خلفا ثلثہ و عائشہ وغیرہ سے حضرت امیرؑ کو کھلا ہوا تبرا تھا شیخین کو حسب تسلیم جناب عمر معذ ربہ ہیجح سلم حضرت امیرؑ جھوٹا بے ایمان و دغا باز جانتے تھے۔ عائشہ کو خباگ کرکے مغلوب کیا طلحہ و زبیر وغیرہ کو قتل و غارت کردیا۔ اگر اسکو تبری نہیں کہتے تو مخاطب تبلائیں کہ یہ سب باتیں موالات و محبت پر دلالت کرتی ہیں تبری تو سنت رسول ہے جن لوگوں نے لشکر اُسامہ کی شرکت سے پہلو تہی کی اور حضرت کے حکم میں دراندازہوئے انپر حضرت نے (لعن اللہ من تخلف عن جیش اسامہ یعنی لعنت خدا انپر جو کہ معیت اسامہ سے روگردانی کرے) وارد فرمایا مدارج النبوۃ و حبیب السیر اور روضۃ الاحباب و روضۃ الصفا وغیرہ کتب تواریخ میں لکھا ہے کہ عمر و ابوبکر نے اُسامہ کی ہمراہی سے اکراہ و انکار کیا۔ تحفہ میں شاہ صاحب نے بخوف تفضیح شیخین انکار کردیا کہ متخلفین پر حضرت نے جملہ لعن وارد نہیں فرمایا۔ مخاطب ملاؤ نحل کے صفحہ (۸) کو دیکھیں گے تو شاہ صاحب کی صدق بیانی اُن پر ظاہر ہوجائے گی۔ صحیح بخاری کی کتاب مغازی میں لکھا ہے کہ آنحضرت نماز میں فرمایا کرتے تھے۔ اللھم لعن فلاں و فلاں و فلاں تین آدمیوں پر لعن کرنا نہایت شک دلانے والا ہے شروح بخاری سے کسی شرح میں لکھا ہے کہ فراریان احد پر آنحضرت نماز میں لعن فرمایا کرتے تھے اور یہ امر یقینی ہے کہ خلفا ثلثہ نے جنگ مذکور میں خلاف ثابت قدمی کیا اگر مقصود لعن ثلاثہ نہ تھے۔

تو جن تین شخصو پر حضرت لعن فرماتے تھے وہ اور لوگ تھے۔ بہر حال وہ ملاعین اہل اسلام سے ہونگے اگر کفار سے ہوتے تو نام چھپانے کی کوئی ضرورت نہ تھی فی الواقع جن لوگوں نے عین معرکہ جنگ فرار کرکے حضور کو زغہ کفار میں چھوڑا جس سے دندان مبارک پر شدید صدمہ پہنچ گیا وہ ملعون ہی نہیں بلکہ کافر تھے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں کہ جب سب لوگ حضرت کو چھوڑکر بھاگ گئے تو آپ نے بعد غضب جانب راست نگاہ کی۔ علی المرتضیٰ کو دیکھا کہ مصروف

بحرب ہیں فرمایا کہ اے علی چوں شد کہ بہ یاران دیگر ملحق نہ شدی، علی جواب داد لا کفر بعد الایمان یعنی کیا میں بھاگ کر کافر ہو جاتا پس معلوم ہوا کہ فراریان احد جن کے مقدمۃ الجیش ثلاثہ تھے بجرم گریز پائی راہ بجائے کفر ہو گئے تھے۔ ایسے لوگوں سے بیزار نہ رہنا جنھوں نے اپنی جان کو رسول کی جان سے فائق سمجھا انتہا کی نامسلمانی ہے بہ ہزار زبان شکر خدا ادا کیا جاتا ہے کہ جن امیش نمبروں پر مخاطب نے ناز کر کے ابطال اصول شیعہ مرکوز طبیعت کیا تھا اور بجائے خود اُن کو لاجواب سمجھ کر مدعی الہام ہوئے تھے وہ اس عنوان سے باطل کئے گئے کہ ہر ناظر رسالہ کی نگاہ سے انشاء اللہ مذہب اہل سنت اسطرح گر جائے گا کہ جیسی تیز الجن لگانے سے آنکھ کا گرم پانی نیز یہ بھی ظاہر ہو جائے گا کہ مخاطب پر نہ الہام ہوا اور نہ اُن کے پیر طریقت مولوی رشید احمد صاحب کے فیض باطنی نے کوئی روشنی ڈالی بلکہ انھوں نے علمائے سابقین کے مضامین چرا کر خلایق کو دھوکہ دیا کہ منجانب قدرت مجھ پر الہام ہوا ہے اسوقت تک مخاطب کی اہم امورات کا جواب ہو گیا اور جس بات پر انھوں نے بیجا ناز کیا تھا وہ سب پا در ہوا ہو گیا ممکن نہیں کہ کوئی با انصاف شخص معاملات مندرجہ صدر پر گہری نظر ڈالے اور پھر سنی رہے یہ مباحثہ قاطع بنیاد سنت ہے

باب ششم

سوائے امیش نمبر متذکرہ بالا کے مخاطب نے درباب الٰہیات و بعض اقوال جناب امیر علیہ السلام و معاملہ جناب امام حسنؑ با معاویہ پر کچھ گفتگو کی تھی اسکا مشرح جواب حوالہ قلم کیا جاتا ہے۔

تحریر مخاطب از سطر ۸ صفحہ ۱ تا سطر ۸ صفحہ ۱۷

صفحات متذکرہ کی عبارت میں نے بہ ایں جہ پوری نقل نہ کی کہ فضول طوالت تھی کیونکہ اصلی جواب ختم ہو چکا اس جگہ صرف اس کا خلاصہ عرض کرتا ہوں انشاء اللہ مطلب پورا بیان کروں گا اگر خیانت کروں تو عند اللہ و عند الرسول و عامۂ خلایق مجرم صفحہ اور سطر کا نشان مفصل اسی واسطے دیا گیا کہ مطابق کرنے والے کو موقعہ تطابق ملجائے اوراق مصرحہ میں مخاطب باتمیز نے چند باتیں لکھی ہیں سبکا مختصر جواب دیتا ہوں از انجملہ اوّل تو پھر وہی رونا چکیاں لے لیکر دیا ہے کہ امامت فرعی عملی ہے

اصولی اعتقادی نہیں نہ وہ قرآن میں درج ہے نہ اُسکا انکار کفر ہے اس اعتراض کا جواب ایمن نمبر ۱۹ پر بہ این توضیح دیا گیا کہ بعد معاینہ تحریر حقیر انشاء اللہ حالت انتظار باقی نہ رہے گی اگر حضرات اہلسنت کی طبیعت میں کچھ بھی مادۂ حق طلبی ہوگا تو بالضرور اپنے مذہب کی حقیقت و غیر حقیقت کا اندازہ فرمائیں گے کہ کس درجہ اور حیثیت کی ہے۔ مجکو ذی علم مخاطب سے سخت شکایت ہے کہ انھوں نے اپنی کتاب کو ناجائز طوالت دی ایک ایک بات کو بار بار زبان قلم پر لانا۔ اہل قلم کی شان کے خلاف ہے ناظرین با انصاف فیصلہ فرمائیں گے کہ منجملہ ۱۹ نمبر ہائے تذکرہ بالا کے صرف نمبر اول تصفیہ طلب تھا یعنی امامت کا اصولی اعتقادی ہونا۔ اسی ایک امر کے فیصلے پر تمام سنی و شیعہ کے قضایا کا انفصال منحصر ہے اگر امامت عقلاً حسب بشارات آیات قرآنی و ارشاد رسول اکرم اصول میں سے جانے کے قابل ہے تو مذہب شیعہ حق ہے اور اگر وہ ایک امر فرعی ہے اور اُسکا ذکر قرآن میں نہیں تو بے شبہہ مخاطب اور اُن کے ہم مذہب برسر حق سمجھے جائیں گے سوائے نمبر مذکور اٹھارہ دیگر نمبر قایم فرما کر فضول طول کر کے مجکو بھی تکلیف دی۔ ناظرین کا دماغ بھی پریشان کیا۔ لیکن جناب مخاطب نے یہ فضول گوئی سمجھ کر کی ہے۔ وہ خود مطرفہ کے صفحہ ۵ سطر ۱۴ و ۱۵ پر لکھتے ہیں کہ مولوی حامد حسین نے عبقات میں انتہا کی طوالت سے کام لیا ہے پھر خود ہی یہ لکھتے ہیں۔ (بات اصل یہ ہے کہ مناظرہ میں ہر ایک شخص یہ چاہتا ہے کہ میں اپنے خصم کو مغلوب کر دوں اور اسقدر مغلوب کر دوں کہ جواب دہی سے عاجز ہو جائے اور خصم کو جواب کا حوصلہ باقی نہ رہے۔

عبقات کی طوالت کا میں پہلے جواب دے چکا ہوں واقع میں جناب مولوی حامد حسین صاحب قبلہ مرحوم و مغفور نے کثرت مضامین سے اس قدر مخالفین کو مغلوب و منکوب کیا کہ بالآخر جواب سے عاجز ہو کر تمام اہلسنت قلم چھوڑ بیٹھے اُن مغلوبین میں ایک حضرت مخاطب بھی ہیں جن سے مرأۃ الامامۃ کے ایک حرف کا جواب نہ دیا گیا انبار مضامین سے خصم کو عاجز کرنا کوئی معیوب نہیں ہر متکلم کا فرض ہے کہ اپنے مخالف کے تمام پہلوؤں کو توڑ کر مضمحل کر دیوے مگر مضامین کا مکرر بیان کرنا داخل عیب ہے جناب مخاطب نے جودت طبیعت سے مضامین کا ڈھیر نہیں لگایا۔ بلکہ ایک بات کو کئی کئی دفعہ لکھکر کتاب کو بڑھایا ہے۔

دوم الہیات پر کچھ گفتگو شروع کرنی چاہی تھی مگر غایت عنایت سے قلم روک کر تسلیم فرما لیا کہ درباب

اعتقاد وحدانیت کوئی شدید اختلاف نہیں چنانچہ تحریر فرماتے ہیں الہیات کا اصلی اعتقادی ہونا
مسلم الثبوت فریقین ہی البتہ اُس کے جزویات میں اختلاف ہی بعد ازیں وہ ایک جزوی نقیض کہلاتی
ہیں از انجملہ یہ کہ شیعہ کہتے ہیں کہ خداوند قدیر جل وعلا شانہ پر بندوں کی عقل حاکم ہی اور وہ محکوم عقل
ہے عقل جس فعل کو قبیح کہے خدائے تعالیٰ پر بحکم عقل واجب و لازم ہے کہ وہ فعل ترک کرے اور
اگر وہ فعل حسن اور لطف ہے تو بحکم عقل اُسکا کرنا خدائے تعالیٰ پر واجب ہی حاصل یہ ہے کہ جیسے
بندے خدائے تعالیٰ کے حکم کے محکوم ہیں کہ بندوں کو اُس کے امر و نہی کی مخالفت جائز نہیں ہی اسی طرح
خدائے تعالیٰ بھی بندوں کی عقل کا محکوم ہی کہ اُسکو عقل کے حکم کی مخالفت جائز نہیں اور خلاف
حکم عقل کچھ نہیں کرسکتا اور اہل عقل کے نزدیک خدائے تعالیٰ سب پر حاکم ہی اور سب اُس کے زیر
فرمان ہیں اُسپر کوئی چیز حاکم نہیں۔ عقل کی کیا مجال کہ اُسپر حاکم ہو۔ جناب مخاطب مضامین مطرقہ کو
الہامی فرماکر صدر کتاب میں تحریر کرتے ہیں کہ ہمارے علمائے قدیم کے وہم و خیال میں بھی یہ مضامین
نہیں آئے جو ہمکو سوجھے ہیں میں اوّل سے ہر مضمون کی نسبت عرض کرتا چلا آرہا ہوں کہ جناب
مخاطب نے غلط دعوے کرکے سنیوں کو دھوکہ دیا ہے۔ تمام مطرقہ میں ایک مضمون بھی ایسا نہیں جسکو
علمائے سابقین اہلسنت اور بخصوص صاحب تحفہ نہ لکھ گئے ہوں مضمون بالا اول شاہ صاحب نے
تحفہ میں لکھا بعد ازاں اور چند علماء نے حضرت مخاطب نے دن دہاڑے مضامین کی لوٹ کھسوٹ
کرکے اشتہار الہام کردیا بھلا جس شخص کو جھوٹ اور خلاف واقعہ لکھنے میں اسقدر دلیری ہو کہ
لوگوں کے مال کو بھرے بازار میں اپنا ساختہ و موضوعہ بتلائے اُسکی بات کا کیا اعتبار ہوسکتا ہی
الحاصل جسقدر باتیں حضرت مخاطب نے حوالہ قلم فرمائیں ہیں اُنمیں ایک بات بھی ایسی نہیں جو کہ
شیعہ کے عقاید میں داخل ہو یا کہ کسی کتاب میں اس عنوان سے مذکور ہو اگر کہیں اسکا پتہ ہوتا تو مخاطب
اپنے قول کی تائید میں ضرور عبارت پیش کرتے جناب مخاطب نے جہلا سنیہ کو مذہب شیعہ سے نفرت دلانے
کے لیے ایک تقریر تراشی ہے اصل حقیقت یہ ہی کہ شیعہ کے یہاں ایک مسئلہ ہے جسکو تمام دینیات کے
متکلم بنیاد کہہ سکتے ہیں وہ یہ کہ حسن و قبح اشیا عقلی ہے اور اہل سنت اس کے خلاف عقل کو معطل
محض جانکر یہ کہتے ہیں کہ امور دینی میں عقل کو دخل نہیں اسی بنا پر مخاطب کو ایرپھیر کرکے یہ تقریر
کرنے کی جرات ہوئی ہے۔

قبل ازیں کہ میں ایراد مخاطب کا جواب دوں۔ خود اُن کی تجویز کا اہل عقل کے سامنے اپیل پیش کرتا ہوں ذی علم مخاطب تحریر فرماتے ہیں کہ شیعہ معتقد ہیں خدا سے وہ فعل قبیح سرزد نہیں ہوتا جو کہ خلاف عقل ہو دانشمند غور فرمائیں کہ اگر ایک ادنیٰ آدمی ایسے افعال مذموم و معیوب کا مرتکب ہو جو کہ سراسر محمول بہ بعید انسانی ہوسکے اُس شخص کو ہر عاقل سفیہ و جاہل سمجھے گا اور جبکہ خود اقدس الٰہی ایسی باتوں پر عامل ہو جو کہ مغائر عقل ہوں اُس کی نسبت عباد کا کیا خیال ہوسکتا ہے ہم خدا کو محکوم عقل نہیں بتلاتے بلکہ عاقلانہ افعال کا عامل دونوں فرقہ کے عقائد اس بارہ میں اہل نظر کے سامنے پیش کرتا ہوں جسکا عقیدہ پسند ہو اُسکو اختیار فرمائیں۔

عقائد شیعہ

شیعہ کہتے ہیں کہ خدا پر عقلاً واجب ہے کہ اپنے بے خبر بندوں کو خبردار کرنے کے لئے ہادی یعنی انبیاء مقرر فرمائے تاکہ وہ بین العباد و خدا متوسط ہو کر مخلوقات الٰہی کو اُن باتوں کے ترک و عمل کی ہدایت کریں جو کہ عین مطابق منشاء جناب باری ہو اگر خدا ایسا نہ کرے اور بجرم ارتکاب منہیات جنکو وہ خود بُرا جانتا ہو اور بندے بوجہ لاعلمی بے خبر سزا دینے پر آمادہ بدست ہو جائے اُس وقت خلایق کو یہ عذر کرنیکا بہت اچھا موقع مل سکتا تھا کہ حضور جس فعل کی ہمکو سزا دیجاتی ہے اُسکی بُرائی آپنے ہمکو کب بتلائی تھی۔ اگر حضور کسی اپنے مقرب کے ذریعہ سے بُری بھلی باتوں کی فہرست ہمارے پاس بھیجدیتے اور پھر ہم اُس کے خلاف کرتے تو تعذیب و عقوبت درست تھی اس وقت سرکار کا غصہ ہو کر ہم غریبوں کو مار پیٹ کرنا صریح قہر و ظلم ہے اسواسطے فرقہ حقہ امامیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ ہدایت خلق کے لئے نبیوں کا بھیجنا علاوہ ازیں آمد کے لئے کتب کا نازل فرمانا یہ عین لطف الٰہی ہے اور یہ اُس کی ذات پاک پر واجب۔ بلکہ اوجب ہے چنانچہ خود اُس نے فرمایا ہے وکتب علی نفسہ الرحمۃ یعنی خدا نے رحمت کو اپنے اوپر لازم کرلیا ہے علی ہذا انبیاء و کتب و صحف کا بھیجنا عین لطف و رحمت ہے اور یہ حسب ارشاد باری اس پر لازم و واجب ہے دنیا میں بھی اسکا نمونہ موجود ہے ہر سلطنت نے اپنی رعایا کے لئے قوانین و ضوابط منضبط کر دئے ہیں جو لوگ اُن کی تعمیل کرتے ہیں سیاست سلطانی سے محفوظ رہ کر بہ آرام بسر کرتے ہیں اور متمرد جیلخانہ میں اپنا بستر رکھتے ہیں

اسی جہت سے شیعہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا نیکوکاروں کو اُن کے عمل نیک کی جزا دے گا اور بدکاروں کو بپاداش اعمال قبیحہ جہنم کے عمیق گڑھے میں گرائے گا اکثر آیات قرآن میں خدا نے اسکا ذکر کیا ہے مثلاً ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔ یعنی خدا نیک عمل کرنے والوں کے اجر کو ضائع و برباد نہیں کرتا بدعملوں کی نسبت ارشاد ہوا ہے (ان اللہ لا یحب المفسدین) خدا مفسدوں کو دوست نہیں رکھتا۔

عقیدۂ اہل سنت

حضرات اہل سنت فرماتے ہیں کہ کسی امر کا واجب ہونا بندوں کی ذات سے علاقہ رکھتا ہے خدا کی شان سے بعید ہے کہ وہ مثل بندوں کے وجوب کا پابند ہو کسی قسم کا لطف اسپر واجب نہیں ہو سکتا۔ اختیار رکھتا کہ انبیا و کتب بھیجا یا نہ بھیجا نیز یہ امر ضروری نہیں کہ صالحین کو بہشت میں جگہ دی اور طالحین کو دوزخ میں بلکہ اختیار رکھتا ہے کہ اچھوں کو بُری جگہ دے اور بُروں کو اچھی چنانچہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کتاب حجج الکرامۃ فی آثار قیامہ کے صفحہ (۱۲۴ و ۱۲۵) پر ابوالحسن اشعری بانئے مذہب اہل سنت کا عقیدہ ان کی کتاب سفر نری سے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں (وھو المالک لخلقہ یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید فلو ادخل الخلایق باجمعھم النار لم یکن جوراً ولو ادخلھم الجنۃ لم یکن حیفاً) یعنی اللہ مالک ہے اپنی خلق کا جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے۔ اگر کل مخلوقات کو آتش جہنم میں ڈالدے تو کوئی ظلم نہیں اور اگر سب کو جنت میں جگہ دے تو کوئی موقعہ حرف گیری نہیں ایسا ہی شاہ عبدالحق محدث دہلوی تکمیل الایمان کے صفحہ ۱۳ و ۱۴ پر لکھتے ہیں، وے خبر دادہ است کہ مطیعان را ثواب و ہم عاصیاں را عقاب کنم ایں چنیں خواہد بود کہ وے گفتہ ست ولیکن بروے واجب نیست واگر فرضاً خلاف آن کند دیگرے را مجال نے کہ گوید چرا چنیں کردی)، یہ تقریر بظاہر ایسی پر فریب ہے کہ اکثر کم فہم چکر میں پڑ جاتے ہیں اور سوائے تسلیم خم کر لینے کی کوئی چارہ نہیں ہوتا لہذا اس عقیدہ فاسد کی خرابی پر مطلع کرتا ہوں ارباب عقل سلیم کو معلوم ہو کہ شیعہ اختیارات خداوندی میں بحث نہیں کرتے بے شبہہ وہ قادر و توانا اور اپنے ملک کا مالک ہے جو چاہا کیا اور جو چاہتا ہے کرتا ہے اس جلیل الشان بادشاہ کے احکام میں کسی کو دخل دینے کی مجال نہیں لیکن جس عنوان سے اہل سنت معتقد ہیں اُس طریقہ سے وہ اپنے اختیارات نامتناہی کو عمل میں نہیں لا سکتا۔ اگر حسب مفاد تحریر شیخ

ابوالحسن اشعری و عبدالحق دہلوی و دیگر جمیع علمائے اہل سنت اپنے غیر محدود اختیارات کا خدا عامل ہو تو خود اُس کی ذات بابرکات پر سخت الزام وارد ہوتا ہے میری رائے میں دنیا کا کوئی عقلمند اہل سنت کے اس عقیدہ سے اتفاق نہ کرے گا کہ خدا اختیار رکھتا ہے کہ بلا امتیاز بد و نیک جہنم و بہشت کے پھاٹک کھول کر خلائق کو اندھا دھند دھکیل دے یا بروز قیامت کرسی عدالت پر بیٹھ کر خدا یہ اندھیر مچا سکتا ہے کہ اپنے نیک بندوں کی عبادت و ریاضت کو جو کہ اُس کے حکم کے موافق کی جائے گی آب ناانصافی سے دھو دھلا کر سادہ ورق بنا دیوے اور لچّے - غُنڈے اوباش و بدمعاش لوگوں کے اعمالناموں کو زرافشاں کر کے رضوان جنت کو حکم دے کہ ان کے لئے آرام چوکیاں بچھا کر بہشتی پھولوں کے ہار گلے میں ڈالدو خدانخواستہ شیطان کے کان میں نیز اگر خدا ایسا کرے جو کہ سنیوں کا عقیدہ ہے تو پھر نہ خدا۔ خدا رہ سکتا ہے نہ قرآن قرآن تمام انتظام خداوندی ہم برہم ہو جائے گا کیونکہ خدا نے قرآن میں صدہا جگہ وعدہ فرمایا ہے کہ میں نیکوں کو جنت میں جگہ دوں گا اور بدوں کو دوزخ کا کھولتا ہوا پانی پلاؤں گا بطور مثال ایک ایک جملہ قرآن بر دو گروہ کے متعلق پیش کرتا ہوں ان الابرار لفی نعیم و ان الفجار لفی جحیم اُس کے وعدوں کو جو مذہب سچے نہ وہ خدا پر پورا اعتماد و وثوق رکھ سکتا ہے نہ قرآن کو سچا باور کر سکتا ہے خدائے پاک نے قطعی طور پر فرما دیا ہے کہ میری شان لایخلف المیعاد ہے یعنی یہ کہ جو کچھ میرا ارشاد ہے اس میں اختلاف ہرگز واقع نہ ہوگا دوسرے موقع پر فرماتا ہے ان وعد اللہ حق تحقیق کہ خدا کا وعدہ سچا ہے ہرگاہ معبود کے وعدے میں فرق نہیں آ سکتا تو ہم کیونکر سوئے اعتقاد کر لیویں کہ بندگان صالح و طالح کے حقوق میں ایفاء وعدہ نہ فرمائے گا۔ شاہ عبدالحق محدث عبارت بالا میں تحریر فرماتے ہیں کہ خدا نے خبر تو یہ دی ہے کہ اہل طاعت کو ثواب دوں گا اور ارباب معصیت کو عذاب لیکن اگر وہ قیامت میں کروٹ بدل کر رہبر و عرصہ مخالفت ہو جائے تو کس کی یہ مجال ہے کہ محمدا کہہ سکے آپ کیوں ایسا کرتے ہیں۔ حقیر عرض کرتا ہے کہ بارگاہ خداوندی میں عرض معروض کرنیکا ہر شخص کو اختیار ہے فرض کرو کہ قیامت میں دو شخص موقف حساب پر لائے گئے ایک مرد صالح جو ذرہ اطاعت میں سر مو تجاوز نہیں کیا اور تمام احکام خداوندی کی پوری تعمیل کرتا رہا دوسرا مرد فاسق جسکا نامہ اعمال کثرت سیئات سے ایسا کچ پچ ہے کہ نقطہ لگانے کی بھی جگہ نہیں خدا نے دونوں کی

کی فرد عمل دیکھ کر حسب عقیدۂ اہل سنت کارپردازان کچہری کو حکم دیا کہ اس عابد کی ٹانگ کھینچکر جہنم کے ساتویں طبقہ میں ڈال دو اور اس بدعمل کو ناقہ بہشتی پر سوار کرکے جنت کے مقام محمود میں کرسی جواہر نگار پر زیر طوبےٰ بٹھادو اسوقت عابد نہایت عاجزی سے کانپ کانپ کر عرض کرسکتا ہے کہ حضور بندے نے آپ کے حکم کی تعمیل میں ایک ذرہ مخالفت نہیں کی۔ میری محنت کیوں ضائع و برباد کی جاتی ہے۔ بارگاہ عالی سے بواسطہ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس یہ حکم پہنچا تھا کہ حسنات پر جزا ہے اور سیئات پر سزا اور ہم ہرگز اپنے وعدہ کے خلاف کرنے والے نہوں گے آج یہ الٹا دیا کیسا یہ رہا ہے (خدا) بے شبہہ میں نے صاف و صریح لفظوں میں یہ وعدہ کرکے امید دلائی تھی۔ لیکن میں قادر مطلق ہوں ہر طرح کے اختیارات مجھکو حاصل ہیں وفائے عہد پر مجھکو اختیار ہے اور اس کے خلاف پر بھی مختار ہوں۔ میں کسی بات پر مجبور نہیں۔ کیا کوئی مجھ پر حاکم ہے میرا حکم ایسا ناطق ہے کہ جسکا اپیل بھی نہیں ہوسکتا (عابد) معلوم ہوا کہ آپ معاذ اللہ دھوکہ باز ہیں (خدا) مت بکو سیدھے جہنم کو لیجاؤ (مرد فاسق) عابد صاحب آپ کیوں مباحثہ کرتے ہیں حکام کو اختیار ہے اپنی کچہری میں جو چاہیں حکم دیں کسی کو اس میں دخل دینے کا حق ہے (عابد) ہاں صاحب آپ ایسی خدا کی طرفداری کیوں نکریں گے دنیا میں شراب پی رنڈیوں سے مزے اڑائے خلایق کا مال مارا۔ ہر قسم کا فسق و فجور کیا آج جنت کے مالک بن گئے۔ الٹی نگری چلپٹ راجہ ہورہا ہے اگر سچا اور اپنے عہد پر وفا کرنے والا خدا ہوتا جیسا کہ ہم دنیا میں سنا کرتے تھے تو آپ معلوم کرلیتے کیونکہ جنت میں جایا کرتے ہیں (خدا عابد سے) کیا تم دنیا میں فی الواقع مجکو راستباز و وفا کنندہ عہد سمجھکر سرگرم عبادت رہے کبھی تمکو کسی عالم نے نہیں بتلایا تھا کہ خدا کے وعدوں پر بالکل مطمئن نہ رہنا (عابد) خدایا علماء برابر ہمکو یہی ہدایت کرتے رہے کہ نماز پڑھو روزہ رکھو۔ زکواۃ دو یہ کرو وہ کرو اگر ایسا نہ کروگے جہنم میں جھونک دئے جاؤگے چنانچہ ہمنے بہ تعمیل ارشاد علماء اپنی جان کو خستہ و فرسودہ کردیا۔ کثرت عبادت سے ضعیف و ناتوان ہوکر جوانی میں بوڑھے ہوگئے عیش دنیا کو حرام سمجھ لیا۔ لیکن آج معلوم ہوا کہ ان کا وہ کہنا غلط تھا (خدا اردلی سے) ابوالحسن اشعری و سعد الحق اور مولوی عبدالعزیز و خلیل احمد مولف مطرقۃ الکرامۃ کو حاضر کرو چاروں کو عرصہ محشر سے ڈھونڈھکر پیش کیا گیا (خدا علماء سے) تم لوگ دنیا میں کیا کام کرتے تھے (علماء چہارگانہ) اکثر کام تالیفات

کتب کا ہم سے متعلق رہا ہے (خدا) ہماری نسبت تم نے خلایق کو کیا باور کرایا (علماء یک
زبان ہو کر) ہم نے صاف کہدیا تھا کہ بھائیو گو خدا نے وعدے تو سب کچھ کئے ہیں لیکن عقلاً اس پر
کسی عہد کا وفا کرنا لازم نہیں وہ اختیار رکھتا ہے کہ خلاف اقرار کر بیٹھے وہ حاکم حقیقی ہے اور
حکام کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا وہ کسی قانون کے پابند نہیں ہوتے ان کی زبان خود قانون
ہوتی ہے ہم لوگ بری الذمہ ہیں ما بندگان نے حضور کی جانب سے بے اعتباری و عدم طمینان کو
صاف لفظوں میں بتلا دیا تھا (خدا عابد سے متوجہ ہو کر) جبکہ یہ علماء بعبارت واضح اپنی اپنی
تالیفات میں ہماری تلوّن مزاجی و عدم استقلال کا پورا پورا اظہار کر چکے تھے تو تم نے ایسی عبادت و
ریاضت کیوں کی کہ سوکھ کر کانٹا ہو گئے (عابد) جبر صاحب خطا ہوئی اب حضور چند روز کے
لئے ہمکو دنیا میں بھیجدیں وہاں سمجھ کر کام کریں گے (خدا) کیا تمکو معلوم نہیں کہ بعد قیام قیامت پھر
دنیا کی طرف بازگشت ناممکن ہے (عابد) حضور یہ کلمہ تو وہ کہہ سکتا ہے جس کے اقرار میں مطلق
لغزش نہو آپ تو غیر مستقل طبیعت رکھتے ہیں جیسا کہ اور وعدوں پر منہ پھیر ڈالے ہیں ایسا ہی اس
ہٹ کو چھوڑ دیجئے دو چار برس کے لئے پھر باغ دنیا آراستہ کیجئے تاکہ ہم آپکو بے اعتبار محض سمجھ
کر وہی قرینہ اختیار کریں جو کہ نامعتبر حاکم کے ساتھ ملازمین کیا کرتے ہیں۔ اگر آپ نے ایسا نکیا تو ظلم
قدرت کا الزام جناب کی ذات سے چسپاں ہو جائے گا (مرد فاسق) میاں کیوں بیہودہ بک
بک مچائی۔ تعمیل حکم کرو بعد گرم روی دوزخ میں چلے جاؤ۔ ہم کو دیکھو کیسے فرمان بردار ہیں
حکم پاتے ہی خوشی خوشی خود بخود بہشت کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں مطلق دم نہیں مارتے عبادت
کا صلہ جہنم کوئی جور خدا نہیں ہمارے امام ابوالحسن اشعری کا تو یہی مذہب تھا (عابد فاسق سے)
حضرت اگر بپاداش جرائم آپ جہنم میں سوئے کشاں جاتے اور پھر منہ بھر بھر کر خدا کی تعریف کرتے
اسوقت بندہ جھک کر سلام کرتا اور اب تو جناب سے ہوائے قیامت موافق ہی جو کچھ تھوڑا ہے
انتہائے اختیارات خداوندی یہ ہی ہے کہ کسی کو جہنم میں حبس دوام کا حکم دے دے سو وہ ہو چکا
اس سے زیادہ خدا صاحب کچھ نہیں کر سکتے۔ لہذا الحکم آنکہ ہر کہ تنگ آمد بجنگ آمد میں بھی دل کے
ابھرے ہوئے آبلے سوزن کلام سے توڑ کر بہ آواز بلند جمیع حاضرین عرصہ محشر کے سامنے کہتا
ہوں کہ مجکو ایسے خدا کی خدائی سے انکار ہے جسکو اپنے وعدوں کا خیال نہ رہے اور بجائے عدل ظلم

پر مضبوط کمر باندہ کر اُلٹے سُلٹے حکم دینے لگے لوگونکو بہلا پھسلا کر عبادت کرائے اور عطائے صلہ کے دوت لگا سا جواب دے کر الگ ہوجائے کیوں جناب مخاطب آپ ایسے ہی خدا کے قایل ہیں جس سے خلاف عقل اور ظالمانہ حرکات کا صدور ممکن الوقوع ہے حیف صد حیف محمدی ہوکر یہ عقیدہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں اور بضرورت موقع پھر کہتا ہوں کہ ہمارا وہ پاک و مقدس خدا ہے جس کی شان (قایم بالقسط) ہے (عدالت پر تلا ہوا) جس نے خود بطور قول فیصل فرما دیا (لیس بظلام للعبید) خدا اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا میں نے امر مابہ النزاع کے متعلق ہر دو فریق کے عقاید کی نہایت سچی تصویر اہل نظر کو دکھلا دی مسلمانوں کو اختیار ہے جس تصویر کو پسند کریں طاق طبیعت پر لٹکا لیں سوم جناب مخاطب نے مسئلہ بدا کا ذکر فرمایا ہے ممدوح الشان فرماتے ہیں کہ یہ اعتقاد شیعہ خدا کو بدا واقع ہوتا ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا ناعاقبت اندیش اور عواقب امور سے مطلق جاہل ہے (مخاطب نے شروع کتاب میں دعوے کیا تھا کہ ہم مضامین مطرفہ بروئے الہام لکھتے ہیں علمائے سابقین سے کسی کے وہم و خیال میں نہیں آئے افسوس ہے کہ انھوں نے خلاف لکھ کر ہمارا تو کچھ نقصان نہیں کیا اپنے علماء کی عزت کو خاک میں ملا دیا مضمون بدا اکثر کتب اہلسنت میں درج ہوکر شرف جواب پا چکا ہے۔ تحفہ میں بھی بہ تفصیل اسکا ذکر ہے۔ وہیں سے نقل کر کے حضرت مخاطب نے درج اوراق مطرفہ فرما کر دعوے الہام کر دیا اکثر آدمی سارق مضمون ہوتے ہیں مگر ایسا بادی چور نہ دیکھا گیا تھا کہ مال بھی چرا لے اور پھر اسکو خاص اپنی دکان کا بتلائے ہم جناب مخاطب سے زیادہ دارو گیر نہیں کرتے کیونکہ متکلمین سُنیہ قدیم سے چوری پیشہ ہوتے چلے آئے ہیں پہلے فرادو کا ذکر چھوڑ کر بعض اپنے ملکی لوگوں کا تذکرہ کرتا ہوں۔

شاہ صاحب نے خواجہ نصر اللہ کابلی کے صواعق سے مضامین اُڑائے۔ حیدر علی صاحب فیض آبادی صاحب منتہی الکلام نے اُن کی دوکان میں نقب لگا کر اکثر گٹھریاں اُڑائیں مولوی مہدی علی خاں صاحب محسن الملک معروف ہاتھوں سے لوٹ مار کر کے کھلے کواڑوں ہر دو دکانداروں کا مال روز روشن میں ٹھیلوں پر لاد کر لے گئے۔ لیکن متکلمین ثلاثہ سے کسی نے یہ دعوے نہیں کیا کہ یہ اسباب ہمکو جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ سے ملا ہے ہاں جناب مخاطب نے بھرے بازار میں پکار کر کہدیا کہ سنو میاں مسلمانوں یہ سب گزی گاڑھا واللہ و تنزیب ہمارے ہی کارگاہ کا ہے اس میں پہلے

کاریگروں کا دھاگہ بھی نہیں۔ تمام تار و پود خاص ہمارے ہاتھ کا ہے مہتران قوم کا طائر خیال بھی وہاں تک نہیں پہنچا جہاں سے ہمکو یہ نئی قسم کا راج ملا ہے۔ چوروں کا عموماً یہ حال دیکھا گیا ہے کہ مال مسروقہ بازار میں عام طور پر لاتے ہوئے جھجکتے اور ہچکچاتے ہیں۔ صاف بات کہنے سے منہ چرا کر چبا چبا کر باتیں کرتے ہیں آج تک باوصفیکہ ہزاروں اُچکے ہماری نظروں سے گذرے ہیں مگر ایسا بیدھڑک گرہ کٹ دیکھنے میں نہیں آیا کہ چوری کے مال کو یہ کہے کہ بندھی بندھائی گٹھری میرے چھپر پر فرشتوں نے آسمان سے دھکیل دی ہے حاصل کلام مسئلہ بدا کوئی امر متعلق بہ اصول نہیں جس کا اس موقع پر جواب دے کر رسالہ ہذا کو طول دیا جائے چونکہ معاذ اللہ خدا کے جاہل اعتقاد کرنے کا محض خلاف واقعہ الزام ہم پر لگایا گیا ہے لہذا حقیر نے ایک جداگانہ مبسوط رسالہ اس بحث میں لکھدیا ہے اُسکا نام ربحث بدا (ہے اجوبہ تحفہ میں اعتراض مذکور کا جواب دیا گیا ہے مخاطب پر لازم تھا کہ اُسکا جواب الجواب تحریر فرماتے نہ یہ کہ وہی مضمون بجنسہ تحفہ سے نقل کرکے پیش کردیا لیکن کیا کریں مخاطب بھی ایک حد تک معذور ہیں جو حکم ملہم نے دیا اسی کی تعمیل فرض سمجھ کر کاربند ہوئے اصل حقیقت یہ ہے کہ مخاطب فرماتے ہیں کہ ہدایات الرشید کے عالی مضامین میرے افکار بالغہ کا نتیجہ نہیں ہیں۔ بلکہ مولوی رشید احمد صاحب کے فیوض باطنی کا اثر ہے۔ چنانچہ صفحہ ۴ سطر ۱۱ پر لکھتے ہیں ؎

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
آنچہ استاد ازل گفت ہماں میگوئیم

اس کی میں بھی تصدیق کرتا ہوں کہ فی الواقع مخاطب بذات خود کوئی چیز نہیں اُستاد قدیم جو کہہ گئے ہیں اُسکو تبدیل الفاظ کرکے صرف لکھ دینے والے ہیں

چہارم یہ کہ حضرات شیعہ کا اعتقاد ہے کہ بندہ کے افعال کا خالق خدائے تعالیٰ نہیں ہے بلکہ خود بندہ ہے یہ مضمون بھی تحفہ سروقہ سے سرقہ کیا گیا ہے الہامی نہیں اگر مخاطب کسی کتاب کے حوالہ سے تحریر فرماتے تو عرض تو کیا جاتا بلا سند اعتراض کا کیا جواب دیا جائے

یہ کہ شیعہ تحریف قرآن کے قایل ہیں یہ مضمون بھی الہامی نہیں صاحب تحفہ و منتہی الکلام کے قلم سے نکل کر زیر جواب آچکا ہے چند رسائل اسی بارہ میں لکھے گئے ہیں حقیر نے بھی ایک رسالہ مسمی بہ بحث قرآن لکھدیا ہے جو کہ مطبع ریاض فیض نگینہ میں چھپکر شائع ہوچکا ہے۔

ذی قدر مخاطب خارج از بحث باتیں پیش کرکے اس واسطے کلام کو طوالت دے رہے ہیں کہ خصم
طول کلامی سے خوف کرکے جواب دہی سے عاجز ہو جائے سو یہ ممکن نہیں شیعان علی بعنایت الٰہی
ہمیشہ مناظرہ میں کامیاب ہوکر اپنے مخالفین کا ناطقہ بند کرتے رہے ہیں مخاطب نے تو بس یہ
ہی لکھا ہے کہ ہشام وغیرہ جسمیت خدا کے قایل تھے مگر کوئی ثبوت نہیں دیا لیکن حقیر انشاء اللہ
بہ نقل عبارات وحوالہ کتب ثابت کردے گا کہ اکابر اہل سنت سوائے الزام جسمیت اور بھی حیرت
انگیز باتوں کے ناقل ہوئے ہیں اس کے متعلق میں کتاب دلیل المتحیرین میں بہ تفصیل لکھ چکا ہوں
یہاں مختصر کچھ عرض کرتا ہوں علامہ دوانی کتاب شرح عقاید میں لکھتے ہیں دواکثر المجسمۃ ہم الظاہریون
المتبعون بظواہر الکتاب والسنۃ واکثرہم المحدثون دیعنی جسمیت خدا کے قایل وہی لوگ ہیں جو ظاہر
کتاب وسنت کے پیرو ہیں ان میں اکثر حضرات ظواہر کتاب اللہ پر متبعین ہوکر جسم خدا کے قایل ہیں
شاید علامہ دوانی کی کتاب نظر فیض اثر سے نہ گذری ہوگی ورنہ فرط ندامت سے غریق لجۂ تحیر
ہوکر شیعہ کے مقابلہ پر نہ آتے امام ابن الجوزی کتاب تلبیس ابلیس میں لکھتے ہیں رعوام اہل حدیث
کا یہ عقیدہ ہے کہ صفات باری جو قرآن میں بغرض تشبیہ درج ہیں بقیاس حسیات قبول
کرتے ہیں انہوں نے قرآن کی آیات متشابہات کو ظاہری معنی میں تسلیم کرلیا اور خدا کے ہاتھ و
پیر وغیرہ کے قایل ہوگئے علاوہ بریں امام بیہقی لکھتے ہیں کہ دو بڑے گروہ تھے
حدیث نزول خدا میں کہا ہے کہ اگر پوچھیں خدا آسمان سے کیونکر اترتا ہے تو کہیں گے
جس طرح چاہے اترے اس کے اختیار میں ہے اترتے وقت چاہے متحرک ہو یا نہو۔
علامہ ابن بطوطہ اپنے سفرنامہ میں لکھتے ہیں ایک دن جمعہ کے وعظ میں ہم ابن تیمیہ کے جلسہ
بیان میں شریک ہوئے ابن تیمیہ نے بیان کیا کہ خدا عرش سے اس طرح اترتا ہے جیسے ہم
زمین پر اترتے ہیں یہ کہہ کر زینہ سے اتر کر دوسرے زینہ پر چلے گئے
شیخ الاسلام ابو اسمٰعیل انصاری اور علامہ ذہبی کتاب العرش والعلو میں فرماتے ہیں کہ خدا عرش
پر بیٹھتا ہے اور اتنا ڈیل ڈول ہے کہ اسکا جسم چار چار انگشت عرش سے باہر لٹکا ہوا ہے
خدا اتنا بھاری ہے کہ عرش اسکا بوجھ نہیں اٹھا سکتا جب اللہ عرش پر بیٹھتا ہے تو وہ چرچراتا
ہے۔ خدا ہر شب جمعہ آسمان اول سے جھانکتا ہے اور قبل خلقت دنیا وہ مچھلی کی پشت پر بیٹھا

رہتا تھا۔

ترجمہ جلد ششم صحیح مسلم مطبوعہ صدیقی لاہور کے صفحہ (۲۷۲۳) پر لکھا ہے جب جہنم کا پیٹ نہ بھرے گا تو خدا اپنا پاؤں اس میں رکھ دے گا اسوقت اُسکا پیٹ بھریگا۔ مولف۔ اگر خدا پہلے ہی سمجھ کر اندازہ کر کے جہنم کی لمبائی و چوڑائی قایم کرتا تو خود معاذ اللہ جہنمی ہوتا بندگان گنہگار اور خدا میں صرف اتنا فرق ہے کہ اُن کا تمام بدن نار جہنم میں جلے گا اور خالق نار کا ایک پیر

مضر کھمش جو کہ مسلم و بخاری کے اُستاد ہیں فرماتے ہیں کہ خدا صورت رکھتا ہے اس کے اعضا بھی ہیں اور اجزا بھی سیر کرتا ہے اترتا ہے چڑھتا ہے معانقہ کرتا ہے

دوالجوازی کا قول ہے کہ خدا کے عضو انسان کے سے ہیں مجھ سے جس عضو کی بابت چاہو سوال کرو لیکن اس کے فرج اور ڈاڑھی کے باب میں کچھ نہ پوچھو سینہ اس کا کھوکھلا ہے اور نیچے سے ٹھوس ہے۔ کانوں تک گھونگروالے بال ہیں۔ طوفان نوح پر نادم ہو کر خدا اتنا رویا کہ آنکھیں آشوب کر آئیں۔ خدا کو بیمار سنکر فرشتے عیادت کو آئے۔ ملل و نحل شہرستانی میں بھی یہ عجائب روزگار باتیں درج ہیں۔ ان سے بھی بڑھ کر سُنئے مولوی ابوالخیر خلف الرشید مولوی امانت اللہ غازی پوری موضع مدھوپور میں ۶۔ جولائی سنہ ۱۹۱۰ء کو وعظ کے لئے تشریف لے گئے بعد نماز مغرب آپ نے وعظ فرمایا منجملہ اکثر مواعظ کے یہ بھی فرمایا کہ جب آنحضرت معراج میں گئے تو عرش اعظم کو فرط مسرت سے احتلام ہو گیا دیکھو امرتسر کا گمنام دہابی اخبار مورخہ ۲۶۔ جولائی سنہ ۱۹۱۰ء میں امید کرتا ہوں کہ جناب مخاطب اور اُن کے ہوا خواہوں پر یہ مضامین دیکھ کر عجب نہیں کہ مثل عرش اعظم کوئی خاص حالت طاری ہو جائے جناب مخاطب فرماتے ہیں کہ ہشام وغیرہ راویان شیعہ چونکہ بدمذہب تھے لہذا اُنکی تمام وہ روایات مندرجہ کتب شیعہ جن سے اصول موضوع ہوا ہے نا قابل التفات ہیں میں بلحاظ و اثبات حضرت مخاطب تسلیم کئے لیتا ہوں کہ ہمارے راوی ہماری کتابیں سب نا معتبر ہیں ہم انکو چھوڑ کر آپ کے راوی کی کتاب سے امامت کا اصول دین میں داخل ہونا بفضلہ ثابت کر چکے انہیں نمبروں کی توضیح میں تمام مطالب بیان کر دئے گئے ہیں اب تو مخاطب پر اُن کا ماننا لازمی ہو گیا اگر تسلیم نفرمائیں گے اپنی

اپنی گنت کو خیر باد کہنا پڑے گا
یہ کہ شیعہ رجعت کے قایل ہیں نہ معلوم مخاطب تحفہ کے مضامین ردشدہ کیوں نقل کیے جاتے ہیں۔ کیا ان باتونکو شاہ صاحب نے نہیں لکھا بخدا عزیز دہلوی سب کچھ لکھ کر جواب پا چکے ان معاملات کا اصل سے کیا تعلق ہمیں اپنے اصول دین کا جنکو ۱۹ نمبر و نمبر مخاطب نے ترتیب دیا تھا ثابت کر دینا ضروری تھا وہ بعنایت الٰہی اس عنوان سے کر دیا گیا کہ قیامت تک اُٹھائے سے نہ اُٹھ سکے گا۔ مخاطب صاحب صاف بات ہے جس کا اصول صحیح ہے اُس کے تمام عقاید صحیح ہیں آپ نے کوئی نئی بات نہیں لکھی وہی پہلے علمار کے لکھے ہوئے مضامین لکھے ہیں۔ میں اپنا فضول وقت صرف کرنا نہیں چاہتا سوائے امور اہم کے ادنے ادنے باتوں کے جواب سے کتاب کو طول دے کر مغز ناظرین کو دل تنگ نہ کروں گا۔

تحریر مخاطب از صفحہ ۸ تا صفحہ ۳۰

عبارت طویل ہے نفس مطلب کا جواب دیتا ہوں۔
ان اوراق میں مخاطب کے ملہم نے کوئی امداد نہیں کی بلکہ سید شاہ ولایت حسین ساکن دیورہ ضلع گیا کے اُس مضمون کو حرف بحرف نقل کیا ہے جو کہ بہ ایں سرخی دسوال از جمیع علمائے شیعہ اُن کی طرف سے شایع ہوا تھا اول یہ مضمون مولوی ابوالقاسم صاحب الہ آبادی نے نکالا پھر ولایت حسین صاحب نے اُس کا تکملہ لکھا شیعہ سے دریافت ہوا تھا کہ حضرت امیرؑ کا ایمان بمقابلہ خوارج ثابت کرو مخاطب تحریر فرماتے ہیں کہ شیعہ سے اُسکا جواب نہیں دیا گیا۔ حقیر نے مخاطب بے خبر کو اوراق یا لایعنی اُن کتابوں کے نام سے خبردار کر دیا ہے جو کہ سوال مذکور کے جواب میں لکھی گئی ہیں حاجت اعادہ نہیں۔

تحریر مخاطب از سطر ۱۹ صفحہ ۳۰ تا سطر ۱۴ صفحہ ۳۲

مخاطب جلیل الشان نے اپنے نمبر و نمبر جنکا مفصل و مشرح جواب عرض کیا گیا تمام امور نزاعی کو ختم فرمادیا تھا۔ مگر چونکہ طبیعت میں طوالت از بس ہی اسپر صبر نہ آیا تحفہ پاس رکھا ہوا تھا اسکو دیکھ کر

پھر اشہب کلام کی باگ اُٹھائی یا یہ سمجھ کہ ملہم غیبی نے ہدایت کی کہ میرے پیارے ابھی تو تحفہ میں بہت کچھ ہے اور جودت طبیعت دکھلاؤ کلام کو اتنا طول دو کہ شیعہ جواب سے پہلو تہی کر جائیں - لہذا حضرت ممدوح نے پانچ دلیلیں ابطال امامت میں اور جوائے وفرمائیں صفحہ ۳۰ سطر ۱۹ سے شروع کر کے صفحہ ۳۴ سطر ۱۲ پر ختم فرمایا جیسی طول کلامی لہ حضہ ت ے ۹ ا نمبرٹ سے متذکرہ میں کی تھی وہی طریقہ ان دلائل پنجگانہ میں اختیار کیا -

نمبرہائے متذکرہ میں صرف نمبر اوّل و دوم جواب طلب تھے - اسی طرح دلائل مقررہ مخاطب میں صرف دو دلیلیں حل طلب ہیں - پہلی اور دوسری - باقی بھرتی کی -

واضح رائے ارباب دانش ہو کہ تحفہ کے باب دوازدہم میں شاہ صاحب نے ان مضامین کو لکھ کر شیعہ سے جواب پا لیا ہے مگر جناب مخاطب صاحب تو یہ مانتے ہی نہیں ہیں کہ ہم سارق مضامین ہیں - وہ تو مدعی الہام ہیں - لہذا بہ پاس خاطر مخاطب دو دلیلوں کا جواب ہدیہ نظر کرتا ہوں تاکہ حضرت مخاطب اور اُن کے ہم خیال لوگوں کو موقع شکایت نہ ملے اور دلیل اول کی عبارت حرف بحرف نقل کر دی گئی ہے تاکہ ناظرین کو مخاطب کے مواد استدلال پر پوری آگاہی ہو جائے اب ٹکڑہ ٹکڑہ کر کے ہر فقرہ اور جملہ کا تسلی بخش جواب دیتا ہوں

فقرۂ اوّل مندرجۂ دلیل اوّل

اسلام میں فریقین کے نزدیک یہ امر اجماعیات سے ہے کہ ضروریات دین میں سے ایک امر کا بھی انکار کفر ہے اسمیں کسی کو خلاف نہیں تو بموجب اس کے انکار امامت کفر ہونا چاہیئے حالانکہ باجماع فرقہ انکار امامت کفر نہیں - کیونکہ کلام جناب امیر جو نہج البلاغہ میں بتواتر منقول ہے اُس سے بخوبی یہ مدعا بایہ ثبوت کو پہنچتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں (مالی القریش واللہ لقد قاتلتھم کافرین ولاقاتلنھم مفتونین (ترجمہ جو کہ خود مخاطب نے کیا ہے - کیا ہے واسطہ قریش کے خدا کی قسم میں اُن سے قتال کر چکا ہوں جب وہ کافر تھے اور بے شک قتال کروں گا جب وہ بد مذہب ہوں گے - کلام جناب امیر کا مطلب مخاطب نے ان لفظوں میں ادا کیا ہے (ظاہر ہے کہ مفتونین کا فریق کے مقابلہ میں واقع ہوا ہے نوذ بغاۃ) اور منکرین امامت اور جناب امیر

سے قتال کرنے والے کافر ہوئے تو انکار امامت کفر ہوا) الی آخرہ۔ افسوس ہی کہ مخاطب اپنی کتابوں سے باخبر ہیں اور نہ رموز کلام اللہ پر اُن کی نظر ہے نہ کلام آئمہ کے فہم کا دماغ رکھتے ہیں لہذا بہ نظر توضیح حال چند تنقیحات بر آمد کر کے حقیقت حال پر اطلاع دیجاتی ہے۔

فرد تنقیح

(۱) انکار امامت بہ اجماع سنی و شیعہ کفر ہے یا کہ منکر امامت کا اسلام قایم و برقرار رکھا جاتا ہے۔

(۲) حضرت امیر کا منکرین خلافت خود کو مغتو بین کہنا اہل انکار کو ذلت کفر سے بچا ہوا ہے یا کہ اس سے بدتر بنا ہوا ہے۔

تنقیح اوّل

جناب مخاطب اپنے اسم سامی کے ساتھ صفت حافظ قرآن چھاپ فرماتے ہیں اگر فی الواقع حافظ قرآن ہیں تو براہ عنایت کتاب اللہ پر بنظر غور فرمائیں گے انشاء اللہ منکر امامت کے سر پر کفر کا ہزار دل من بوجھ رکھا ہوا پائیں گے سب سے اوّل جسنے حضرت ابو البشر علیہ السلام کی خلافت سے انکار کر کے تازیانہ کفر کھایا وہ راکب دوش صدیق جناب شیطان ہیں۔

تاریخ الخلفاء مطبوعہ لاہور کے صفحہ ۸۰ سطر ۱۴ پر ہے کہ ابو بکر صاحب نے کہا و اعلموا ان لی شیطانا یعترینی فاذا رأیتمونی غضبت فاجتنبونی۔ یعنی مجھ پر شیطان مسلط ہے جب مجھکو غصہ میں دیکھو مجھ سے الگ ہو جاؤ تسنید المطاعن جواب تحفہ میں اس کی بحث موجود ہے۔

شیطان نے جناب آدم علیہ السلام کے خلیفہ فی الارض ہونے سے انکار کیا تھا اور اپنے ناری ہونیکو اُن کے خاکی ہونے سے فوق دیا تھا۔ بحکم آیۂ ابی و استکبر و کان من الکافرین ایسا سند یافتہ کافر ہو گیا جو لوگ کہ گروہ اسلام سے خلافت کو بے اصل محض قرار دے کر فرعی جانتے ہیں اور اس کے انکار کو مجربہ کفر و ارتداد نہیں سمجھتے وہ شیطان کی ذریت اور اُس کا نام روشن کرنے والے ہیں سب سے زیادہ مجکو تعجب مخاطب کے ملہم کی عقل سلیم پر آتا ہے اُس نے غلط الہام سے اُن کی روشن دماغی کو کیوں تیرہ و تار کیا اور خلاف واقعہ یہ فقرہ کیوں اُن کے قلم سے لکھوایا کہ چار فرقہ انکار امامت کفر نہیں یہ تو ایسا سخت کفر ہے کہ علمائے اہل سنت بھی منکر کے گلے میں

طوقِ کفر ڈال چکے ہیں۔ شاہ صاحب جن کے تحفہ سے مضامین منتخب کرکے ملہم نے مخاطب کی زبان قلم پر جاری کرائے ہیں باب ہفتم میں لکھتے ہیں رحق تعالیٰ در قرآن مجید منکرِ خلافت ثلاثہ را بنز در آیۂ استخلاف کافر فرمودہ) اس عبارت سے سوائے ثبوت کفر منکر اہل سنت کی حضرت امیرؑ سے عداوت بھی ثابت ہوئی کیونکہ اگر آیۂ استخلاف میں حضرت امیرؑ بھی حصہ دار ہوتے تو اُن کی امامت کا منکر بھی کافر ہوجاتا معلوم ہوا کہ آیہ موصوف عند السنیہ ثلاثہ ہی تک محدود رہی فتاوائے عالمگیریہ میں ہے (من انکر عن خلافۃ ابی بکر و عمر فقد کفر) یعنی جس نے ابوبکر و عمر کی خلافت سے انکار کیا وہ کافر ہوکر مرا پہلے سے یہ فقرہ سنا کرتے تھے (ہر کہ آمد براں مزید کرد) مگر اس جگہ اُلٹا اثر دیکھا ہر کہ آمد بر آں تقصیر کرد شاہ صاحب نے ثلاثہ کی خلافت کے منکر کو کافر بتلا کر حضرت امیرؑ کے مخالف کو ضرب کفر سے بچایا تھا۔ فتاوائے عالمگیریہ والے نے حضرت عثمان کو بھی اُڑا کر صرف شیخین کو اس عزت سے مخصوص کیا گو بشارت آیۂ استخلاف سے جناب شاہ صاحب نے ثلاثہ کو عزت دے کر حضرت امیرؑ کو مستثنیٰ فرمایا تھا مگر براہ کرم ایک جگہ حضرت امیرؑ کی خلافت کے منکر کو بھی خلعت کفر سے آراستہ فرمایا ہے۔ تحفہ مطبوعہ نول کشور کے صفحہ (۶۲۶) پر باب دوازدہم میں لکھتے ہیں اجماع اہلسنت برآنکہ تکفیر کنندہ حضرت امیر یا منکر بہشتی بودن ایشان یا منکر خلافت ایشاں کافر است۔ پھر اسی باب میں بمقام دیگر لکھتے ہیں (اگر از جماعت شام بالیقین کسے را معلوم کنیم کہ عداوت و بغض حضرت امیر داشت بحدے کہ تکفیر آنجناب یا لعن یا سب آں عالی قباب میکرد او را بالیقین کافر خواہیم دانست عائشہ حضرت امیرؑ سے لڑیں جناب معاویہ نے حسب ابتدا ع صحیح مسلم صفحہ (۲۷۸) حضرت علی پر سب کیا اور لوگوں کو کرنے کی ترغیب دلائی نہ معلوم یہ محارب و ساب کافر تھے یا سنیوں کے پیشوا مذہب اہلسنت اس کی تنقیح ضرور کریں۔

ابن مردویہ کتاب مناقب میں لکھتے ہیں (قال رسول اللہ صلعم علی خیر البشر من ابی فقد کفر) یعنی سرور کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس نے علیؑ کے خیر البشر ہونے سے انکار کیا وہ کافر ہے۔ امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں ابی الزبیر سے روایت کرتے ہیں (قال قلت لجابر کیف کان علی ابن ابیطالب قال ذالک خیر البشر ما کنا نعرف المنافقین الا ببغضہ) یعنی علی خیر البشر ہیں ہم منافقوں کو اُن کے بغض سے شناخت کیا کرتے ہیں۔ ترجمہ صواعق محرقہ کے صفحہ (۳۰۹)

پر لکھا ہے در دیلمی مرفوعاً روایت کردہ کہ پیغمبر فرمود بغض بنی ہاشم و انصار کفر ست)
سوائے ازایں ترجمہ صحیح مسلم مطبوعہ صدیقی لاہور کے صفحہ (۳۰۹) پر لکھا ہے جو شخص مرجائے اور
کسی سے اس نے بعیت نہ کی ہو تو اس کی موت جاہلیت کی سی ہوگی اور حدیث مندرجہ صحاح (من
مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاہلیۃ) یعنی جس نے امام زمانہ کو نہ جانا وہ کافر ہو کر مرا
مسلمانوں کے بچہ بچہ کی زبان پر ہے۔
یہ اخبار صاف طور پر اسبات کو ثابت کرنے والے ہیں کہ منکر ناشناس امام کافر محض ہیں۔
مخاطب غور فرمائیں۔ ہرگاہ باتفاق فریقین حسب مفاد احادیث بالا رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم انکار خلافت کو کفر صریح قرار دے چکے۔ شاہ صاحب وفتاوائے عالمگیر بہ والہ خلافت
شیخین وثلاثہ و حضرت امیر کی مخالف کو زنجیر کفر میں جکڑ بند کر چکے صاحب صواعق محرقہ اس پر
ترقی کر کے بحوالہ پیغمبر صلعم صرف بغض بنی ہاشم و انصار کو کفر بتلا چکے تو اب ہم سے کیوں پوچھا
جاتا ہے کہ منکر خلافت کا کفر ثابت کرو۔ کیوں جناب مخاطب آپ نے تو یہ لکھا تھا حالانکہ باجماع
فرقہ انکار امامت کفر نہیں) اور شاہ صاحب بصراحت بالا تحریر فرماتے ہیں (اجماع اہل سنت برآن
ست کہ تکفیر کنندہ حضرت امیر یا منکر بہشتی بودن ایشان یا منکر خلافت ایشان کافر ست این دو
اقوال متضاد و مخالف پر نظر کر کے ارشاد فرمائے کہ آپ دونوں میں ہم کس کو سچا سمجھیں بندہ پرور
آپ پر لازم ہے کہ پہلے اپنے گھر کی خبر لیں۔ کم از کم شاہ صاحب سے تو اتفاق کر لیں جس بات
پر حضور مستدل ہوئے ہیں اسی کو صاحب تحفہ غلط بتلاتے ہیں ہم تو غیر شخص ہیں اگر آپ کے مایہ
استدلال کو خلاف جانتے ہیں تو کیا جرم ہے جسکو اپنے گھر میں عزت نہیں وہ پردیس میں کیا
وقار پا سکتا ہے براہ عنایت اپنی دلیل اول پر قلم پھیر دیجئے الحضرت ہمپر احسان کر کے بخاری
شریف کی کتاب الجنایز کو ہاتھ میں لیجئے بسم اللہ کر کے صفحہ (۳۴۳) نکالئے انشاء اللہ یہ عبارت
وقف نظر ہوگی (واللہ ما اخاف علیکم ان تشرکو ابعدی ولاکن اخاف علیکم ان تنافسو فیہا
یعنی آنحضرت نے فرمایا کہ مجکو تم لوگوں سے (صحابہ) یہ خوف نہیں ہے کہ شرک ہو کر ظاہر بظاہر
کافر ہو جاؤ گے بلکہ یہ دہشت ہے کہ باہم نفسانیت کر کے رہ گرائے بادیہ ضلالت ہو کر آنکھ
بند کئے ہوئے سیدھے جہنم میں چلے جاؤ گے۔ چنانچہ بخاری و مسلم شریف کی احادیث کثیرہ میں

جو کہ معروف با حادیث حوض ہیں وارد ہوا ہے کہ آنحضرت نے بہ محضر صحابہ ارشاد فرمایا قریب ہے کہ میری امت کے ایسے لوگ جنکو کہ میں اور وہ مجھکو جانتے ہونگے ہوئے کشاں حوض کوثر پر لائے جائیں گے اسوقت میں اُن فرشتوں سے کہوں گا کہ ان کو کہاں پکڑے لئے جاتے ہو یہ تو میرے اصحاب ہیں بجواب فرشتے کہیں گے کہ حضرت بعد آپ کے اُنھوں نے دین میں خرابیاں پیدا کیں طرح طرح کے احداث کر کے آفتاب اسلام کو مکدر کر دیا اسوقت میں کہوں گا کہ ان مفسدونکو دوزخ میں ڈالدو جو لوگ کہ حوض کوثر پر مثل مجرمان واردات سنگین گرفتار ہو کر آئیں گے وہ از جملہ کفار نہوں گے بلکہ آنحضرت کے اصحاب با اقتدار سے ہوں گے کیونکہ حضور انور کا فرشتوں سے یہ کہنا کہ ہمارے اصحاب ہیں مثبت دعوے حقیر ہے۔ مخاطب حدیث مصرحہ بالا (واللہ ما اخاف) و احادیث حوض کو ملا کر پڑھیں اور نتیجہ نکالیں کہ صحابہ نے کس عمل شنیع کے ارتکاب سے قابلیت ارتداد حاصل کی ظاہر ہے کہ اُنھوں نے مسلک اسلام کو ترک کر کے علانیہ طریقۂ قدیم یعنی کفر اختیار نہ کیا تھا نماز و روزہ و حج وغیرہ کو بجا لاتے تھے پھر یہ کیوں گردن مارے گئے یہ حضرات قابل کشتنی و گردن زدنی اس تنازعہ میں ہوئے جیپر اول اسلام میں بقول شہرستانی مندرجۂ اوراق بالا تلوار کھینچی۔ (خلافت) اگر مسلمانوں میں ابتداءً نزاع بخلافت نہ ہوتا تو صحابہ بلائے نفسانیت میں پھنس کر پابہ جولاں حوض کوثر پر نہ آتے۔ اگر مخاطب فرمائیں گے کہ یہ وہ لوگ تھے جو کہ بعد آنحضرت مرتد ہو کر خارج از اسلام ہو گئے تھے تو بتلانا پڑے گا کہ اُن مرتدین نے یہ یہ بدعات جاری کیں اور اس پر اہل اسلام نے عمل فرمایا جب تو اپر احداث بدعت کا الزام وارد ہوگا ورنہ نہیں درحقیقت یہ وہی حضرات تھے جنھوں نے حسب صراحت بخاری منصب خلافت میں جھگڑا ڈالکر اپنی سیرت پر چلنے کی لوگوں کو عادت دلائی پس معلوم ہوا کہ انکار خلافت باوجود اقرار توحید و نبوت کا فر بنانے والا ہے جیسا کہ واردین حوض کوثر بنا دیا حقیر نے رسالہ بحث اصول دین مطبوعہ ریاض فیض نگینہ میں بدلایل عقلی ثابت کر دیا ہے کہ صرف انکار امامت اعتراف توحید و رسالت کو بیکار محض کر دیتا ہے بعد ازیں میں مخاطب کو غلط گو ثابت کرنا مدنظر سمجھ کر حضرات ثلاثہ کے افعال سے ثابت کئے دیتا ہوں کہ ان بزرگواران دین سینہ نے منکرین خلافت خود کو قابل قتل سمجھ کر بعض کو بالکل جان سے مار ڈالا اور بعض کو واجب القتل سمجھ کر دھمکی دی مشکوٰۃ المصابیح

میں ماثور ہے رقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا الا الہ الا اللہ وان محمد الرسول اللہ فمن قالہا عصم منی مالہ ودمہ الا بحقہا وحسابہ علی اللہ) آنحضرت نے فرمایا مجکو حکم ہوا ہے کہ کفار سے وہاں تک قتال کروں جبتک کہ وہ کلمہ توحید زبان پر جاری نہ کریں بس جو کلمہ پڑھ لے گا تو میری طرف سے اُس کا مال وخون سب محفوظ ہی اور حساب اس کا اللہ پر ہے۔ حدیث موصوفہ بالا سے ثابت ہوا کہ جو شخص کلمہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوجائے اُس کے سامنے تلوار اُٹھانا جائز نہیں بلکہ وہ حمایت اسلام میں داخل ہوکر ہر طرح کی بلیات سے محفوظ ہوجاتا ہے مگر حضرات ثلثہ کا طرز عمل حدیث بالا کے بالکل مخالف ثابت ہوا ہے انھوں نے اپنی خلافت کے منکرین کو بذیل مرتدین شمار کرکے احکام بزن وبگیر جاری فرمائے ہیں بنی ہاشم وزبیر وغیرہ بیعت خلیفہ اول سے تخلف کرکے خانہ سیدہ میں درباب معزولی خلیفہ اول مشورہ زن ہوتے تھے حضرت صدیق نے جناب عمر کو مامور فرمایا کہ وہ جاکر اُس مجمع ناجائز کو پریشان کر ڈالیں اور اگر نہ مانیں تو قتل کردیں سیدہ کے گھر پر آگ لیجانے کا واقعہ اہل سنت کی اکثر کتابوں میں لکھا ہے۔ تاریخ واقدی وطبری ازالۃ الخفا وغیرہ اس ذکر سے مالامال ہیں تشئید المطاعن میں جملہ کتب کی عبارتیں نقل ہیں اسجگہ کتاب العقد ابن عبدربہ کی عبارت نقل کرتا ہوں رفاما علی وعباس فقعد بیت فاطمہ وقال لہ (ای لعمر) ابوبکر ان ابیا فقاتلہما فاقبل بقبس من النار ان یضرم علیہما النار) یعنی علی وعباس خانہ فاطمہ میں متعاقد تھے (بیٹھنے والے) ابوبکر نے عمر کو حکم دیا کہ اگر وہ بیعت سے انکار کریں تو اُنکو قتل کر ڈالو اور گھر کو جلاکر خاک سیاہ کردو پس عمر آگ لے کر گئے بہ ایں ارادہ کہ فاطمہ کے گھر کو جلادیں۔ شاہ صاحب نے تحفہ میں حضرت عمر کے طعن دوم کا ان لفظوں میں جواب دیا ہے این تخویف کسانے را بود کہ خانہ زہرا را ملجا وپناہ ہر صاحب جنایت ولستہ حکم حرم مکہ معظمہ دادہ وراینجا جمع می شدند وفتنہ وفساد منظور میداشتند درہم زدن خلافت خلیفہ اول بکنکاشہا ومشورہائے فسادانگیز قصدمی کردند وحضرت زہرا ہم ازیں نشست وبرخاست ناخوش بود عمر چوں حال براین منوال دید گفت کہ بیعت کیند ورنہ خانہ برشما خواہم سوخت) ملاحظہ ہو کہ مجتمعین خانہ فاطمہ یعنی علی وعباس وزبیر ودیگر بنی ہاشم وغیرہ میں سے کوئی شخص معاذ اللہ منکر توحید ہو کہ ہم نشین کفار ہو اٹھا

جن پر عمر صاحب نے دھاوا کیا۔ یہ کلمہ گو مسلمان صرف انکار خلافت بکریہ سے قابل کشتنی و سوختنی تجویز کئے گئے تھے چنانچہ شاہ صاحب نے عبارت مذکورہ سے آگے فعل ابوبکر کی تصویب کر کے صاف لکھدیا ہے کہ مخالفین خلیفہ حکم کفار میں داخل ہیں اگر عمر اُس گھر کو آگ لگا بھی دیتے تو مجرم نہ تھے بلکہ عند اللہ ماجور و مثاب ہوتے پس واضح ہوا کہ حضرت امیر و جناب عباس محض بہ الزام انکار بیعت بذیل کفار قرار پاکر واجب القتل تجویز کئے گئے تھے اور سنو بعض مسلمانوں کو حضرت صدیق اکبر نے جو خالد ابن ولید صاحب سے بجرم روت قتل کرا کے اُن کی عورتوں سے زنا کرایا وہ بھی ایسے مرتد نہ تھے جن کی شریعت نے خبر دی ہے اُن کی بستیوں سے لشکر خالد نے اذان کی آواز سنی تمام احکام اسلام بجالاتے ہوئے دیکھا

کتب تواریخ مثل حبیب السیر و روضۃ الاحباب و نیز تاریخ روضۃ الصفا وغیرہ میں جملہ حالات بصراحت درج ہیں اُن لوگوں نے ادائے زکواۃ سے بایں حجت انکار کیا تھا کہ ہم ابوبکر کو خلیفہ جائز نہیں جانتے پھر حاکم غیر شریعت کو کیوں زکواۃ دیں صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ مالک بن نویرہ نے خالد سے حضرت ابوبکر کی نسبت وصاحبک فرمایا تھا اسپر خالد نے دشنام دے کر جواب دیا کہ ابوبکر تمہارا صاحب نہیں ہے چونکہ مخاطب مالک انکار خلافت واقع ہوا تھا۔ لہذا خالد بن ولید نے قتل کر ڈالا اور اسی شب زوجہ مالک سے بلا انتظار عدہ ہم بستری کی شاید بہ اجتہاد خالد منکر خلافت ابوبکر کی عورت حلال ہو حضرت ابوبکر عقیدت میں یہ منکرین زکواۃ محض انکار خلافت سے مرتد تھے۔ چنانچہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے (اخرج الاسماعیلی عن عمر قال لما قبض رسول اللہ ارتد من ارتد من العرب وقالوا نصلی ولا نزکی الی آخرہ (عمر کہتے ہیں کہ بعد وفات حضرت اعراب نے ارتداد اختیار کر کے کہا کہ ہم نماز پڑھیں گے مگر زکواۃ نہ دیں گے پس میں ابوبکر کے پاس گیا اور کہا کہ ان لوگوں کو برفق و مدارا سیدھا کرنا چاہیئے یہ لوگ مثل وحشیوں کے ہیں انھوں نے فرمایا کہ اے عمر مجھ کو تم سے امید نصرت تھی تو جاہلیت میں جابر تھا اور اسلام میں خوار میرے ہاتھ میں جبتک تلوار ہے ان لوگوں سے جہاد کروں گا اور ایک بال تک زکواۃ کا نہ چھوڑوں گا دیکھو صفحہ ۶۹ معلوم ہوا کہ نمازی لوگ محض انکار زکواۃ سے واجب القتل تجویز کئے گئے۔

وریں ولا ایک رسالہ جسکا نام نظام عثمانی نے حکیم جلیل قریشی حنفی المذہب ساکن گلاوٹھی ضلع بلند شہر نے

چھپوا کر شائع فرمایا ہے اُس میں مؤلف موصوف نے حسب مذاق اہل سنت اُن واقعات کو درج فرمایا
ہے جن سے خلافت عثمانی کو تعلق ہے صفحہ ۳۹ پر لکھتے ہیں کہ حضرت عمر نے چھ آدمی حضرت امیر و حضرت
عثمان ۔ سعد ابن وقاص ۔ طلحہ زبیر عبدالرحمان ابن عوف کو مقرر کیا کہ باخود ھا مشورہ کر کے منجملہ
چھ آدمیوں کے ایک آدمی کو خلافت کے لیے تجویز کر لیں اس کے بعد صفحہ مذکور کے سطر ۲۲ پر لکھتے ہیں
عمر نے پچاس آدمی ہتھیار بند اس واسطے تعینات کئے کہ اگر اہل شورے سے پانچ آدمی ایک طرف ہوں
اور ایک اکیلا ایک طرف ہو تو اُسکو فوراً گردن مار دو اور اگر چار کی دو مخالفت کریں تب بھی تلوار
سے کام لو اور اگر دو جانب پلہ مساوی ہو تو جس جانب عبدالرحمان ابن عوف ہو اُس کو ترجیح دو
حیفہ نے رسالہ عطر ایمان مطبوعہ ریاض فیض نگینہ ضلع بجنور کے صفحہ (۱۰۳) پر اس کے متعلق ایک
پر لطف مضمون لکھدیا ہے الحاصل حضرت عمر کے اجتہاد میں اُن کے انتظام خلافت کا بگاڑنیوالا
واجب القتل تھا جبھی انھوں نے پچاس سرہنگ شمشیر بدست تعینات فرما دیے تھے رسالتمآب
علیہ الصلواۃ والسلام حسب حدیث مشکواۃ و مصابیح مندرجہ بالا میں تارک لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
کو قابل قتل تجویز فرمائیں اور حضرت عمر چھ مسلمانوں کو جن میں ایک بزرگ بہ اتفاق شیعہ و سنی داماد
نبی تھے (علی) اور دوسرے بقول اہل سنت جناب عثمان ہی خلعت دامادی سے ایسے آراستہ ہیں کہ
(ذی النورین) کہے جاتے ہیں اور دو بزرگوار عند السنیہ طلحہ و زبیر حواری رسولخدا صلی اللہ علیہ و
آلہ وسلم میں معدود ہیں اور دو معزز مسلمان سعد وقاص و عبدالرحمان فرمان قتل سُنائیں ۔ حضرت
مخاطب انصاف فرمائیں اگر امامت کفر نہیں تو حضرت دوم کا یہ حکم کس مد میں شمار کیا جائیگا
شاید زخم کاری کی بے چینی میں بے اختیار زبان مبارک سے نکل گیا ہوگا جیسا کہ عند الموت
بلا ارادہ مرنیوالا کچھ جا و بیجا کہدیتا ہے جیسا کہ حسب روایات اہل سنت و نوذ باللہ زبان سے آنحضرت
دوات و قلم مانگنے لگے تھے ۔ حضرت عثمان نے بھی اپنے مخالفین و منکرین خلافت کے باب میں
وہی الفاظ ارشاد فرمائے ہیں جو کہ کفار ظاہری کی شان میں وارد کئے جاتے ہیں حضرت ثالث
نے بوقت دار و گیر مصریان مضطربانہ حالت میں عبداللہ بن عامر و امیر معاویہ کو ایک نامہ لکھا ہے
جسکو احمد اعثم کوفی مورخ قدیم نے اس طرح نقل کیا ہے
اما بعد بدانید کہ جماعتے اہل ظلم و عدوان و بغی و طغیان از مدینہ و کوفہ و بصرہ و مصر بر من شوریدہ آمدہ اند

یہ تمام الفاظ مفید معنیٰ کفر ہیں۔ قرآن پاک میں یہ مثل کفار ارباب ظلم وعدوان وبغی وطغیان پر لعنت وارد ہوئی ہے اہل کوفہ کی تہدید کو مالک بن حارث کے پاس جو عثمان صاحب نے نامہ ارسال کیا تھا اُسکا ترجمہ مورخ موصوف الصدر نے یہ لکھا ہے۔

اما بعد بدانید کہ در خلیفہ وقت طعن کردن وخلاف نمودن وبائے عظیم ست وگناہے بزرگ بہ معصیت اقدام نمودن عاقبتے وخیم دارد وجزائے او جز عذاب ونکال نباشد) واضح ہو کہ وبال عظیم وعاقبت وخیم مخصوص بہ کفار ہے نہ کہ مومنین گناہگاران سے اُسکا تعلق ہے۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت عثمان جامع القرآن اپنے مخالفین ومنکرین خلافت کو کافر سمجھتے تھے۔ اخطب خوارزم کتاب مناقب میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت نے بحق ابوذر غفاری فرمایا) ما اقلت الغبراء ولا اظلت الخضراء اصدق لہجۃ من ابی ذر) یعنی مابین زمین وآسمان ابوذر غفاری سے زیادہ سچ بولنے والا نہیں پس ایسا سچ بولنے والا کہتا ہے۔ قال رسول اللہ من ناصب علیا للخلافۃ بعدی فھو کافر وقد حارب اللہ ورسولہ ابوذر کہتے ہیں کہ رسول صلعم نے فرمایا جس نے درباب خلافت بعد ہمارے علیؑ سے دشمنی کی وہ کافر ہے اُس نے گویا خدا ورسول سے جنگ کی۔ مخاطب خود فیصلہ فرمائیں کہ درباب امر امامت بعد نبی کن لوگوں نے حضرت امیرؑ سے منازعت ومخاصمت کی جنھوں نے ایسا کیا وہ کافر وحارب خدا ورسولؐ تھے۔

افسوس ہے کہ مخاطب نے اپنی مذہبی کتابوں کو بنظر غور ملاحظہ نہیں فرمایا بلا دیکھے بھالے میدان مناظرہ میں قوت الہامی سے لنگر باندھ کر کھڑے ہو گئے اُسکا نتیجہ جو ہوا وہ ناظرین پر عیاں ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب امام المتکلمین اہل سنت تحفہ مطبوعہ مطبع نول کشور کے صفحہ (۶۲۶) پر باب دوازدہم میں لکھتے ہیں (محارب حضرت امیر اگر از راہ عداوت وبغض ست نزد علمائے اہل سنت کافر ست بالاجماع وہمیں ست مذہب ایشاں در حق خوارج واہل نہروان)۔ یہ عجیب قید ہے۔ کہ اگر محارب از راہ بغض وعداوت ست (ہم نے آج تک نہیں سُنا کہ دو محاربوں کو جن کی جانب سے میدان جنگ میں ہزارہا آدمی قتل ہوئے ہوں باہدگر دوست سمجھنا چاہیے اہل سنت نے حضرت معاویہ وام المومنین عایشہ کی بریت کے لیے یہ تجویز نکالی ہے اُن کے خیال میں مومنین عداوتاً نہیں لڑے بلکہ غلطی اجتہاد میں اُٹھا گئے بقول مولوی نذیر احمد صاحب مندرجہ امہات الامۃ خطائے اجتہادی بھی اچھا جُوا ہے طاق او جفت دونوں میں جیت ہار کہیں بھی نہیں حضرت صدیقہ وامیر معاویہ نے

غلطی اجتہاد سے ہزاروں صحابہ کے سر کٹوا دیے اور خود اچھے کھرے رہے ایک ثواب پھر بھی پایا
علی میں لکھا گیا مخاطب جو منکر خلافت کے کفر سے انکار کیا تھا وہ بعنایت الٰہی ایسے عنوان شائستہ
سے ثابت کیا گیا کہ کسی منصف کو مجال انکار نہ ہوگی اگر مناسب ہو تو جناب مخاطب اپنے ایراد کو واپس
لے لیں ہرگاہ بہ اتفاق فریقین انکار امامت کفر ٹھیرا لہذا یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ منکرین
امامت سے شیعہ اکل و شرب کیوں کرتے ہیں کفار میں داخل سمجھ کر ایسے لوگوں سے ترک تعلق
کیوں نہیں کرتے۔ اس کے دو سبب ہیں اول یہ کہ امامت شاخ نبوت ہے سنی صاحب اصل کا اقرار
کرتے ہیں اور اس کی فرع کا انکار نظر بر آں اعتقاد نبوت سے مسلم ہیں۔ مگر چونکہ منکر امامت ہیں لہذا
مومن نہیں قرآن پاک نے نرے مسلمانوں سے جیسے کہ اہل سنت ہیں ایمان کی نفی کی ہے۔ آیہ مبارکہ
قالت الاعراب امنا قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا الی آخرہ اعراب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے
اے محمد کہدو کہ تم مومن نہیں صرف مسلمان ہو۔ پس جس طرح کہ سرور کونین ان مسلمین موصوفین
و منافقین امت سے اختلاط رکھتے تھے۔ ایک جگہ کھاتے پیتے تھے اسی طرح ہم مظہر شہادتین
سمجھ کر سنیوں کے ساتھ عمل کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک حضرات اہل سنت در باب مواکلت و مشاربت
بالکل ایسے ہیں جیسے کہ ان کے نزدیک مشرک وہ منکر نبوت کے ظاہری حصہ کو پاک جانتے ہیں ہم منکر
امامت کو ویسا ہی سمجھ کر ان کے ہاتھ کا کھانا پینا جائز جانتے ہیں آیہ وافی ہدایہ انما
المشرکون نجس) مندرجہ سورہ توبہ کی نسبت حضرات علمائے سنیہ نے لکھا ہے کہ کفار و مشرکین کا
ظاہری حصہ جسم پاک ہے اور قلب ناپاک دیکھو وہ قرآن جو کہ مولوی ممتاز علی صاحب نے رنگ حنا
سطور پر دیگر بیر ہٹ میں چھاپا ہے دعلی ہذا سنی مشرکوں کو باوصف کفر ظاہر جانتے ہیں ہم
سنیوں کو انکار امامت سے اپنے پاس بیٹھنے کی اجازت دیتے ہیں اس میں کوئی استبعاد نہیں
ہو سکتا وہ کافروں کے پاک و طاہر سمجھنے میں مجرم نہوں اور ہم اہل قبلہ کے ساتھ کھانے پینے سے
قابل اعتراض تصور کئے جائیں سبب دوم سنیوں کے ساتھ میل جول رکھنے کا یہ ہے کہ مرتبہ
خلافۃ میں محض زبانی یہ حضرات جناب امیر علیہ السلام کو بہ اعتبار ترتیب چوتھے درجہ پر خلیفہ
کہتے ہیں گو کہ مثل ثلاثہ نہ ان سے محبت رکھتے ہیں اور نہ فی الواقع ان کی خلافت کو مقتدر
تبلاتے ہیں مگر بہ ظاہر خلیفہ چہارم کتابوں میں لکھتے ہیں مثل خوارج نہ ان کو برا کہتے ہیں نہ جا

انکار امامت کرتے ہیں چونکہ بنا ر احکام شریعت ظواہر امور پر ہے لہذا ہم اُن کو مقر امامت تفضیلی سمجھ کر نجاست ظاہری سے بری سمجھتے ہیں دیکھو خوارج منکر ہیں اور علانیہ حضرت علی اور اُن کی ذرّیت کو بُرا کہتے ہیں لہذا بدتر از سگ و خوک شمار کیے گئے ہیں ایسے ہی نصیری ہیں جو کہ اُن کو خدا جانتے ہیں ہم دونوں کو ناپاک سمجھ کر اُن کے ساتھ کھانا پینا ناجائز جانتے ہیں۔
یہ تنقیح بعنایت الٰہی ایسی صاف کی گئی ہے کہ کوئی کھٹکا باقی نہ رہے گا جو لوگ کہ انکار امامت کو کفر نہیں جانتے وہ تنبیہ پذیر ہو کر انشاء اللہ ضرور بر سر راستی ہو جائیں گے۔

تنقیح دوم

حضرت امیر علیہ السلام کا منکرین خلافت خود کو مفتونین کہنا اہل انکار کو ذلت کفر سے بچانیوالا ہی یا کہ بدتر از کفار بنانے والا افسوس ہے کہ مخاطب باوجود دعوے حفظ و علم محاورۂ قرآن سے بالکل نابلد ہیں اگر کچھ بھی واقفیت ہوتی تو مفتونین و کافرین میں تفریق نہ کرتے سورۂ نون والقلم میں آیا ہے فستبصر و یبصرون بایکم المفتون اس آیۂ میں قریش مکہ کو جو کہ مشرک محض تھے اُنکو مفتون کہا گیا ہے چنانچہ آیۂ مابعد میں ان ربک ہو اعلم بمن ضل عن سبیلہ (راہ حق سے اُن کی گمراہی دکھلائی گئی ہے۔ مخاطب براہ عنایت ارشاد فرمائیں کہ قریش مکہ کو جو یہ لفظ مفتون آیۂ بالا میں یاد کیا گیا ہے یہ بمقام مدح ہے یا کہ بہ موقع مذمت ہمارے حضرت کو خبر نہیں ہے کہ قرآنیں کفار کا کن کن لفظوں سے ذکر ہوا ہے (فلا تطع المکذبین ولا تطع کل حلاف مہین ہماز مشاء بنمیم مناع للخیر معتد اثیم زنیم) الخ ولید بن مغیرہ نازل ہوا ہے ولید مذکور رئیس المشرکین تھا خدا نے چند عیوب سے اُسکا ذکر کیا ہے کذاب و خلاف و ہماز و مشاء و مناع و معتد و اثیم و زنیم (ان تمام لفظوں میں کافر و مشرک نہ تھا میں جناب مخاطب کو سمجھائے دیتا ہوں کہ اس عنوان کا بیان جس میں الفاظ مکرر واقع ہوں اور مرادف المعنی و قریب المعنی استعمال کیے جائیں وجوہ بلاغت میں داخل ہیں چنانچہ کہا گیا ہے ؎ فصاحت مکرر نہ سنجد سخن۔
(سورۂ الحمد) میں والضالین سے مراد کفار ہیں حالانکہ لفظ کفر مستعمل نہیں ہوا دوسرے موقع پر ارشاد ہوا ہے ولقد ضل فرعون و قومہ و اضلہم السامری (جو لوگ کہ فرعون کو خدا کہتے تھے اور گوسالہ

سامری کی پرستش کرتے تھے اُن کی کفر یعنی وگمراہی کو خدا نے بیان فرمایا ہے۔ چونکہ صریح لفظ کافر نہیں کہا گیا۔ غالباً مخاطب حسب مذاق خود فرما سکتے ہیں کہ یہ لوگ الزام کفر سے بری ہیں اور دیکھئے آیہ مبارکہ (وما یضل به الا الفاسقین) میں بطور حصر اہل فسق کی گمراہی کو بیان کیا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ یہاں بھی کوئی شاخ استثنیٰ لگائی جائے۔ سوائے ازایں لعین فرعون ارشاد باری ہوا ہے (الآن وقد عصیت من قبل وکنت من المفسدین) چونکہ اسجگہ عاصی وفاسق فرعون و دیگر کفار کو کہا گیا ہے۔ ظاہر بظاہر کافر و مشرک نہیں کہا ہمبریں بنا مخاطب کہہ سکتے ہیں کہ وہ لوگ کافر نہ تھے بلکہ اہل عصیان میں اُن کا شمار تھا۔ مخاطب پر لازم تھا کہ پہلے سیاق کلام مجید میں کچھ بصیرت پیدا کر لیتے۔ تب احادیث و خطب و کلام آئمہ میں چون وچرا کرنے کی جسارت فرماتے۔ الحاصل خطبہ حضرت امیرؑ میں جو مفتونین بالمقابل کافرین وارد ہوا ہے اس کی تمثیل قرآن پاک میں (غیر المغضوب علیہم ولا الضالین) ہے ہر چند کہ لغتہً مختلف المعنی ہیں۔ مگر بہ اعتبار مقصود وہی تو ہیں مُراد ہیں جو کہ بہ مصداق (الکفر ملۃ واحدۃ) کے ایک ہیں۔ سید علی ہمدانی کتاب مودۃ القربیٰ میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا من خرج علیٰ علیؑ فھو کافر فی النار۔

یعنی جس نے علیؑ پر خروج کیا وہ کافر ہے اور مقام اُسکا جہنم ہے۔

صاحب صواعق محرقہ لکھتے ہیں (حضرت امیرؑ نے فرمایا کہ مجھ سے عہد کیا ہے نبیؐ امیؐ نے کہ نہ محبت کرے گا مجھ سے مگر مومن اور نہ عداوت کرے گا مجھ سے مگر منافق جناب مخاطب ارشاد فرمائیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ و حضرت امیر معاویہ و طلحہ و زبیر و عمرابن العاص و اشباہم جو حضرت علیؑ سے برسرِ جنگ ہو کر ہزارہا مومنین و صحابہ مخلصین کے قتل پر مباشر ہوئے یہ جنگ از روئے عداوت تھی یا محبت ضرور جواب یا جائے گا کہ جو شخص ایسے متناقضین کو متحد سمجھے وہ خارج از عقل ہے۔ پس جبکہ بر طبق حدیث مذکورہ بالا دشمن علی منافق کہا گیا تو اُن سے لڑنے والا بالضرور کافر متصور ہوگا۔ اپنے محاربین کو جو حضرت امیرؑ نے مفتونین فرمایا وہ اُن کے کفر کی خبر دینے والا ہے مخاطب نے بھی مفتونین کا ترجمہ بدمذہب کیا ہے میں نہیں سمجھ سکتا کہ بد مذہب اور کافر میں خالی خیال مخاطب نے کیا امر مابہ الامتیاز سمجھا ہے اگر بدمذہب کے سر پر روز قیامت تاج مرصع رکھا جائیگا اور کفار جہنم کے وسیع جنگل میں چھوڑے جائینگے تو ہم بھی اقرار کرلینگے کہ مفتونین یعنی محاربین حضرت امیرؑ خاص لگا ہونسی دیجائینگی اور جبکہ کافر

بد مذہب کا مآل و نتیجہ ایک ہوگا اور دونوں گول کمرہ میں بٹھائے جائیں گے تو پھر اس تفریق سے مخاطب مفتونین کو کیا فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ اگر یہ لفظ اچھا اور عزت بخش ہے تو براہ عنایت مخاطب ایک روز بعد نماز جمعہ فرما دیویں کہ سنو بھائی مسلمانو ام المومنین عائشہ صدیقہ ایسی با جلالت و صاحب عزت تھیں کہ حضرت امیر بجرم مخالفت انکو بد مذہب جانتے تھے۔ پھر دیکھیں کہ ان کے اخلاص مند مرید ان کو کیسی پیار کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں بحمد اللہ یہ ثابت ہوگیا کہ مفتونین و کافرین میں صرف لفظی فرق ہے ورنہ باعتبار مدارج ایک ہیں مخاطب نے جو قوت عقلی سے صورت تفریق پیدا کی تھی وہ بکسر باطل ہوگئی۔

فقرۂ دوم مندرجۂ دلیل اوّل

حضرت مخاطب فرماتے ہیں کہ نہج البلاغۃ میں جناب امیرؑ سے نقل ہوا ہے (قال یا علی ان القوم سیفتنون بعدی الی ان قال فقلت یا رسول اللہ فبای المنازل انزلہم عند ذالک بمنزلۃ ردۃ ام بمنزلۃ فتنۃ فقال بمنزلۃ فتنۃ) مخاطب نے جو ترجمہ اسکا لکھا ہے وہ بجنسہ نقل کرتا ہوں۔

اے علی لوگ بعد میرے بد مذہب ہو جائیں گے میں نے پوچھا یا رسول اللہ ان کو اسوقت کس مرتبہ میں رکھوں ردت میں یا بدعت میں فرمایا بدعت میں۔ نتیجہ مخاطب یہ تحریر فرماتے ہیں کہ آنحضرت نے جو مخالفین حضرت امیرؑ کو زمرۂ اہل ارتداد سے بری کر کے گروہ بدعت میں داخل فرمایا اس سے واضح ہوگیا کہ منکرین امامت آئمہ خواہ مخالف ہوں یا محارب کافر نہیں ہو سکتے پس جبکہ بقول شیعہ امامت داخل اصول ہے اور منکر اصول کا فر ہوتا ہے تو حضرت امیرؑ کے مخالف حتی کہ محارب حسب ارشاد آنحضرت مرتد نہ تھے لہذا اصل مذہب شیعہ متزلزل ہوگیا یا لائے سوا پروا نہ کر گئی گو کہ اس لفظ فتنہ کی تنقیح اول میں پوری بحث ہو چکی ہے مگر چونکہ مخاطب کلام کو طول دیتے ہیں ایک ایک بات کو کئی جگہ لکھتے ہیں بنا بران اتباعاً لاامر نحیف عرض کرتا ہے کہ ان حضرت کا یہ ارشاد کہ اے علی اپنے دشمنوں کو مرتد نہ جاننا بلکہ اہل بدعت میں ان کو شامل سمجھنا نہایت بجا اور صحیح تھا چنانچہ یہ ہی عقیدہ شیعہ کا ہے کہ جو لوگ حضرت امیرؑ سے مثل عائشہ صاحبہ و امیر معاویہ وغیرہ کے لڑے وہ ایسے خارج الاسلام نہ تھے جنکو عرفاً مرتد کہا جاتا ہے

بلکہ وہ ایک بد مذہب و فتنہ گر گروہ تھا جن کے نزدیک حکم خدا و رسول کی کچھ وقعت نہ تھی مرتد ظاہری اُسکو کہتے ہیں کہ علانیہ انکار وحدانیت و نبوت و دیگر شرائع اسلام کر کے ہم پیالہ مشرکین ہو جائے۔ مخالفین حضرت امیر ایسے نہ تھے نماز و روزہ وغیرہ بجا لاتے تھے مگر باین ہمہ اہل بدعت و فتنہ کے سرگروہ ہو کر بنیاد اسلام کے منہدم کرنیوالے تھے حدیث بخاری اول پیش کر چکا ہوں کہ آنحضرت نے صحابہ سے فرمایا تھا کہ مجکو تم سے یہ خوف نہیں کہ ظاہر بہ ظاہر شرک اختیار کر کے احاطہ اسلام سے نکل جاؤگے بلکہ یہ دہشت ہی کہ بلائے نفسانیت میں پڑ کر غریق چاہ ضلالت ہو جاؤگے یہ حدیث متفق علیہ ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی وادی جہنم کی سیر کرانے والی ہی جبکہ حسب تسلیم مخاطب مخالفین حضرت امیر اہل بدعت سے تھے جن کا انجام جہنم میں جلنا ہی تو ذی علم مخاطب کی اس قلم فرسائی نے اُن مخالفونکو کیا ثمرۂ نیک دیا خواہ کافر ہو کر مرے یا بدعتی و اہل فتنہ نتیجہ میں دونوں کے لئے دوزخ کا کھولتا ہوا پانی ہے پھر اس بے جا طرفداری سے فائدہ کیا ہوا ہاں اگر قرآن و حدیث میں کہیں یہ ہوتا کہ بد مذہب قیامت میں تخت طاؤسی پر بیٹھائے جائیں گے تو محاربین حضرت امیر کی طرف داری سے مخاطب کوئی فائدہ اُٹھا سکتے ہیں واہ کیا ہی معقول دلیل بطلان اصول شیعہ کی بحر فکر میں ڈوبکر نکالی ہے۔ میں حیران ہوں کہ جناب مخاطب کس ھوٹی (ساخت) کے مسلمان ہیں۔ عائشہ وغیرہا کو بد مذہب و فتنہ پرداز سمجھ کر پھر اُن کو اپنا پیشوائے دین جانتے ہیں اور مرتد سمجھنے سے گریز فرماتے ہیں حضرت کو خبر نہیں کہ ارتداد کی کتنی قسمیں ہیں اور وہ کس کس صورت میں گلے کا ہار ہوتا ہے۔ مجھ سے سُنئے حسب مذہب اہل سنت ردّت کی دو قسمیں ہیں ایک ارتداد عن الدین یعنی قطعاً اسلام چھوڑ کر کافر ہو جانا دوم استقامت فی الاسلام و عمل صالح کو چھوڑ کر صرف بہ ظاہر کلمہ گو رہنا۔ مگر دینداری سے مطلق تعلق نہ ہونا۔ تائید کلام میں قاضی عیاض کا قول پیش کرتا ہوں۔ قاضی صاحب نے حدیث حوض کی شرح میں جو کہ متعلق بہ ارتداد صحابہ ہے یہ فیصلہ کیا ہی (المرتدون عن الاستقامۃ والعمل الصالح والمرتدون عن الدین) چونکہ قاضی عیاض اہل سنت کے علمائے معتبرین میں ہیں۔ لہذا مخاطب فرمائیں کہ انھوں نے بہ اعتبار تحریر قاضی موصوف عائشہ کے فتنہ کو استقامت و عمل صالح کے خلاف سمجھا ہے یا کہ عین ایمان اگر بہ اعتقاد جناب مخاطب عائشہ صاحبہ اور اُن کے

دمسازوں کو دین میں استقامت حاصل تھی اور عمل صالح سے اُن کا دامن بھرا ہوا تھا تو
رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ نے اُنکو بد مذہب کیوں فرمایا ضرور ماننا پڑے گا کہ وہ حضرت
امیر سے جدال و قتال کرنے میں برسر ناراستی تھیں اور بہ ایں وجہ جادۂ مستقیم سے ہٹ کر
پرخطر رستہ پر پہنچ گئیں تھیں پس وہ مرتد نمبر دو ہتیں عائشہ صاحبہ کو کبھی استقامت فی
الدین کی نعمت ملی ہی نہ تھی وہ راہ صحیح سے مدام ڈگمگاتی رہیں خود آنحضرت کی زندگانی میں
وہ ایسی دشوار گذار گھاٹیوں کو طے کرتی تھیں کہ خدا نے سورۂ تحریم میں (فقد صغت قلوبکما)
سے بتلا دیا کہ اُن کے دل ٹیڑھے ہو گئے تھے وہ کجی ترقی پاتے پاتے بالآخر اُن کو بہ مقابلہ
جناب امیر میدان حرب میں کھینچ لائے اور حدیث (یا علی حربک حربی) محو کر کے باغیہ باعث
و فتنہ گری کی ٹیڑھیوں پر سیر و گشت کرنے لگیں چونکہ اُم المومنین و اکثر اصحابہ تارک کلمہ ہو کر
ہم نشین کفار ہوئے تھے بہ ایں وجہ اُن کے باب میں لفظ فتنہ کا استعمال کیا گیا جو کہ ہم معنی
ردت ہے۔ یاد رکھو وہ گروہ اہل ایمان کے نزدیک کبھی مسلمان نہیں ہو سکتا کہ جس نے ہزارہا مومنین
کو قتل کیا یا کرایا ہو یا خلیفہ برحق و امام مطلق کی امامت سے انکار کر کے اُن کے سامنے تلوار اٹھائی
ہو یا یہ کہ اس سے اندرونی مخالفت کر کے حقوق امامت کی پامالی میں کوشش کی ہو۔
دیکھو حضرت عمر نے حسب روایت مسلم و بخاری جلسہ عام میں جناب امیرؑ سے فرمایا کہ تم مجھکو
اور ابوبکر کو کاذب و غادر و خائن و آثم جانتے ہو۔ جن لوگوں کو بقول اُنہیں کے علی مرتضیٰ ایسا
جانتے تھے وہ کبھی پختہ مسلمان سمجھے جانے کی قابلیت پیدا کر سکتے ہیں نہیں ہرگز نہیں۔ ہم
بخاطر داشت مخاطب تسلیم کئے لیتے ہیں کہ مخالفین حضرت امیر کافر نہ تھے بلکہ مفتونین اور
فاسقین و کاذبین و غادرین و خائنین و آثمین تھے پھر اس فسق و فتنہ و کذب و غدر و
خیانت نے اُنکو معاد و عقبیٰ کیا پہنچایا وہ ہی جہنم کا وسیع جنگل پیش نظر ہے کفار اگر سردار ان
دوزخ ہوں گے تو فتنہ پرداز اُن کے خدمتگار بنائے جائیں گے اور یہ مذلت خدمت
بہ ایں جہت سپرد ہو گی کہ مار آستین بنکر بہ ظاہر مسلمان رہے اور بہ باطن بدمذہب اگر اسوقت
پر عدل و داد میں کسی حاکم کی رو برو دو ایسے شخص مجرمانہ حیثیت سے پیش کئے جائیں کہ ایک
اپنی علی الاعلان عداوت رکھتا ہو اور دوسرا بہ باطن برسر مخالف ہو تو انصافاً اس دوسرے

کو بہ مقابلہ دشمن ظاہری سنگین سزا دیجائے گی کیونکہ اُس نے منافقانہ طور پر اپنا اعتبار جمایا اور پھر کورنگی سے جادہ پیمائے ضلالت ہوا سوائے کفار ظاہری کے جسقدر مفتونین تھے وہ سب کلمہ توحید پڑھنے والے تھے اور بہ ایں جہت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام بلکہ غلاموں کے غلام تھے اُنھوں نے حقوق آقا کو پس پشت ڈالکر خاندان نبوت سے مخالفت کی لہذا بحکم دلاجبر فی عبیدی امیں داخل ہوکر سوائے عذاب جہنم اون کے لئے یہ سزائے مزید تجویز کیجائے گی کہ ابدالآباد کفار کی غلامی میں رہیں ہاں اگر حضرت مخاطب اس کو بتلادیوں کہ اشخاص بدمذہب بصلہ فتنہ اعلی علیین میں مقام رفیع پائیں گے اور جہنم کی طرف نگاہ بھر کر نہ دیکھیں گے تو بے شبہہ ہمارا اصول باطل ہو جائے گا اور جبکہ کفار نابکار و مفتونین بیوقار کا مآل ایک ہے تو پھر ان عبث اور بیکار چہ میگوئیوں سے کاغذ سیاہ کرنا کیا فائدہ رکھتا ہے چونکہ یہ مقام نہایت تحقیق طلب و معرکہ آرا ہے اور اسی کے بھروسہ پر مخاطب نے ہمارے مستقل اصول کو مضمحل کرنا چاہا ہے لہذا طبیعت حکم دیتی ہے کہ جن لوگوں کو حضرت امیرؑ نے مفتونین بیان فرمایا ہے اُن کی پوری حالت دکھلادوں کہ حسب ارشاد سرور کونین علیہم الصلواۃ والسلام کس شان اور مرتبہ کے آدمی تھے تاکہ مخاطب نازک خیال مفتونین وکاذبین میں تفریق کرنے کے فخر کو پادر ہوا سمجھ کر کسی قدر ندامت اُٹھائیں میں اوپر لکھ آیا ہوں۔ کہ بروے حدیث مندرجہ صحیح مسلم آنحضرت نے حذیفہ سے فرمایا تھا کہ بعد ہمارے شیاطین ملک اسلام کے مالک ہو جاینگے نیز مشکوہ شریف کی کتاب الامارۃ میں صفحہ (۲۵۷) پر لکھا ہے کہ ابوذر غفاری سے بھی آپ نے ایسا ہی فرمایا تھا حقیر نے بدلائل شافیہ رسالہ مشعل ہدایت معروف بہ جواب رامپوری میں ثابت کردیا ہے کہ جن لوگوں کی خبر آنحضرت نے دی تھی وہ ثلاثہ و اشباہم تھے پس حضرت امیرؑ نے جو فرمایا تھا کہ میں جنگ کرونگا اُن سے جبکہ وہ بدمذہب ہو جائیں گے اور آنحضرت نے فرمایا تھا کہ ان بدمذہبوں کو اہل بدعت میں رکھنا نہ کہ صاحبان ردت میں حدیث صحیح مسلم و مشکوۃ مصرحہ اول سے واضح ہے کہ وہ لوگ فی الواقع ارباب ارتداد سے تھے مگر چونکہ مثل مرتدین عرفی قبائے اسلام اتار کر کفر کے اکھاڑے میں نہ کود پڑے تھے بلکہ مسلمان صورت و شیطان سیرت بنے ہوئے تھے لہذا بدمذہب یعنی کافر کلمہ گو کہے گئے حقیر نے وہ فوائد جو اُن فتنہ گردل اور بدمذہبوں کے ساتھ حضرت امیرؑ کے معرکہ آرا ہونے

سے پیدا ہوئے رسالہ مذکورۃ الصدر میں بہ شرح عظیم بیان کر دئے ہیں اور اُن کی دیانت و امانت کی بیش بہا لفظوں میں تعریف کی ہے تو ہم بالیقین سمجھ لیتے کہ انکار خلافت کفر نہیں بلکہ ایک ممدوح فعل ہے مگر جبکہ حضرت علی نے انکو بدمذہب بتلایا رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ نے شیطان امت سمجھ کر مثل اہل بدعت شمار کرنے کا حضرت امیرؑ کو حکم دیا تو اب کیونکر اعتقاد کرلیا جائے کہ انکار امامت کفر نہیں - ہم بخیال نشاط خاطر مخاطب مانے لیتے ہیں کہ منکر خلافت و محارب حضرت کافر نہ تھے بلکہ بدمذہب - بدعتی - اہل ضلالت مرتد عن الاستقامۃ و العمل الصالح تو ضرور تھے - اگر یہ الفاظ مخالفین حضرت امیرؑ کی ازدیاد مراتب میں کچھ مدد دے سکتے ہیں تو مخالف یا دیگر واعظان سنیہ مجالس وعظ و مولود شریف میں بیان فرما دیویں کہ منکر خلافت حضرت امیرؑ یعنی خلفاء ثلاثہ و ام المومنین عائشہ و طلحہ و زبیر و امیر معاویہ مع تابعین خود بدمذہب و اہل بدعت تھے مگر کافر نہ تھے بخدا اتنا فقرہ سنکر ایک بھی تو سنی ہندوستان میں نہ رہے - سب شیعہ کے ہم آواز ہو کر بدمذہبونکو انہیں الفاظ سے یاد کرنے لگیں گے جس کے وہ قابل تھے دس بیس جگہ اس کا بیان کر دو اور پھر قدرت خدا کا تماشہ دیکھو اہلسنت شاخ سنت سے اس طرح گرنے لگیں گے کہ جیسے برسات میں بوجھل اونٹ چاروں شانے گرا کرتا ہے غضب تو یہ ہے جنکو حضرت علیؑ نے بدمذہب کہا آنحضرت صلعم نے اہل بدعت فرمایا اُن کو حضرات اہلسنت نے پیشوا دین مان لیا - ممبروں پر اُن کے فضائل بیان کرنے میں زبان کو سکھا دیا پھر بیچارے عام سنیونکو حقیقت حال سے کیونکر اطلاع ہو - بحمد اللہ فقرہ مفتونین کی ایسی توضیح کی گئی کہ مخاطب کا قلب داد دینے کے لئے شدت اضطراب سے دھڑکنے لگا -

فقرہ سوم مندرجہ دلیل اول

محقق نصیر الدین طوسی نے تجرید میں تصریح کی ہے مخالفوہ فسقۃ و محاربوہ کفرۃ یعنی حضرت امیرؑ کی مخالف فاسق ہیں اور جن لوگوں نے اُس سے جنگ کی وہ کافر ہیں محقق علیہ الرحمۃ کا بیان پیش فرمانے سے مخاطب خوش دماغ کا منشا یہ ہے کہ اگر مخالفت حضرت امیرؑ کی کفر ہوتی تو صاحب تجرید اسکو فسق سے تعبیر نفرماتے - پس مخالف حضرت امیر کا کافر نہوا چونکہ

امورات اصولی کی مخالفت کفر ہے اور حضرت علی کی ہیں لہذا اُن کی امامت فرد اصول سے خارج ہو کر شیعہ کے اصول امامت کو سخت ضرر رسان ہو گئی۔

افسوس ہے کہ یہ مضمون بھی مخاطب کا طبع زاد نہیں جس پر ورود الہام کا گمان کیا جائے مجکو سخت تعجب ہی مخاطب نے بوڑھاپے میں جبکہ گور میں دو ڈو ہاتھ پیر لٹکے ہی ہیں یہ کذب نویسی کیوں اختیار کی جو معاملات کہ بکرات و مرات مابین علمائے فریقین زیر بحث آکر درج کتب ہو چکے ہیں اُن کی نسبت یہ کہدینا کہ سابقین کا طائر خیال وہاں تک نہیں پہنچا جہاں تک ہم اوج پر اُڑ رہے ہیں انتہا درجہ کی دلیری ہے۔چٹی ڈاڑھی پر ایسا سفید جھوٹ تحفہ سے مضامین چھانٹ کر تمام کتاب تیار کی اور بے خبر سینوں کو دھوکہ دیا کہ میرے چھپر پر رات کو فرشتے الہام بھر کے چھپّر الٹ گئے ہیں اے سیدھے سادھے سینو تمکو حضرت عائشہ کی اس محمل کا واسطہ جو کہ ہر سال شام سے مدینہ منورہ میں بزمانہ حج آتی ہے تحفہ ہاتھ میں لیکر باب ہفتم سے عقیدہ ششم نکالو اور یہ عبارت پڑھو۔

خواجہ نصیر الدین طوسی در تجرید فرق کردہ است در مخالفین حضرت امیر و محاربین او گفتہ مخالفوہ فسقہ و محاربوہ کفرہ۔

جب یہ عبارت آپ دیکھ چکیں پھر مولوی صاحب سے کہیں کہ کیوں جناب آپنے تو صدر کتاب یہ دعوے کیا تھا کہ ہم مضامین مطرقہ بروئے الہام لکھتے ہیں۔معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا ملہم بڑا ابکا چور ہے۔کتب خانوں کے صندوق توڑ توڑ کر آپ کو نئے نئے مال دیتا ہے۔عبارت بالا سے آگے جناب شاہ صاحب رقم طراز ہیں کہ جمہور امامیہ منکر امامت را مثل منکر نبوت کافر میگویند اگر یہ بات سچ ہوتی تو محقق طوسی مخالف و محارب میں فرق نہ کرتے چنانچہ لکھتے ہیں رفرق در مخالف و محارب وجہے نداشت ہر دو را کافر می گفت الی آخرہ

مخاطب ذی لیاقت نے شاہ صاحب کی گفتگو کا بالکل اردو میں ترجمہ کر دیا ہے اگر اسیکا نام الہام ہے کہ لوگوں کے لکھے ہوئے مضامین فارسی سے اردو کر دئے جائیں تو ہم بھی تصدیق کے لئے موجود ہیں اور لطف دیکھئے مخالفین حضرت امیر کو کافر بتلاتے ہیں شاہ صاحب شیعہ کو بر سر خطا بتلاتے ہیں اور خود اقرار کرتے ہیں کہ اُن کا محارب کافر ہے چنانچہ باب عقیدہ

مذکور میں لکھتے ہیں رمحاربین حضرت امیر نزد ما کافر اند بدلیل حدیث متفق علیہ مین الشیعہ و اہل السنۃ کہ حضرت پیغمبر بہ حضرت امیر خطاب کردہ فرمود حربک حربی یعنی اے علی جو تم سے لڑا اس نے مجھ سے جنگ کی پھر لکھتے ہیں در کتب ہر دو فریق مروی ست کہ آنجناب آل عبا فرمود انا سلم لمن سالمتم وحرب لمن حاربتم یعنی آل عبا جو تم سے برسر صلح و آشتی رہا وہ مجھ سے رہا اور جس نے تمہارے ساتھ جنگ کی اُس نے مجھ سے کی بعد ازاں ارشاد فرماتے ہیں پس محاربین حضرت امیر و دیگر ائمہ نیز کفر باشند چونکہ حضرت عائشہ و معاویہ و طلحہ و زبیر و دیگر صد ہا صحابہ بحت نواسے عائشہ و معاویہ حضرت امیر سے برسر جنگ ہوئے ہیں۔ لہذا بمقاد رحربک حربی ان کا کافر ہونا لازمی ہوا۔ لہذا شاہ صاحب نے رسولپاک کے کلام ہدایت نظام پر حاشیہ چڑھا دیا کہ اہل سنت می گویند کہ ازیں حدیث حقیقت کلام مراد نیست بلکہ تہدید و تغلیظ ست در محاربہ ایں بزرگواران و بیان آنست کہ ایں محاربہ اشد کبائر است یعنی حدیث سے اُس کے حقیقی معنی مراد نہیں کہ جو حضرت علی سے لڑا وہ بالکل کافر ہو گیا۔ بلکہ حضرت کا مطلب اس حدیث کی ارشاد فرمانے سے یہ تھا کہ لوگ سنکر ڈریں اور خوف کھائیں اور ہرگز ان سے قصد جنگ نہ کریں کیونکہ میرے اہلبیت سے جنگ کرنا اشد کبائر میں داخل ہے معلوم ہوتا ہے کہ جناب شاہ صاحب کو حضرت کی حدیث کا مطلب سمجھانے کے لیے کوئی فرشتہ آسمان سے آیا ہوگا جیسا کہ مخاطب کو الہام کرنے کے لیے آیا تھا مقام حیرانی ہے۔ ہرگاہ رحربک حربی) رسول صلعم خود زبان مبارک سے فرما چکے تو اہل سنت اس میں تفریق کرنے والے کون ہیں شاہ صاحب حدیث کو تسلیم بھی فرماتے ہیں محاربین کو کافر بھی کہتے ہیں اور پھر اُن کے گلوئے نازک سے طوق کفر نکالکر اشد کبائر کا گلوبند بھی ڈالتے ہیں۔ اگر محارب نبی و علیؑ میں کوئی فرق ہوتا تو نبی خود امتیاز دلا سکتے تھے کہ ہمارے محارب کافر ہیں اور اہلبیت سے لڑنے والا اشد کبائر کی بلا میں گرفتار ہیں محقق علیہ الرحمۃ کی تفریق پر شاہ صاحب نے تعجب ظاہر فرمایا تھا نہ معلوم جناب شاہ صاحب کے بیان کی کیا تاویل کی جائے گی۔ بعد ازیں یہ دکھلاتا ہوں کہ محقق نے محارب و مخالف کے لیے کفر و فسق کیوں تجویز کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ مخالفت و محاربت میں بڑا فرق ہے۔ محارب میدان میں تلوار پکڑ کر علانیہ برسر مقابلہ ہوتا ہے اور در دل مخالفت رکھنے والا منافقانہ چال چلتا ہے

اسی واسطے جناب باری نے اپنے مقدس کلام میں اُسکو فاسق فرمایا ہے دیکھو دسویں پارے
رکوع پندرہ میں ان المنافقین ہم الفاسقون یعنی نفاق رکھنے والے فاسق ہیں بہ این جہت
محقق علیہ الرحمۃ نے علانیہ جنگ کرنے والونکو کافر کہا اور دل میں مخالفت رکھنے والوں کو
فاسق یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ کفر و فسق میں اظاہر کچھ لفظی فرق ہے ورنہ معنی و مفاد میں دونوں
برابر ہیں قرآن پاک میں اکثر مواقع پر ذکر فاسقین بذیل کافرین ہوا ہے بطور نمونہ ایک آیت
لکھے دیتا ہوں جس سے معلوم ہوجائے گا کہ کافر و فاسق ایک ہی کی بولیاں ہیں پارہ
اول رکوع بارہ میں ہی و ما یکفر بہا الا الفاسقون
جبکہ منافق و مشرک و ملحد و کافر و فاسق ایک حیثیت رکھتے ہیں تو مخالفین حضرت امیر کو صاحب
تجرید کے فاسق ماننے سے کوئی مفاد عقبیٰ نہیں مل سکتا۔ جیسے کہ کفار ہیں ویسے ہی فاسق نابکار
مآل دونوں کا جہنم ہے۔ محقق علیہ الرحمۃ نے جو محارب و مخالف کو دو لفظوں سے یاد فرمایا ہے
اس کی وجہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں مگر ضرورت سمجھ کر پھر کچھ توضیح کرتا ہوں حسب عقیدہ شیعہ
معلن عداوت خاندان رسالت (خوارج و نواصب) محکوم بہ نجاست ظاہری ہیں جیسے کہ اور
کفار و مشرک ہیں یہی حال اُن کا ہے اور در پردہ عداوت رکھنے والے کے ساتھ اکل و شرب
و مناکحت و مواصلت کر سکتے ہیں۔ گو کہ وہ فی الواقع خوارج کے ساتھ ایک ہی درج میں بیٹھنے
والے ہیں مگر چونکہ حرب امام کے لئے تلوار لیکر نہیں اُٹھے اور علانیہ آئمہ کو نا سزا مثل خوارج نہیں
کہا نظر بر آں انکو محکوم بہ احکام اسلام ظاہری قرار دیا گیا۔ جس عنوان سے کہ رسول پاک
نے منافقین صحابہ سے جو کہ بالیقین فاسق تھے مخالطت و مصاحبت کی اور ان کی بیٹیوں کو اپنے حبالہ
نکاح میں داخل کیا ایسا ہی ہم مخالفین سے عمل رکھتے ہیں۔ ہیں جو کہ [illegible] کچھ پاس
ظاہری آدمیت رکھتے ہیں اور خوارج و نواصب سر بر [illegible] جو لی [illegible] ہیں [illegible] معتوعی
الہام کی قوت سے گفتگو کی تھی وہ یکسر باطل ہوگئی۔ پس بوجوہات بالا ثابت ہوا کہ محقق علی الحد
نے تفریق لفظی کی ہے نہ معنوی مخاطب نے مخالفین کی براءت [illegible] کی مگر ہمارے
قابل فخر جرح نے ایک بات سر بستہ ہونے دی۔

فقرۂ چہارم مندرجۂ دلیل اوّل

ہاں جو محاربہ کہ نبی کے ساتھ کفر ہوگا وہ امام کے ساتھ بھی کفر و فسق ہوگا بلکہ خدا تعالےٰ کے ساتھ بھی چنانچہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ و ہارون وغیرہ کے مقدمہ میں مذکور ہے یا ابن ام لا تاخذ والحیتی و لا براسی اے میرے بھائی میری داڑھی اور میرا سر نہ پکڑو مخاطب نے اس جگہ اجمال سے کام لیا ہے مفصل واقعہ نہیں لکھا۔ لہٰذا بغرض آگاہی ناظرین اس مجمل کو مفصل بیان کیا جاتا ہے تاکہ اہل دانش پر واضح ہو جائے کہ جو استدلال جواز حرب میں منجانب مخاطب حوالۂ قلم ہوا ہے وہ امر نزاعی سے کوئی تعلق بھی رکھتا ہے یا کہ محض انمل بے جوڑ ہے اصل واقعہ یہ ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تشریف لے گئے تو جناب ہارون علیہ السلام کو خلیفہ بنا کر حکم دیا کہ وہ ایام غیبت میں ضروریات امت کو پورا کرتے رہیں مگر بعد تشریف جانے کلیم اللہ ان کی امت نے حضرت ہارون کی مخالفت کی اور ہزارہا آدمی تارک دین موسوی ہو کر گوسالہ پرستی کرنے لگے حضرت ہارون نے ہرچند سمجھایا مگر تابعین سامری نے کچھ نہ سنا بلکہ اُلٹے حضرت ہارون کے قتل پر آمادہ ہو گئے جبکہ موسیٰ علیہ السلام پہاڑ سے واپس آئے تو بجائے خدا پرستی لوگوں کو ضلالت کی دلدل میں پھنسا ہوا دیکھا ہرچند کہ بعلم نبوت جانتے تھے کہ ہارون نے اپنے فرائض منصبی کے ادا کرنے میں دقیقہ نہیں اُٹھا رکھا مگر امت گمراہ کے دکھلانیکو کہ اُن سے یہ سخت گناہ سرزد ہوا حضرت ہارون سے دست و پنجہ ہو گئے کہ آپ نے غفلت کی جو کام آپ کے سپرد کیا گیا تھا اُس کی انجام دہی میں سرگرم نہ رہے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ تمہاری اہمال انکاری سے میری امت بگڑ کر گمراہ ہو گئی۔ انھوں نے رو کر جواب دیا کہ بھائی صاحب اس میں میرا ذرہ برابر قصور نہیں میں نے ہرچند سمجھایا کہ تم بدبختی اختیار نہ کرو۔ مگر حضور کے جاتے ہی بالکل ہی بدل گئے دامن فنا سمیٹ کر ہم سے کفر کے کونے میں جا پڑے۔ غنیمت سمجھئے کہ اس ہلہ غلہ میں میری جان بچ گئی۔ ورنہ یہ لوگ تو مجھکو ضعیف و بیچارہ سمجھ کر قتل کرنے کے لئے چھری بدست ہو گئے تھے یہ تمام قصہ قرآن میں موجود ہے

مخاطب با لیاقت اس واقعہ کے اظہار سے یہ مطلب پیدا کرنے کی کوشش فرما رہے ہیں کہ اگر

محاربہ موسیٰ و ہارون علیہم السلام کفر ہے تو محارب حضرت امیرؑ کا فر ہیں ورنہ نہیں سبحان اللہ وماشاء اللہ مخاطب بھی کیا ہی زیرک و صاحب فطانت ہیں جو تحفہ میں دیکھا بکلمہ و کاست اردو میں ترجمہ کردیا۔ مخاطب نے دماغ مبارک پر مطلق زور نہیں ڈالا تحفہ ہاتھ میں لیا اور لکھتے چلے گئے آج ہمکو معلوم ہوا کہ حقیقتاً جسکو الہام کہتے ہیں حضرت مخاطب پر پرتو فگن نہیں ہوا بلکہ شاہ صاحب نے اُس سے خواب میں کہا کہ صاحبزادے تم مراۃ الاماسۃ کے معائنہ سے کیوں حیران ہو پھرا تحفہ تو موجود ہے اُس کے مطالب کو بہ ترتیب اسلوب ہندی زبان میں بیان کرو۔ ہمارے مذہب میں سمجھ دار ہی کون ہیں۔ رباق سطباق۔ ٹرتھی۔ لوہار بیہ سب لوگ بھرے ہوئے ہیں مجکو دیکھو تحفہ کیا میرا دماغی نتیجہ ہے۔ میں نے بھی صواعق کے مضامین الٹ پلٹ کر کتاب تیار کی جو کہ آج تک ہمارے مریدوں میں معجزہ کہے جاتے ہیں و مخاطب نے شروع رسالہ میں لکھا ہے تحفہ کا اعجاز ظاہر ہے۔ کجا مخالفین و محاربین حضرت امیرؑ کی ناہنجار حرکات اور کہاں حضرت ہارون و موسیٰ علیہ السلام کا معاملہ کیا ہے بے جوڑ پیوند بہ تقلید شاہ صاحب لگایا ہے۔

کیوں جناب مخاطب خلیفہ عمر کا بحکم جناب ابو بکر سیدہ کے گھر پر آگ اور لکڑیاں لیجانا ضرب لکد سے بچۂ معصوم کو شکم مادر میں صدمہ پہنچانا ناجائز طور پر متمکن تخت خلافت ہو کر حسب مفاد حدیث حذیفہ و ابوذر رضوان اللہ تعالےٰ مندرجہ صحیح مسلم و بخاری و مشکواۃ متذکرہ اوراق بالا مثل شیاطین امت کو بدراہ کرنا دین نبوی کو احداث بدعات سے بدنما بنانا۔ اسلاب وراثت سے ورثاء نبی کو محروم کرنا حضرت امیرؑ کا شیخین کو ظالم و جابر و کاذب و خاین سمجھنا عائشہ و معاویہ و طلحہ وغیرہ کا میدان جنگ میں مصروف قتل و غارت ہونا شمر و عمر ابن سعد کا کنارہ فرات پر خاندان نبوت کو بھوکا پیاسا ذبح کرنا اہلبیت کو اسیر کر کے زندان شام میں لیجانا بالکل ایسا ہی معاملہ ہے جیسا کہ جناب موسیٰ و ہارون میں واقع ہوا تھا کیا جناب موسیٰ و ہارون علیہم السلام میں بھی کوئی ایسا واقعہ پیش آیا تھا جیسا کہ منجانب سیدہ در باب حضوری جنازہ شیخین کے بارہ میں ہوا جناب مخاطب کی لغت دانی بھی قابل نظر ہے محاربہ کے معنی باہم گر تلوار اٹھانے کے ہیں انبیاء موصوفین میں یہ حالت پیش نہ آئی تھی بلکہ قوم کی تنبیہ کے لیے کلمات خشونت آمیز جناب ہارون سے حضرت موسیٰ نے کئے تھے جب انھوں نے معقول عذر پیش

کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام خاموش ہو رہے آنحضرت نے حسب روایات سُنیہ فرمایا ہے کہ میری
امت امم سابقہ کی پیروی کرے گی طابق النعل بالنعل اگر وہ سوراخ سوسمار میں گھسے ہونگے تو یہ بھی ایسا ہی
کریں گے۔ بخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشین گوئی کا صحیح اور واقعہ ہونا لازمی ہے۔ حضرات
اہل سنت فرمائیں کہ اس اُمت میں بھی کوئی ایسا معاملہ پیش آیا۔ ضرور بعد وفات آنحضرت کوئی
سامری ہوا ہوگا اور وارث مرتبہ ہارونی کے قتل کی تدابیر اُسنے بھی کی ہونگی ابن قتیبہ نے کتاب
السیاست میں لکھا ہے کہ حضرت پر جب بیعت کا دباؤ ڈالا گیا اور اُن کے گھر پر آگ لے کر گئے تب حضرت
امیر نے قبر مطہر آنحضرت کی طرف مُنہ کرکے وہی کلمہ فرمایا جو کہ حضرت ہارون نے جناب موسیٰ سے
کہا تھا اے بھائی قوم نے مجکو ضعیف کردیا اور میرے قتل پر آمادہ ہوگئے) الحمدللہ آیہ قرآن
سے جواز محاربہ پر جو استدلال کیا تھا۔ وہ بالکل غلط اور غیر مطابق تجویز ہوا

جناب مخاطب مخالفین و محاربین حضرت امیر کے پورے طرفدار ہیں اُنکی تمامتر کوشش یہ ہی
کہ جس طرح ممکن ہو مخالف و محارب زنجیر کفر میں جکڑ بند نہ ہوں۔ لہذا تین چار آیات ثبوت
برارت میں اور حوالہ قلم فرمائیں از انجملہ آیہ اوّل یہ کہ فلما ذہب عن ابراہیم الروع وجاء
یہ البشری یجادلنا فی قوم لوط آیہ ثانی یہ کہ قد سمع اللہ قول التی تجادلک فی زوجہا آیہ
ثالث یہ کہ فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ (آیہ چہارم) وان طائفتان من
المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینہما فان بغت احداہما علی الاخری فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ الی
امر اللہ۔ حقیر بمدد خداوند قدیر ہر چہار آیات بالا کا تسکین بخش جواب عرض کرتا ہے مخاطب
اور اس کے ہواخواہ بگوش توجہ سماعت فرمائیں

جواب آیہ اول و دوم

جناب مخاطب نے آیہ موصوف الصدر سے محاربین حضرت امیر کے لئے گوشہ امن ڈھونڈا تھا
مگر بہت افسوس کیا جاتا ہے کہ اُن کی محنت محض بے سود اور رایگاں گئی۔ کیونکہ ہر دو آیت
مستدلہ مخاطب میں ذکر حرب نہیں جو کہ معنی کارزار ہے بلکہ لفظ جدال آیا ہے جو کہ بمقام
بحث و تکرار و نزاع لفظی استعمال کیا جاتا ہے اور آیات میں موقع بیان بھی یہ ہی ہے۔

حقیر کلام اللہ سے ثبوت پیش کرتا ہے کہ جدال بمعنی حرب و ضرب و جنگ و قتال وغیرہ نہیں خدا فرماتا ہے و جادلہم بالتی ہی احسن یعنی باہم مجادلہ کرو در بحث و مباحثہ مذہبی، بہ طریق احسن اگر مجادلت بہ معنی محاربت ہو تو مخاطب صحیح المزاج ارشاد فرمائیں کہ قتال بہ طرز احسن کیونکر ہوا کرتا ہے شاید مُنہ چڑانے سے مراد ہو بلا سمجھے آیات قرآن کو محل استدلال میں لانا ندامت کے جال میں پھنس جانا ہے۔

جواب آیہ سوم

فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ و رسولہ۔ آیہ ہذا میں البتہ ذکر حرب ہے اسی واسطے حضرت مخاطب نے اُسکو پیش فرمایا ہے کہ دیکھو خدا و رسول کے محارب بھی کافر نہیں ہوتے لیکن سخت افسوس ہے کہ یہاں بھی اُن کی مطلب براری نہ ہو گی یہ حرب اُس معمولی حرب سے جو کہ معرض بحث میں ہے کوئی علاقہ نہیں رکھتی۔ کبھی سُنا ہے کہ معاذ اللہ کسی نے خدا کے تلوار ماری ہو اسپر یہ حربہ کارگر نہیں ہو سکتا جناب مخاطب میں آپکو آیت کا مطلب سمجھاتا ہوں یہ جنگ فان لم تفعلوا سے علاقہ رکھتی ہے یعنی اگر مخاطبین اتقاو پرہیزگاری نہ کریں اور جادہ ناراستی پر قایم رہیں تو گویا انھوں نے خدا و رسول سے حرب کی جسکا نتیجہ دنیا میں انتقام بالسیف اور عقبیٰ میں عذاب دردناک ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مخاطب کے ملہم کا دماغ کیوں چکرا گیا۔ غیر مطابق آیات مخاطب سے قلم پکڑ واکر اس نے کیوں لکھائیں۔ افسوس ہے کہ ملہم صاحب کو یہ معلوم نہ تھا کہ جس قرآن سے ہم تو وہ تو وہ آیات اپنے منظور نظر کے دماغ میں اُتار رہے ہیں اسی قرآن کے ایک گوشہ میں یہ بھی ہے من قتل مؤمنا متعمداً فجزاءہ جہنم جسنے ایک مومن کو قتل کیا وہ جہنمی ہے وہ مقتول جو کہ لشکر حضرت امیرؑ سے از جملہ صحابہ و مہاجر و بدری و رضوانی وغیرہا و بالخصوص عمار یاسر معاویہ و عائشہ کے حکم سے قتل ہوئے ان کی نسبت مخاطب یا اُن کا ملہم کیا فرمائیں گے آخر طرفداران حضرت امیرؑ کے قتل کا مظلمہ کس کی گردن پر پڑے گا یا کہ وہ بزرگوار بذیل مولی گاجر معدود ہو کر نا قابل التفات متصور ہوں گے اور گورنمنٹ حقیقی کا فہرست نویس نقشہ حرف (ب) کا ٹکر مقدمہ کو داخل دفتر کرا دیگا آج کل سنیوں نے یہ شیوہ اختیار کر لیا ہے کہ ترجمہ کا قرآن اٹھایا اور آیت دھر گھسیٹی مطابق

ہو یا نہ ہو لیکن جاہل لوگ یہ تو سمجھ جائیں گے کہ مولوی صاحب بڑے قرآن داں ہیں بات بات میں آیت پیش کرتے ہیں ۔

جواب آیہ چہارم

وان طائفتان من المومنین الی آخرہ، اس آیت میں لفظ مومن دیکھ کر جناب مخاطب جامہ سے باہر ہو گئے مرزا حیرت انکار شہادت سے جسقدر خوش ہوں گے اسی قدر مخاطب لفظ مومن آیت میں دیکھ کر فرط مسرت سے بیخود ہو گئے ۔ چنانچہ کہہ اٹھے کہ یہ آیت صراحتاً ایمان محاربین جناب امیر پر دلالت کرتی ہے اور مفسرین شیعہ نے شان نزول اس آیۃ کا محاربہ جناب امیر بیان کیا ہے تفسیر صافی میں ہے (فی الکافی والتہذیب والقمی عن الصادق عن ابیہ قال لما نزلت ہذہ الآیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان منکم من یقاتل بعدی علی التاویل کما قاتلت علی التنزیل فسئل من ہو قال خاصف النعل یعنی امیر المومنین) ہمارے مخاطب سیاق کتاب اللہ سے محض بے خبر ہیں انحضرت ان طائفتان من المومنین میں وہ مومن خالص مراد نہیں جو فی الواقع مومن کہا جاتا ہے بلکہ یہ ایسے مومن ہیں جو کہ بلفظ یا ایہا الذین آمنوا قرآن پاک میں بچندین مقام مذکور ہوئے ہیں جن میں مومن خالص و منافق مطلق و مولفۃ القلوب و مذبذبین بین ذالک (ومن فی قلوبہم مرض) ہر جنس کے آدمی تھے پس اس آیہ سے اہل بغی کے ایمان پر مستدل ہونا صحیح نہیں اگر محارب حضرت امیر مومن ہوتے تو آنحضرت حسب ثبوت پیش کردہ مخاطب نہ فرماتے کہ اے علی تمہاری جنگ تاویل پر ہوگی جبکہ میری تنزیل پر ہوئی۔ تاویل پر انہیں لوگوں سے جنگ ہوئی جو کہ قرآن کی غلط معنی سمجھ کر خلیفہ برحق سے برسر مخاصمت ہو گئے یاد رکھنا چاہئے کہ جو لوگ مطالب قرآن خلاف منشاء باری سمجھ کر الٹی چال چلیں گے وہ ہرگز مومن با اخلاص نہ کہے جائیں گے میں دوسری آیت پیش کرتا ہوں جس میں لفظ مومنین موجود ہے مگر مقام مدح نہیں بلکہ برائی سے ذکر ہوا ہے ان فریقاً من المومنین لکارہون، یہ آیہ باتفاق مفسرین ان منافقین کی شان میں نازل ہوئی ہے جو کہ جہاد سے کراہت و بیدلی ظاہر کرتے تھے ۔ مخاطب فرمائیں کہ اسجگہ لفظ

مومن نے بحق کاریں سوائے کفر کیا فائدہ بخشا ہیں جس طرح آیہ مبحوث عنہ ہیں طائفتان من
المومنین بہ لحاظ شمول عام طبقات اسلام مومن ومنافق مولفۃ القلوب وغیرہا ارشاد ہوا ہے
آیہ پیش کردہ مخاطب ہیں مومنین کے ساتھ صفت بغاوت ہی اور جو میں نے عرض کی اس
میں کراہت ہی یہ ایں حالت کارہ از جنگ و باغی از امام مومنین خالص کی فرد سے یا دصف
اطلاق لفظ مومن خارج ہو گئے۔ میں جناب مخاطب کو قرآن سے بھی دکھلائے دیتا ہوں
کہ باغیوں کو کفار سے علاقہ ہوتا ہے نہ کہ مومنین سے آیہ اوّل (ان قارون کان موسیٰ
فبغیٰ علیہم (آیہ دوم) بئسما اشتروا بہ انفسہم ان یکفروا بما انزل اللہ بغیاً (آیہ سوم)
وما اختلف الذین اوتوا الکتاب الا من بعد ما جاءہم العلم بغیاً بینہم ومن یکفر بآیات اللہ فان
اللہ سریع الحساب آیات بالا میں بغاوت کا اطلاق کفار پر کیا گیا ہے۔ مخاطب باغیوں کو
مومن بتلاتے ہیں اور خدا کافر کہتا ہے۔ سینو لکو ختیار ہے قرآن کا ساتھ دیں یا مخاطب کا دامن
پکڑیں بہ روایت صحیح مسلم حضرت عمر نے جناب امیرؑ سے فرمایا تھا کہ اے علی تم ابوبکر اور مجکو (غادر)
یعنی باغی جانتے ہو حضرت امیرؑ جن لوگوں کو باغی خیال فرماتے تھے وہ ہرگز مومن نہیں ہو سکتے
بلکہ وہ ایسے ہی سمجھے جائیں گے جو کہ آیات بالا میں بیان کئے گئے ہیں (کافر) مجکو بڑا تعجب
ہے کہ مخاطب شاہ صاحب کو اعلیٰ درجہ کا عالم سمجھ کر بہ بہانہ الہام انہیں کے کلام سے امداد
لیتے ہیں اور پھر انہیں کی مخالفت پر کمر بستہ ہیں شاہ صاحب نے محاربین کو صاف
لفظوں میں باغی لکھا ہی۔ تحفہ کے باب ہفتم عقیدہ ششم میں تحریر ہے) اہل سنت قاطبتاً اجماع
دارند برآنکہ معویہ بن ابی سفیان از ابتدائے امامت حضرت امیر تا بیعت تفویض امام حسن
بہ آواز بغاۃ (باغی) بود کہ اطاعت امام وقت نداشت) بعد چند سطور لکھتے ہیں آمدیم
برآنکہ چوں اورا باغی و متغلب مید انند پس چرا لعن او نمی کنند الی آخرہ شاہ صاحب کے بیان
سے ثابت ہوا کہ حضرت معاویہ بجرم انکار امامت باغی و متغلب تھے اسی عارضہ میں ام المومنین
حضرت عائشہ وغیرہ مبتلا ہیں۔ لہٰذا سب بزمرۂ اہل بغاوت داخل ہو کر انہیں آیات سابق
کے مجرم بن گئے جن کے فرعون وغیرہ تھے۔ جناب مخاطب انصاف سے فیصلہ کیجئے کہ شاہ صاحب
کی تحریر نے آپ کی ساری تقریر پر پانی پھیر دیا ہے نہیں سوائے آپ کے پیشوایان دین کی

بغاوت اور ظاہری قرینہ سے دکھلاتا ہوں اگر وہ لوگ حسب خیال مخاطب مومن پاک ہوتے تو حضرت امیرؑ انکے ساتھ وہ معاملہ نہ کرتے جو کہ باغیوں سے کرتے ہیں شاہ صاحب تحفہ میں بہ مقام مطاعن ابوموسیٰ اشعری لکھتے ہیں دروقتیکہ حضرت امیرؑ سریر آرائے خلافت راشدہ پیغمبر شدند بقدر مقدور در تسکین فتنہ ودفع مخالفان کہ طلحہ وزبیر وام المومنین عائشہ صدیقہ وابویعلی بن امیہ وابوموسیٰ اشعری ودیگر صحابہ کرام بودند کوشش وسعی فرمودو از قتل وقتال وجنگ وجدال با ایشاں باک نفرمود شاہ صاحب اسی حقیقہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے ابوموسیٰ کا گھر جلوا دیا اور مالک اشتر کو حکم دیا کہ اُسکا اسباب لوٹ لیں ۔ میں مخاطب سے بحلف پوچھتا ہوں کہ حضرت ہارون وموسیٰ علیہ السلام سے ایسی ہی مخالفت تھی جیسکہ حضرت امیر و عائشہ وابوموسیٰ ومعاویہ میں تھی ۔ مخاطب ایسا عاقل بحمایت مخالفین ومحاربین وہ ثبوت پیش کرے جو کہ عقلاً بالکل مخالف ہو جو لوگ کہ حضرت امیرؑ کے مقابلے میں معرکہ آرا ہوئے وہ مومن نہ تھے بلکہ بہ اتفاق شیعہ وسنی بحکم نبوی اُن کا شمار ناکثین ومارقین وقاسطین میں ہی چنانچہ شاہ صاحب نے بھی تحفہ میں تسلیم فرمایا ہے دیکھنا چاہیے کہ ہر سہ گروہ کیا مرتبہ رکھتے تھے کلام پاک میں ناکثین کے لئے بحکم فمن نکث مندرجہ سورہ فتح سزاء جہنم تجویز کی گئی ہی اور مارقین کے لئے ارشاد ہوا ہے دیمرقون من الدین کما یمرق السہم من الرمیۃ مارقین دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے کمان سے تیر ۔ قاسطین کے باب میں یہ ارشاد باری ہی دواما القاسطون فکانوا لجہنم حطبا) یعنی یہ گروہ دوزخ کا ایندھن ہی ۔ کتاب نہج البلاغۃ جس میں بہ اقرار اہل سنت حضرت امیرؑ کے خطبے جمع کئے گئے ہیں شہادت دیتی ہی کہ حضرت اپنے مخالفین ومحاربین کو کافر جانتے تھے چنانچہ ایک خطبہ میں حضرت ارشاد فرماتے ہیں دواللہ ما اسلموا ولکن استسلموا واسروا الکفر فلما وجدوا اعواناً علیہ اظہروہ) بخدا وہ اسلام نہیں لائے لیکن خواستگار اسلام ہوئے کفر کو دل میں چھپایا جب اُن کو مددگار مل گئے تو ظاہر کردیا ابن ابی الحدید نے اس کلام معجز نظام کی شرح میں لکھا ہے وہذا یدل علی انہ محاربہم کفر یہ قول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت امیرؑ اپنے مخالفین کو کافر جانتے تھے علاوہ بریں حضرت کا ارشاد ہی حتیٰ اذا قبض اللہ رسولہ رجع قوم علی الاعقاب وغالتہم السبل واتکلوا علی الولائج ووصلوا غیر الرحم وہجروا السبب الذی امروا بمودتہ ونقلوا البناء عن رص اساسہ فبنوہ فی غیر موضعہ معادن کل

خلیتہ والواب کل ضارب فی عمرۃ قد مارو افی الحیرۃ وذہبو فی السکوت علی سنۃ من آل فرعون عن منقطع الی الدنیا راکن او مفارق للدین سباین۔ خلاصہ مطلب یہ ہی جبکہ رسول پاک نی انتقال فرمایا تو قوم حالت اول پر عود کرگئی اور رستوں کو بگاڑ دیا اور تکیہ کرلیا اموات ظاہری پر اور مستحقین صلہ ورحم کو چھوڑ کر غیر محق لوگوں سے بہ رعایت پیش آنے لگے اور چھوڑ دیا اُنکو جن کی شفقت کا حکم تھا اور اُٹھائے گئے بنیاد ایمان کو اُس کے اصلی مقام سے پس قایم کیا اُس بنیاد کو غیر موقع پر جو کہ معدن خطا ہی اور دروازہ ہی تمام بدیوں کا جسکو دیکھ کر لوگوں کو حیرت اور سکوت واقع ہوتا ہے گویا وہ طریقہ ہے آل فرعون کا جو کہ دنیا سے نرالا اور دین سے دور کرنے والا ہو واقدی نے حضرت امیرؑ کا ایک خطبہ نقل کیا ہی جو کہ موقع صفین پر آپ نے فرمایا تھا اُس کے بعض فقرات لکھتا ہوں (الا ان خضاب النساء الحناء وخضاب الرجل الدماء الصبر علی خیر عواقب الامور الا انہا احقان بدریتہ وضغاین احدیہ واحقاد جاہلیتہ وثبا بہا معویتہ حین الغفلۃ لیدرک ثار بنی ہاشم فقاتلوا ائمتہ الکفر انہم لا ایمان لہم لعلہم ینتہون) اسی کے ہم مضمون ایک خطبہ جناب سیدہ علیہا السلام ابن ابی الحدید نے ابوبکر جوہری سے نقل کیا ہی۔ خلاصہ مطلب یہ ہی۔
کہ معاویہ اور اُس کے اہل لشکر کی حضرت امیر نے اُن الفاظ میں مذمت کی ہے۔ جن کا استعمال بحق کفار کیا جاتا ہے

دلیل اوّل

در باب اثبات ایمان مخالفان ومحاربین حضرت امیر جو مخاطب خوش دماغ نے قوت خیالی سے پیدا کی تھی اُس کو جس عنوان سے باطل کیا گیا ناظرین باتمکین خود انصاف فرمائیں گے اب دوسری دلیل کے ابطال کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

عبارت دلیل دوم مندرجہ صفحہ ۲ تا صفحہ ۳

دلیل دوم۔ بروئے مذہب محاربہ جناب امیر دونگر ائمہ کفر نہیں ہو کیونکہ اگر محاربہ امام کفر ہوتا تو ارتداد

کے حکم میں ہوتا لیکن جب جناب امیرؑ کے معاملہ کو بغور دیکھا جاتا ہے جو آپ نے اپنے محاربین کے ساتھ فرمایا اُس سے ہر ایک اہلِ عقل یقین کر سکتا ہے کہ محاربہ بھی جناب امیر کے ساتھ کفر نہیں ہے چہ جائیکہ انکار امامت اور مطلق مخالفت کفر ہو نہج البلاغۃ میں جناب امیرؑ کا قول ہے "ولکنا انما اصبحنا نقاتل اخواننا فی الاسلام علی ما دخل فیہم من الزیغ والاعوجاج والشبہۃ والتاویل" اس قول میں حضرت اپنے محاربین کو اخوت اسلامی کے تاج سے مشرف فرماتے ہیں مگر خدا کرے بطور تقیہ کے نفرمایا ہو جس سے صاف واضح ہے کہ وہ کافر نہیں ہوئے اور نہ فاسق بلکہ صرف خطاء اجتہادی میں مبتلا ہیں اور نیز تفسیر صافی وغیرہ میں معاملہ جناب امیرؑ کا محاربین کے ساتھ منقول ہے عبارت تفسیر یہ ہے "وکذالک قال امیر المومنین یوم البصرہ ونادی فیہم لاتسبوا لہم ذریۃ ولا تجہزوا علی جریح ولا تتبعوا مدبرا ومن القی السلاح واغلق بابہ فہو آمن" یہ معاملہ کہ نہ اُن کی ذریت کو قید کرو اور نہ زخمی کا کام تمام کرو اور نہ بھاگے ہوئے کا پیچھا کرو صاف صریح معاملہ اسلام کا ہے نہ کفر و ردت کا کیونکہ بموجب ارشاد من بدل دینہ فاقتلوہ "مرتد کا قتل کرنا واجب تھا اور اگر کفار سے جنگ ہو تو اُسکا حکم صاحب جامع عباسی نے لکھا ہے کہ قسم سیوم اسیرانے اند کہ در جنگ گاہ بدست افتند و اطفال و زنان بمجرد اسیر گشتن ملک کسے می شوند کہ ایشاں را گرفتہ باشد اور نیز لکھا ہے اما مردمان بالغ ایشاں اگر در وقت جنگ بدست افتند امام مخیر ست کشتن ایشان و بریدن دست و پائے ایشاں، و انداختن تا خون ایشان بر رفتہ بمیرند یہ معاملہ کہ بعد قتال اُن کے اور اُن کی اولاد کے جان و مال محفوظ رہیں صاف شاہد ہے کہ باوجود انکار امامت و قتال و محاربہ امام نہ مرتد ہوئے نہ کافر بلکہ اسلام پر باقی ہیں ورنہ اس تفرقہ کی کوئی وجہ نہیں جو فیما بین محاربین کفرہ و محاربین بغاۃ بروئے مذہب کیا گیا بعض علمائے شیعہ کو جب یہ مشکل پیش آئی کہ مذہب کو محاربین کے کفر کو مقتضی ہے اور معاملہ جناب امیر اُن کے اسلام کو مستلزم ہے اور فعل جناب امیر تو غلط اور ناحق نہیں ہو سکتا ورنہ تمام مذہب ہی برباد ہو جائے اور ہر مذہب کا اجماعی مسئلہ بھی باطل نہیں ہو سکتا کیونکہ صحت اجماع میں امام معصوم کا داخل ہونا شرط ہے اگر اس کو غلط کہا جائے تو بھی تکذیب امام معصوم کی لازم آتی ہے اور وہ بھی مذہب کے لئے سم قاتل ہے تو اس گرداب بلا سے نجات کی لئے یہ تنکے کا سہارا نکالا کہ جناب امیر کا معاملہ محاربین و بغات کے ساتھ عدم تعرض جان و مال میں بعینہ وہ تھا جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ

کے ساتھ کیا تھا تو اس معاملہ سے گویا کفر لغات ثابت ہوتا ہے چنانچہ تفسیر صافی میں ہے" وکانت السیرۃ فیہم من امیر المومنین ما کان من رسول اللہ فی اہل مکۃ یوم فتح فانہ لم یسب لہم ذریۃ وقال من اغلق بابہ فہو آمن ومن القی السلاح فہو آمن ومن دخل دار ابی سفیان فہو امن" تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار مکہ کی ذریت کو سبی بنایا اور نہ بھاگے ہوئے کا پیچھا کیا اور نہ زخمی کا کام تمام کیا حالانکہ وہ بالاتفاق کافر تھے تو یہی معاملہ جناب امیر کا اپنے محاربین کے ساتھ مثبت کفر محاربین ہوگا۔

اے صاحبو خدا کے لئے ذرا ہوش میں آؤ ذرا تو عقل سے کام لو آسمان و زمین کو ایک کئے دیتے ہو روز روشن اور شب تاریک کو اکٹھا کرتے ہو کجا معاملہ جنگ جمل و صفین کوئی ناواقف یا فریفتہ مذہب دھوکہ کھا جائے تو مضائقہ نہیں پرنا قدر تو ان چکنی چپڑی ابلہ فریب باتوں سے قیامت تک بھی دھوکا نہیں کھا سکتا

اول تو ذرا یہ بھی خیال فرمایئے کہ حق جل و علا فرماتا ہے فقاتلوا التی تبغی حتی تفئی الی امر اللہ رجوع الی امر اللہ تک قتال مفروض ہے امام کو جائز نہیں کہ جبتک بغاۃ اپنا خروج و بغاوت ترک نہ کریں اور اللہ کے حکم کی طرف نہ لوٹیں تلوار اپنے سے اُٹھائے اور قتال ترک کرے چنانچہ تفسیر صافی میں ہے ولو لم تفئی لکان الواجب علیہ فیما انزل اللہ ان لا یرفع السیف عنہم حتی یفیئوا و یرجعوا عن رایہم لانہم بایعوا طائعین غیر کارہین اور حسب مذہب تشیع کفار مشرکین و ملحدین سے جب تک کفر سے باز نہ آئیں اور ایمان قبول نہ کریں قتال ترک نہیں کیا جاتا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار مکہ سے بجز ایمان کے کچھ اور قبول نہیں فرمایا پس جناب امیرؑ نے بھی اسپر عمل فرمایا یا نہیں اور اہل بغی و خروج کے ساتھ الی امر اللہ تک قتال فرماتے رہے یا نہیں۔ مگر اہل علم تاریخ پر روشن ہے کہ اہل جمل کے ساتھ بعد جنگ جمل کوئی قتال نہیں ہوا اور نہ اُن کے بعد اس کے داعیہ خلاف پیش آیا تو اگر انھوں نے رجوع الی امر اللہ کیا تو وہ مومن ہوگئے پھر مومن کی تکفیر کرنا اپنی تکفیر کرنا ہے اور اگر رجوع الی امر اللہ اُن کو حاصل نہیں ہوا تو ترک قتل و قتال معصیت کبیرہ ہے جسکا امام مرتکب ہوا اور اہل صفین کے ساتھ بعد تحکیم کوئی قتال نہیں ہوا اور امیر معاویہ شام میں مسند خلافت پر دندناتے رہے اور امام کی تحریرات کا ایسا جواب دیتے رہے کہ بالتزام مذہب تشیع امام سے اس کا جواب ناممکن ہے چنانچہ

یہ بحث مفصل ہم ہدایات الرشید میں ہدیہ ناظرین کر چکے ہیں مگر امام نے کبھی قتال کا نام تک نہ لیا فقاتلوا التی تبغی پر عمل تو درکنار شاید وسوسہ بھی دل میں نہ آیا ہو۔ پھر امام ثانی نے بجائے قتال خلعت خلافت ہی ایک باغی کے حوالہ فرما دیا حالانکہ بوجہ بغاوت و قتال امام اول اور بوجہ بغاوت و ارادہ قتال امام ثانی لبقول شیعہ مرتکب کفر و ارتداد ہو چکا تھا تو اس صورت میں بوجہ اس عنایت اور اعانت کے جو امام ثانی نے ابتدا و اور مرتد کی فرمائی جو کچھ امام ثانی پر لازم آتا ہے اور جس کے وہ مستحق ہوتے ہیں میری زبان و قلم میں تو طاقت نہیں کہ میں اسکو ادا کر سکوں ہاں حضرات شیعہ کی زبان و قلم لعن و تکفیر کی مشاق ہے اسکو بھی بخوبی ادا کر سکیں گے پھر امام ثالث نے بگڑ کر کلمات تلخ و ترش ثبت تخطیہ امام فرمائے اور فرمایا لو جز انفی لکان احب الی مما فعلہ اخی اور خلفائے سابقہ کے زمانہ میں امام زمان بالکل ہم پیالہ و ہم نوالہ اور وزیر و مشیر ہی بنے رہے حالانکہ بروئے مذہب وہ خلافتیں بھی چونکہ اُن میں امام حق کی اطاعت سے ہی خروج تھا باغی تھیں اور موافق حکم نص صریح قتال اُن سے بھی واجب تھا پس اس سے صاف معلوم ہوا کہ اگر یہ بغی اور خروج تھا تو وہ امام حق نہ تھے اور اگر وہ امام حق تھے تو یہ بغی و خروج نہ تھا۔

دوسرے یہ کہ فتح مکہ میں آئمہ و مجتہدین کا اختلاف ہے کہ عنوۃً فتح ہوا ہے یا صلحاً جو آئمہ صلح کے قائل ہوئے ہیں بموجب اُن کے مذہب کے تو کسی قسم کا اشتباہ و التباس ہی نہیں اور نہ فتح مکہ جنگ جمل و صفین کا مقیس علیہ ہو سکتا ہے اور جن آئمہ کے نزدیک مکہ عنوۃً فتح ہوا ہے وہ کسی قدر محل اشتباہ ہو سکتا ہے لیکن اگر ذرا تدبیر کی نظر سے دیکھا جائے تو فرق ظاہر اور بین ہے فتح مکہ میں جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم دفعۃً مکہ پر چڑھ آئے کہ کفار مکہ کو قتال کی ہمت و جرأت اور گنجائش ہی نہ رہی اور امن حاصل کرنے کے لئے مجبور ہوئے اور جناب رسولؐ نے انکو بجز چند مرد اور عورتوں کے امن عطا فرمایا اور کفار مکہ نے اپنے دروازے بند کر لئے اور ہتھیار ڈالکر حرم محترم میں جائے پناہ سمجھ کر گھس گئے اور بعد ازاں آپکے دست مبارک پر سب نے بیعت اسلام کر لی اور سب دین اسلام کے ربقہ میں داخل ہو گئے اور جنگ حنین میں ہمرکاب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے اور جن کے قتل کا حکم فرمایا تھا اُن میں سے بعض جیسے ابن خطل مقتول ہوئے اور بعض مثل عکرمہ وغیرہ کے بھاگ گئے اور مسلمان ہو کر حاضر حضور ہوئے اور بعض نے وہیں اسلام قبول کیا اور حروب جمل و صفین وغیرہ میں دست بدست قتال واقع ہوا اور صدہا آدمی طرفین کے مارے

گئے نہ اُنھوں نے امن مانگا اور نہ بعد میں اُنھوں سنے امام حق کی طرف رجوع کیا اور نہ امام کی امامت پر ایمان لائے نہ آپ کو امام حق تسلیم کیا بلکہ صاف کہتے رہے کہ آپ میں لیاقت امامت نہیں اہل حل وعقد کی بیعت آپ کو اسوقت مفید ہوتی کہ آپ مثل خلفاء سابقین لایق خلافت ہوتے اور مظلوم کا حق ظالم سے دلوا سکتے اور جب حق مظلوم نہیں دلوا سکتے اور اہل فتنہ سے ڈرتے ہیں تو آپ لایق امامت نہیں کیونکہ ایجاب ان الیحق الامامۃ مسلمات شیعہ سے ہے تو ایسی حالت میں مرتدین و بغاۃ کی رعایت کرنا اور لا تستوہم ذریتہ الخ کلمات کہنا عقلاً و شرعاً قبیح اور ناجائز ہے لہذا اسکا قیاس فتح مکہ پر کسی طرح درست نہیں علاوہ ازاین یہ بعض علماء کا قیاس کہ معاملہ حروب بغاۃ فتح مکہ جیسا ہی بداہتۂ اُسکو تقاضا کرتا ہی کہ حکم بغاۃ حکم کفار ہی اور بغاۃ کفار ہیں بلکہ اسی وجہ سے فتح مکہ پر قیاس کیا ہی تاکہ دائرہ کفر سے خارج ہوں مگر حسب مثل مشہور دروغ گورا حافظہ نباشد ان حضرات کو اپنا مذہب ہی یاد نہ رہا اگر مذہب کو دیکھا جائے تو معاملہ بغاۃ کفار سے بالکل جدا ہی جامع عباسی کے باب جہاد میں مذکور ہی کہ تین فرقوں کے ساتھ جہاد واجب ہی اول غیر اللہ کی پرستش کرنے والے اور ملحدین ان سے جزیہ قبول نہوگا اُن کے لئے صرف اسلام ہے یا سیف دوسرے اہل کتاب اور مجوس انکے ساتھ قتال واجب ہی یہاں تک کہ اسلام لائیں یا جزیہ قبول کریں وطائفہ سوم کہ قتال کردن با ایشاں واجب است و باغیان و خوارج اند و ایشاں طائفہ کہ از امام زمان روئے گرداں و باغی شدہ باشند و قتال با ایشاں واجب ست تا آنکہ با امام بگروند یا کشتہ شوند و ہرگاہ متفرق شوند خالی از اں نیست گروہے دیگر سوائے آنہا کہ بہ جنگ آمدہ باشند خواہد بود یا نہ بر تقدیر اول واجب ست کہ ایشان را بکشند و گریختہ ایشاں را از عقب بروند و بگیرند و بکشند و بر تقدیر ثانی احتیاج باین نیست بلکہ در وقتی کہ شکست خوردند اگر بگریزند کافی ست و باجماع مجتہدین ذریت این طائفہ را و زنان ایشان را مالک نمی شوند و ہمچنین مالک نمی شوند چیزے از مالہائے این طائفہ را کہ در لشکرگاہ نباشند خواہ قابل نقل و تحویل باشند خواہ نباشند و در مالہائے ایشاں کہ در لشکرگاہ ہست میان مجتہدین خلاف ہست کہ آیا لشکرے مالک آن می شوند انتہی۔

یہ عبارت صاف دلالت کرتی ہی کہ بغاۃ و خوارج کے ساتھ یہ رعایت و مروت جو جناب امیرؑ سے حروب بغاۃ میں واقع ہوئی یہ کوئی بطور امر اتفاقی اور خلاف قیاس کے واقع نہیں ہوئی جیساکہ

فتح مکہ میں بحکم نص واقع ہوئی تھی کیونکہ قیاس تو اسکو مقتضی تھا کہ جب عنوۃ فتح ہوا تو اُن کے اموال ملک فوج اسلام ہوتے بلکہ بہ رعایت ومروت بطور قاعدہ کلیہ کے ہے کہ ہمیشہ بغات کے ساتھ یہی معاملہ کرنا حکم شرعی ہی جو ہمیشہ اُن کے ساتھ کیا جائے گا اور اُسکا خلاف ہوگا اور اگر اُن کو کافر قرار دیا جاتا تو یہ رعایت ومروت تو اتفاقی وخلاف قیاس ہوتی اور اصل یہ تھا کہ اُن کے ساتھ معاملہ کفار کیا جاتا اور اُن کے اموال غنومہ حلال ہوتے پھر اور طرفہ تماشہ سنئے کہ یہ حضرات باایں ہمہ تہافت وتناقض آیت یا ایہا الذین آمنو من یرتد منکم عن دینہ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں الغی ہو مخاطبۃ الاصحاب رسول اللہ الذین غصبوا آل محمد حقہم وارتدوا عن دین اللہ اور فرماتے ہیں فی المجمع عن الباقر والصادق ہم امیر المومنین واصحابہ حین قاتل من قاتلہ من الناکثین والقاسطین والمارقین۔

اے صاحبو یہ تنبیہ تو تم خود اپنے ہی پاؤں پر مارتے ہو تم اپنے غیظ سے اپنے اوپر مصیبت ڈھا رہے ہو کسی کا کچھ نہیں بگڑتا جب تم ارتداد کے قایل ہوئے تو لوازم ارتداد کو ثابت کرو کیونکہ قاعدہ ہی اشئی اذا ثبت ثبت بلوازمہ ورنہ یا اپنے آئمہ کی تکذیب کروگے اور یا اپنے مذہب کو جھوٹا اور باطل بناؤگے بجز اسکے اور کچھ حاصل نہوگا۔

جواب دلیل دوم

مخاطب نے دلیل دوم کے متعلق جو عبارت حوالہ قلم فرمائی تھی وہ پوری نقل کردی گئی بخیال تسہیل ناظرین فقرہ فقرہ کا جواب دیتا ہوں۔

فقرہ اول مندرجہ تحریر مخاطب

بروئے مذہب شیعہ محاربہ جناب امیر و دیگر آئمہ کفر نہیں کیونکہ اگر محاربہ امام کفر ہوتا تو ارتداد کے حکم میں ہوتا۔ لیکن جب جناب امیر کے معاملہ کو بغور دیکھا جاتا ہے جو آپ نے اپنے محاربین کے ساتھ فرمایا اس سے ہر اہل عقل یقین کرسکتا ہے کہ محاربہ بھی جناب امیر کے ساتھ کفر نہیں چہ جائیکہ انکار امامت اور مطلق مخالفت امامت کفر ہو۔ نہج البلاغۃ میں حضرت امیر کا قول ہی ر و لکنا انما اصبحنا نقاتل اخواننا

فی الاسلام علی ما دخل فیہم من الزیغ والاعوجاج والشبہۃ والتاویل (لیکن ہم اپنے اسلامی بھائیوں سے قتال کرتے ہیں یہ اس وجہ کہ اُن میں کجی اور نا راستگی آگئی ہے) اس قول میں حضرت امیرؑ اپنے محاربین کو اخوت اسلامی کے تاج سے شرف فرماتے ہیں دیگر خدا کرے بطور تقیہ کے نہ فرمایا ہو جس سے صاف واضح ہے کہ وہ کافر نہیں ہوئے اور نہ فاسق بلکہ صرف خطائے اجتہادی میں مبتلا ہیں

جواب فقرہ اول مندرجہ بالا

قبل ازاں کہ میں جواب لکھوں حقیقت الہام کی نسبت جس پر مخاطب نے ناز کیا ہے گذارش کرنا چاہتا ہوں اصلیت یہ ہے کہ یہ مضمون جناب مخاطب نے بزور الہام و امداد فیض باطنی مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نہیں لکھا۔ بلکہ تحفہ سے حسب دستور و عادت خود مضمون نقل کرکے جہلا رسیتہ کو دھوکہ دیا ہے۔ افسوس ہے مخاطب کی دیانت پر پرانی رد شدہ کتب سے مضامین چرا کر کتاب مرتب فرمائیں اور فریب دہی عوام مدنظر کرکے مدعی الہام ہوں اور تحفہ کے باب ہفتم جس میں بحث امامت ہے مخاطب نے کانٹ چھانٹ کر اپنے رسالہ کو زینت دی ہے چنانچہ باب مذکور کے عقیدہ ششم میں۔ (تقاتل اخواننا فی الاسلام) کو بہ ثبوت ایمان مخالفین حضرت امیر شاہ صاحب نے پیش فرمایا ہے حضرت مخاطب نے بخیال نام آوری خود الہام کا غل مچا دیا اور تحفہ کی مردہ تقریروں پر آب حیات کا چھینٹا دیا باب ہفتم عقیدہ ششم میں شاہ صاحب لکھتے ہیں (اگر امامیہ انہارا) محاربین نیا بر انکار امامت مرتد نامند گوییم در عرف قدیم و جدید منکر اصل دین را مرتد گویند و اگر بتاویل باطل چیزے را از عقاید اسلام منکر شود آنرا مرتد نامیدن در عرف قدیم و جدید جاری نیست حضرت مخاطب پر لازم تھا کہ بوارق موبقہ و نزہہ و جواہر عبقریہ و برہان سعادۃ و عبقات الانوار وغیرہ جو کہ یہ جواب باب ہفتم تحفہ اثنا عشری لکھے گئے ہیں اُن کو ردفرما لیتے اور پھر اپنی جودت طبع کا نتیجہ دکھاتے تو بجا ہوتا۔ اموات رد شدہ پر مسندل ہو کر کوس الہام بجانا کار سفہا ہے نہ کہ فعل عقلا۔ بخدا اگر مخاطب کچھ بھی باحیا ہونگے تو میری تقریر کو صحیح باور کرکے فرط ندامت سے چلو بھر پانی میں غسل کرنے کے لئے لنگی باندہ کر تیار ہو جائیں گے دلیل اول کے بطلان میں جو ہم نے دو تنقیحیں برآمد کرکے نتائج اخذ کئے ہیں۔ وہاں بخوبی ثابت کر دیا ہے کہ انکار خلافت

کفر ہے اور مفتونین کافر تھے ۔ اس دلیل دوم میں مخاطب نے (لفظ اخوانا) پر بڑا بھاری ناز کیا ہی
چنانچہ فرماتے ہیں کہ اگر محاربین حضرت امیر کافر تھے تو آپ نے انکو اپنا بھائی کیوں فرمایا اظہار اخوت
مزیل کفر و مثبت اسلام ہے اصلیت یہ ہی کہ یہ حکم (لا اخوت بین المسلم والکافر) محارب حضرت امیرؑ ایسے
بھائی نہ تھے جیسکہ دو مومن باہم ہوا کرتے ہیں ۔ بلکہ وہ ایسے بھائی تھے جیسکہ تہذیباً زمانہ میں بھائی
کہنے کا دستور ہی ۔ ہندو صاحب فرمایا کرتے ہیں ہمارے مسلمان بھائی مسلمان کہا کرتے ہیں
ہمارے ہندو بھائی سنی صاحب کہا کرتے ہیں ہمارے شیعہ بھائی جیسا کہ خلافت شیخین کے صفحہ (۲)
پر مرزا حیرت نے لکھا ہے اس لکھنے اور کہنے سے کیا واقعی طور پر مفہوم ہو سکتا ہے کہ سنی و شیعہ و ہندو و مسلمان
ایسے دو مغز اور ایک پوست ہیں جیسا کہ فی الواقع ہونا چاہئے ۔ نہیں ہرگز نہیں ظاہر ہے کہ ہندو مسلمان
کو کتے سے بدتر جانتے ہیں اُن کے چوکے اور رسوئی میں اگر کتا گھس جائے بلکہ کھانے کی چیزوں میں
منہ ڈال دے تو اسکو نجس نہیں جانتے بے تکلف استعمال میں لاتے ہیں اور اگر کہیں مسلمان کا سایہ
پڑ جائے تو سب بھرشٹ و پلید ہو جاتا ہی ۔ علی ہذا شیعہ سنیوں کو پناہ بخدا حقیقتاً نہیں بلکہ بقول اہل سنت
کھانے کی چیزوں میں تھوک موت ملا کر کھلاتے ہیں ۔ پس معلوم ہوا کہ بہ اعتبار جنسیت ایک دوسرے
بھائی کے لفظ سے بولا کرتے ہیں حقیقی مراد اس جگہ نہیں ہوتی ۔ میں انشاء اللہ اور چند موقع مخاطب کو
دکھلاؤں گا جس سے وہ اور اُن کے ہمخیال سمجھ جائیں گے کہ حضرت امیرؑ اپنے محاربین کو نامسلمان
بھائی جانتے تھے واقدی نے کتاب مغازی میں بہ مقام ذکر جنگ احد صفحہ (۱۰۲) پر لکھا ہے کہ
آنحضرت نے شہدائے اُحد کی بابت فرمایا کہ خدایا میں ان کے ایمان کا گواہ ہوں حضرت ابوبکر نے
فرمایا ہم بھی ان کے بھائی ہیں جس طرح یہ مسلمان ہوئے اسی طرح ہم بھی اسلام لائے جیسا کہ انھوں نے
جہاد کیا ہم بھی کرتے ہیں ۔ ہمارے ایمان پر بھی آپ گواہ ہو سکتے ہیں حضرت نے فرمایا یہ سب صحیح ہے
مگر مجھکو معلوم نہیں کہ آپ بعد ہمارے دین میں کیا کیا احداث کریں گے یہ مضمون کتب صحاح اور موطا
وامام مالک میں بھی درج ہی ۔
مخاطب فرمائیں حضرت ابوبکر کا اپنے آپ کو شہدائے احد کا بھائی بتلانا کیا مفید ہوا حضرت امیرؑ نے
باوصف محاربت عائشہ وغیرہا کو جو اخوانا کے مرصع تاج سے زینت دی اس کی وجہ وہ نہ تھی جسکو
مخاطب سمجھے ہیں بلکہ اصل مطلب عطائے خطاب اخوانا کا وہی ہی جسکو حقیر عرض کر چکا ہی ۔ رسول صلعم نے

بھی عبداللہ بن ابی سلول منافق جلی کو اپنا صحابی فرمایا ہے چونکہ وہ شخص بظاہر کلمہ شہادتین ادا کرتا اور قبلہ رو ہو کر نماز پڑھتا تھا شریعت اسلام کی متابعت کا اسکو اقرار تھا لہذا حضرت نے اُس کو عام لفظ صحابی سے جو کہ سعید و شقی دونوں پر مشتمل ہے یاد کیا۔ علی ہذا حضرت عائشہ اور اُن کا گروہ خوب گھونٹ کر نماز پڑھتا تھا ایسے نماز گزاروں کو اگر حضرت امیر نے اخوانا کے تیز قدم ٹٹو پر سوار کرا دیا تو کیا مقام فخر ہے بہ نظر احتیاط کُتب اہل سنت کی وہ عبارات بھی دکھلائے دیتا ہوں جو کہ بحق منافقین وارد ہوئی ہیں۔ شرح قاضی عیاض میں ہے۔

الذی رواہ البخاری فی عبداللہ بن ابی سلول لما قال فی غزوۃ بنی قینقاع لیخرجن الاعز منہا الاذل وبلغہ فقال بعض الصحابۃ تقبلتہ لنفاقہ فقال صلعم فکیف اذا تحدث الناس ان محمدا یقتل صحابہ تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ (۶۸۶) پر ہے (فذکر النبی صلعم اسمائہم وعدہم لہ وقال ان جبرئیل اخبرنی بذلک فقال حذیفہ الا تبعث الیہم لیقتلوا فقال اکرہ ان تقول العرب قاتل محمد اصحابہ حتیٰ اذا ظفر صار یقتلہم (تفسیر معالم التنزیل کے صفحہ (۲۱۴) پر درج ہے (قال ابن عباس انزل اللہ تعالیٰ ذکر سبعین رجلا من المنافقین باسمائہم واسماء ابائہم ثم نسخ ذکر الاسماء رحمۃ للمومنین لئلا یعیر بعضہم بعضا لان اولادہم کانوا مومنین فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہم فلان وفلان حتیٰ عدہم کلہم فقال حذیفہ نبعث الیہم فنقتلہم قال اکرہ ان تقول العرب لما ظفر محمدا و اصحابہ اقبل یقتلہم۔

خلاصہ ان تمام عبارات مندرجہ بالا کا یہ ہے کہ آنحضرت نے منافقین کو قتل نہ کیا بایں توہم کہ لوگ طعنہ زن ہونگے کہ جب محمد ظفریاب ہو گئے اور پورا عرب پر تسلط کر لیا تو اپنے صحابہ کو قتل کرنے لگے نیز ستر منافقین کے نام آسمان سے آئے تھے مگر بایں وجہ پوشیدہ کر دیئے گئے کہ بعض منافقین کی اولاد سے مومنین ہونے والے تھے اگر نام باقی رہتے تو منافقوں کی مومن ذریت کو اپنے اجداد کے نفاق سے شرم اُٹھانے کا موقع ملتا۔

مخاطب غور فرمائیں کہ باوصف نفاق ظاہری آنحضرت نے ان لوگوں کو اپنا صحاب کیوں فرمایا اگر اہل نفاق کو آنحضرت کا اصحاب کہدینا کوئی عزت دینی دے سکتا ہے تو حضرت کے اخوان بھی عزت پا سکتے ہیں ورنہ جو مآل اُن ناہنجاروں کا ہوگا وہ ہی حضرت علی کے برادران گرگ منش کا ہوگا نتیجہ یہ دونوں گروہ جہنم کا کھولتا ہوا پانی پیئیں گے (حضرت امیر نے) تقاتل اخوانا فی الاسلام

فرمایا ہے دلقاتل اخواننا فی الایمان نہیں فرمایا۔ اسلام اور ایمان میں بڑا فرق ہے (آیہ قرآن دیکھو) رقالت الاعراب آمنا قل لم تومنوا ولاکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم یعنی اعراب نے کہا کہ ہم ایمان لائے۔ کہدو اے محمد کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ صرف اسلام لائے ہو ایمان تمہارے قلوب میں داخل ہی نہیں ہوا پس اگر ایسے مسلمانوں کو جن کے قلوب نے نور ایمان سے روشنی نہ پائی تھی حضرت امیر علیہ السلام نے (اخواننا) کہدیا تو کیا اُن بھائیوں کے جسم سے کفر کی کھال اس طرح دور ہو گئی کہ جیسے سانپ کینچلی پھینک کر اچھا کھرا صاف ستھرا ہو جاتا ہے یہ اچھے بھائی ہیں۔ بھائیوں کو حضرت امیر قتل بھی کرتے ہیں مالک اشتر سے اُن کا مال و اسباب لٹوا کر گھر بھی پھنکواتے ہیں عایشہ کو اسیر کر کے بحراست مدینہ کو چالان بھی کرتے ہیں اور بیا برادر آورے بھائی + بنشیں مادر بیٹھ رہی مائی بھی کہتے ہیں اگر بقول مخاطب دنیا میں ایسا ہی تاج شرف ہوتا ہے جیسا کہ حضرت امیر نے عایشہ و طلحہ و زبیر و معاویہ وغیرہا کو لفظ اخواننا سے عنایت فرمایا تو ہم بھی اس خوش نما چمکیلو تاج کو پسند کر کے کہتے ہیں کہ بے شبہ حضرت امیر کے وہ ایسے ہی بھائی تھے جیسا کہ آنحضرت کے منافق اصحاب حضرت مخاطب نے بقول اچھا اچھا ہپ اور کڑوا کڑوا تھو۔ اخواننا کو تو سمجھ کر بلا عینک دیکھ لیا اور خطبہ حضرت امیر کے جملہ آخر پر جس کے خود بھی ناقل ہیں نظر نہ ڈالی وہ چھپا ہوا جملہ یہ ہے علی ما دخل فیہ الزیغ والاعوجاج الی آخرہ یعنی ماقبل از دخول زیغ و اعوجاج کے وہ مسلمان تھے مگر جب مبتلائے کجی و نا راستی و اشتباہ و تاویل علیل ہوئے اسی وقت لایق سوختی و گردن زدنی تجویز کیے گئے چونکہ حضرات اہل سنت حضرت امیر علیہ السلام کو چوتھے درجہ کا خلیفہ بدل ناخواستہ خلیفہ حق سمجھتے ہیں اور بروے حدیث مندرجہ مشکوٰۃ المصابیح و صحیح مسلم متذکرہ جواب دلیل اول لا الہ الا اللہ کہنے والے اور نماز گذار قتل و غارت کرنے سے منع کیے گئے ہیں تو حضرت امیر نے اس گروہ کلمہ گو و نماز گذار و خواہ احادیث بی بی عایشہ سے کیوں جنگ کی اور ہزارہا مسلمانوں کو جو جمل کے اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے تھے کس لئے قتل و غارت کیا اہل سنت پر واجب و لازم ہے کہ اپنے چوتھے درجہ کے خلیفہ کی برادت میں کوئی معقول وجہ پیش فرمائیں۔

جس سے کہ ثابت ہو جائے کہ جن لوگوں نے خلیفہ چہارم صاحب سے قتال کیا وہ نالایق اسی قابل تھے حضرات سنیہ اپنے مخالفان کے دفعیہ میں جناب مرتضوی کو مرتکب

خطائے اجتہادی بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ علمائے اہل سنت سے آج تک کوئی عالم حضرت امیر کی طرف نسبت دہ خطائے اجتہادی نہیں ہوا بلکہ معاویہ و عائشہ کو مجتہد خاطی کہا ہے ہم بڑے اشتیاق سے دیکھنا چاہتے ہیں کہ جناب مخاطب جو کہ مؤید بہ الہام ہیں اس عقدۂ لاینحل کو کیونکر حل فرماتے ہیں سوائے ازایں کہ حضرت امیر پر جدید خطائے اجتہادی قائم فرمائیں یا محاربین کو کافر کہیں تا قیامت انشاء اللہ کوئی جواب نہ دے سکیں گے۔ اگر حضرت مخاطب کو اس قضیہ کے فیصلہ میں زیادہ پیچیدگی ہو تو شاہ صاحب کی روح سے مدد مانگ کر پوچھیں کہ بابا اسکا کیا جواب دیں تو فوراً کہدیں گے کہ صاحبزادے میں اس کا انتظام پہلے کرچکا ہوں تحفہ مطبوعہ نولکشور کا صفحہ (۶۲۲) دیکھو باب دوازدہم میں یہ عبارت وقف نظر ہوگی۔ محارب حضرت مرتضیٰ اگر ازراہ عداوت و بغض ست نزد علمائے اہل سنت کافر ست بالاجماع الی آخرہ صاف کہدو کہ عائشہ و معاویہ وغیرہ کی جنگ بغض و عداوت سے نہ تھی۔ بلکہ غمزۂ دوستانہ تھا جانبین کے مقتول کھلے کواڑوں بہشت میں جائیں گے اور حضرت امیر کے محارب ثواب کی گٹھریاں سر پر رکھ کر میدان حشر میں آئیں گے تاریخ الخلفاء میں علامہ سیوطی نے لکھا ہے۔

عن عمرؓ قال لما قبض رسول اللہ صلعم ارتد من ارتد من العرب و قالوا نصلّی و لا نزکی فاتیت ابا بکر فقلت یا خلیفہ رسول اللہ تالف الناس وارفق بہم۔

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ جب رسول خدا نے وفات پائی تو عرب میں وبائے ارتداد پھیلی انھوں نے کہا کہ ان سے تالیف قلوب کرکے رفق و مدارا کیجئے بجواب ابوبکر نے کہا واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ (یعنی خدا کی قسم میں لڑوں گا اُن سے جو کہ نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرتے ہیں تعجب ہے کہ حضرت ابوبکر باوصف ہدایت جناب عمر صرف انکار زکوٰۃ سے اہل قبلہ و نماز گذاروں کو واجب القتل سمجھیں اور اُن پر حکم ارتداد لگائیں اور محاربین حضرت امیر اُن کے برادر یکجان برابر ہونے کی قابلیت حاصل کریں کیا منکرین زکوٰۃ جن سے حسب صواب دید جناب عمر تالیف قلوب کرنا جائز تھا حضرت ابوبکر کے برادر اسلامی نہ تھے ماننا پڑے گا کہ بالضرور تھے۔ پس اسی طرح حضرت امیر کے اخوی معظم جناب معاویہ و مادر گرامی بی بی عائشہ کو سمجھنا چاہیے۔ روکھے پھیکے لفظ اخوانا سے اُن کی برادرت معلوم۔ چونکہ محاربین کو بہ صفت زیغ و اعوجاج حضرت نے یاد فرمایا

لہذا حافظ صاحب قرآن کھول کر دیکھ لیویں کہ ان صفات والوں کو کس صفت سے پکارا گیا ہے
کتاب اللہ میں وارد ہوا ہے (فاما الذین فی قلوبہم زیغ) مفسرین فریقین لکھتے ہیں کہ کعب
بن اشرف وحی بن اخطب وجدی روسار کفار کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ دوسری
آیت دکھلاتا ہوں جس سے صاحبان (زیغ) کی وقعت معلوم ہوجائے گی (ربنا لا تزغ قلوبنا
بعد اذ ہدیتنا) یعنی خدایا بعد ہدایت ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کرنا۔ معلوم ہوا کہ (زیغ) ضد ہدایت ہے
پس جبکہ حسب ارشاد جناب مرتضوی بنیں کردہ مخاطب و محارب راہ ہدایت چھوڑ کر گام فرسائے
جادہ گمراہی ہوگئے تھے تو اخوانا کے تاج سے اُن گم گشتگان راہ صواب کو کیا فائدہ پہنچا مخاطب
اسیات کو بخوشی قبول کر سکتے ہیں کہ اُن کے خلیفہ چہارم گمراہ لوگوں کے بھائی بند تھے دل کا
ٹیڑھا ہو جانا ایسا بُرا سمجھا گیا ہے کہ خدا نے ہمارے نبی صلعم کی ازواج کو عورات کافرہ سے مثال دیا
ہے حضرت عائشہ وحفصہ کی نسبت سورہ تحریم میں بجرم افشائے راز نبی (فقد صغت قلوبکما) وارد ہوا
ہے یعنی تم دونو کے دل ٹیڑھے ہوگئے ہیں اور تم دونو لوط و نوح علیہم السلام کی کافرہ عورتوں کے
ہم شبیہ ہو اگر بیگمات معظمات کا قلب مرکز ایمان سے ہٹ کر نقطہ کفر پر نہ پہنچا تھا تو خدا نے
امہات الامۃ پر یہ کلمہ کیوں وارد فرمائے اگر حسب خیال مخاطب محاربین گام فرسائے صراط مستقیم تھے
اور حضرت علی اُن کو اپنا اسلامی بھائی جانتے تھے تو بد مذہب (زیغ) اور اعوجاج کی فرد جرم
اُن کو کیوں سنائی گئی تھی۔ جو شخص سیدھی راہ چھوڑ کر ٹیڑھی اختیار کرے گا وہ ہی کافر و مرتد و مردود
کہلائے گا پس بوجوہات صدر ثابت ہوگیا کہ حضرت امیر کے مخالف اور اُن کے ساتھ ہتھیار اُٹھانے
والے زیغ اور اعوجاج کے مرض مہلک میں مبتلا ہو کر اسلام کے دائرہ سے نکل گئے چونکہ مخاطب آلات
حربی سے صرف تھوڑا امام جائز الاطاعت کے سامنے اُٹھایا ہے لہذا اُن کا حشر بھی حضرت معاویہ
وغیرہ کے ساتھ ہوگا اگر جناب مخاطب تقریر حقیر سے ناراض ہو کر سرکہ پیشانی ہوں تو براہ مہربانی
ثابت فرما دیں کہ زیغ اور اعوجاج و بد مذہب کوئی اعلیٰ صفت ہے اور محاربین کا یہ ایسی صفات
موصوف ہونا اُن کے منازل و مراتب کا گھٹانے والا نہیں بلکہ مدارج رفیعہ اخوانا پر پہنچانے والا ہے
آج تک یہ ابن تبحر و ہمہ دانی حضرت مخاطب کو یہ معلوم نہیں کہ خلافت کی درحقیقت کیا غرض ہے
عداوت مرتضوی کے جوش میں بجوہ ہو کر محض لعین و محاربین کا ایمان ثابت کرنے کے لئے قلم بدست

ہو گئے شاہ صاحب تحفہ کے باب ہفتم عقیدہ ششم میں لکھتے ہیں (ابو بکر بزاز کہ عمدہ محدثین اہلسنت است بسند صحیح از ابو عبیدہ بن الجراح روایت کردہ: قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اول دینکم بدء نبوۃ و رحمۃ ثم یکون خلافۃ و رحمۃ الی آخرہ) بالجملہ نزد اہل سنت از مقدرات است کہ امامت خود بلا شبہہ تا سی سال امتداد یافت و بصلح حضرت امام حسن کہ پانزدہم جمادی الاول در سنہ چہل و یک بوقوع آمدہ انقطاع پذیرفت (حدیث پیش کردہ شاہ صاحب سے واضح ہوا کہ اول دین نبوت ہے اور ثانی خلافت اور ہر دو خدا کی رحمت ہیں۔ تعجب ہے کہ خلافت داخل رحمت ہوا اور مخاطب کا ملہم یہ تعلیم دے کہ نہیں وہ محض بے حقیقت ایک فرعی علی چیز ہے اور بحدے نے فقدا ہی کہ خدا نے اس کے ذکر کو اپنے کلام میں پسند نہیں کیا اور امام کے مخالف و محارب بڑے پکے ایمان دار ہیں۔ ہرگاہ بروئے حدیث بالا نبوت و خلافت اول ایمان ہیں تو یہ تفریق کیونکر صحیح ہو سکتی ہے کہ ایک درجہ کے دو شخصوں کا مخالف و محارب جدا گانہ سزا کا مستحق ہو نبی کا محارب و مخالف جلجایہ کفر میں رہے اور امام کا محارب و مخالف اسلام کے خوشنما کمرہ میں گل گشت کرے واقعی بات یہ ہے کہ عداوت خاندان رسالت نے حضرت مخاطب کو اس الٹے خلاف عقل بیان پر مجبور کر دیا اگر ثنا ء کے سامنے کوئی ٹوٹی ہوئی تلوار لیکر کھڑا ہوتا اور اس کی حمایت میں مخاطب ایسی گلفشانی فرماتے تو ہم سات سلام کرتے حضرت کو کیا اچھا الہام ہوا ہے کہ خلاف علمائے و محدثین خود غلط سلط تقریر کرنے کو تیار ہو گئے اور غریب جہلا کے لئے اپنی کلام کو دام فریب بنایا اگر کسی سنی نے سمجھ کر سر وضۂ حقیر پر نظر ڈالی تو انشاء اللہ سمجھ جائے گا کہ حضرت امیر سے مخالفت و محاربت کرنے والے اشد کفار تھے۔

فقرہ دوم مندرجہ تحریر مخاطب

تفسیر صافی وغیرہ میں معاملہ جناب امیر کا محاربین کے ساتھ جو منقول ہے وہ اس طرح ہے (وکذالک قال امیر المومنین یوم البصرۃ ونادی فیہم لا تسبوا لہم ذریتہ ولا تجہزوا علی جریح ولا تتبعوا مدبرا ومن القی السلاح واغلق بابہ فہو آمن۔

امیر المومنین نے بصرہ کی لڑائی کے دن فرمایا اور منادی کرا دی کہ ان کی اولاد کو قیدی بناؤ اور

زخمی کا کام تمام نہ کرو اور بھاگے ہوئے کا پیچھا نہ کرو اور جس نے اپنے ہتھیار ڈالدئے اور اپنے دروازہ بند کر لیا اسکو امن ہی ۔ مخاطب اس عبارت سے یہ نتیجہ پیدا کرتے ہیں کہ معاملہ حضرت امیرؑ سے ہویدا ہی کہ وہ اپنی مخالفین کو کافر نہیں جانتے تھے بلکہ اُن کو دائرہ اسلام میں داخل سمجھتے تھے اگر کافر جانتے تو ایسی رعایت اُن کے حق میں مبذول نفرماتے کفار کیساتھ جس طرح پیش آنا چاہیئے اس کا حکم جامع عباسی میں یہ ہی رقسم سوم اسیرانے اند کہ در جنگ بدست افتند و اطفال و زنان بمجرد اسیر گشتن ملک کسے می شود کہ ایشان را گرفتہ باشند) اور نیز لکھا ہی (امام مردمان بالغ تنہا اگر در وقت جنگ بدست افتند امام مخیرست میانہ کشتن ایشان و بریدن دست و پائے ایشان و انداختن تاجن ایشاں بزور تا بمیرند

جواب فقرۂ دوم

قبل از ایں کہ تعریض مخاطب کا جواب دیا جائے عرض کیا جاتا ہے کہ یہ مضمون بھی بہ امداد الہام نہیں لکھا گیا تحفہ سے اقتباس فرمایا ہے چنانچہ کتاب مذکور کے باب ہفتم میں اس کو شاہ صاحب نے لکھا ہے اعتراض مخاطب کا اصلی و واقعی جواب وہ ہی جو کہ بحوالہ تفسیر صافی مخاطب لکھ چکے ہیں وہ یہ کہ حضرت امیرؑ نے محاربین بصرہ کے ساتھ وہ عمل فرمایا جو کہ رسولؐ پاک نے کفار مکہ سے بعد غلبہ کیا تھا نہ اُن کی ذریت کو لونڈی غلام بنایا اور نہ بھاگے ہوئے کا پیچھا کیا اور نہ زخمی کا کام تمام کیا حالانکہ بہ اتفاق امت وہ لوگ کافر تھے ۔

صاحب تفسیر صافی کے اس بیان پر مخاطب قہقہہ زن ہو کر فرماتے ہیں کہ یہ حکم آیہ (فقاتلوا التی تبغی حتی تفئ الی امر اللہ یعنی کفار سے وہاں تک قتال کرو جب تک امر خدا یعنی اسلام کی طرف رجوع نہ کریں ۔ امام پر فرض ہے کہ وہاں تک قتال کرے کہ محارب رجوع بہ اسلام کریں چونکہ حضرت امیرؑ نے قتال کو اس حد تک نہیں پہنچایا محاربین کو ادھ بیچ میں ہی چھوڑ دیا اس سے دو باتیں پیدا ہونگی یہ کہ حضرت امیرؑ نے تعمیل آیہ پورے طور پر نہ کی یا یہ کہ اُن کے محارب کافر نہ تھے) مخاطب کو بوقت ایراد یہ خیال نہوا کہ جو اعتراض میں حضرت امیرؑ پر کر رہا ہوں وہ ہی آنحضرتؐ پر قایم ہوتا ہے ۔ جناب رسالتمآب علیہ الصلواۃ و السلام نے جو کفار مکہ کو امان دی زخمیوں اور گوشہ نشینوں سے تعرض نہ کیا بھاگنے

کا پیچھا نہ دبایا اس سے ظاہر ہوا کہ آیت کے حکم کی تعمیل انھوں نے نہ کی لازم تھا کہ شعلۂ حرب کو اتنا بلند کرتے کہ صفحۂ عالم سے کفر کا نام مٹ جاتا حدیبیہ میں جس کا ذکر اوراق اول میں کیا گیا ہے آنحضرت نے ایسی دب کر صلح کی کہ اعلیٰ درجہ کا مسلمان جیسے کہ حضرت عمر تھے مشکوک بہ نبوت ہو گیا - مخاطب ہائیں کہ نبی صلعم نے خلاف مرضی حضرت عمر کافروں سے کیوں صلح کر لی نائرہ جدال وقتال تا حد غایت کیوں نہ بلند رکھا - حالانکہ قبل از حدیبیہ آیۂ (وقاتلوا المشرکین کافۃ) نازل ہو چکی تھی آیۂ مبارکہ) یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین پر کیا عمل کیا گیا - حالانکہ یہ الفاظ صاف وروشن آنحضرت کو حکم بہ جہاد منافقین فرمایا گیا تھا مگر آپ نے بہ مصالح چند در چند نہیں کیا چونکہ نبیؐ و علیؑ کی حرب سوائے تفریق تنزیل و تاویل ایک طرح کی تھی - لہذا خدا نے بواسطہ حضرت امیرؑ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ کو منافقوں سے جنگ کرنے والا ثابت کرا دیا حقیر نے رسالہ مشعل ہدایت معروف بجواب رامپوری میں بہ بسط عظیم دلایل شافیہ سے ثابت فرما دیا ہے کہ آیۂ بالا کی تعمیل بہ نیابت نفسی مرتب دست مرتضوی پر واقع ہوئی آیۂ - فقاتلوا التی تبغی حتی الی امر اللہ) و عبارت جامع عباسی پیش کردہ مخاطب اُن کفار سے علاقہ رکھتی ہی جو کہ ظاہراً منکر توحید و نبوت ہوں حضرت امیرؑ سے جن لوگوں نے محاربہ کیا گو کہ وہ بدمذہب اور رہرو مسلک ضلالت تھے سوائے اسلام ظاہری کے ان میں اور دیگر کفار میں کوئی فرق نہ تھا قرآن میں وہ لوگ منافق اور حدیث نبوی میں ناکث و مارق و قاسطہ بیان کئے گئے ہیں حضرت امیرؑ فعل رسولؐ کی تاسی و پیروی کریں اور مخاطب معترض ہوں -

میں حضرت مخاطب سے پوچھتا ہوں کہ اگر عایشہ کو حضرت امیر مثل لونڈیوں کے بازار بردہ فروشی میں بھیج دیتے تو آپ صاحب کیا غل مچاتے جناب نے یہ ایں خیال کہ وہ کافرہ کلمہ گو ازواج نوح و لوط کی دینی بہن ناموس پیغمبر تھی - غیر شخص کو اُس پر تصرف کرنا ناجائز تھا - لہذا آپ نے یہ رعایت فرمائی - کہیں سُنا ہے کہ دیور نے بھاوج کو گو کہ وہ کیسی ہی بد باطن ہو سر بازار بکوا دیا ہے - بحکم فقد صغت قلوبکما - بی بی صاحبہ کے قلب میں جو کجی آگئی تھی اُس کو حضرت امیر کیونکر دور کر سکتے تھے مگر یہ مرتے مر گئیں مگر دل کی گرہ نہ کھلی لڑائیوں میں شکست بھی کھائی - قید بھی جھیلی - مگر دل پر جو سیاہ دھبہ لگ چکا تھا اُس پر ارزو کی برابر بھی سفیدی نہ آئی

جامع عباسی کی عبارت میں یہ الفاظ ہیں کہ (امام مخیرست میان کشتن ایشان الی آخرہ) امام کو مختار ہے کفار کو چاہی قتل کرے خواہ چھوڑ دے دونوں طرح پر مختار ہی حضرت امیرؑ نے جو بہ اتباع رسول صلعم اپنے محاربین کو قتل نہ کیا اور بہ رعایت پیش آئے اسکا اُن کو اختیار تھا پس اعتراض مخاطب بالائی ہوا ہوگیا

فقرہ سوم مُندرجہ تحریر مخاطب

امام ثانی نے بجائے قتال خلعت خلافت ہی اک باغی کو دے دیا

جواب تحریر بالا میں مخاطب نے تعریض لطیف کی ہی یعنی بہ لطافت یہ بات دکھلائی ہے کہ امام نے کیا فعل قبیح کیا کہ ایک باغی کو خلافت سپرد کردی۔ مطلب دلی اُن کا یہ ہی کہ حضرت امیر معاویہ باغی نہ تھے بلکہ بہمہ وجوہ استحقاق امامت رکھتے تھے اسی جہت سے امام نے اُنکو لایق سمجھ کر خلافت حوالہ کردی اور اگر معاویہ کو شیعہ باغی تبلائیں گے تو پھر اُنکو ناگزیر ماننا پڑے گا کہ امام ثانی نے باغی کو خلافت حوالہ کردی نظر برآں مناسب معلوم ہوتا ہی کہ اس بات کی جانچ کی جائے کہ معاویہ باغی تھے یا ابرار اور امام نے تفویض خلافت امیر شام کو حقدار امامت سمجھ کر کی یا کہ بناچاری کراہت و بے دلی سے اس امر کی توضیح میں ہم شاہ عبدالعزیز کی روح سے مدد لیتے ہیں حضور ممدوح تحفہ کے باب ہفتم عقیدہ ششم میں لکھتے ہیں، اہل سنت اجماع دارند برآنکہ معویہ از ابتدائے امامت حضرت امیر تا غایت تفویض امام حسن بہ او از بغاۃ بود کہ اطاعت امام وقت نداشت الی آخرہ) مخاطب باوقار اپنے پیر مغان کی تحریر پر بہ انصاف نظر کرکے فرمائیں کہ اُن کے پیشوائے ملت حضرت امیر معاویہ باغی تھے یا مطیع ضرور ہے کہ بہ اتباع شاہ صاحب اُنکو باغی کہیں تو کیا امام ثانی نے امامت کو ایک باغی کے حوالہ کردیا تھا اگر معاویہ صاحب ثقہ و عادل ہوتے اور شیعہ اُنکو عداوت سے اہل طغیان میں جانتے تو مخاطب کو تعریضاً یہ کہنا کہ امام ثانی نے خلافت ہی اک باغی کو دیدی صحیح ہوسکتا تھا اور جبکہ بقول شاہ صاحب ابتدا ہی سے معاویہ باغی و متغلب تھے تو آپ نے حکومت دنیا اک ایسے شخص کی سپردگی میں کیوں کی جو کہ ارباب بغاوت و غدر و خیانت سے تھا۔ چونکہ اہل سنت حضرت امام حسنؑ کو امام واجب الاطاعت جانتے ہیں اور سی سالہ خلافت کی مدت کا اختتام اُنہیں پر منحصر سمجھتے ہیں لہذا مخاطب فرمائیں کہ آپ کے مسلمہ امام نے باغی کو خلافت نبوت کیوں حوالہ کی اعتراض کردینا آسان ہی اور پھر اُس کے جواب کا جواب دینا مشکل ہوتا ہے۔ اگر سو برس پیران پیر کی قبر شریف پر چلہ کشی کریں گے

تب بھی انشاء اللہ جواب ممکن ہوگا بالآخر نتیجہ یہ نکلا کہ معاویہ بالضرور باغی تھے۔
اب ہم دوسری شق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ امام نے باغی کو حقدار خلافت سمجھ کر ملک بخوشدلی حوالے کیا یا کہ ناچاری سے۔ معاملات دنیا پر نظر کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی شخص حتیٰ الوسع ایک بیگہ زمین اپنے قبضہ سے برضامندی مخالف کے حوالے نہیں کرتا تامقدور ہر عنوان سے کوشش بقائے قبضہ میں کرتا ہے حضرت عثمان کے حالات پر نگاہ کیجئے کہ بصد بیدردی شہید ہو گئے مگر خلافت کو نہ چھوڑا امام حسن علیہ السلام نے خلاف رفتار زمانہ یہ کیا کارروائی کی کہ اتنی بڑی سلطنت یک قلم ایک شرارت پیشہ ومفسد شخص کے حوالہ کردی ضرور ہی کوئی ایسا ہی قوی سبب ہوگا جو کہ باعث ترک حکومت ہوا ہو اس امر کے انکشاف کے لیے پھر تحفہ سے فال نکالتے ہیں کہ وہ بزرگ اہل سنت کیا فرما گئے ہیں صاحب موصوف تحفہ کے باب سوم میں لکھتے ہیں (از اسلاف شیعہ جماعتے بودند کہ بیار مجتبیٰ سبط مصطفیٰ فلذہ کبد زہرا امام حسن را بعد از شہادت امیر باعث شدند وچہل ہزار کس برموت بیعت کردند وبرقتل معویہ ترغیب نمودہ بیرون کوفہ برآوردند وہمت فاسد ایشاں بتصمیم یافتہ بود کہ آنجناب را درورطۂ ہلاکت اندازند چنانچہ در اثنائے راہ بابت تنخواہ آنجناب را آزردہ ساختند وبہ قول وفعل تاذی وبے ادبیہا بعمل آوردند تا آنکہ مختار ثقفی کہ خود را از شیعہ خاص قرار مے داد مصلائے نماز از زیر قدم مبارکش ربود وبعضے دیگر کلند برپائے مبارکش زد وچوں نوبت بہ مقابلہ ومقاتلہ رسید بہ دنیائے معاویہ راغب شدہ ترک نصرت آں امام بحق نمودہ خسران دنیا وآخرت اندوختند۔ حالانکہ خود را از مخصوصان شیعہ آں جناب وشیعہ والد عالی قدرش می گفتند ومذہب تشیع احداث کردہ وبنیاد نہادہ آنہاست رزان بعد شاہ صاحب کتاب فصول المہمہ ابن صباغ مالکی سے روایت نقل کرتے ہیں (رؤسا آنہا پنہاں بامعاویہ مکاتبات ومراسلات داشتند واورا برحرکت برمی غلانیدند ومینوشتند کہ ہاں زود شتو تا امام را بتو سپاریم وروسیاہی دنیا وآخرت بہ چند خرمہرہ ناپاک بستانیم بلکہ بعضے از ایں ہا ارادہ قتل ودغا با امام نیز در خاطر داشتند وزد الملعم ایں ہمہ فسادات وارادت ایشاں بہ ثبوت رسیدہ وبحد یقین انجامیدہ بنابراں تن بہ مصالحہ دردادو ناچار بخلع خلافت راضی شدند)۔
مخاطب نظر فرمائیں جس بادشاہ کو اسکا لشکر اسدرجہ تنگ کردے کہ دشمنوں سے پیوستہ ہو کر بادشاہ کے قید کرانے کا ارادہ کرے ایسے پر خوف وقت میں اگر وہ سلطان ملک کو اپنے نااہل وغیر حقدار کے تفویض

کردے تو ہمیں کیا قباحت لازم آتی ہے۔ فعل اضطراری کبھی لائق قدح نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر امام جناب
معاویہ سے یہ کہتے کہ مجھ سے اس وسیع مملکت اسلام کا انتظام نہیں ہو سکتا اور آپ تدبر و دانشمندی میں
اعلیٰ حصہ رکھتے ہیں عقل تمدن آپ کا حصہ ہے۔ علاقہ کو درست کریجیے اور مجھکو کچھ گذارہ دے دیا جائے اُسوقت
مخاطب کا یہ فقرہ کہ امام ثانی نے باغی کو ملک دیدیا شیعہ کو کچھ ندامت دہ ہو سکتا تھا اور اب تو کھلے
لفظوں سے ثابت ہو گیا کہ معاویہ نے علم بغاوت وشقاوت بلند کر رکھا تھا اور امام کے لشکر کو لالچ دے
کر اپنا ایسا خیر طلب بنا لیا تھا کہ اگر حضرت امام حسنؑ اس وقت ملک سے دست کش نہوتے تو سوائے اس کے کیا
نتیجہ ہوتا کہ انہیں کا لشکر گرفتار کر کے معاویہ کے حوالہ کرتا یا قتل کر ڈالتا مخاطب اگر کتب پر عبور رکھتے تو حقیقت
مطلب کو سمجھ لیتے بعد ازیں میں شاہ صاحب کی اس ہجو ملیح کا جواب دیتا ہوں کہ امام کے ساتھ ایسی کارروائی
کرنے والے شیعہ تھے اُن بدمعاشوں کا اپنے آپ کو شیعہ کہنا مذہب شیعہ کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا اصلی
شیعہ تو معاویہ کی نام کا کتا بھی نہیں پالتے۔ بفرض اگر طرفداران امام حسنؑ علیہ السلام پہلے شیعہ تھے
اور زاں بعد معاویہ کی دنیا پر فریفتہ ہو کر ایسے مخالف ہو گئے کہ درپردہ اہل بغاوت سے خط وکتابت
رکھنے لگے اور امید دلائی کہ آپ مطمئن رہیں ہم امام کو پکڑ کر تمہارے حوالے کر دیں گے تو وہ لوگ دائرہ تشیع
سے نکل کر خوارج کے جد امجد ہو گئے دیکھو جن مسلمانوں نے جناب سید الکونین کو جہاد میں سپرد کفار کر کے
میدان سے روگردانی کی۔ لیلۃ العقبیٰ میں آنحضرت کی ہلاکت کا سامان کیا بیعت رضوان پر قائم
نہ رہے انقلاب علی الاعقاب مندرجہ قرآن کے مصدق بنے رسول کو وقت آخر وصیت نہ لکھنے دی بلکہ شوخ
چشمی کر کے ہذیان گو کہا وہ گوشہ ایمان سے اس طرح نکل گئے کہ جیسے کمان سے تیر یا بندوق سے گولی نکل
جاتی ہے۔ اے حضرت آدمی را بچشم حال نگر۔ انجام بخیر ہونے کی شرط ہر شخص سے لگی ہوئی ہے جس طرح
کہ رسول پاک کے بعض ہمراہی ایمان سے بہرہ نہ رکھتے تھے ایسے ہی وہ لوگ تھے جنکو شاہ صاحب
شیعہ بتلاتے ہیں۔

مخاطب فرمائیں کہ آپ اُن لوگوں کو جنھوں نے حضرت کو لڑائیوں میں تنہا چھوڑ کر فرار کیا ہدایت اُمت
کے رئے کا غذ نہ لکھنے دیا مسلمان جانتے ہیں یا منافق اگر وہ لوگ مسلمان مانے جائیں گے تو یہ بھی شیعہ
تسلیم کیے جائیں گے ورنہ دونوں گروہ اوندھے مُنہ جہنم میں چلے جائیں گے۔ شاہ صاحب کے تناقض
کلامی قابل نظر ہے تحفہ کے باب اول میں عبداللہ ابن سبا یہودی کو موجد مذہب شیعہ قرار دیا

ہے اور اس جگہ اُن بدمعاشوں کو جو کہ لشکر امام حسنؑ میں تھے۔ چنانچہ حسب بالا فرماتے ہیں۔ (و مذہب شیعہ احداث کردہ و بنیاد نہادہ آنہا است الی آخرہ) دیدہ باید غلامان شاہ صاحب اس خلاف بیانی میں اُن کو مجرم حلف دروغی کہیں گے یا مولانا منہ بھر بھر کر فرمائیں گے۔ علمائے اہل سنت کو بالکل خیال نہیں رہتا کہ پہلے ہم کیا کہہ گئے ہیں اور اب کیا کہہ رہے ہیں یاد رکھو سچے کلام میں کبھی نقض و اختلاف نہیں ہوتا اور دروغ گو کا کلام ہمیشہ متزلزل و مخالف رہتا ہے۔ شاہ صاحب و ابن صباغ مالکی کے بیان سے ثابت ہو چکا کہ معاویہ فی الواقع اہل بغاوت و شقاوت سے تھا اور اس نے امام حسن کو بجبر سے مجبور کر دیا تھا کہ اُن کے اہل لشکر کو گرفتار دام طمع کر کے اپنا خیر طلب بنا لیا تھا جس سے انھوں نے مجبوراً خلافت کو چھوڑ دیا پس مخاطب کا یہ اعتراض کہ امام نے باغی کے سپرد خلافت کر دی بالکل باطل ہو گیا۔

اب ہم مخاطب و ناظرین کو یہ دکھلائے دیتے ہیں کہ معاویہ صرف باغی ہی نہ تھا بلکہ وہ ایک کٹکھنا ہمگ عنش شخص تھا اور امام نے بناچاری و مجبوری اُسکو سلطنت دنیاوی دی تھی نہ کہ دینی۔ صحاح اہل سنت میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تیس سال تک آسیائے اسلام گردش کرے گی زاں بعد سلاطین گرازہ دنداں پیدا ہو کر اُسکو خستہ و ناتواں کر دیں گے۔ چنانچہ اسی وجہ سے اہل سنت فرماتے ہیں کہ خلافت راشدہ امام حسنؑ تک ختم ہو کر مدت سی سالہ کے تمام کرنے والے ہو گئے پھر ملوک دعضوض (یعنی کاٹ کھانے والوں کا دورہ ہو گیا اکثر باحیا علمائے اہل سنت نے بھی معاویہ کو خلیفہ تسلیم نہیں کیا بلکہ بادشاہ فرمایا ہے۔ چنانچہ علامہ علاء الدین نے محاضرات الاوائل کی فصل ثانی میں صحیح ترمذی سے نقل کیا ہے (اول الملوک الاسلام معاویۃ بن ابی سفیان ابن صخر بن حرب بن امیۃ تولی الخلافۃ و اجتمع لہ الامۃ بعد الصلح الحسن فی احدی واربعین سنۃ من الہجرۃ الی آخرہ) یعنی معاویہ اول ملوک اسلام تھا سنہ ۴۱ھ میں بعد صلح حسن اُنپر اجماع ہوا اور وہ متولی امر خلافت ہو گئے۔ پس معاویہ بادشاہ تھے نہ خلیفہ اور ایسے بادشاہ جیسکہ کاٹ کھانے والے گلیوں میں پھرا کرتے ہیں پس امام حسنؑ نے اُس کٹکھنے کو یہی چیز دی جس کو مثالاً بہ لقمہ دوختہ بہ کہا کرتے ہیں بہ این عنوان قتل سلاطین جابر ملک کے مالک ہوئے نہ کہ خلافت کے۔ چونکہ وہ فی الواقع اور حسب تسلیم علمائے اہل سنت ملوک دعضوض (کٹکھنے) میں داخل تھے لہذا بحکم (لاینال عہدی الظالمین) خلافت حقہ پر متصرف نہوئے زمین خدا

کا تصرف بفساد و لقد کتبنا فی الزبور ان الارض یرثہا من عبادی الصالحون
مردان نیکو کار و خوش کردار سے علاقہ رکھتا ہے نہ کہ نابکار و بد اطوار سے سنن ابی داؤد
میں ہے انما الارض للہ ولرسولہ (یعنی حکومت زمین خدا اور اس کے رسول کے واسطے ہے پس جو شخص
جائز قائم مقام رسول ہوگا وہ زمین خدا کا مالک ہے اور باغی و طاغی مثل ملوک جابر متصرف ناجائز۔
چونکہ زمین عباد صالح کا ورثہ ہے لہذا اس کے لئے قبض و تصرف لازمی نہیں کیونکہ وراثت اک خداداد
حق ہے جو کہ وارث کی ذات سے کسی طرح جدا ہونیوالا نہیں۔ اگر وارث جائز اپنی چیز کا مالک ہوگیا تو قبض
و تصرف اسکو اپنے حقوق پر مل گیا اور کوئی حاجب و مانع ہوگیا تو بیچارہ اپنے حق سے محروم رہا
مخاطب فرمائیں کہ وہ کیا چیز تھی جو کہ امام نے باختیار خود معاویہ کے حوالے کر دی وراثت دینی تو وہ
دے بھی نہ سکتے تھے ہاں حکومت ظاہری اہل لشکر کے غدر و خیانت سے مجبوراً چھوڑ دیتے ہیں اگر اہل سنت
خلافت حقیقی کا دینا تسلیم کریں گے تو انکو ماننا پڑے گا کہ حضرت حسنؑ بعد تسلیم خلافت امامت سے معزول
ہو کر فرد عوام الناس میں داخل ہوگئے۔ حالانکہ سنیوں کی کتب معتبرہ میں یہ بات موجود ہے آنحضرت
نے حسنین علیہم السلام کی نسبت ارشاد فرمایا ہے کہ یہ دونوں ہر حالت میں امام خلق ہیں خواہ جہاد کریں
یا گوشہ میں بیٹھ رہیں بنظر اطمینان مخاطب یہ بھی دکھلائے دیتا ہوں کہ خود امام حسن علیہ السلام اس
چیز کو کیا سمجھتے تھے جو کہ معاویہ کو دی گئی تھی۔
علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ ایک ظاہری مسلمان و باطنی منافق نے بعد تسلیم حکومت بمعاویہ
بطور تمسخر امام حسن علیہ السلام سے کہا السلام علیک یا مذل المومنین۔ فقال علیہ السلام لست بمذل المومنین
ولکنی کرہت ان اقتلکم علی الملک۔ یعنی میں مومنین کا ذلت دینے والا نہیں ہوں لیکن میں نے
مکروہ سمجھا کہ ملک گیری سے تم پر قتال کروں امام موصوف کا اقتلکم علی الملک فرمانا صاف تبلا رہا ہے
آپ نے خلافت دنیا کو یہ سمجھ کر کہ اب کاٹ کھاتی ہوا انکا وقت ہے دیدیا تھا نہ کہ خلافت دینیہ کو جسکا دینا اور نہ دینا آپکے اختیار میں نہ تھا

فقرہ چہارم مندرجہ تحریر مخاطب

امام ثالث نے بگڑ کر کلمات تلخ و ترش منسب تخطبہ امام فرمائے۔ لوجز الغنی لکان احب الی مما فعلہ اخی
اگر میری ناک کٹ جاتی تو یہ میرے نزدیک اس سے پسندیدہ تھا جو میرے بھائی نے کیا۔

تنبیہ

صفحہ ۳۴ کی سطر آخر پر مخاطب نے یہ ہی ترجمہ کیا ہے

جواب یہ مضمون بھی مخاطب سرقہ پیشہ کا دماغی نہیں نہ الہامی طاقت کو اس میں دخل ہے بلکہ تحفہ شاہ صاحب سے حسب عادت مضمون بالا چرا کر لکھدیا ہے بخیال انتباہ مخاطب و آگاہی ناظرین عرض کیا جاتا ہے کہ شاہ صاحب نے تحفہ کے باب دوازدہم میں صفحہ (۲۲۹) سطر ۲۳ پر لکھا ہے۔

ابو مخنف لوط بن یحییٰ ازدی کہ از عمدہ اخباریین امامیہ ست از حضرت حسینؑ روایت آورده بود که آنحضرت دائما می گفت لوددت ان انفی جدع وکان یبدی الکراهتہ لما فعلہ اخوہ الحسن من صلح معاویتہ ولیقول لو جز انفی کان احب الی مما فعلہ۔

شاہ صاحب کی عادت ہے کہ علمائے سنیہ کو بہ نظر تقویت بیان خود شیعہ لکھدیتے ہیں یہ ہی رفتار انھوں نے ابو مخنف کے باب میں اختیار فرمائی کہ عمدہ مورخین شیعہ اسکو قرار دے دیا حالانکہ ابو مخنف ہمارے علمائے میں معدود نہیں شاہ صاحب نے یہ ایں وجہ اسکو شیعہ لکھدیا کہ اس نے واقعات شہادت کو قلمبند کیا ہے جو کہ مقاتل ابو مخنف کے نام سے مشہور عالم ہے۔ حالانکہ مقتل مذکور کے اکثر واقعات سے طبقہ شیعہ کو انکار ہے پس مورخ اہل سنت کے بیان سے بمقابلہ شیعہ احتجاج کرنا خلاف داب مناظرہ ہے۔ مخاطب پر لازم ہے کہ بنا بقول خود شاہ صاحب کتب رجال شیعہ سے ابو مخنف کا شیعہ ہونا ثابت فرمادیویں

فقرہ پنجشم ۵ مندرجہ تحریر مخاطب

امیر معاویہ شام میں مسند خلافت پر دند ناتے رہے اور امام کی تحریرات کا ایسا جواب دیتے رہے کہ بہ التزام مذہب شیعہ امام سے انکا جواب ناممکن ہے۔

پھر کسی قدر فاصلہ سے لکھتے ہیں (حروب جمل و صفین وغیرہ میں دست بدست قتال واقع ہوا اور صدہا آدمی طرفین کے مارے گئے نہ انھوں نے امن مانگا اور نہ بعد میں انھوں نے امام حق کی طرف رجوع کیا اور نہ امام کی امامت پر ایمان لائے نہ آپ کو امام حق تسلیم کیا بلکہ صاف کہتے رہے کہ آپ میں لیاقت امامت نہیں۔

جواب لفظ دندناتے ہیں جو بُرے سرت ہی وہ خوش دماغ لوگوں پر مخفی نہیں اپنی پیشوائے ملت وموجد مذہب کی تمردی وسرکشی وبغاوت وشقاوت کو مخاطب نے لفظ مذکور سے تعبیر فرمایا ہی وہ امام وقت کے سامنے دندناتا رہا اور مخاطب ہتوڑا لئے کھڑے نظر آتے ہیں دونوں ایک عقیلی کے بٹے ہیں اس تحریر مخاطب نے اس پردہ کو اٹھا دیا جس کو اہل سنت نے ڈال رکھا تھا؟ یہ کہ معاویہ وعائشہ خطائے اجتہادی میں مبتلا ہو کر حضرت امیرؑ سے برسر جنگ ہو گئے تھے۔

مخاطب کے ان الفاظ نے نہ بعد میں انھوں نے امام حق کی طرف رجوع کیا اور نہ امام کی امامت پر ایمان لائے نہ آپ کو امام حق تسلیم کیا بالکل واضح کر دیا کہ معاویہ اور عائشہ اور ان کے طرفدار مُردہ و زندہ سب مسلمان و کافر کلمہ گو ہیں۔

دلیل اوّل کی توضیح میں جو میں نے تنقیح اول نکالی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں (انکار امامت بہ اجماع سنی وشیعہ کفر ہے یا کہ منکر امامت کا اسلام قایم وبرقرار رہتا ہے اسکو مخاطب ملاحظہ فرمالیویں انشاء اللہ اکثر علمائے شیعہ اور بخصوص شاہ صاحب کے بیان سے ثابت ہو جائے گا کہ حضرت علی کی امامت کا منکر کافر ہے۔ چونکہ عائشہ ومعاویہ تا دم مرگ منکر امام حق رہی۔ لہذا قطعی کافر تھے جو لوگ کہ اُن کافروں کے مرنے سمجھوانے ہیں اور اُن کے دندنانے اور پھن پھنانے سے خوشدل ہیں وہ بھی مثل اُنہیں کے ہیں چونکہ معاویہ کو عموماً اہل سنت اپنا امام وہادی جانتے ہیں اور ابن حجر مکی وغوث الثقلین وغیرہا اسکو امام الصدق وخلیفہ کہتے ہیں اور مخاطب نے ہدایات الرشید میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ لکھا ہی اور مطرقہ میں اس کی تمردی وسرتابی کو دندنانے سے تعبیر فرمایا ہی اور حقیر نے اسکا کافر ہونا ثابت کیا ہی لہذا ممکن ہی کہ میری تحریر کو اہل سنت بوقعت نہ دیکھیں لہذا میں انہیں کو منصف مقرر کرکے عرض کرتا ہوں کہ جس شخص کو کسی کے ہاتھ سے ناحق نقصان شدید پہنچ جائے وہ ہمیشہ نقصان رساں کو خونی نگاہوں سے دیکھا کرتا ہے اور کچھ نہیں ہو سکتا تو لعنت ملامت کرکے اپنا بخار طبیعت نکال لیتا ہی۔ سنیو کے امیر معاویہ سے ہم شیعہ سیدونکو سخت ضرر پہنچا اور ایسا کہ تا قیامت پہنچتا رہے گا اُنھوں نے ہمارا ازوقہ خداداد خمس چھین لیا۔ جس سے قوم سادات مفلس ومحتاج ہو گئی۔ گو کہ بنا اس ظلم کی حضرت عمر نے ڈالی تھی چنانچہ صاحب تحفہ نے بھی تسلیم کیا ہے کہ دو ایک سال عمر نے حبس خمس حضرت امیرؑ وعباسؓ سے باین وجہ کر لیا تھا کہ خاندان بنوہاشم اسقدر دولتمند ہو گیا تھا کہ ان کو

پروانہ رہی تھی۔ اس بحث کو کہ خلیفہ عمر نے اول سیدوں کے گلے پر چھری پھیری۔ بخیف نے رسالہ بحث اولی الامر میں بہ تفصیل لکھدیا ہی۔ المختصر ابتدا خلیفہ دوم نے کی اور انتہا میں معاویہ صاحب نے احکام ضبطی جاری کر دیے چنانچہ ترجمہ صحیح مسلم مطبوعہ صدیقی لاہور کے صفحہ ر ۵ ۱۹۵ سطر ۱۴ پر لکھا ہی امام نووی فرماتے ہیں خمس جو کہ سیدوں کا حق تھا اُسکو معاویہ اور بنی امیہ نے دبا لیا اور سیدوں کو نہ دیا۔

مخاطب خدا کو دیکھ کر انصاف سے کہیں کہ جس کا جائز و حلال حق کوئی چھین لیوے وہ ظالم ہے حق میں کیا ہے گا سنیوں نے بہ اتباع سیرت عمریہ و معاویہ اپنے دلوں سے لفظ خمس کو چھیل ڈالا ہیں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ آج تک کبھی کسی سنی نے بنام خمس ایک پائی سید کو نہ دی ہوگی۔

پس ہم اُن لوگوں کو جنھوں نے شرعی حقوق سے ہمکو محروم کر دیا اگر کچھ پکّے لفظوں سے یاد کریں تو منصفوں کے نزدیک حق بجانب ہی۔ اگر مخاطب کے پھٹے ہوے پاجامہ سے پڑا نالمر سید کو ئی دھوبی نکال لے اور پھر وہ اُسکو دعائے خیر سے یاد فرمائیں تو ہم بھی اُن لوگوں کی ارواح سے بدرشتی پیش نہ آئیں جنھوں نے حقوق سادات کو پامال کیا ہے بحمد اللہ دو اول کی دلیلیں جو کہ گل سرسبد تھیں بہ ابن عنوان باطل کی گئیں کہ انشاء اللہ اہل انصاف کا دل داد دینے کے لئے بول اُٹھے گا باقی اور لہ بھرتی کے شعر ہیں۔ اُنکو میں نے بخیال طوالت قصداً چھوڑ دیا۔ بعد ازاں مخاطب نے جو حضرت امیر کے چند خطبہ بہ ثبوت دعوے خود پیش کی ہیں اُنکی حقیقت پر مخاطب کو مطلع کرتا ہوں۔ مگر صرف دو ایک خطبوں کی حالت بیان کروں گا اُسی سے انشاء اللہ تمام معاملہ کی وقعت معلوم ہو جائے گی فضول طوالت کو ناپسند کیا جاتا ہے۔ ان خطبوں کے جواب میں جدا گانہ رسالہ انشاء اللہ لکھا جائیگا کیونکہ رسالہ ہذا کی ضخامت باوصفیکہ اختصار مدنظر رہا ہے۔ توقع سے کچھ زیادہ بڑھ گئی ہے

تمت بالخیر والعافیہ

مشعل ہدایت

مولوی سید سجاد حسین صاحب مصنف تصویر غالب ومغلوب کو ریاست رامپور میں تشریف لیجانے کا اتفاق ہوا وہاں ایک صاحب سے ملاقات ہوئی جنکو ایک مُنصف مزاج سُنی بنا چاہیے اُنھوں نے مولوی صاحب موصوف سے ۹ سوال کئے جن کے جوابات مع ان سوالات کے اس رسالہ میں قلمبند کئے گئے ہیں۔ ناظرین بانکپن مصنف کی طرز تحریر کی داد عنایت فرمائیں اور ہاتھوں ہاتھ اس کی خریداری پر آمادہ ہوں قیمت ۴ر

شرح کنز مکتوم فی ثبوت عقد اُم کلثوم

رسالہ ہذا میں حسب رفتار زمانہ ایک حاکم قرار دے کر حضرات اہل سنت سے درباب عقد ام کلثوم سلام اللہ علیہا ایک عرضی دعوے لیا گیا ہے شیعہ نے بہ حیثیت مدعا علیہم جواب دیا ہے حاکم نے بربنائے بیانات فریقین حسب حال مقدمہ چند تنقیحات برآمد کی ہیں فریقین کے وکلا نے ہر تنقیح پر فیصلہ صادر فرمایا ہے جسقدر تنقیحات ہیں اسی قدر فیصلے ہیں سب سے آخر تمام مقدمہ کے متعلق پورا فیصلہ ہو گیا ہے اور نئے انداز و قرینہ سے واقعہ عقد کی حقیقت کو دکھلایا ہے اس کے مصنف بھی جناب مولوی سید سجاد حسین صاحب مشہور مناظر ہیں قیمت فی جلد ۸ر

جام جہان نما

ایک رسالہ جس کا نام تقیہ کی کرامات تھا اور جسکو مولوی عبد الحکیم صاحب نے لکھنؤ سے چھپوا کر شایع کیا اس میں ایک فقرہ یہ بھی تحریر تھا کہ شیعہ گھر میں بیٹھ کر جو جی چاہا لکھ لیتے ہیں۔ مناظرہ میں عاجز ہیں۔ چنانچہ اس کے جواب میں ایک کھلی چھٹی مولوی سید سجاد حسین صاحب نے شائع کی اور ۸۱ مطاعن قایم کئے جس کا بار ثبوت اُنھوں نے اپنے ذمے لیا اب اس میں ۴۴ مطاعن اور اضافہ کرکے ۱۲۵ مطاعن ثبوت حضرات اہل سنت کی متواتر اور موثق کتب سے بحوالہ نام کتاب مع صفحہ سطر و تقید تام مطبع دیا ہے قابل دید رسالہ ہے قیمت ۸ر

پاکیزہ خیال

اس رسالہ میں دراصل خیالات شیخ محمد یعقوب صاحب ساکن بجنور کے ہیں جنہوں نے اپنی تحقیقات سے مذہب شیعہ اختیار کیا ہے لیکن اس رسالہ کی صورت میں اُنکو مناظر ہند مولوی سید سجاد حسین صاحب نے ترتیب دیا ہے حسن عبارت اور لطافت کلام سبحان اللہ سونے میں سہاگے کا کام دے رہی ہے مزہ تو یہ ہے کہ بیس بیس دفعہ پڑھو مگر ہر دفعہ نیا لطف دو جزد کا رسالہ ہے مگر سو جزو کی مناظرے کی کتاب سے لڑاتے ہیں قیمت ار

تنویر الہدیٰ ۱۳۱۵ھ

ازانجاکہ ہمکو اس رسالہ کے لکھنے کی چنداں ضرورت نہ تھی اور نہ کبھی
اس قسم کی تحاریر و تقاریر جو مبنی بنزاع لفظی ہوں یا آنکہ مناظرہ بجدال بار
پہنچ جاتی طرفین کے لئے مفید نہیں لیکن چونکہ مولوی جہانگیر خاں جیخدا
نخواستہ اوّل درجہ کے مہذب و شائستہ بزعم خود۔ خود کو جانتے ہیں نیز
وحید العصر فرید الدہر ہونیکا ادعا فرماتے ہیں اور بآواز بلند بار بار ہمچو ما
دیگرے نیست کا سبق پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں۔ حالانکہ مواہیر علمائے
نامدار اہلسنت و الجماعت مثبتہ صفحہ اخیر معیار الہدیٰ بخدا غیر مند
کے لئے کافی و وافی تھیں۔ ناچار ہمکو بھی بقول آنکہ ؎ کلوخ انداز را
پاداش سنگ است جہ کی بتر کی جواب دینا پڑا۔ تاہم بفضلہ وکرمہ حتی المقدور
صبر و شکیبائی کو ہاتھ سے نہ دیا۔ اہل انصاف جنکو خوف روز جزا ہے
حق و باطل میں خود تمیز کرلیں گے۔ جابجا کتب محولہ کے حوالے موجود ہیں
خاکسار افتخار علی۔ محلہ حکیمان۔ شہر فیروزآباد ضلع آگرہ

بمطبع یوسفی دہلی طبع شد